

صراط الصالحين

جلد دوم



ترتيب وتالیف
سید امیر خان نیازی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صراط الصالحین

جلد دوم

مفتی محمد اصغر علی صاحب
سلطان الفقہ ششم
سروری قادری

بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

ترتیب و تالیف

سید امیر خان نیازی سرسری قادری

العارفین پبلسٹی (پبلسٹی) لاہور پاکستان

ہدف: دربار عالیہ حضرت سنی سلطان باہو ڈھنگ (پنجاب) پاکستان

فون نمبر: 5320694, 5320594-47-0092



آفس: آفس نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلام آرکیڈ، 16 میکلوڈ روڈ، لاہور

فون: 0092-42-7366066 فیکس: 0092-42-37509009

ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublicallon@hotmail.com

© All Copy Rights reserved with
AL-ARIFEEN PUBLICATIONS
Lahore - Pakistan

نام کتاب	صراط الصالحین جلد دوم
رشحات قلم	سید امیر خان نیازی سرسری قدری
بار اول	1995ء
ایڈیشن	4
اشاعت	جنوری 2015ء

ISBN 978-969-9290-12-1

== با اہتمام ==

العارفین پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور پاکستان

پتہ: دربار عالیہ حضرت سیدنی سلطان باجوہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

فون نمبر: 0092-47-5320594, 5320694



آفس: آفس نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلام آرکیڈ، 16 میکلوڈ روڈ، لاہور

فون: 0092-42-7366066 فکس: 0092-42-5419660

وب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

الكتاب

شیخ الحدیث و التفسیر
حضرت صاحبزادہ
سلطان محمد معظم علی
صاحب مدظلہ

کے نام



نگاہِ فقر میں نشانِ شکستہ کیسی کیا ہے ؟
 علاج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے ؟
 بتوں پہ تہج کو امیدیں خدا سے تو میدی
 مجھے بتا تو سہی اور کافر کی کیا ہے ؟

فقط نگاہ سے ہوتا ہے نصیبِ دل کا
 نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے ؟
 کسے نہیں ہمتنا کہ سرور لی شکر
 خودی کی موت ہو جسمیں وہ سرور کی کیا ہے ؟

حضرت علامہ محمد تقی علیہ السلام رحمہ اللہ

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ وَالْعَائِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ○
أَمَّا بَعْدُ :

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کی شفقت اور اپنے مُرشدِ پاک کی نگاہِ فیضِ بخش سے «صراط الصالحین» کی
دوسری جلد منظرِ عام پر لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے،
ورنہ مجھے اپنی علمی استعداد کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ «صراط الصالحین جلد اول»
کی تالیف و تدوین کے بعد ارادہ ہوا تھا کہ اس کی دو تین نہیں تو کم از کم ایک جلد اور
لکھی جائے اس لیے پہلے جتنے پر «جلد اول» لکھ دیا۔ گویا جلد دوم کا لکھنا خود پر
واجب کر لیا۔ کچھ دنوں بعد جب «جوشِ خدمت» ٹھنڈا ہوا اور اپنے «مبلغِ علم» سے
رجوع کیا تو دور دور تک موضوع بنتا نظر نہ آیا۔ گھبرا کر سیدنا حضرت صاحبزادہ سلطان
محمد اصغر علی صاحب مظلہ العالی کی خدمت میں باطنی مدد کی التجا کی۔ آپ ان دنوں
مبلغِ خود و سخا، شہبازِ عارفان حضرت سلطان پیر محمد بہادر شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ
کے دربار پر حاضر تھے اور یہ وہ دربار ہے جہاں کسی طالب کا کوئی سوال رائیگاں
نہیں جاتا۔ آپ مُکرائے اور فرمایا: «نیازی صاحب! گھبراتے کیوں ہو؟ اللہ مہربان
ہوگا اور حضور پیر صاحب شفقت فرمائیں گے»

اور واقعی مہربانی ہو گئی، موضوع بھی ذہن میں آتے چلے گئے اور اخذ
و نقل کے اسباب بھی بنتے چلے گئے حتیٰ کہ مسودہ تیار ہو گیا اور میں نے اس کے
باطنی جتنے کو حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب بانی اصلاحی جماعت کی خدمت میں
پڑھ کر سنایا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا اور اذن کتابت فرمادیا۔ بعد میں سارا مسودہ

اپنے پڑوسی حضرت مولانا حاجی محمد صادق سیالوی صاحب خطیب جامع مسجد محمدی محلہ شیخانوالہ کمالیہ کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے پیش کیا۔ انہوں نے ”اصلاح“ فرما کر مجھے زیر بار احسان کیا اس لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

اب کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ کو اس کی مزید اصلاح کی دعوت ہے۔ خاص طور پر علمائے کرام سے ملتیں ہوں کہ اگر کہیں کوئی خامی یا اصلاح طلب معاملہ پائیں تو رہنمائی فرماتے ہوئے مجھے اس سے آگاہ فرمادیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درست کر لی جائے۔

میں ان سب حضرات کا احسان مند اور مشکور ہوں جنہوں نے میری مالی اور اخلاقی مدد فرما کر مجھے کتاب کو منظر عام پر لانے کے قابل بنایا ہے۔ خاص کر حضرت صاحبزادہ سلطان محمد اصغر علی صاحب کا کہ انہوں نے مجھے راہِ حق کا راہی بنا کر دینِ حق کی خدمت کے قابل بنایا۔

حضرت صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب کا کہ انہوں نے مجھے مطلوبہ لٹریچر عطا فرمایا اور حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر الطاف علی صاحب کا کہ انہوں نے میری پہلی کاوش ”صراط الصالحین جلد اول“ کو حد سے زیادہ سہل بناتے ہوئے مجھے مزید آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا اور خاص طور پر ”جہاد بالتیف“ پر لکھنے کا مشورہ دیا۔

عزیزی شیخ نوید احمد قادری صاحب کا کہ انہوں نے کتاب کی تیاری اور اس کو منظر عام پر لانے کا عملی کام کیا، اس کا ٹائٹیل اور کلر سکیم انہی کی ذہنی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میری نیت کے کھوٹ کو دور فرمائے۔ آمین



سید امیر خان نیازی سرسری قادری

۲۲ جولائی ۱۹۹۲ء

سکنہ ڈرسے خیلا نوالہ چھڈرو روڈ میا نوالہ

حال محلہ شیخانوالہ کمالیہ

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۲	غسل کے ذرائع	۵	پیش لفظ
۶۳	غسل کی سنتیں	۱۵	ابتدائے خلق اور مرتبہ انسان
۶۴	مسائلِ غسل	۳۱	ابتدائیہ
۶۶	وجوہاتِ غسل	۳۹	طہارتِ ظاہری و طہارتِ باطنی
۶۷	وہ پانی جس سے وضو و غسل کرنا درست ہے۔	۴۰	مسائلِ استنجا
۶۸	کنویں کے پانی کے مسائل	۴۳	احکامِ وضو
۷۷	آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کے مسائل	۴۶	سواک کی تاکید
۸۲	احکامِ تیمم	۴۹	وضو کرنے کا طریقہ
۸۴	تیمم کی ضرورت	۵۰	وضو کے ذرائع
۸۷	مسائلِ تیمم	۵۰	وضو کی سنتیں
۸۹	تیمم کرنے کا مسنون طریقہ	۵۲	وضو کے مستحبات
۹۰	تیمم کے متفرق مسائل	۵۸	وضو کے مسائل
۹۰	تیمم کے ذرائع	۵۹	وضو ٹوٹنے کے مسائل
۹۲	موزوں پر مسح کرنا		مکروہاتِ وضو
۹۵	موزوں پر مسح کرنے کے مسائل	۶۲	معذور کا وضو
			غسل، غسل کا مسنون طریقہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۴۹	نماز وتر	۹۹	مسائلِ نجاست
۱۵۰	مسائلِ وتر	۱۰۴	بخس چیزوں کو پاک کرنے کے مسائل
۱۵۱	پنجگانہ نمازوں کے اوقات		
۱۵۵	نمازوں کی رکعات	۱۰۹	حیض کا بیان
۱۵۵	سنت و نفل نمازیں	۱۱۴	نفاس کا بیان
۱۵۹	اذان اور اذان کا طریقہ	۱۱۶	حیض و نفاس کے احکام
۱۶۰	اذان کے مسائل	۱۲۲	استحاضہ کے احکام
۱۶۱	اذان کا جواب		
۱۶۱	اذان و مؤذن کی فضیلت	۱۲۳	نماز
۱۶۳	اذان کے بعد کی دُعا	۱۲۶	نماز کی حقیقت اور اس کی رُوح
۱۶۳	اقامت		
۱۶۴	مسائلِ تکبیر	۱۳۲	اممالِ نماز کی حقیقت اور رُوح کا پیدا کرنا۔
۱۶۵	مسجد کا بیان	۱۳۷	نماز میں قرأت و اذکار کی حقیقت
۱۶۵	آدابِ مسجد	۱۳۸	بے حضور دل کا علاج
۱۶۵	فضائلِ مسجد	۱۴۲	حنفی مسلک کے مطابق نماز کا طریقہ
۱۶۰	مسجد میں ممنوعات		
۱۶۱	مسجد میں مکروہات	۱۴۳	دردوں کے لیے،
۱۶۱	مسجد میں کرنے والے کام	۱۴۳	نماز کی نیت
۱۶۱	مسجد کی نماز کے فضائل		
۱۶۲	عورتوں کا مسجد میں آنا		
۱۶۴	گھر کی نماز	۱۴۴	قبلہ کی طرف رخ کرنا
			شنا، تحوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃِ اخلاص
			رکوع، قومہ، قیام، سجدہ، قعدہ، تشہد
			درودِ ابراہیمی، دُعا، دعائے وتر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۹۸	نماز کے فرائض	۱۷۴	تحتیۃ المسجد
۲۰۰	نماز کے واجبات	۱۷۵	باجامعت نماز
۲۰۲	نماز کی سنتیں	۱۷۸	جماعت میں صف بندی
۲۰۴	نماز کے مستحبات	۱۸۰	صف اول کی اہمیت
۲۰۷	مفصلات نماز	۱۸۱	صفوں کی ترتیب
۲۰۶	نماز ٹوٹنے کے مختلف مسائل	۱۸۲	مسائل جماعت
۲۰۸	مرد کے ساتھ عورت کا کھڑا ہونا	۱۸۴	باجامعت نماز کا طریقہ
۲۰۹	مگر وہاں نماز	۱۸۵	باجامعت نماز کے مسائل
۲۱۱	مسائل قرأت	۱۸۶	جماعت کی امامت
۲۱۳	سجدہ سہو کے مسائل	۱۸۸	جماعت میں مقتدیوں کی رعایت
۲۱۴	قضا نمازوں کا پڑھنا	۱۸۹	مقتدیوں کے احکام و مسائل
۲۱۵	قضا نمازوں کا ذبیہ	۱۹۰	مقتدیوں کی قسمیں
۲۱۵	نماز توڑ دینے کا حکم	۱۹۱	مقتدیوں کے عمومی مسائل
۲۱۶	نمازی کے سامنے سے گزرنے کے مسائل	۱۹۲	مستبوق جماعت میں کس طرح شامل ہو کرے
۲۱۹	آداب نماز	۱۹۳	مستبوق اپنی بقیہ نماز اس طرح ادا کرے
۲۲۲	بیمار کی نماز	۱۹۴	مستبوق کی بھول کے مسائل
۲۲۵	معدور کی نماز	۱۹۵	لاحق کی نماز
۲۲۶	مسافر کی نماز	۱۹۵	دوسری جماعت
۲۲۷	عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۹۶	نماز میں لقمہ دینا
۲۲۸	عورتوں کی نماز کے مسائل		نماز کی شرائط

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۴۰	فطرانہ یعنی صدقہ فطر	۲۴۳	عورتوں کی جماعت
۲۴۲	خطبہ عید الفطر	۲۴۳	مرد امام کے پیچھے عورتوں کی نماز
۲۴۳	خطبہ عید الاضحیٰ	۲۴۴	خانہ بدوش کی نماز
۲۴۵	نماز تراویح	۲۴۵	بچوں کی نماز
۲۴۸	نماز خوف	۲۴۶	سوار کی نماز
۲۸۳	موت کا بیان	۲۴۶	کاروباری حضرات کی نماز
۲۸۴		۲۴۸	جنگل اور باغ کے اندر نماز
۲۸۶	میت کو غسل دینا		بیت اللہ کے اندر اور اس کے
۲۸۶	میت کو کفن دینا	۲۴۹	ارد گرد کی نماز
۲۸۹	جنازہ لے چلنے کے مسائل	۲۵۰	ملازمین جہاز کی نماز
۲۹۰	نماز جنازہ	۲۵۱	مجبور قیدی کی نماز
۲۹۳	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	۲۵۲	نماز جمعہ
۲۹۵	میت کو قبر میں دفن کرنا	۲۵۴	نماز جمعہ کی شرائط
۲۹۸	زیارت قبور	۲۵۶	مسائل نماز جمعہ
۳۰۰	تعزیت کرنا	۲۵۸	نماز جمعہ کے لیے تیاری
۳۰۱	سوگ اور نوحہ	۲۶۱	خطبہ جمعہ (اول)
۳۰۴	روزہ	۲۶۲	خطبہ جمعہ ثانیہ
۳۱۳	روزے کا باطن	۲۶۴	عیدین کی نماز
۳۱۹	روزہ کے فرائض اور سنتیں	۲۶۵	نماز عید کے مسائل
۳۲۰	روزہ کے مسائل		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۲۹	اعتکاف کی قضا	۳۲۲	چاند دیکھنے سے متعلق مسائل
۳۵۰	اعتکاف توڑ دینے کی اجازت	۳۲۲	روزہ کب ٹوٹتا ہے؟
۳۵۰	نفل اعتکاف	۳۲۶	قضا روزے کے مسائل
۳۵۱	خواتین کا اعتکاف	۳۲۹	نذر کاروزہ
۳۵۲	لیلۃ القدر	۳۳۰	نفل روزہ
		۳۳۱	مسائل سحری
۳۵۹	زکوٰۃ	۳۳۲	انطاری کے مسائل
۳۶۶	زکوٰۃ کی حقیقت	۳۳۶	کفارہ کے مسائل
۳۶۲	زکوٰۃ دینے کے آداب	۳۳۸	روزہ توڑ دینے کے جواز
۳۶۸	زکوٰۃ کی ظاہری صورت	۳۳۹	روزہ نہ رکھنے کے جواز
۳۶۹	نصابِ زکوٰۃ	۳۴۰	روزے کا فدیہ
۳۸۰	سونے چاندی کی زکوٰۃ		اعتکاف
۳۸۲	مال تجارت کی زکوٰۃ	۳۴۱	ارکانِ اعتکاف
۳۸۳	اونٹوں کی زکوٰۃ	۳۴۱	اعتکاف کی شرائط
۳۸۴	گائے بھینس کی زکوٰۃ	۳۴۱	اعتکاف کی قسمیں
۳۸۵	بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ	۳۴۲	واجب اعتکاف
۳۸۶	عشر	۳۴۳	واجب اعتکاف کے مسائل
۳۸۸	زکوٰۃ کے مصارف	۳۴۳	مُنت اعتکاف
	زکوٰۃ و صدقات کی عجیب و	۳۴۴	مسائل اعتکاف
۳۹۱	غریب رمز	۳۴۴	مفادات اعتکاف
۳۹۳	زکوٰۃ کے ضروری مسائل	۳۴۸	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۴۲	گیارہویں ذوالحجہ کو حجرت کی رمی	۴۹۶	حن لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے
۴۴۳	بارہویں ذوالحجہ کی رمی		
۴۴۴	مکہ مکرمہ کو واپسی	۴۰۰	حج
۴۴۵	طوافِ وداع	۴۰۵	ظاہری حج و باطنی حج
۴۴۸	آدابِ حج	۴۱۲	حج کی عبرتیں
۴۴۸	آدابِ سفر	۴۱۶	احکامِ حج
۴۵۰	آدابِ احرام	۴۱۶	ارکانِ حج
۴۵۲	محرماتِ احرام	۴۱۶	واجباتِ حج
۴۵۳	مکروہاتِ احرام	۴۱۸	حج کی سنتیں
۴۵۴	آدابِ بیتِ اللہ	۴۱۹	حج کی قسمیں
۴۵۷	آدابِ طواف	۴۲۱	اصطلاحاتِ حج
۴۵۹	طواف کرنے کا طریقہ	۴۳۰	اعمالِ حج
۴۶۳	مقامِ ابراہیم پر نفل پڑھنا	۴۴۱	منی سے عرفات کو روانگی
۴۶۷	منزوم کی حاضری	۴۴۲	وقوف کا طریقہ
۴۶۵	آبِ زم زم پینا	۴۴۵	قیامِ مزدلفہ
۴۶۵	محرماتِ طواف	۴۴۶	وقوفِ مزدلفہ
۴۶۶	مکروہاتِ طواف	۴۴۶	منی کو روانگی
۴۶۷	آدابِ سعی	۴۴۸	رمی کرنا
۴۶۹	مکروہاتِ سعی	۴۴۹	قربانی
۴۶۹	تکمیلِ عمرہ کے لیے سفرِ نڈانا	۴۵۰	علق یا قصر
۴۷۱	احکامِ جنایات	۴۵۱	طوافِ زیارت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۰۲	مال کے ذریعے جہاد	۲۶۳	احرام کے بغیر میقات سے گزرنا
۵۰۵	علم و قلم کے ذریعے جہاد	۲۶۳	خوشبو لگانا
۵۰۶	داخلی جہاد	۲۶۵	بال دُور کرنا
۵۰۷	دفاعی جہاد	۲۶۶	بیلہ ہوا کپڑا پہننا
۵۰۸	اقدامی جہاد	۲۶۶	سریامنہ کا چھپانا
۵۰۹	فتنہ و فساد کے خلاف جہاد	۲۶۸	جوئیں مارنا
	عہد شکن اور منافقین کے	۲۶۸	ناخن کاٹنا
۵۱۰	خلاف جہاد	۲۶۸	حالت احرام میں جماع کرنا
۵۱۳	ظالم و جابر حکمران کے خلاف جہاد	۲۶۹	حدودِ حرم کی جنایات
۵۱۴	مقاصدِ جہاد	۲۸۰	طواف کی جنایات
۵۱۵	جہاد کی فرطیت	۲۸۱	سعی کی جنایات
۵۱۶	مسلح جہاد کے احکام	۲۸۱	وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ کی جنایات
	جہاد میں کامیابی کے بنیادی	۲۸۲	رمی کی جنایات
۵۱۷	اصول	۲۸۲	قربانی اور حلق کی جنایات
۵۱۷	جنگ کے لیے تیاری		روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
۵۱۸	اللہ پر بھروسہ	۲۸۳	حاضری
۵۱۹	ثابت قدمی		
۵۲۰	اتحاد	۲۹۰	
۵۲۰	ذکر اللہ کی کثرت	۲۹۶	
۵۲۱	اطاعتِ امیر	۲۹۶	
۵۲۱	کامیابی پر بھروسہ	۵۶	

جہاد

جہاد کی اقسام
نفس کے خلاف جہاد
جان کے ذریعے جہاد

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۲۹	اسیرانِ جنگ سے سلوک	۵۲۱	احکامِ الہی کی پابندی
۵۳۲	مالِ غنیمت	۵۲۱	مسلح جہاد کی شرائط
۵۳۴	معاهد اور ذمیوں کے حقوق	۵۲۷	غیر اہل قتال کی حرمت
۵۳۷	ترکِ جہاد کی سزا	۵۲۷	تختی بی اور حشیانہ اقدم سے اجتناب

۵۳۹

۵۳۹



ابتداء خلق اور مرتبہ انسان

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور جس نے درجات کو عابدوں کے لیے اور مراتب قرب کو عارفوں کے لیے محفوظ فرمایا ہے اور بے حد و بے حساب، لامحدود درود و سلام ہوں سرورِ دو عالم، حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔ بیجا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ «خَلَقْتُ رُوحَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مِنْ نُورٍ وَجِيهِ»

(نقل واخذ از سر الامراء)

ترجمہ: میں نے روح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا کیا ہے۔

اور درود و سلام ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پر، آپ کے اصحاب پر، آپ کی ازواج مطہرات پر، اور آپ کے اہل بیت پر کہ یہ سب ہدایت نما ستارے ہیں جن کی اقتدار کرنے والا نور نبوت سے نوازا جاتا ہے۔ بیجا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مہدک ہے کہ:

«أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ بِأَيْمِهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ»

ترجمہ: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی

اقتدار کرو گے، راہ ہدایت پاؤ گے۔

أَمَّا بَعْدُ! «صراط الصالحین جلد اول» میں واضح کیا جا چکا ہے کہ بس برباد ہونے

والی کمینہ دنیا میں نہ تو ہم دائمی قیام کے لیے آئے ہیں اور نہ محض کھانے پینے اور خبیث نفس کی لذات و خواہشات پر قباحت کرنے کے لیے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب و وصال کی

نعمتِ عظمیٰ سمیٹنے کے لیے آئے ہیں جیسا کہ فرمانِ الہی ہے :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ -

”اور میں نے جن اور انسان کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے“

”عارفوں کے نزدیک عبادت“ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اور شوق و محبت۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں فقط اپنے قرب و وصال کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اس کی معرفت و پہچان کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسا کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے :-

مَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ كَيْفَ يَعْبُدْهُ -

ترجمہ ”جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں وہ اس کی عبادت یعنی اس کا

قرب و وصال کیسے حاصل کر سکتا ہے“

غرض ہماری اولین ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان حاصل کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

کی پہچان کی کنجی یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی پہچان حاصل کرے۔ حدیث مبارک میں ہے :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ سَرَاتَهُ - (عین الفقر ص ۴)

ترجمہ ”جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا“

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سوراخ زندگی

تو اگر میرا نہیں بتانا، نہ بن . اپنا تو بن

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”اے انسان! سچے سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی ہی

ذات ہے۔ اس لیے اگر تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے

کو کیوں کر پہچان سکے گا؟ فقط یہ جان لینا کہ ”یہ میرے ہاتھ ہیں،

یہ میرے پاؤں ہیں، یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے“ اپنی

ذات کی شناخت تو نہیں ہے، اتنی شناخت تو اپنے لیے دیگر

جانور بھی رکھتے ہیں۔ یا فقط یہ جان لینا کہ بھوک لگے تو کچھ کھا لینا چاہیے

غصہ آجائے تو جھگڑا کر لینا چاہیے، شہوت کا غلبہ ہو جائے تو

جماع کر لینا چاہیے۔ یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر ہیں پھر تو ان سے اشرف و افضل کیوں کر ہوا؟ تیری اپنی ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو جانے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تو آیا ہی ہے تو کس کام کے لیے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض کے لیے پیدا کیا گیا؟ تیری نیک سنجی و سعادت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ تیری بد سنجی و شقاوت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور ان میں سے بعض صفات حیوانی ہیں، بعض وحوش اور درندوں کی ہیں، بعض شیطانی، بعض جناتی اور بعض ملکوتی ہیں، تو ذرا غور تو کر کہ تو ان میں سے کون سی صفات کا حامل ہے؟ تو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کون سی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب و صنی اور عارضی ہے؟ جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچالے گا، اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا اور اپنی نیک سنجی و سعادت کا طلب کار نہیں بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے۔ چوپایوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں پئیں، سوئیں اور مجامعت میں مشغول رہیں۔ اگر تو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہے کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے۔ درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے بھڑنے، مرنے مارنے اور غنیمت و غضب میں ہے، شیطانوں کی غذا اور سعادت شرانگیزی اور مکر و حیلہ سازی میں ہے اگر تو ان میں سے ہے تو ان ہی جیسے مشاغل اختیار کر لے تاکہ تو اپنی مطلوبہ راحت و نیک سنجی حاصل کر لے۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت

ذکر و تسبیح و عطا میں ہے۔ جب کہ انسان کی غذا و سعادت قُربِ الہی میں اللہ تعالیٰ کے انوارِ جمال کا مشاہدہ ہے۔ اگر تو انسان ہے تو کوشش کر کہ تو ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچان سکے اور اُس کے انوارِ جمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ اور شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو اُس ذاتِ یکتا کو کرے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر ان حیوانی و بہیمی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور تجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا ہے تو کیا اس لیے کہ وہ تجھے اپنا اسیرو بنالیں اور تجھ پر غلبہ حاصل کر کے خود فاتح بن جائیں؟ یا اس لیے کہ تو ان کو اپنا اسیرو مُسخر بنالے اور خود ان پر غالب آجائے اور اپنے ان اسیروں اور مغتوہین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنالے اور کسی کو اپنا اسلحہ بنالے تاکہ یہ چند دن جو تجھے اس منزلِ گاہِ خانی میں گزارنا ہیں، ان میں سے اپنے ان غلاموں سے کاملے کر اپنی سعادت کا بیج حاصل کر سکے اور جب سعادت کا بیج تیرے ہاتھ آجائے تو تو ان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا اپنی اُس قرار گاہِ سعادت میں داخل ہو سکے جسے خواص کی زبان میں ”حضور حق“ کہا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تیرے جاننے کی ہیں جس نے ان کو نہ جانا وہ راہِ دین سے دُور رہا اور لامحالہ دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا۔“

(ترجمہ و تلخیص کیمیائے سعادت ص ۶۸، ص ۶۹)

یاد رہے کہ دین کے معنی ہیں ”جو بر انسانی کی شناخت اور اُس کی تکمیل یعنی مرتبہ انسان کی پہچان اور اُس کے حصول کا نام دین ہے۔ دوسرے الفاظ میں خود شناسی و خود بینی و خود بینی کا نام دین ہے اور خود شناسی یہ ہے کہ انسان کی تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک چیز تو ظاہری وجود ہے جسے جسم یا تن بھی کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا اور ہاتھوں سے چُوا جا سکتا ہے

اور دوسری چیز باطن ہے جسے نفس یا جان یا دل کہتے ہیں۔ اسے نہ تو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظاہری ہاتھوں سے چھوا جاسکتا ہے۔ اسے صرف باطن ہی کی آنکھ سے دیکھا جھالا جاسکتا ہے۔ عارفوں کی اصطلاح میں انسان کے اس باطنی اور اصلی وجود کو دل کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک "دل" گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے جو سینے کے اندر بائیں جانب رکھا ہوا ہے گوشت کا یہ لوتھڑا تو جانوروں اور مردوں کے سینے میں بھی موجود ہوتا ہے اور ظاہری آنکھ سے اسے دیکھا بھی جاسکتا ہے اور جس چیز کو ظاہری آنکھ دیکھ سکے اس کا تعلق اسی ظاہری دنیا سے ہے جسے بہر حال فنا ہونا ہے لیکن حقیقت دل کا تعلق اس ظاہری جہان سے ہرگز نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ اس سے یہ ظاہری جسم چھپ بھی جائے تو اس کا قائم رہنا روا ہے کہ اسے فنا نہیں ہے۔ معرفت الہی اور جمال خداوندی کا مشاہدہ اس کی خاص صفت ہے۔ عبادت کا حکم اسی کو ہے ثواب و عذاب اسی کے لیے ہے، سعادت و شقاوت اسی کا مقدر ہے اور اسی کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہی معرفت الہی کی چابی ہے اور یہی دین کی حقیقت ہے۔

دین کی اسی حقیقت سے آگاہی کے لیے عوفیاء کرام ابتدائے خلق پر نظر ڈالتے آئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اقدس کو اپنے نورِ جمال سے ظاہر فرمایا۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

خَلَقْتُ رُوحَ مُحَمَّدٍ مِنْ نُورٍ وَجَّيْ (نقل از سترالاسرار ص ۱۱)

ترجمہ "میں نے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔"

پھر روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام ارواح کو احسن صورت پر ظاہر فرما کر اپنے قرب کے مقامِ لاہوت کو ان کا اصلی وطن بنا کر اُس میں انہیں رکھا۔ عالمِ لاہوت میں روح کا نام "روح قدسی" رکھا۔ ارواحِ قدسیہ کو چار ہزار سال تک اپنے لیے حجابِ قربِ خاص "لاہوت" میں رکھا جہاں انہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی۔ بعد اللہ تعالیٰ نے ارواحِ قدسیہ سے سوال کیا۔ "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟" ترجمہ "کیا میں تمہارا رب ہوں۔" اور ارواح نے بیک زبان "بلی" کہہ کر اقرار کیا۔ عوفیاء کے نزدیک یہ سوال و اقرار معرفتِ ذاتِ الہی سے متعلق ہے اور جب ارواحِ قدسیہ نے

ذاتِ الہی کی معرفت کا اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں صفاتِ الہی کی معرفت سے بہرہ ور ہونے کے لیے "النسانِ کامل" یعنی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے "کُن" فرما کر مخلوق کے اٹھارہ ہزار عالم کے تین طبقات "جبروت، ملکوت اور ناسوت" پیدا فرمائے۔ مخلوق کے یہ تینوں طبقات دراصل صفاتِ الہی کا ظہور ہے۔ اس لیے ان تینوں طبقات کی طیر سیر اور مشاہدہ دراصل صفاتِ الہی کی معرفت کا مشاہدہ ہے۔

طبقاتِ خلق کے ظہور کے بعد ارواحِ قدسیہ کو ان طبقات کے مشاہدہ کے لیے نزول کا حکم ہوا تو روحِ قدسی کو جبروت میں داخل ہونے کے لیے نورِ جبروت کا لباس پہنایا گیا تاکہ جبروت و روحِ قدسی دراصل انسان کے نور سے جل نہ جائے کیونکہ جبروت میں روحِ قدسی کے انوار برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے جیسا کہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جبرائیل علیہ السلام نے آگے بڑھنے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ اگر میں سرِ انگشت کے برابر بھی آگے بڑھا تو (نورِ لاہوت سے) جل جاؤں گا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نورِ جبروت سے پیدا کیے گئے ہیں۔ روحِ قدسی نورِ جبروت کا پہلا اثری لباس پہن کر عالمِ جبروت میں داخل ہوئی تو یہاں اس کا نام روحِ سلطانی رکھا گیا۔ عالمِ جبروت میں طیر سیر اور مشاہدہ کر کے جب اس نے اللہ تعالیٰ کی جبروتی صفات کی معرفت حاصل کر لی تو اسے جبروت سے نکل کر عالمِ ملکوت میں داخلہ نصیب ہوا۔ یہاں اُسے "روحِ سیرانی" کا نام عطا ہوا۔ ملکوت کی طیر سیر اور مشاہدہ کر کے اُس نے اللہ تعالیٰ کی ملکوتی صفات کی معرفت حاصل کی۔ اس کے بعد اُسے نورِ ناسوت کا تیسرا بشری لباس پہن کر عالمِ ناسوت میں اتارا گیا۔

تُرَدُّ دُنَاؤُا أَسْفَلَ مَآفِلِیْنَ (پ: التین)

”یعنی پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے درجے میں لا اتارا۔“

تاکہ یہاں وہ اللہ تعالیٰ کی ناسوتی آیات (نشانیوں) کا مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی صفاتی معرفت کی تکمیل کر لے۔ یہاں اس کا نام روحِ جسمانی رکھا گیا اور اس کی بدولت وہ یہاں حیوانِ ناطق کہلایا۔

اب جو انسان نزول کرتا ہوا مختلف منازل طے کر کے اس موجودہ جہان "عالمِ ناسوت" میں آپہنچا ہے تو یہاں اُسے مستقل قیام نہیں کرنا بلکہ آیاتِ الہی کے انوار میں تیرتے ہوئے اُسے واپس لاہوت

میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچ کر عشقِ الہی کی دائمی نعمت سے سرفراز ہونا ہے جیسا کہ فرمانِ الہی ہے۔
 «ثُمَّ أَلَيْنَا تُرُجَعُونَ»، (پھر تمہیں لوٹ کر میرے پاس ہی پہنچانا ہے، یعنی پہلے انسان نے نزول کیا
 اور اب اسے عروج کرنا ہے اور وہ بھی اُنہی دکھی بھالی راہوں سے گزر کر۔ جوں جوں انسان عروج کرتا
 جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیاں واضح سے واضح تر ہوتی چلی جاتی ہیں حتیٰ کہ جب انسان خلق کی
 عدول کو توڑ کر توحیدِ حق تعالیٰ سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو پکارا ٹھٹھا ہے «اب میں نے اپنے رب کو پا کر
 اپنا مقصود پایا ہے» جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

سَأْتِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ
 أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (پہنچے گا انہیں آیتوں کا عالم اور انہیں نفس
 ۵۲)

ترجمہ «ہم اپنے قرب کے طالبوں کو دکھاتے جاتے ہیں اپنی معرفت
 و پہچان کی، نشانیاں آفاق (اس موجودہ جہان) میں بھی اور عالمِ نفس
 (عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ یاہوت، عالمِ ہاہوت)
 میں بھی حتیٰ کہ ذاتِ حق تعالیٰ کی حقیقت ان پر کھل کر واضح ہو جاتی ہے»

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کے چار وجود ہیں۔ ① ناسوتی وجود
 یعنی موجودہ جسمانی وجود ② ملکوتی وجود ③ جبروتی وجود ④ لاہوتی وجود۔ ان چاروں وجودوں میں
 سے پہلے تین وجودوں کا تعلق عالمِ خلق سے ہے اور یہ تینوں فانی ہیں اور ان میں صفاتِ الہیہ کی معرفت
 سے فیضیاب ہونے کی استعداد و صلاحیت موجود ہے جب کہ چوتھے لاہوتی وجود کا تعلق خلق سے
 نہیں بلکہ عالمِ امر ہے اور یہ غیر فانی ہے اور اس میں ذاتِ الہیہ کی معرفت سے فیضیاب ہونے کی
 صلاحیت و استعداد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب کے حصول کے لیے ان چاروں وجودوں کی تعلیم و
 تربیت کے لیے علیحدہ علیحدہ نصاب مقرر ہے۔ حیوانی ناسوتی وجود کی تعلیم و تربیت کے لیے علمِ شریعت اور
 اعمالِ شریعت کا نصاب ہے اور اس کی تدریس علمائے ظاہر کے ذمہ ہے۔ علمِ شریعت اور اعمالِ شریعت
 اختیار کیے بغیر ظاہری ناسوتی وجود اپنی سعادت و کامیابی سے محروم رہ جاتا ہے اور وہ آخرت کے ابدی
 انعامِ جنتِ الماویٰ تک نہیں پہنچ پاتا کیوں کہ جنتِ الماویٰ اعمالِ شریعت کا ثمرہ ہے اور یہ جنت

عالمِ ناسوت کا پر تو ہے۔

ملکوتی وجود کی تعلیم و تربیت کا نصاب ”علمِ طریقت اور اعمالِ طریقت“ ہے یعنی کسی شیخِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے احکام و فریض پر عمل و سداقاً دل سے عمل پیرا ہونا۔ اعمالِ طریقت سے اس ملکوتی وجود کی نمود ہوتی ہے جو عالمِ ملکوت میں پہنچ کر صفاتِ الہیہ کے ملکوتی انوار سے فیض یاب ہو کر وہاں کے ثمرہ جنتِ النعیم سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اعمالِ طریقت کے بغیر ”جنتِ نعیم“ کا حصول قطعاً ناممکن ہے۔

حیروتی وجود کی تعلیم و تربیت کے نصاب کا نام ”علمِ معرفت اور اعمالِ معرفت“ ہے۔ اس نصاب کی تدریس بھی شیخِ کامل کے ذمہ ہے۔ اعمالِ معرفت اختیار کر کے انسان عالمِ حیروت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی حیروتی صفات کی معرفت حاصل کر کے ”روحِ محفوظ کے مطالعہ اور تصرف پر قبضہ و قدرت حاصل کرتا ہے اور تقدیرِ الہیہ کو سمجھ کر اس کی موافقت اختیار کر کے تسلیم و رضا کا رویہ اپناتا ہے جس کا ثمرہ ”جنتِ الفردوس“ کی صورت میں میسر آتا ہے۔ علمِ معرفت اور اعمالِ معرفت اختیار کیے بغیر ”جنتِ الفردوس“ تک رسائی قطعاً ناممکن ہے۔

گویا انسان کی کامیابی کا گریہ ہے کہ پہلے اعمالِ بشریہ کو اپنائے اور پھر اس کے ساتھ اعمالِ طریقت اختیار کر کے ظاہری وجود کی نفی کرے تاکہ اس کا ملکوتی وجود ظاہر ہو کر عالمِ ناسوت سے نکل کر عالمِ ملکوت میں واپس پہنچے۔ عالمِ ملکوت میں پہنچ کر اعمالِ معرفت اختیار کرے تاکہ اس کے ملکوتی وجود کی بھی نفی ہو جائے اور اس کا حیروتی وجود ظاہر ہو کر عالمِ حیروت میں واپس پہنچے۔

لاہوتی وجود کی تعلیم و تربیت کے نصاب کا نام ”علمِ حقیقت اور اعمالِ حقیقت“ ہے اور اس کی تدریس بھی شیخِ کامل کے ذمہ ہے۔ علمِ حقیقت اور اعمالِ حقیقت اختیار کرنے سے حیروتی وجود کی نفی ہو جاتی ہے اور انسان بشریت کی قید سے نکل کر عالمِ امر کی قدوسی صورت میں عالمِ خلق کی تینوں قوسوں (ناسوت، ملکوت، حیروت) کو توڑتا ہوا اللہ تعالیٰ کے مقامِ قرب یعنی عالمِ لاہوت کی اس جنت میں داخل ہو جاتا ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :-

إِنَّ لِلَّهِ جَنَّةً لَا فِيهَا حُورٌ وَلَا عَسَلٌ وَلَا لَبَنٌ بَلْ أَنْ يَنْظُرَ

إِلَى وَجْهِ اللَّهِ. (سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ۲۸)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایسی جنت بھی ہے کہ نہ اس میں تُوڑ
و قصور ہے اور نہ شہد و دودھ ہے بلکہ اس میں ذاتِ حق تعالیٰ کا
دیدار ہے۔

یہاں پہنچ کر وہ مخلص بن جاتا ہے اور نفس و شیطان و حُبِ دنیا کے شر سے خلاصی پا جاتا
ہے کیوں کہ عالمِ لاہوت میں مخلوق داخل نہیں ہو سکتی اور انسان کے ایسی مرتبہ اخلاص کے متعلق شیطان
نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا تھا۔

فَبِعِزَّتِكَ لَا غُيُوبَ لَهُمْ جَمْعِيْنَ ۝ الْاِعْبَادُكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ ۝

(پ ص ۸۲-۸۳)

ترجمہ: تیری عزت کی قسم میں منور ان سب کو گمراہ کر دوں گا جو اے تیرے
اُن بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہو جائیں گے۔

انسان کا یہی وہ مقام "لَا تَخَفُ" ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَاَلَمْ يَخْزَوْنَا ۝ (پ یونس ۶۲)

ترجمہ: خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے۔
اور یہی وہ مقامِ قدس ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاَيُّ ذُنُوبٍ يُّرْوٰجُ الْقُدُسِ (پ البقرہ ۸۷)

ترجمہ: اور سمجھنے والی روحِ قدسی سے اس کی مدد کی۔

انسان کی اسی نورانی حالت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (پ بنی اسرائیل ۸۵)

ترجمہ: محبوب! آپ فرمادیں کہ رُوح عالمِ امر میں سے ہے، دیکھ عالمِ خلق

میں سے نہیں جو تمہاری سمجھ میں آجائے

اور انسان کی اسی حیثیت کے متعلق فرمایا ہے۔

اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۝ (پ البقرہ ۳۰)

ترجمہ: بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اور یہی انسان کی وہ روحِ قدسی ہے جس کو اپنا راز قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حدیث

قدسی میں فرمایا :-

إِلَّا نَسَانٌ سِرِّيٌّ وَأَنَا سِرُّهُ. (عین الفقر)

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

انسان کی ایسی نورانی حالت (روحِ قدسی) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دے کر فرمایا :-

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ شُرُوحِي. (پہ ص ۷۲)

ترجمہ: ”اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی“

اور اسی حالت کو صوفیائے کرام نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے مثال کے طور پر

سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

”کُنْ فَيَكُونُ“ تے کل دی گل اے، اساں پہلے دی پریت لگانی

سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

کُنْ فَيَكُونُ جہوں فرمایا اساں وی کو لے ہا سے ہو

بکے تاں ہا سے ذات صفات بیدی بکے جگت چ ڈھونڈ رہے ہو

بکے تاں آہی لامکاں اساڈا بکے آن بتاں وچ پھاسے ہو

نفس پلید، پلید چا کیتا حضرت باہو کوئی اصل پلید تاں ناہے ہو

مطلب یہ کہ جب تک انسان اس دنیا میں تربیت کے یہ چاروں کورس (یعنی شریعت،

طریقت، معرفت اور حقیقت) عملی طور پر کسی باعمل شیخ کمال کی نگرانی میں مکمل نہیں کر لیتا، اس وقت

تک اپنے مقصدِ حیات کو نہیں پاسکتا اور وہ ناکام رہتا ہے کیونکہ کامل شریعت کی مکمل پیروی کے بغیر

انسان کبھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتا اور کامل شریعت کی تعریف (DEFINITION) حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے یوں فرمائی ہے :-

الشَّرِيعَةُ شَجَرَةٌ وَالطَّرِيقَةُ أَعْصَابُهَا وَالْمَعْرِفَةُ أَوْاقِئُهَا

وَالْحَقِيقَةُ ثَمَرُهَا وَالْقُرْآنُ جَامِعٌ جَمِيعِهَا. (نقل از متر الاسرار ص ۵۶)

ترجمہ: ”شریعت ایک درخت ہے اور طریقت اس کی ٹہنیاں ہیں اور

معرفت اُس کے پتے ہیں اور حقیقت اُس کا بھل ہے اور قرآن ان سب کا جامع ہے، (یعنی سب چیزیں قرآن میں جمع کر دی گئی ہیں)۔
شریعت کی اسی تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قبہاری و غفاری و قدوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے کمان

یعنی انسان جب شریعت (قبہاری) طرقت (غفاری)، معرفت (جبروت) اور حقیقت (قدوسی) کے چاروں نصاب تربیت مکمل کر لیتا ہے تو بت مسلمان بنتا ہے۔

ان چاروں علوم کے بغیر انسان نفس کے بہکاو سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ شریعت کے دائرے میں نفس اور اولواہی (اللہ تعالیٰ کے احکام اور اسس کی ممنوعہ باتوں) کی مخالفت کرنے پر انسان کو آمادہ کرتا ہے، طرقت کے دائرے میں نفس دینی موافقت کے پردے میں دھوکہ دے کر گمراہ کرتا ہے یعنی نفس بظاہر دینی امور کی انجام دہی میں اس انداز سے موافقت کرتا ہے کہ انسان دین کے کام کرتے ہوئے بھی گمراہ ہو جاتا ہے، دائرہ طرقت میں نفس نبوت و ولایت کا دعوئے کرنے پر اُکساتا رہتا ہے، معرفت کے دائرے میں نورانیت کی بنا پر نفس دھوکہ دے کر شرکِ خفی میں مبتلا کر دیتا ہے اور انسان کو ربوبیت کا دعوئے کرنے پر مائل کرتا ہے جیسا کہ فرمان حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔۔۔

أَفْرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاةً. (پہلے بجائے ۲۳)

ترجمہ: محبوب! کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لے پھرتا ہے؟

مگر دائرہ حقیقت میں شیطان، نفس، ملائکہ اور مخلوق کے دیگر افراد داخل نہیں ہو سکتے، کیونکہ اسس دائرے میں غیر (یعنی ماسوی اللہ) مل جاتا ہے۔

انسان جب دائرہ حقیقت (عالمِ لاہوت) میں داخل ہوتا ہے تو اُس کی تمام بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں اور وہ "هُوَ تَوَّاقِبٌ أَنْ تَمُوتُوا" (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کا مصداق بن جاتا ہے اس لیے وہ قریب ذاتِ الہی کے قابل ہو جاتا ہے۔ چونکہ صفاتِ بشری میں غیریت کا مادہ ہے اس لیے انہیں تجلی ذاتِ باری کے سوا فنا حاصل نہیں ہو سکتی اور معرفتِ ذات کے بغیر نادانی کا پردہ نہیں اٹھ سکتا۔

مقامِ حقیقت میں اللہ تعالیٰ خود بندہ کو بلا واسطہ غیرے علمِ لدنی کی تعلیم فرماتا ہے اور

بندہ خضر علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس کی تعریف سے پہچانتا ہے اور اسی ہی کی تعلیم سے اس کی عبادت کرتا ہے۔ اس مقام پر وہ ارواحِ قدسیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُسے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ مقامِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے واقف ہو جاتا ہے اور تمام انبیائے کرام اُسے وصالِ ابدی کی بشارت دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عالمِ لاہوت میں مرشدِ کاملِ اکمل کی زیرِ نگرانی جب بندہ اعمالِ حقیقت اختیار کرتا ہے تو وہ عالمِ لاہوت سے آگے بڑھ کر عالمِ "یاہوت" میں داخل ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن الوار کا عالم ہے جو ذاتِ الہی سے سب سے پہلے ظاہر ہوتے تھے اور جس کے متعلق سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا ہوا" عالمِ "یاہوت" میں داخلہ "فتانی الرسول" کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی طالب اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے اپنے ہی دستِ شفقت سے توحیدِ ذاتِ باری تعالیٰ کے دریائے شرف (عالمِ یاہوت) میں غوطہ دے کر مقامِ توحید پر پہنچاتے ہیں۔ یہاں وہ موجد بن کر پکارا اٹھتا ہے۔

بٹا دیا میرے ساتی نے عالمِ من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا هو

یعنی یہاں اُسے اپنی ذات کا اتہ پتہ بھی نہیں رہتا بلکہ اللہ ہی اللہ دکھائی دیتا ہے۔ عارف باللہ حضرات عالمِ لاہوت میں قُربِ الہی سے کم کسی مرتبے کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ اُن کے نزدیک عالمِ ناسوت سے لے کر عالمِ جبروت کی آخری حد "سدرۃ المنتہی" تک کے تمام مقامات و درجات محض کھیلِ تماشا اور بازی گری ہے کہ ان کا تعلق محض خلق سے ہے۔ یہ مقامات و درجات خالق سے بہت دوری پر ہیں۔ سلطان العارفين حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

① قُربِ الہی اور بندے کے درمیان تہتر کروڑ تراسی لاکھ الکیں (۲۱:۰۰۰:۰۰۰)۔

مرتب میں جن میں سے سب بالائی مرتبہ "سرالائی" ہے۔ اس سے آگے لامکان ہے۔ لیکن ایک فقیر کی نظر میں یہ سب مقامات و درجات پچھر کے پرعتنی وقعت بھی نہیں رکھتے کہ ان میں رجوعاً خلق پائی جاتی ہیں" (عین الفقر)

② اے درویش! اگر تو ہوا میں اڑتا ہے تو تو نکلتی کے درجہ پر ہے۔ اگر تو پانی پر چلتا

ہے تو تُو تنکے کے مرتبے پر ہے اور اگر تُو لُو ح محفوظ رہو عالم جبروت میں ہے، کا مطالعہ کر کے لوگوں کو اُن کی تقدیروں کا حال بتاتا ہے تو تُو نجومی کے مرتبے پر ہے“ (عین الفقر)

۳ قطب کا مرتبہ عرش سے ۷۰ ہزار مرتب آگے ہے اور غوث کا مرتبہ اُس سے بھی ۷۰ ہزار مرتب آگے ہے لیکن یہ گھٹیا اور کم مرتب ہیں،
(نور الہدیٰ)

۷ غوث قطب نسب اُسے اُسے عاشق جان اگیرے ہو جس منزل تے عاشق پہنچن اُتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہو عاشق و پُرح وصال دے بندے جہاں لامکانی ڈیرے ہو میں قربان تنہانتوں یا حضرت باہو جہاں ذاتوں ذات بیرے ہو

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تو قریب ذات سے کم درجے کو طریقت کا کفر قرار دیتے ہیں

۱ یہ کافر تو نہیں کافر سے کم بھی نہیں

۲ کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود

۳ کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق

۴ اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا

کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

سیدنا غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”جسے علم حقیقت کے ذریعے مقام وصال حاصل نہیں ہوا وہ فی الحقیقت عالم

نہیں ہے اگرچہ اُس نے لاکھوں کتابیں پڑھ رکھی ہوں کیوں کہ وہ

روحانیت کو نہیں پہنچا ہے۔ ظاہری علوم کے ذریعے بدنی اعمال

کی جزا صرف جنت الماویٰ ہے جہاں صرف صفات الہی کا عکس

ظاہر ہوتا ہے اس لیے محض ظاہری علم حاصل کر لینے سے انسان حرم

قدسی اور مقامِ قُرب (مقامِ لاہوت) میں داخل نہیں ہو سکتا کیوں کہ عالمِ لاہوت تو عالمِ پرواز ہے جہاں دونوں بازوؤں کے بغیر نہیں اڑا جا سکتا اور علمِ ظاہری اور علمِ باطنی، یہی وہ دو بازو ہیں جن کے ذریعے عالمِ کو لاہوت میں پرواز نصیب ہوتی ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اے میرے بندے! اگر تو میرے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے تو عالمِ ملک، عالمِ ملکوت اور عالمِ حیرت کی طرف توجہ مت کر کیونکہ عالمِ ملک عالم کے لیے بمنزلہ حجاب ہے عالمِ ملکوت عارف کے لیے بمنزلہ حجاب ہے اور عالمِ حیرت واقف کے لیے بمنزلہ حجاب ہے، جس نے ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیا وہ اللہ تعالیٰ کے قُرب سے دُور ہو گیا۔"

یعنی اُسے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل نہ ہو سکا لیکن درجات (جنتِ ماوے، جنتِ نعیم اور جنتِ فردوس) سے وہ محروم نہیں کیا گیا۔ ایسے لوگ قُربِ الہی چاہتے ہیں لیکن پانہیں سکتے کیونکہ انہوں نے غیر مطلوب کی آرزو اور طلب کی۔ اہل قُرب کو وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی انسان کے دل نے سوچی اور وہ ہے "جنتِ قُرب" کہ جس میں تورا و تصور اور لذاتِ نعمائے بدن نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے جمال کے جلوے ہیں۔"

انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی ہستی کے اندرونی معاملات کو پہچانے کیوں کہ یہاں جو کچھ حاصل ہوتا ہے اُس کے گلے سے لگا دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الہی ہے:-

وَكُلُّ رَأْسَانٍ زَمِنَا لَهُ طَرْدَةً فِي عُنُقِهِ. (پہ. بنی اسرائیل ۱۳)
ترجمہ - اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے سے لگا دی ہے،
لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تپ کو پہچانے اور اپنے نفس کی خاطر

اُس بات کا دعویٰ نہ کرے جس کا اُسے حق نہیں پہنچتا۔ عالمِ دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر رُوحِ قدسی کی نمود کرے اور مُرشدِ کامل کی نگرانی میں تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اُس کی تربیت کرے۔ عالمِ اجساد سے نکل کر عالمِ رُوحانیت کی طرف بڑھے اور عالمِ برتر میں پہنچے کیونکہ وہاں ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی دیار و اُحصاء نہیں ہے، وہ نُور کے صحرایہ کی مانند ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان رُوحِ قدسی کی صورت میں اس کے اندر پروا کرتا ہے اور اس کے عجائب و غرائب کو دیکھتا ہے جن کا بتلانا ممکن نہیں۔ یہ تمام ان سچے توحید پرستوں کا ہے جو اپنی ہستی کو عین وحدتِ ذات میں گم کر دیتے ہیں۔ مشاہدہِ جمالِ الہی کے وقت وہاں وجود کا عدم ہو جاتا ہے اور غلبہٴ حیرت و محویت کے باعث انسان کو اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ رُوحِ قدسی کے ظہور کے بعد انسان خلق کے سمندروں کو پار کر کے "امر" یعنی رُوحانیت کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یاد رہے کہ خلق کے تمام جہانِ عالمِ امر کے مقابلے میں ایک قطرے کی مانند ہیں۔ اس کے بعد علومِ رُوحانیت اور علمِ لدنی کا فیض حروف و آواز کے بغیر جاری ہوتا ہے اور چشمِ بصیرت اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ لہذا انسان پر واجب ہے کہ اہل بصیرت کی موافقت اختیار کرے اور "عالمِ لاہوت" کے واقف کار و ولیِ مُرشد کی تلقین و تربیت سے دل کی آنکھ حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و وصال سے بہرہ ور ہو سکے۔

(نقل و اخذ از سترالاسرار)

طالب اللہ کو چونکہ قُربِ الہی کے حصول کی خاطر ابتداء سے سفرِ شروع کرنا پڑتا ہے، اس لیے سب سے پہلے اُسے ابتدائی علم یعنی علمِ شریعت سے آغاز کرنا ہوتا ہے۔ لہذا اب یہاں ارکانِ دین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق ضروری معلومات درج کی جاتی ہیں۔ تمام ارکانِ دین کے

ظاہری پہلو کے ساتھ ساتھ اُن کے باطنی پہلو پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔ ظاہری پہلو میں مسائل فقہ کو اہمیت دی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب میں مسائل فقہ سے متعلق اگر کوئی مسئلہ نہ ملے تو فقہ کی کسی مفصل و معتبر کتاب سے استفادہ حاصل کیا جائے یا پھر کسی حنفی العتیدہ عالم دین سے رجوع کیا جائے کیونکہ مؤلف نے صرف اُن مسائل کو یہاں درج کیا ہے جو اُس کی اپنی سوا بدید کے مطابق بہت ضروری تصور کیے گئے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

ابتدائیہ

فرمان حق تعالیٰ ہے :-

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى
الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنَ السَّبِيلِ لَا وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ
الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۚ وَالْمُؤْتُونَ بِعَهْدِهِمْ
إِذَا عَاهَدُوا ۚ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ
وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (بِ البقرہ ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب
کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان
لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ
کی کتاب پر اور انبیاء پر اور اللہ کی محبت میں اپنا مال خرچ
کرے اپنے قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر
اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد
کرانے پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب
کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کریں اور صابر رہیں سختی
اور مصیبت کے وقت میں اور شدت جنگ (جہاد) کے
وقت میں تو یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مطلوب و مقصود مومن کے عقیدے اور طرز عمل کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

« اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیابی و سُرخروئی کا انحصار محض رُوبقبلہ ہونے پر نہیں بلکہ عقیدے کی دُرستی اور محبتِ الہی کی شدت پر ہے اور دُرست عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لایا جائے اللہ پر، یومِ قیامت پر، فرشتوں پر، انبیاء پر اور کتُبِ الہیہ پر »

① — اللہ پر یوں ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ واحد و حتی و قیوم ذات ہے، جس کا کوئی شریک و ثانی نہیں ہے نہ ذات میں اور نہ صفات میں۔ وہ علیم و بصیر بھی ہے سمیع و بصیر بھی ہے، قادر و قدر بھی ہے۔ الغرض وہ ہر صفت کا مالک ہے۔ وہ ہمارا مالک و رازق ہے۔ ہم اُس کی بارگاہِ قُرب سے اُسی کی طرف سے اِس دُنیا میں بھجے گئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے، ہر چیز اُسی کی ملکیت ہے اور اُسی ہی نے ہمیں اپنی مملکت میں تصرف بخشا ہے جس کا حساب وہ ہم سے لے گا۔ لہذا ہر امر میں ہمیں اُسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اپنی ہر غرض اور ہر طلب کے لیے اُسی سے سوال کرنا ہے کہ اُس کے سوا اور کوئی چارہ ساز نہیں۔ البتہ مختلف امور کی چارہ سازی کے لیے اُس نے جو اسباب پیدا کیے ہیں اُن سے استفادہ حاصل کرنا یا اُن اسباب کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ رجوع بھی دراصل اُسی ذات کی طرف رجوع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مومن کی نگاہ ہر وقت اُس کی توحید پر رہے اور توحید یہ ہے کہ ہر چیز کے باطن میں انوارِ الہی کو دیکھا جائے اور ہر فعل کے پیچھے حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جائے۔ اِس کے برعکس سوچ و رویہ شرک کہلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ظلمِ عظیم ہے۔ کیونکہ ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے شریک کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اُس کا شریک صرف انسان کی اپنی سوچ میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے

جہاں جہاں بھی شرک کا رد فرمایا ہے تو انسان کی اسی سوچ اور اسی رویے کا رد فرمایا ہے کیونکہ فی الحقیقت تو اللہ تعالیٰ کا شریک ہے ہی نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار یہی سمجھایا ہے کہ :-

”اے انسان! تو کیوں میرے شریک بناتا رہتا ہے؟ کبھی تو سورج، چاند اور ستاروں جیسے اجسامِ فلکی کو میرا شریک سمجھ بیٹھتا ہے، کبھی پتھروں اور درختوں کو میرا شریک بنا لیتا ہے، کبھی کسی جانور کو میرا شریک بنا لیتا ہے اور کبھی صاحبِ اقتدار بندوں کو اور کبھی اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو میرا شریک بنا لیتا ہے حالانکہ یہ سب چیزیں میری مخلوق ہیں۔ تیرے اس رویے سے میری خدائی میں تو کوئی خلل نہیں پڑتا لیکن تو خود خسارے میں چلا جاتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تو خسارے کا شکار ہو جائے لہذا باز آ جا اس رویے سے“

در اصل سب سے بڑا شرک انسان کا اپنی خودی یعنی ”میں“ کی پرورش کرنا ہے۔ کیونکہ تمام بُرائیاں اسی ”میں“ کی پیداوار ہیں اور یہی ”میں“ اپنے اپنے وقت کی فرعون ہے جو خدائی کا دعوے کرتی رہتی ہے۔ اور اس فرعون کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سزا دیتا چلا آیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری سے چند سال پہلے ابرہہ نامی ایک عیسائی سپہ سالار ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو مسمار کرنے آیا۔ ان دنوں خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حاجی لوگ ان بتوں کی پرستش کر کے اور ننگے بدن خانہ کعبہ کا طواف کر کے حج کیا کرتے تھے۔ جب وہ خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے اپنے لاؤشکر سمیت آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اباہل پرندوں کا لشکر بھیج کر اُسے اُس کے لشکر سمیت تباہ و برباد کر ڈالا مگر خانہ کعبہ کے اندر

رکھے ہوتے بتوں کو نہ چھیڑا۔ یہ سارا واقعہ قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں درج ہے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اصل دشمن اور شریک بُت نہیں بلکہ انسان کا وہ روتیہ ہے جس کی نمائندہ ”میں“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیج کر ”میں“ کو توتاہ و برباد کر ڈالا مگر بتوں کو رہنے دیا حالانکہ ابرہہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا تھا اور اُس کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار تھا لیکن تھا وہ ”میں“ کا پُجاری

اگر یہ ”میں“ بندے کے ساتھ حرمِ کعبہ میں ہو یا کسی مسجد میں ہو، نماز میں ہو یا حج میں ہو، بندہ مُشرک ہی رہتا ہے لیکن بندہ ”میں“ کے بغیر ہو تو جہاں بھی ہو وہ موحّد ہو گا دیکھتے نہیں کہ جب بندہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کر رہا ہوتا ہے تو اکثر اُس کے آگے پیچھے دوسرے بندے موجود ہوتے ہیں کسی کے پیچھے یہ قیام و رکوع و سجدہ کر رہا ہے اور کوئی اس کے پیچھے قیام و رکوع و سجدہ کر رہا ہے لیکن نہ یہ مُشرک ہوتا ہے اور نہ دوسرے مُشرک ہوتے ہیں کیونکہ اُس وقت اُس کی سوچ اور اُس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود نہیں ہوتا۔ نہ تو مسجد کی دیواریں اور ستون اُس کے اندر اللہ تعالیٰ کی توحید کو ضعف پہنچاتے ہیں اور نہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی توحید میں حائل ہوتا ہے کیونکہ اُس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے شریک کا تصور تک نہیں ہوتا۔ وہ پکا مومن اور موحّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے پاک رکھو کہ دلِ مومن عرشِ الہی ہے۔ جب دل اور دماغ شرک سے پاک ہو گا تو ماحول اور حالات اُسے مُشرک نہ بنا سکیں گے، چاہے وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔

مومن کی توشان ہی یہ ہے کہ شرک کا ابرنکاب اُس سے ہوتا ہی نہیں وہ کبھی بھی اپنے دل و دماغ میں اللہ کے شریک کو جگہ نہیں دیتا۔ اسی لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

”مجھے اپنی امت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے“

اگر کسی کو کلمہ طیب ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ پڑھ

لینے کے باوجود کوئی شخص یا کوئی درخت یا کوئی بت یا کوئی پتھر یا کوئی مقام یا کوئی مزار وغیرہ اللہ تعالیٰ کا شریک نظر آتا ہے تو سمجھ لیں کہ اُس نے ابھی کلمہ طیب کو سمجھا ہی نہیں ہے اور ابھی وہ مُشرک کا مُشرک ہی ہے اور مُشرک کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا اِلهَ تُوکِیَا حَاصِل
دل و نگاہ مُسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

(حضرت شہلا مہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

② ————— قیامت کے دن پر ایمان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو فنا کر دینے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اُس دن کو اپنے مقررہ وقت پر ضرور آنا ہے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دُنیا میں گزارے ہوئے دنوں کا حساب لے گا۔ اُن کے بُرے اعمال پر انہیں سزا دے گا اور نیک اعمال پر انہیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ گنہگاروں کو جہنم رسید کیا جائے گا اور نیکو کاروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کرانے کا پُل صراط پر سے بندوں کو گزرنا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت فرمائیں گے اور اُن کے بعد دیگر مقبولانِ حق بھی حسبِ مراتب شفاعت کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سعادت مند لوگوں کو حوضِ کوثر سے سیراب فرمائیں گے۔ روزِ قیامت کا قیام، پُل صراط سے گزرنا، حوضِ کوثر سے سیرابی، روزِ قیامت کے وہ تمام احوال جو قرآن اور دوسری کتبِ الہیہ میں آئے ہیں یا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیائے کرام نے بیان فرمائے، سب حق ہیں۔

③ ————— فرشتوں پر ایمان لانا اس طرح ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار نوری بندے ہیں، اُن میں درودادہ کی تخصیص نہیں ہے۔ اُن کی تعداد اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ سب ہر وقت اللہ کی تسبیح و تہلیل اور اس کے احکام کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں۔ تمام تکوینی امور وہی سرانجام دیتے ہیں۔ اُن میں سے چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور باقی تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ اُن کے نام اس طرح ہیں :-

- ① جبرائیل علیہ السلام ② میکائیل علیہ السلام ③ اسرافیل علیہ السلام
④ عزرائیل علیہ السلام

④ — گتب الہیہ پر ایمان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی اصلاح و ہدایت اور راہنمائی کے لیے جو کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں وہ سب حق ہیں۔ ان میں سے چار بڑی کتابیں ہیں :-

① توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

② زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

③ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

④ قرآن جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

ان کے علاوہ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت

ادریس علیہ السلام پر، دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

⑤ — انبیائے کرام پر ایمان اس طرح ہے کہ تمام انبیاء اور تمام رسول اللہ

تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب معصوم ہیں یعنی ہر قسم کے گناہ اور عیبوں سے پاک ہیں۔ ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان میں سے تین سو تیرہ (۲۱۳) رسول ہیں۔

تمام انبیاء اور رسول مرد ہیں، کبھی کوئی عورت نبی یا رسول نہیں ہوئی۔ سب سے آخر میں تشریف

لانے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے

نہ ہوگا۔ وہ سب امور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لائے ہیں برحق

ہیں۔ جن چیزوں کے کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے ان کا نہ کرنا گناہ اور ان کا انکار کرنا

کفر ہے اسی طرح جن باتوں کے کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے ان کا کرنا گناہ اور

ان کے کرنے پر بھند ہونا کفر ہے۔

ایمان کے بعد محبت الہی ہی ایسی قوت ہے جو راہ حق میں صعوبتیں اور

سختیاں برداشت کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے اور انسان ہر قسم کی آزمائش سے ہنستا کھیلتا

گزر جاتا ہے۔ جس دل میں محبتِ الہی کا جذبہ موجود ہوگا اُس دل میں کسی اور چیز کا ہونا ناممکن ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ مومن کو اپنی محبت میں جان و مال کی قربانی سے آزماتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا میری محبت کا دعویٰ مومن صرف ایمان کی حد تک بیکار رہنا چاہتا ہے یا اس سے لگے بڑھتے ہوئے عشق و محبت کی وادی میں داخل ہو کر دنیا و مافیہا کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں قربان کر دیتا ہے۔ لیکن عاشقانِ الہی «اللہ بس ماسویٰ اللہ نہیں»، کا نعرہ لگاتے ہوئے نغمہ زن ہوتا ہے نہ

ایمان سلامت ہر کوئی منگے، عشق سلامت کوئی ہو
منگن ایمان شرماؤں عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہو
جس منزل تے عشق پہنچا دے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رہے یا حضرت باہو ایمان نوں دیواں دھرتی ہو

لہذا مندرجہ بالا آیت مبارک میں ایمان کے بعد محبتِ الہی میں مال قربان کرنے کا ذکر فرمایا کہ اگر تم دعویٰ ایمان میں سچے ہو تو میری محبت میں اپنا مال خرچ کر کے دکھاؤ اپنے قریبی رشتہ داروں پر، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے پر۔ اس میں توجہ طلب بات یہ ہے کہ مال صرف محبتِ الہی کی خاطر خرچ کر دے کہ اپنے ننگ و ناموس کی خاطر یا اپنی نمود و نمائش کی خاطر یا کسی کو زیرِ بارِ احسان کرنے کی خاطر یا اجر و ثواب کی خاطر کہ یہ سب ریاکاری اور سوداگری ہے۔ لیکن

سوداگری نہیں یہ عبادتِ خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی تھوڑے

(حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ایمان اور محبتِ الہی کے بعد اعمالِ صالحہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان اور محبتِ الہی کا تقاضا ہے کہ تم میری عاقبت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے نماز کو قائم کر دو، زکوٰۃ دو اور جب کسی سے عہد کرو تو اُسے پورا بھی کرو کہ اپنے وعدوں کو ایفاء کرنے والے میرے قُرب کے قابل نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں میری راہ میں جہاد کرتے ہوئے

سختی و تنگدستی پیش آجائے تو صبر اختیار کرو کہ وہ

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

یاد رہے کہ صبر کی تین شرائط ہیں ۱۔

① ترکِ شکایت

یعنی راہِ حق میں جب کوئی دکھ یا تکلیف یا تنگی و سختی پیش آجائے تو اس کا ذکر نہ تو قول سے کیا جائے اور نہ ہی فعل سے کہ ایسا کرنا گویا اللہ کی شکایت کرنا ہے کیوں کہ انسان پر ہر حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتی ہے۔

② قبولِ قضا

یعنی راہِ حق کی ہر سختی اور تنگی کو اللہ تعالیٰ کی قضا سمجھ کر خوشی سے قبول کر لینا اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لانا۔

③ صدق و رضا

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پورے صدق اور اخلاص سے کوشش کرنا۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ بارگاہِ الہی میں سُرخرد ہونے کے لیے یہ چار عوامل ہیں۔
یعنی ① ایمان ② محبتِ الہی ③ اعمالِ صالحہ اور ④ خلوصِ نیت سے جدوجہد اور صبر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

طہارت

بندہ بندگی کے لیے ہے اور بندگی کی ابتداء طہارت، یعنی جسم و جان کی صفائی اور پاکیزگی سے ہے۔ اس لیے طہارت کو تمام عبادات کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ طہارت دو قسم کی ہے۔ ایک قسم کا تعلق جسم کی ظاہری صفائی اور ستھرائی سے ہے۔ اور دوسری قسم کا تعلق باطن سے ہے۔ صوفیاء نے ظاہری صفائی کو طہارتِ شریعت اور باطنی صفائی کو طہارتِ طریقت کے نام سے بیان فرمایا ہے۔ سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

طہارت بھی دو قسم کی ہے :-

- ① طہارتِ ظاہری جو شریعت کے پانی سے حاصل ہوتی ہے۔
- ② طہارتِ باطن جو توبہ، تعلقین، مُرشد، تصفیہٴ قلب اور راہِ طریقت اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جب نجاست کے اخراج کے باعث شریعت کا وضو ٹوٹ جائے تو پانی سے تازہ وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے :-

مَنْ جَدَّدَ الْوُضُوءَ جَدَّدَ اللَّهُ إِلَيْهِ إِيْمَانَهُ.

ترجمہ: ”جس نے تازہ وضو کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس کے ایمان کو تازہ کیا۔“

الْوُضُوءُ عَلَى الْوُضُوءِ نُورٌ عَلَى نُورٍ.

ترجمہ: وضو کے ہوتے ہوئے نیا وضو کرنا نور پر نور ہے۔“

جب بُرے کاموں کے ارتکاب اور تکبر، غرور، حسد، کینہ، غیبت، بہتان اور جھوٹ جیسے اخلاقِ رذیلہ اور آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں کی خیانت وغیرہ کے باعث باطنی وضو ٹوٹ جائے تو اُس کی تجدید کا طریقہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا خباثتوں اور گناہوں سے پُر خلوص توبہ کر کے استغفار کیا جائے اور اپنے گناہوں پر شرمسار و نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور وجود سے اعمالِ فاسدہ اور اعتقاداتِ باطلہ کا قلع قمع کیا جائے۔ عارف کے لیے لازم ہے کہ ان آفات سے

اپنی توبہ کی حفاظت کرے تاکہ اُس کی نماز کامل ہو جائے۔

علاوہ ازیں طہارتِ معرفت بھی ہے جو دو قسم کی ہوتی ہے :-

① وہ طہارت کہ جس سے صفاتِ الہیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

② وہ طہارت کہ جس سے ذاتِ الہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صفاتِ الہیہ کی معرفت تعلقِ مُرشدِ کامل اور آئینہٴ قلب کو اسمائے توحید کے ذکر کے

ذریعے نقوشِ بشریت و حیوانیت سے پاک کرنے سے حاصل ہوتی ہے یعنی جب دل کا آئینہ بشری نقش

و نگار کے اثرات اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک ہو جاتا ہے تو چشمِ دل کو اللہ تعالیٰ کے صفائی نور سے ایسی

بصیرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اُس کے ذریعے دل کے آئینے میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھتا ہے۔

اسماءِ توحید کے دائمی ذکر اور شغل سے جب دل کا آئینہ بالکل صاف و شفاف ہو جاتا ہے تو اُس میں

معرفتِ الہیہ کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اور وہ جو طہارتِ معرفتِ ذات ہے، وہ اسمائے اصول کے آخری تین اسمائے توحید

کے دائمی ذکر و شغل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس دائمی اشتغال کے نتیجے میں مقامِ بہر کی باطنی آنکھ کو نور

توحید سے بصیرت حاصل ہو جاتی ہے اور جب انوارِ ذاتِ الہی جلوہ گر ہوتے ہیں تو بشریت پگھل کر فنا

ہو جاتی ہے۔ بشریت کا فنا ہو جانا ہی فنا الفنا کا مقام ہے۔ انوارِ ذاتی کی تجلی باقی ہر قسم کے انوار کو مٹا

دیتی ہے کیونکہ "كُلُّ شَيْءٍ بِهَذَا لِكُ الْاَوْجُهَةِ" (اُس کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے،

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَآ اَمْرَ الْكِتَابِ۔ (سپ الرعد ۲۸)

ترجمہ "اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا

ہے، اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔"

پس رُوحِ قدسی (اصل انسان) جو اُسی ذات سے ہے، اُسی کے ساتھ، اُسی میں اور

اُسی کے لیے باقی رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے اُسی کی ذات کا مشاہدہ بلا کیف و بلا تشبیہ کرتی

ہے۔ اُس وقت محض نورِ مطلق باقی ہوتا ہے۔ اُس سے آگے کے معاملہ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے کہ

وہ عالمِ فنا ہے، وہاں نہ عقل باقی رہتی ہے کہ اس کی بابت آگاہ کر سکے اور نہ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا

کوئی محرم اسرار ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

إِنِّي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعُ فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسِلٌ

ترجمہ ”میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے اور نہ کسی نبی مرسل کی گنجائش ہے“

پس یہ عالم تجربہ ہی ہے یعنی یہ تنہائی کا عالم ہے جس میں کسی غیر اللہ کی گنجائش نہیں جیسا کہ

حدیث قدسی فرمان حق تعالیٰ ہے :-

تَجَرَّدُ تَصَلِّيَ إِلَى - ترجمہ ”تجرد اختیار کر اور مجھے پالے“

یعنی تمام چیزوں سے فارغ ہو کر حتیٰ کہ اپنی ہستی کو بھی مٹا کر میری طرف آ تو تو مجھے پا

لے گا۔ تجربہ سے مراد صفات بشریہ کا مکمل طور پر فنا ہونا اور عالم الہی میں صفات الہیہ سے متصف ہو کر مقام بقا کا حاصل ہونا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

تَخَلَّقُوا يَا خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى. ترجمہ ”اپنے اندر اخلاق الہیہ پیدا کرو“

یعنی اپنے آپ میں صفات الہیہ پیدا کرو۔“ (نقل و اخذ از ستر الاسرار)

باطنی طہارت کی تشریح کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

فرمان حق تعالیٰ ہے :-

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ. (پ البقرہ ۲۲۲)

ترجمہ ”اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :-

الطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ.

ترجمہ ”طہارت (پاک و صاف رہنا) نصف ایمان ہے“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید ارشاد ہے :-

ترجمہ ”دین کی بنیاد پاکیزگی و صفائی پر ہے“

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض جسم اور کپڑوں کو پانی سے دھو کر صاف کر لینا ہی

وہ پاک ہے جس کو بزرگی و فضیلت حاصل ہے۔ دراصل پاک کی چار قسمیں ہیں اور جب تک چاروں قسم کی

پاکی کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔

① پاکی کی پہلی قسم یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے خالی رکھا جائے۔ یعنی دل کو ماسوئی اللہ سے پاک رکھنا۔ جب دل غیر اللہ سے خالی ہوگا تو بتحق تعالیٰ میں مشغول و مستغرق ہوگا۔ کیونکہ جب تک دل کو غیر اللہ سے پاک نہ کر لیا جائے اس وقت تک اسے ذکر اللہ سے آراستہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صدیقیوں کے ایمان کا درجہ ہے۔ اس لیے غیر اللہ سے دل کو پاک صاف کر لینا صدیقیوں کے ایمان کا نصف حصہ ہے۔

② پاکی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جسمانی اعضاء و جوارح کو غیبت، تجھوٹ، مکر، فریب، حرام خوری، بددیانتی اور نامحرم پر نگاہ بد ڈالنے جیسی بدحرکات سے باز رکھ کر ہر حال میں احکام الہی کا پابند رکھا جائے۔ یہ پارساؤں کے ایمان کا درجہ ہے۔ لہذا اعضاء بدن کو حرام کاری سے پاک صاف رکھنا پارساؤں کے ایمان کا نصف حصہ ہے۔

③ پاکی کی تیسری قسم یہ ہے کہ دل کو اخلاق ذمیرہ مثلاً ہوس، حسد، لاپرواہی، طمع، تکبر، ریا، عداوت اور رعونت وغیرہ سے پاک رکھا جائے اور ان کی جگہ پاکیزہ و پسندیدہ اخلاق اپنا کر دل کو تواضع، صبر، شکر، خوفِ خدا، توبہ اور محبت و رجاہت وغیرہ سے آراستہ کیا جائے۔ یہ ظاہر دل کی پاکیزگی ہے اور یہ پرہیزگاروں کے ایمان کا درجہ ہے۔ اس صورت میں اخلاق ذمیرہ سے ظاہر دل کو پاک صاف رکھنا پرہیزگاروں کے ایمان کا نصف حصہ ہے۔

④ پاکی کی چوتھی قسم یہ ہے کہ ظاہری جسم اور کپڑوں کو نجاست و گندگی سے پلید ہونے سے بچا کر رکھا جائے یعنی کپڑوں سمیت پورے جسم کو رکوع و سجود کے لیے آراستہ کیا جائے تاکہ ارکان نماز کا حق ادا ہو جائے۔ کیونکہ معاملات کے ضمن میں مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ یہ عام مسلمانوں کے ایمان کا درجہ ہے اس لیے جسم اور کپڑوں کو نجاست و گندگی سے پاک صاف رکھنا عام مسلمانوں کے ایمان کا نصف حصہ ہے۔

گویا بر طبقہ کے صاحب ایمان کے لیے پاکی نصف ایمان کا درجہ رکھتی ہے اور اسی سبب سے دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔ لیکن جسے دیکھو وہ جسم و لباس کی طہارت میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے اور اسی میں زیادہ کوشاں رہتا ہے حالانکہ جسم و لباس کی طہارت کا درجہ ۲ ختم میں آتا ہے۔ شاید لباس

دن کی طہارت اس لیے توجہ کا مرکز بنی رہتی ہے کہ یہ طہارت باقی تمام قسم کی طہارتوں سے آسان ہے اور یوں بھی نفس کو اچھی لگتی ہے کیونکہ صفائی ویسے بھی بھلی معلوم ہوتی ہے اور نفس اس سے راحت محسوس کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ ہر کسی کو ظاہری طور پر دکھائی دیتی ہے اور لوگ عموماً کسی کی پارسانی کا اندازہ اس کے اُبلے و ستھرے لباس سے لگاتے ہیں اس لیے یہ اور بھی زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے مگر دل کی طہارت چونکہ حسد و کبر و ریاکاری و فریب و حُب دُنیا سے بیزاری اور تن کو گناہوں سے پاک رکھنے سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کو اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی لوگوں کی نظر دل کی طہارت پر پڑتی ہے اور پڑے بھی کیسے کہ دل تو نظارہ گاہِ حق ہے نہ کہ نظارہ گاہِ خلق۔ اس لیے ہر کسی کو دل کی طہارت سے رغبت نہیں ہوتی۔

(کیمیائے سعادت)

حجم و لباس کی ظاہری طہارت اگرچہ کترین درجے کی طہارت ہے۔ لیکن فضیلت اس کی بھی بڑی ہے۔ بشرطیکہ آداب طہارت کو ملحوظ رکھا جائے۔ ظاہری جسم و لباس کی طہارت کے لیے کئی چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ مثلاً ① نجاست سے پاک رہنے کے مسائل ② قضاے حاجت کے مسائل ③ استنجے کے مسائل ④ وضو کے مسائل ⑤ غسل کے مسائل ⑥ تیمم کے مسائل ⑦ حیض و نفاس و استحاضہ کے مسائل وغیرہ۔

اب ہم ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

وضو کے بارے میں

طہارت کے ضمن میں وضو کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ نماز کی ادائیگی سے پہلے وضو کرنا فرض ہے۔ فرمانِ حق سبحانہ و تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا
وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ
الْمَغَائِطِ أَوْ لَمْ يَأْتِ الْيَسَاءُ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

صَعِيدًا طَيِّبًا فَاَمْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ مِنْهُ.

(پہ المائدہ ۶)

ترجمہ » لے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور اپنے ٹخنوں تک پاؤں دھو لیا کرو۔ اور اگر تمہیں ضروری سہانا ہو تو اچھی طرح طہارت کر لیا کرو اور اگر تم بیمار ہو کر ویا سفر میں ہو کر دیا تم میں سے کوئی قصائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا کرے یا تم نے عورتوں سے صحبت کر لی ہو لیکن تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ پس اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لیا کرو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

① لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ » جس شخص کا وضو نہ ہو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ وہ وضو نہ کر لے۔

② حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُورُ. (مذاہد)

ترجمہ » جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہور یعنی وضو ہے۔

③ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نماز کی کنجی طہارت یعنی وضو ہے، نماز کی ابتداء اللہ اکبر سے ہوتی ہے اور نماز کا اختتام السلاطہ علیکم ورحمۃ اللہ پر ہوتا ہے۔ (ترمذی، سنن ابوداؤد)

④ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا وَضُوءَ لِمَنْ كَرِهَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ. (ابن ماجہ، جامع ترمذی)

ترجمہ » جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر وضو کیا، اس کا وضو نہیں ہے۔

⑤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

إِذَا بَسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَأَبْدُوا بِمِيَامِنِكُمْ (ابوداؤد، منہاجہ)

ترجمہ: "جب تم لباس پہنو اور وضو کرو تو داینبے اعضاء سے شروع کرو"

⑥ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو کرتے ہوئے پانی زیادہ

بہا رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: "سعد! یہ کیسا اسراف کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی کیا وضو کے پانی میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: "ہاں یہ بھی اسراف میں داخل ہے اگرچہ تم بہتے دریا کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو؟" (سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

⑦ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: "تم کیا عمل کرتے ہو کہ میں نے مہشاری جو تیروں کی چاپ جنت میں سُنی، یوں لگتا تھا گویا تم میرے آگے آگے چل رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: "میں دو کام ہمیشہ کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں ہمیشہ وضو سے رہتا ہوں۔ جب میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں فوراً نیا وضو کر لیتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ جب وضو کر لیتا ہوں تو دو رکعات (تحتیہ الوضو) نفل پڑھ لیتا ہوں۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

⑧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوَضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ
حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ. (صحیحین)

ترجمہ: "جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔"

⑨ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-
"جب کوئی مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے صادر ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے تھے۔ جب پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے نکل جاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ جب وہ وضو سے فارغ ہوتا ہے تو وہ تمام گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔" (صحیح مسلم)

۱۰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور مکمل وضو کرنے کے بعد کلمہ شہادت پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں" (صحیح مسلم)

۱۱ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ عَلَيَّ طَهْرًا كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ. (جامع ترمذی)

ترجمہ "جب شخص نے طہارت کے باوجود تازہ وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں"

۱۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

يَا أَبَاهُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ.....

(معجم صغیر طبرانی)

ترجمہ "اے ابو ہریرہ! جب تم وضو کیا کرو تو بسم اللہ و الحمد للہ کہہ لیا کرو جب تک تمہارا یہ وضو باقی رہے گا اس وقت تک تمہارے محافظ فرشتے تمہارے لیے بار نیکیاں لکھتے رہیں گے"

مسواک کرنے کے بارے میں

طہارت و پاکیزگی کے ضمن میں جن چیزوں کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے اہم ترین

مسواک ہے۔

۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت زیادہ مشقت پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت

مسواک کرنے کا حکم دیتا" (صحیحین)

۲ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

السُّوَالُ مُطَهَّرَةٌ لِلْفَقْرِ مَرْضَاتٌ لِلرَّبِّ. (مذاہم منہاج شافعی)

ترجمہ "مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کر نیوالی اور اللہ تعالیٰ کو بہت خوش کر نیوالی چیز ہے"

③ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے، ہر دفعہ اُس نے مسواک کرنے کے لیے ضرور کہا، مجھے اندیشہ ہے کہ میں اپنے مُنہ کے اگلے حصے کو مسواک کرتے کرتے گھسانہ ڈالوں۔"

(مسند احمد)

④ حضرت شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے گھر تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ فرمایا: آپ سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

⑤ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ رات ہو یا دن آپ جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک ضرور کیا کرتے تھے۔

(صحیحین)

⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ نماز کہ جس کے لیے مسواک کی جائے اُس نماز کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو مسواک کے بغیر ادا کی جائے۔" (بیہقی)

وُضُوکِرْنِے کَا طَرِيقَہ

- ① سب سے پہلے وُضُوکِرْنِے کَا نِیت کر لی جائے یعنی دل میں وُضُوکِرْنِے کَا ارادہ کر لیا جائے نیت کے بغیر وُضُوکِرْنِے ہو جائے گا مگر وُضُوکِرْنِے کَا ثواب نہیں ملے گا۔
- ② وُضُوکِرْتِے وَقْتِ قَبْلَہ کِی طَرَفِ مُنْہ کِرْکِے کِی اُونْچِی جِگہ پَر بیٹھ جائیں تاکہ چھینٹے اُڑ کر اُوپر نہ پڑیں۔
- ③ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وُضُوکِرْنِے شَرْعِ کر لیں۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک دھوئیں۔ اس کے بعد
- ④ تین دفعہ کُلی کر لیں اور مسواک کر لیں۔ اگر مسواک میسر نہ ہو تو کسی بڑے پٹے کپڑے سے یا صرف اُنْگلی سے دانتوں کی میل صاف کر لیں۔ غرغره کر کے اچھی طرح حلق تک پانی پہنچائیں۔ اگر روزہ سے ہوں تو غرغره نہ کریں۔ کیونکہ غرغره سے پانی حلق میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

⑤ پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں۔ اگر روزہ ہو تو نرم گوشت سے اوپر پانی نہ لے جائیں۔

⑥ پھر تین بار منہ دھوئیں، اس طرح کہ سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی نو تک ہر جگہ پانی سے دھل جائے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے تک پانی پہنچاویں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی جگہ خشک رہ جائے۔ چہرے پر اگر داڑھی گھنی ہو تو داڑھی میں غلال کریں۔

⑦ پھر دونوں بازو کہنیوں تک تین بار دھوئیں۔ پہلے تین بار دایاں بازو دھوئیں اور اس کے بعد بائیں بازو تین بار دھوئیں۔ ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کا غلال کریں۔ اگر کنگن، چوڑی، انگوٹھی وغیرہ پہن رکھی ہے تو اسے اچھی طرح بلاتیں تاکہ ان کے نیچے سے پانی گزر جائے اور کوئی جگہ ٹوکھی نہ رہ جائے۔

⑧ پھر ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کریں اور پھر کانوں کا مسح کریں۔ کانوں کے اندر کی طرف کا مسح شہادت کی انگلی سے اور باہر کی طرف کا مسح انگوٹھوں سے کریں۔ پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے اپنی گردن کا مسح کریں۔ خیال رہے کہ گلے کا مسح ہرگز نہ کریں کہ گلے کا مسح کرنا منع ہے۔ کان کے مسح کے لیے سر کے مسح سے بچا ہوا جو پانی انگلیوں میں لگا ہوا ہے وہی کافی ہے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

⑨ پھر تین بار دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئیں۔ پہلے دایاں پاؤں اور بعد میں بائیں پاؤں دھوئیں اور بائیں ہاتھ کی تھنگلیا سے پیروں کی انگلیوں میں غلال کریں۔

⑩ وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا سا پی لیا کریں شفا بخش عمل ہے۔

⑪ وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے کلمہ شہادت پڑھ لیا کریں۔

وضو میں بعض کام ایسے ہیں کہ وہ نہ کیے جائیں یا ان میں سے کوئی کام رہ جائے یا ان میں واضح کمی رہ جائے تو وضو ہرگز نہیں ہوتا۔ ایسے کاموں کو وضو کے فرائض کہا گیا ہے۔ اور بعض کام ایسے ہیں کہ اگر وہ چھوٹ جائیں تو وضو تو ہو جاتا ہے لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا

ہے۔ اُن کے کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اگر انہیں کوئی جان بوجھ کر بلا عذر چھوڑتا ہے یا اُن کو چھوڑ دینے کی عادت بنا لیتا ہے تو وہ گناہگار ہوتا ہے۔ ایسے کاموں کو وضو کی سنتیں کہا گیا ہے۔ اور وضو میں بعض ایسے کام ہیں کہ جن کو کیا جائے تو ثواب ملتا ہے اور نہ کیا جائے تو گناہ نہیں ہے۔ اور شریعت میں اُن کے کرنے کی تاکید بھی نہیں ہے۔ ایسے کاموں کو مستحب کہا گیا ہے۔

وضو کے فرائض

وضو کے فرائض صرف چار ہیں :-

- ① ایک مرتبہ سارا منہ دھونا ② ایک ایک بار کہنیوں سمیت دونوں بازو دھونا۔
- ③ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ ④ ایک ایک بار دونوں پاؤں دھونا۔ ان چاروں فرائض میں سے اگر کوئی ایک چھوٹ جائے یا بال برابر بھی جگہ سُکھی رہ جائے تو وضو قطعاً نہ ہوگا۔

وضو کی سنتیں

وضو کی سنتیں تیرہ (۱۳) ہیں :-

- ① وضو کی نیت کرنا۔ ② بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وضو شروع کرنا۔ ③ پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔ ④ مسواک کرنا۔ ⑤ تین بار کھلی کرنا، غرغره کرنا بھی سنت ہے لیکن روزہ کی حالت میں نہ کیا جائے۔ ⑥ تین بار ناک میں پانی ڈالنا، روزہ کی حالت میں پانی سانس کے ساتھ نہ کھینچیں۔ ⑦ داڑھی کا خلال کرنا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاص طور پر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے میرے رب نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ⑧ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا اور یہ اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر ہلانا۔ ⑨ ہر عضو کو تین بار دھونا۔ ⑩ ایک بار تمام سر کا مسح کرنا، یعنی پانی سے بھیگا ہوا ہاتھ سر پر پھیرنا۔ ⑪ کانوں کا مسح کرنا، کانوں کے اندر کا مسح شہادت کی انگلی سے کریں۔ ⑫ وضو ترتیب وار کرنا۔ ⑬ پے درپے وضو کرنا، یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولینا۔

وضو کے مستحبات

- ① قبلہ رو ہو کر اُونچی ہنگ بٹھیے کر وضو کرنا۔ ② وضو کا پانی پاک جگہ پر گرانا۔ ③ پانی بہاتے وقت ہر عضو پر ہاتھ پھیر لینا۔ ④ دائیں طرف سے شروع کرنا۔ ⑤ اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا ⑥ وضو کرنے میں بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔ ⑦ وقت سے پہلے وضو کر لینا۔ ⑧ انگوٹھی، تھپے، نتھ وغیرہ کو حرکت دینا اور اگر تنگ ہوں تو ہلانا ضروری ہے۔ ⑨ اطمینان سے وضو کرنا۔ ⑩ دونوں ہاتھوں سے مُنہ دھونا۔ ⑪ ہر عضو کے دھوتے وقت وضو کی نیت قائم رکھنا۔ ⑫ دعائیں پڑھنا۔ ⑬ گردن کا مسح کرنا۔ ⑭ وضو کے بچے ہوئے پانی سے تھوڑا سا پی لینا۔ ⑮ بلا ضرورت بدن کو کپڑے سے بالکل خشک نہ کرنا۔ ⑯ وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف مُنہ کر کے کلمہ شہادت پڑھنا۔

وضو کے مسائل

- ① جن چار اعضاء کا دھونا وضو میں فرض ہے اگر وہ دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا چاہے وضو کرنے کی نیت و ارادہ ہو یا نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی نہلے اور اُس کے سارے بدن پر پانی پھر جائے یا کسی گہرے پانی میں گر جائے یا بارش میں بھیگ جائے اور وضو کے یہ چاروں اعضاء دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا۔ لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔ البتہ ان حالتوں کے دوران وضو کی نیت کر لے تو وضو کا ثواب بھی مل جائے گا۔
- ② جس طرح وضو کرنے کا طریقہ اوپر درج کیا گیا ہے اس طرح سے وضو کیا جائے تو وضو عین سنت کے مطابق ہوا اور اگر وضو میں اعضاء کے دھونے کی ترتیب میں الٹ پلٹ کر دی جائے مثلاً پہلے پاؤں دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر ہاتھ دھوئے اور پھر منہ دھویا تو اس طرح الٹ پلٹ کرنے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر یہ سنت کے مطابق غلط ہے اس لیے گناہ کا احتمال ہے یعنی اگر اس طرح الٹ پلٹ کر وضو کرنے کی عادت ہی بنالی جائے تو گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر بائیں پاؤں دائیں پاؤں سے پہلے دھویا تو وضو ہو گیا مگر مستحب کے خلاف ہوا ہے۔

③ یہ بھی سنت ہے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت اس پر ہاتھ پھیریں تاکہ کوئی جگہ سوکھی نہ

رہ جلتے۔

(۴) ایک عضو کو دھو کر دوسرے عضو کو فوراً دھونا سنت ہے۔ ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کو دھونے میں اتنی دیر نہ کریں کہ دوسرا عضو سوکھ جائے۔ اگر پہلے دھویا ہوا عضو سوکھ گیا اور اس کے بعد دوسرا عضو دھویا تو وضو تو ہو جائے گا مگر سنت کے خلاف ہوگا۔

(۵) وقت سے پہلے نماز و وضو کی تیاری مستحب ہے۔

(۶) وضو کرتے وقت دنیاوی بات چیت کرنے سے پرہیز کریں بلکہ ہر عضو دھوتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم یا کلمہ طیب پڑھا کریں۔

(۷) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ نہ کیا کریں چاہے پانی کی فراوانی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح پانی ضرورت سے کم بھی خرچ نہ کیا کریں کہ دھونے میں دقت ہو۔ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ بھی مت دھوئیں۔

(۸) منہ دھوتے وقت پانی کا پھیٹا دور سے منہ پر نہ ماریں اور نہ ٹھنکار مار کر چھینٹے اڑائیں۔

(۹) منہ اور آنکھوں کو بہت زور سے بند نہ کریں۔ اگر ایسا کیا اور پک یا ہونٹوں پر کی کوئی جگہ سوکھی رہ گئی یا آستکھ کے کولے میں پانی نہ پہنچا تو وضو نہ ہوگا۔

(۱۰) چوڑی، کنگن، تھپلا یا انگوٹھی اگر ڈھیلے بھی ہوں اور ان کے نیچے سے خود بخود پانی بہتا ہو تو پھر بھی ان کو ہانا مستحب ہے اور اگر یہ چیزیں ڈھیلی نہ ہوں بلکہ تنگ ہوں اور بغیر ہلانے ان میں پانی کا پہنچنا محال ہو تو ان ہلا کر پانی پہنچانا واجب و ضروری ہے۔ ہتھ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سوراخ ڈھیلا ہو تو ہلا کر پانی پہنچانا مستحب ہے اور اگر سوراخ ڈھیلا نہیں ہے اور ہلانے بغیر پانی نہیں پہنچتا تو اس کو گھما پھر کر سوراخ کے اندر پانی لے جانا واجب ہے۔

(۱۱) اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو وضو نہیں ہوا۔ جب بھی یاد آجائے آٹا ہٹا کر پانی سے دھو ڈالے اگر آٹا چھڑا کر پانی سے دھونے سے قبل کوئی نماز پڑھ لی ہے تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔

⑫ اگر کسی کے چہرے یا ماتھے پر افشاں چنی ہوئی ہو یا ایسا میک اپ کیا ہو جو لیدار مادے سے بنا ہوا ہو اور اس کی تہہ جلد پر جم جاتی ہو تو اگر وہ وضو کرتے وقت صرف اوپر اوپر سے پانی بہلے اور منہ اور چہرے سے گوند یا میک اپ کی تہہ کو اتار کر منہ نہ دھوئے تو وضو نہیں ہوتا۔

⑬ ایک وقت کی نماز کے لیے وضو کیا، نماز پڑھی، پھر دوسری نماز کا وقت آگیا اور وضو ابھی ٹوٹا نہیں ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اگر دوبارہ تازہ وضو کر لیں تو اس کا سجد ثواب ہے۔

⑭ جب ایک مرتبہ وضو کر لیا اور ابھی وہ ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کر لے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔ اگر نہاتے وقت کسی نے وضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنی چاہیے۔ اس کے ٹوٹے بغیر دوسرا وضو نہ کرے ہاں اگر کم از کم دو رکعت نماز اس وضو سے پڑھی گئی ہو تو دوسرا وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔

⑮ کسی کے پاؤں مچھٹ گئے اور اس میں موم، روغن یا کوئی اور دوا بھری۔ اور اب اس کے نکالنے سے نقصان ہوتا ہو تو اس کے نکالے بغیر اس کے اوپر سے پانی بہا لینے سے وضو درست ہوتا ہے۔

⑯ وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پر پانی نہیں پہنچا اور جب پورا وضو ہو چکا اور تب معلوم ہوا کہ فلاں جگہ سُکھی رہ گئی ہے تو وہاں پر فقط گسلا ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ پانی بہانا لازمی ہے۔

⑰ اگر ہاتھ پاؤں یا کسی جگہ پر زخم یا مچھوڑا یا کوئی ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہے تو پانی مت ڈالیں بلکہ بھگے ہاتھ سے اس جگہ کا مسح کر لیں اگر مسح کرنے سے بھی نقصان ہوتا ہے تو مسح بھی نہ کریں اور وہ جگہ چھوڑ دیں۔

⑱ اگر زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان پہنچتا ہے تو پٹی کے اوپر ہی سے مسح کر لیں۔ ورنہ پٹی کھول کر زخم پر مسح کریں۔

⑲ اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر بندھی ہوئی ہے اور پٹی کھول کر زخم کے ارد گرد کی جگہ دھوتی جا سکتی ہے تو دھولیں۔ اگر پٹی نہ کھولنی ہو تو ساری پٹی پر مسح کر لیں۔ یہی حکم ٹوٹی ہوئی ٹہنی پر پٹی اور فصد کی پٹی کا ہے۔

وضو ٹوٹنے کے مسائل

① پافانہ یا پیشاب یا ہوا جو پیچھے سے خارج ہو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ جو ہوا آگے کی طرف سے نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح آگے یا پیچھے سے کوئی کیڑا یا کنکری نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

② اگر کسی زخم سے یا کان سے کوئی کیڑا نکلا یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کر گر پڑا مگر خون نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

③ چوٹ لگنے سے خون نکل آیا یا نکیر پھوٹ گئی یا فصد کھولنے سے خون نکل آیا یا بدن پر کسی پھوڑے پھنسی سے خون نکلا یا پیپ بہہ نکلی تو وضو ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون یا پیپ زخم کے منہ پر ہی رہی اور زخم سے آگے ہی نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح اگر کسی کو سونہ چھب گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں، بلکہ سونہ چھبنے کی جگہ پر خیم گیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر ذرہ برابر بھی بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

④ اگر ناک سے نکلنے پر جسے ہوتے خون کے ٹکڑے نکل پڑیں تو وضو نہیں ٹوٹتا، وضو صرف اس وقت ٹوٹتا ہے جب خون پتلا ہو اور وہ بہہ پڑے۔

⑤ ناک میں انگلی ڈالی اور جب نکالی تو اس پر خون کا دھبہ لگا ہوا نظر آ گیا لیکن وہ خون اتنا ہی تھا کہ انگلی پر تو لگ گیا مگر بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

⑥ کسی کی آنکھ کے اندر کوئی پھنسی وغیرہ تھی اور وہ پھوٹ گئی یا خود پھوڑی اور اس کا پانی آنکھ میں تو پھیل گیا مگر آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر آنکھ سے باہر نکل آیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر کوئی پھنسی پھوڑا پھوٹ جائے اور اس کا خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک محدود رہے جہاں غسل کرتے وقت پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر ایسی جگہ تک پہنچ جائے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

⑦ پھوڑے یا چھلکے کے اوپر کا تھپکا زچ ڈالنے سے خون یا پیپ نظر آ جائے مگر اپنی جگہ پر قائم رہے اور بہے نہیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

⑧ پھوڑے پھنسی سے خون خود نہیں نکلا مگر دبا کر نکالا گیا اور وہ بہہ گیا تو وضو ٹوٹ گیا۔

۹ کسی کے زخم سے ذرہ ذرہ خون نکلنے لگا۔ اس نے اس پر مٹی ڈال دی یا رومال سے پونچھ لیا، پھر ذرہ سا نکلا، اس نے پھر پونچھ لیا۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا اور وہ بہہ نہ سکا تو دل میں سوچے اور معلوم ہو کہ اگر پونچھنا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایسا ہو کہ پونچھنا نہ جاتا تو تب بھی نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

۱۰ کسی نے تھوکا اور تھوک میں خون معلوم ہوا تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

۱۱ اگر دانت سے کوئی چیز کاٹی اور اس پر خون کا دھبہ معلوم ہوا یا دانت میں خال کیا اور خال میں خون دکھائی دیا لیکن تھوکے پر تھوک خون آلودہ نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

۱۲ بونک لگوانے پر بونک اتنا خون چوس لے کہ اگر اسے درمیان سے کاٹ دیں تو خون بہہ پڑے تو وضو جاتا رہا ورنہ وضو نہیں ٹوٹا۔ پھر کھی یا کھٹمل کے خون چوسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۳ درد والے کان سے بہنے والا پانی ناپاک ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے کان میں پھوڑا پھنسی ہو یا نہ ہو۔ کان میں سے ایسا پانی بہہ کہ اگر اس جگہ آجائے جس جگہ کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح ناف میں درد ہو اور اس میں سے پانی نکلتا ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دکھتی اور کھٹکتی آنکھوں سے بہنے والے پانی کا بھی یہی حکم ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ اگر آنکھیں تندرست ہوں تو ان سے بہنے والے آنسوؤں سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۴ اگر چھاتیوں میں درد ہے اور ان سے پانی نکلتا ہے تو پانی نجس ہے اور اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر چھاتیوں میں درد نہ ہو تو ان سے بہنے والے پانی سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۵ قے ہونے پر اس میں کھانی ہوئی خوراک یا پانی آئے اور قے منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ منہ بھر قے نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ منہ بھر قے سے مراد وہ قے ہے جو منہ میں رک نہ سکے۔ قے میں اگر صرف بلغم آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چاہے منہ بھر ہی کیوں نہ ہو۔ قے میں سیال بہتا ہوا خون آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہے منہ بھر کر ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر خون جھے ہوئے تو تھڑوں کی صورت میں ہو تو منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور منہ بھر نہ ہونے کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

①۶ ایک ہی متلی میں تھوڑی تھوڑی قے وقفے وقفے سے ہوتی رہے اور سب قے ملا کر اتنی ہو جائے کہ اگر ایک ہی بار ہوتی تو منہ بھر جاتا تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر سہ بار کی قے میں متلی بھی ہر بدنہی ہو اور قے منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

①۷ لیٹے لیٹے آنکھ لگ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے اس طرح سو جائیں کہ اگر ٹیک نہ ہوتی تو آپ گر پڑتے تو وضو ٹوٹ گیا۔ نماز میں بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ سجدے میں عورت سو گئی تو وضو ٹوٹ گیا مگر مرد سجدے میں سو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا ہاں اگر مرد کا سجدہ عورت کے سجدے کی طرح ہو تو ایسے سجدے میں مرد سو جائے تو اس کا وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

①۸ نماز کی حالت میں نہ ہوں بلکہ ویسے ہی کسی شے کے ساتھ ٹیک لگائے بغیر آپ اس طرح بیٹھے سو جائیں کہ اپنے پتھر کو اڑی سے دبا رکھا ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

①۹ بیٹھے بیٹھے نیند کا تھونکا آنے پر گر پڑنے پر فوراً ہی آنکھ کھل جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور گرنے کے بعد وقفے سے آنکھ کھلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ بیٹھے بیٹھے سونے پر گرنے سے محفوظ رہنے اور محض تھومتے رہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

②۰ بے ہوشی اور جنون میں عقل جلتے رہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے بے ہوشی و جنون کا وقفہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو اسی طرح کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے اتنا نشہ ہو گیا کہ چلنے میں قدم بھکتے ہیں اور ڈگمگاہٹ ہوتی ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

②۱ نماز میں کھلکھلا کر اس طرح ہنسنے کہ خود بھی اپنی ہنسی کی آواز سن لے اور ساتھ والے بھی سن لیں تو نماز اور وضو دونوں ٹوٹ گئے۔ اگر ہنسی کی آواز خود تو سنی مگر ساتھ والوں نے نہیں سنی تو نماز ٹوٹ گئی مگر وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر نماز کے دوران صرف مسکراہٹ آئی یعنی ہنسی میں دانت تو کھل گئے مگر آواز نہیں نکلی تو نہ نماز ٹوٹی نہ وضو ٹوٹا۔ البتہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کے نماز میں زور سے ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح عورت کو سجدہ تلاوت میں اگر ہنسی آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ مگر سجدہ جاتا رہتا ہے۔

②۲ مرد و عورت کے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے یا ویسے ہی خیال آجانے سے اگر

آگے کی راہ سے پانی یا مذی نکل پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۳) بیماری کی حالت میں آگے کی طرف سے لیسدار پانی نکلے تو احتیاط اس میں ہے کہ وضو ٹوٹ گیا ہے۔

۲۴) پیشاب یا مذی کا قطرہ سوراخ سے نکل آئے مگر اوپر والی کھال کے اندر رہے تو تب بھی وضو ٹوٹ گیا۔

۲۵) کسی کپڑے وغیرہ کی آڑ کے بغیر مرد و عورت کے پیشاب کے مقامات آپس میں مل جائیں تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسی طرح دو عورتوں کی پیشاب گاہیں آپس میں مل جائیں تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ویسے بھی یہ کام بہت بُرا اور گناہ کا کام ہے۔

۲۶) وضو کے بعد ناخن کاٹنے یا زخم کے اوپر کی مُردار کھال نوچنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس جگہ کو دوبارہ ترک کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۷) وضو کے بعد تر کھل جانے یا ننگا ہو کر نہانے یا کسی دوسرے کا شر دیکھ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اس سے بچنا چاہیے کہ کسی کا شر دیکھنا یا اپنا شر دکھلانا گناہ ہے۔

۲۸) جس چیز کے بدن سے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس چیز کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس نہیں اس لیے اگر مُنہ سے تھوڑا سا خُون نکلا مگر بہا نہیں یا مُنہ بھر سے کم قے ہوئی اور اس میں خوراک یا پانی یا جھا ہوا خُون نکلا تو یہ سب مواد نجس نہیں ہے اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری نہیں۔ اس کے برعکس اگر مُنہ سے نکلنے والا خُون بہہ گیا یا مُنہ بھر کے قے ہوئی تو ایسی صورت میں سب مواد نجس ہے اور اس کا دھونا واجب ہے۔ مُنہ بھر کے قے ہونے کے بعد پانی کے لیے جس برتن کو مُنہ لگایا وہ برتن ناپاک ہو گیا اس لیے مُنہ صاف کرنے کے لیے پانی چلو سے لینا چاہیے۔

۲۹) پھوٹا بچہ جو مُنہ سے دودھ اُگلتا ہے اگر وہ مُنہ بھر کر ہے تو نجس ہے اگر مُنہ بھر کر نہیں ہے تو نجس نہیں ہے۔

۳۰) وضو کرنا زیادہ ہے مگر وضو کا ٹوٹنا یاد نہیں تو وضو باقی سمجھا جائے گا۔ اس سے نماز درست ہے مگر دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

۳۱) وضو کرنے میں شک ہو گیا کہ فلاں عضو دھویا کہ نہیں تو وہ عضو دوبارہ دھولیں۔ اگر یہ شک وضو کرنے کے بعد پیدا ہوا تو وضو ہو گیا۔ پرواہ مت کریں، ہاں البتہ یہ یقین ہو کہ فلاں عضو واقعی دھونے سے رہ گیا ہے تو وہ دھولیں۔

۳۲) وضو کے بغیر قرآن کریم کو ہاتھ لگانا یا کسی جگہ پر لکھی ہوئی قرآن کریم کی کسی آیت کو ہاتھ لگانا یا تعویذ کو ہاتھ لگانا درست نہیں البتہ ایسے کپڑے سے چھونا جائز ہے جو الگ ہو اور جسم پر پہنا ہوا نہ ہو یعنی دوپٹا یا کڑتے سے چھونا بھی جائز نہیں ہاں اگر دوپٹا اور کڑتا پہنا ہوا نہ ہو بلکہ اُترا ہوا ہو تو اس سے چھونا جائز ہے۔ قرآن کریم نہ بانی پڑھنا یا کھلا پڑا ہو تو چھونے بغیر دیکھ کر پڑھنا بغیر وضو کے بھی جائز ہے لیکن یہ بات ادب کے خلاف ہے۔

۳۳) وضو میں بدن کے جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان میں سے ہر عضو کا پورے تین بار دھونا سنتِ متوکدہ ہے تین بار سے کم دھونے پر سنت ادا نہ ہوگی۔

۳۴) کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں کو دھاگے سے اس قدر باندھا جاتا ہے کہ دھاگے کے نیچے پانی کا بہنا ناممکن ہو جاتا ہے بلکہ دھاگے کے نیچے کی جگہ تر بھی نہیں ہو سکتی اس لیے اس سے پرہیز لازم ہے۔

۳۵) بعض لوگ کُلی کرتے وقت تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اُگل دیتے ہیں یا جلدی جلدی تین بار پچ پچ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ناک میں پانی ڈالتے وقت تھوڑا سا پانی ناک کی نوک سے لگا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے کُلی بھی ہو جاتی ہے اور ناک بھی صاف ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی معمول ہے۔ اس طرح کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی اس طرح نہیں کرنا چاہیے اس طرح کی عادت بنا لینا گناہ ہے غسل میں ایسا کرنے سے تو غسل برے سے ہوتا ہی نہیں ہے۔

۳۶) بعض لوگ تھوڑا سا پانی لے کر اس سے اعضاء کو محض چُپڑ لیتے ہیں اور اسے کافی سمجھتے ہیں حالانکہ اس طرح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔ اعضاء پر پانی بہانا فرض ہے جب تک پانی خود نہ بہے وضو نہیں ہوتا۔

۳۷) مستحب ہے کہ اعضاء پر ایک مرتبہ پانی ڈال کر ہاتھ سے اچھی طرح مل لیا جائے تاکہ اعضاء کے کسی حصے میں خشکی نہ رہ جائے۔ اس کے بعد اس پر پانی بہایا جائے۔

۳۸) سوتے ہوئے جو رال منہ سے بہتی ہے وہ پاک ہے چاہے وہ پیٹ سے گئے اور

بدبودار ہو۔

۳۹) آنکھ دکھنے میں جو آنسو بہتا ہے وہ ناپاک بھی ہے اور اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے

دکھتی آنکھ کا آنسو اگر کپڑے پر گر پڑے تو اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے اس لیے اپنے بدن پر کے کپڑوں سے دکھتی آنکھ کے آنسو نہ پونچھے جائیں۔

۴۰) وضو کرتے وقت درمیان میں ایسی بات ہو جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو نئے

بسر سے وضو کرنا چاہیے، پہلے دھلے ہوئے حصے پھر سے دھونے پڑتے ہیں۔

۴۱) بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو جو پانی وضو و غسل کرتے وقت بدن سے گرتا ہے وہ

پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل کرنا درست نہیں۔

۴۲) جس کا کوئی حصہ خشک مثلاً ہاتھ یا آنکھ یا ناخن کسی پاک پانی کو اس حالت میں لگ گیا

کہ اس کا وضو نہیں تھا یا وہ جنب تھا تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ اب اس پانی سے نہ وضو ہو سکتا ہے اور

نہ غسل، اس کا پینا یا اس سے اٹنا گوندنا مکروہ ہے البتہ کپڑے وغیرہ دھونے کے کام آ سکتا ہے

لوگ اکثر ایسا کرتے ہیں کہ پانی میں ہاتھ یا آنکھ ڈال کر دیکھتے ہیں کہ پانی گرم ہے یا ٹھنڈا ہے مگر ایسا

کرنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور اس سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے

پہلے ہاتھ کو دھولیا جائے تو دھلا ہوا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۳) اگر دھلا ہوا ہاتھ کسی پاک پانی میں اس غرض سے ڈالا کہ ہاتھ کو دوبارہ دھونا ہے اور

یہ دوبارہ دھونا ثواب کا کام بھی ہو جیسے کھانا کھانے کے لیے یا وضو کرنے کے لیے تو اب یہ پانی

مستعمل ہو گیا اور اس سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں رہا اور اس کا پینا بھی مکروہ ہو گیا۔

۴۴) مستعمل پانی کو اگر وضو یا غسل کے کام میں لانا ضروری ہو تو اس میں پاک پانی زیادہ متعارف

میں ڈال دیں تو پھر سب پانی کام کا ہو جائے گا۔

وضو کے مکروہات

وضو کرتے وقت کئی کام ایسے ہیں جن کا کرنا مکروہ ہے۔ مثلاً :-

- ① وضو کرنے کے لیے ایسی جگہ پر بیٹھنا جو ناپاک ہو یا وضو کا پانی ناپاک جگہ پر گرنا۔
- ② وضو کے دوران اعضاء سے پانی والے برتن میں پانی ٹپکانا۔
- ③ مسجد کے اندر وضو کرنا۔
- ④ پانی میں تھوکنے یا ناک مسکنے کا ہے دریا کا پانی ہو یا حوض یا تالاب کا پانی ہو۔
- ⑤ قبلہ کی طرف تھوکنے یا کھلی کرنا۔
- ⑥ بلا ضرورت دنیاوی باتیں کرنا۔
- ⑦ زیادہ پانی خرچ کرنا۔
- ⑧ اتنا کم پانی خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔
- ⑨ چہرہ پر اتنے زور سے پانی مارنا کہ اس سے پھینٹے اڑنے لگیں۔
- ⑩ صرف ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔
- ⑪ گلے کا مسح کرنا۔
- ⑫ بائیں ہاتھ سے کھلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔
- ⑬ دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
- ⑭ ہر بار نئے پانی سے تین بار سر کا مسح کرنا۔
- ⑮ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو کرنا کہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔
- ⑯ منہ دھوتے وقت زور سے آنکھیں یا ہونٹ بند کر لینا۔
- ⑰ کسی سنت کو چھوڑ دینا۔

مسائل وضو برائے معذوران

جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ اس کے وجود سے ہر وقت نجاست نکلتی رہتی ہے جس کی وجہ سے اس کا وضو قائم نہیں رہ سکتا اسے معذور کہتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو پیشاب کی ایسی بیماری لاحق ہے کہ جس کی وجہ سے ہر وقت اس کا پیشاب قطرہ قطرہ نکلتا رہتا ہے۔ یا کسی کو کوئی ایسا زخم ہے کہ جس سے ہر وقت خون یا پیپ نکلتی رہتی ہے یا کسی کو نکیر کی ایسی تکلیف ہے کہ جو بند نہیں ہو رہی

اور لگاتار خون نکلتا رہتا ہے تو ایسا شخص معذور ہے اس لیے حکم یہ ہے کہ :-

① ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے، اس کا یہ وضو اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس نماز کا وقت رہے گا لیکن اس کی بیماری کی علت کے علاوہ اگر کوئی اور واقعہ سرزد ہو جائے جس سے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص کے زخم سے لگاتار خون نکلتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ معذور ہے اور اس نے عصر کی نماز کے لیے وضو کیا تو جب تک عصر کی نماز کا وقت ہے گا اس کا وضو قائم ہے گا لیکن اگر بس دوران اس نے پیشاب کیا یا اس کے پیٹ سے پیچھے کی طرف سے ہوا خارج ہوئی یا سوئی تھپنے سے اس کے ہاتھ سے خون بہہ نکلا تو ان حالتوں میں اس کا وضو ٹوٹ گیا۔

② فجر کی نماز کے لیے وضو کیا تو یہ وضو سورج نکلنے سے قبل تک سہے گا۔ سورج نکلنے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اس وضو سے نماز نہیں پڑھی جا سکتی البتہ سورج نکلنے کے بعد اگر وضو کیا تو اس سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے۔ ظہر کی نماز کے لیے نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن عصر کی نماز کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

③ اگر کوئی شخص کسی لگاتار خون اُگلنے والے زخم کی وجہ سے معذور ہے۔ اس نے وضو کیا اور کسی وجہ سے کوئی اور زخم پیدا ہو گیا جس سے خون بہہ نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اب نیا وضو کرنا پڑے گا۔

④ کسی شخص پر معذوری کا حکم اس وقت لگتا ہے جب کسی نماز کا پورا وقت اس حالت میں گزر جائے کہ اس کے وجود سے لگاتار نجاست نکلتی رہے اور اگر نماز کے وقت کے دوران تھوڑی دیر کے لیے مواد نکلتا بند ہو جائے اور وہ اس دوران تازہ وضو کر کے طہارت سے نماز ادا کر سکے تو اس کو معذور نہیں کہا جائے گا۔

⑤ اگر پورا ایک وقت اس طرح گزر گیا کہ مواد نکلتا رہا اور طہارت سے نماز پڑھنے کا اُسے موقع نہ ملا تو وہ معذور ہے اور وہ ہر وقت کے لیے نیا وضو کرے۔ ایسی صورت میں دوسری نماز کا وقت آجائے تو ہر وقت مواد کا نکلنے رہنا شرط نہیں ہے بلکہ وقت پھر نہیں ایک بار بھی مواد بہہ نکلے اور باقی سارے وقت بند رہے تو معذوری باقی رہے گی۔ لیکن اس کے بعد کسی نماز کا پورا وقت

اس طرح گزر جائے کہ اس میں مواد نہ بیہے تو معذوری ختم ہوگی۔ اب جتنی بار مواد نکلے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔

⑥ ظہر کی نماز کا کچھ وقت گزر گیا کہ زخم سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اب ظہر کی نماز کے آخر وقت تک انتظار کرے، اگر خون بند ہو جائے تو ٹھیک درنہ وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد عصر کی نماز کے پورے وقت میں خون بہتا رہا تو عصر کی نماز کا وقت گزرنے کے بعد معذوری کا حکم لاگو ہوگا۔ اور اگر عصر کی نماز کے وقت کے اندر ہی خون بند ہو گیا تو معذوری نہیں ہوگی۔ جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں وہ درست نہیں، انہیں پھر سے ادا کرے۔ ہاں سنت یا نفل نمازوں کی قضا واجب نہیں۔

⑦ کسی معذور شخص نے پیشاب کرنے کی وجہ سے وضو کیا، وضو کرتے وقت اس کا خون بند تھا اور وضو کرنے کے بعد خون نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر پیشاب پاخانہ وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ معذوری والا وضو کیا تو وضو کے بعد خون جاری ہونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

⑧ معذور کے زخم سے نکلنے والا خون اس کے کپڑے پر لگ جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس بات کا احتمال ہے کہ نماز ختم کرنے سے پہلے دوبارہ لگ جائے گا تو اس کا دھونا واجب نہیں اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ نماز کے دوران نہیں لگے گا اور نماز طہارت سے گزر جائے گی تو دھونا واجب ہے۔ اگر خون اتنی جگہ پر لگ جائے کہ روپیہ کے گھیرنے کی جگہ سے زیادہ ہو تو دھوتے بغیر نماز نہ ہوگی۔

مسائلِ غسل

غسل کا سنون طریقہ

دائیں ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئیں۔ پھر استنجا کریں چاہے استنجے کی جگہ پر نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو اُسے دھوئیں۔ پھر وضو کریں مگر پاؤں نہ دھوئیں۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر یا پکتے فرش پر نہایتیں تو پاؤں بھی دھولیں۔ اگر نہلانے کی جگہ کچی ہے اور پاؤں کچھڑے سے بھرتے ہیں تو غسل کے بعد پاؤں دھوئیں۔ کٹی کرتے وقت پورے منہ میں حلق تک اچھی طرح پانی پہنچائیں۔ ناک میں اس طرح پانی چڑھائیں کہ دونوں نتھنوں کے نرم حصے تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے۔ پھر تین مرتبہ دلہنے کندھے پر پانی ڈالیں، پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالیں، پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالیں اور پورے بدن پر سے اس خوبی سے پانی بہائیں کہ جسم کا ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہ جائے۔ پھر بدن کو تولیے وغیرہ سے خشک کر کے کپڑے پہن لیں۔

غسل کے فرائض

وضو کی طرح غسل میں کئی باتیں فرض ہیں، کئی سنت ہیں اور کئی مستحب ہیں غسل میں تین باتوں کا کرنا فرض ہے۔

① — کٹی کرنا، اس طرح کہ منہ کے ہر گوشے اور ہر مقام اور سونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ غسل میں کٹی اس طرح نہیں کرتے کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دے چاہے زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک پانی پہنچے یا نہ پہنچے۔ اس قسم کی کٹی سے غسل نہیں ہوتا نہ ہی جسم پاک ہوتا ہے۔ بلکہ کٹی اس طرح کی جائے کہ داڑھوں کے نیچے گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑوں یا درزوں میں اور زبان کی ہر کر دھ میں حلق کے کنارے تک ہر مقام میں پانی پہنچے۔ دانتوں کی جڑوں یا درزوں میں کوئی ایسی چیز جمی ہو جو پانی کو وہاں تک پہنچنے سے روک دے تو اس کا چھڑانا ضروری

ہے۔ اگر ایسی چیز کو چھڑانے میں ضرر ہو تو معافی ہے۔ جیسے دانتوں کی میل جڑوں میں جم کر پتھر کی طرح سخت ہو جاتی ہے اور اس کا چھڑانا مشکل اور ضرر رساں ہوتا ہے۔

② — ناک میں پانی ڈالنا: ناک میں اس طرح پانی ڈالنا فرض ہے کہ دونوں نکتھوں کے نرم حصے تک یعنی سخت ہڈی کے شروع تک پانی کو سونگھ کر اُوپر چڑھا کر ناک کے اندرونی حصہ کو دھولیا جائے۔ ناک کے اندر کی بال برابر جگہ بھی دھلنے سے خالی نہ رہے۔ ناک کے اندر بلغم جم گئی تو اس کا چھڑانا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ناک کے بالوں کا دھونا بھی ضروری ہے۔ ناک میں تھہ یا رنگ یا کوکا ہو تو سوراخ کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔ ناک کے ان سب زیورات کو بلا جلا کر سوراخ کے اندر پانی پہنچایا جائے۔

③ — تمام ظاہری بدن کو دھونا: سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر حصے اور ہر ونگٹے پر سے پانی بہانا فرض ہے۔ پانی ڈال کر جسم کو ملنا بھی چاہیے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

غسل کی سنتیں

غسل کی سنتیں یہ ہیں:-

- ① غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک تین مرتبہ دھونا۔
- ② استنجے کے مقام کو دھونا چاہیے اس پر سجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔
- ③ بدن پر لگی ہوئی سجاست کا دھونا۔ خواہ وہ کہیں بھی لگی ہو۔
- ④ نماز کی طرح کا وضو کرنا۔
- ⑤ بدن پر تیل کی طرح پانی ملنا۔ خصوصاً موسم سرما میں۔
- ⑥ تین مرتبہ دائیں مونڈھے پر پانی بہانا۔
- ⑦ پھر تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر پانی بہانا۔
- ⑧ پھر تین مرتبہ سر پر اور سارے بدن پر پانی بہانا۔
- ⑨ نہانے کی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھونا (اگر وضو کرتے وقت پاؤں نہیں دھوئے تھے)۔

- ⑩ نہاتے وقت قبلہ رُوند ہونا۔
- ⑪ تمام بدن پر ہاتھ پھیرنا اور بدن کو ملنا۔
- ⑫ ایسی جگہ پر نہانا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ عورتوں کو اس بارے میں زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔
- ⑬ غسل کے دوران خاموش رہنا اور ہر قسم کی دُعا مانگنے سے گریز کرنا۔
- ⑭ بیٹھ کر نہانا اور نہانے کے فوراً بعد کپڑے پہننا۔
- ⑮ غسل کے دوران وضو کی سنتوں اور مستحبات کا خیال رکھنا۔

غسل کے متفرق مسائل

- ① تنہائی کی صورت میں جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہونگے ہو کر نہالینا بھی درست ہے چاہے غسل خانہ کی چھت ہو یا نہ ہو۔ کھڑے ہو کر نہانا یا بیٹھ کر نہانا درست ہے، لیکن عورت کے لیے بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔
- ② ناف سے لے کر گھٹنے تک ایک عورت کا نہاتے وقت دوسری عورت کے سامنے ستر کھولنا گناہ ہے۔ اکثر عورتیں دوسری عورتوں کے سامنے بنگی ہو کر نہاتی ہیں یہ بہت بُری اور بے حیائی کی بات ہے۔
- ③ اگر سارے بدن پر پانی پھر جائے اور کھلی بھی کر لی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈال لیا جائے تو غسل ہو جائے گا چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔
- ④ برتے پانی میں مہیگ جانے سے یا پانی کے ذخیرے میں گر پڑنے سے سارا بدن پانی میں دھل جائے اور اس کے ساتھ کھلی کر لی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔
- ⑤ غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا یا پانی پر دم کرنا ٹھیک نہیں اس کے بغیر بھی انسان پاک ہو جاتا ہے بلکہ نہاتے وقت کلمہ شریف یا دُعا کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔
- ⑥ سارے بدن میں بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ غسل کے دوران ناک میں پانی ڈالنا یا کھلی کرنا مجھول جائے تو غسل نہیں ہوتا۔

④ غسل کر لینے کے بعد یاد آجائے کہ گلی کرنا رہ گیا یا ناک میں پانی ڈالنا رہ گیا تو اسے اب کر لینا چاہیے دوبارہ نئے سرے سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جگہ کوئی نظر آجائے تو اس پر پانی بہا کر دھویا جائے۔ فقط گیلہ ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں۔

⑤ کسی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا مضر ہو تو سر کو تھوڑا کر باقی بدن دھولیں۔ بعد میں بیماری کے ختم ہونے پر سر کو دھولیں۔ پھر سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

⑥ عورت کی پیشاب گاہ کے لبوں کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔ وہاں تک پانی نہ پہنچانے سے غسل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد کا ختنہ نہ ہو تو ذکر کے اوپر کی کھال کھولنے میں تکلیف نہ ہو تو اس کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر کھال کھولنے میں دقت ہو تو فرض نہیں۔

⑦ عورت کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے نہ ہوں تو تمام بالوں کو بھگو کر ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ ایک بال بھی سوکھا رہ گیا یا ایک بال کی جڑ میں بھی پانی نہیں پہنچا تو غسل نہ ہوگا۔ اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو تب بھی ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ البتہ بالوں کا بھگونا معاف ہے۔ ایک جڑ بھی سوکھی رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔ گندھے ہوئے بال کھولے بغیر اگر بالوں کی جڑوں میں پانی نہیں پہنچ سکتا تو بال کھول کر انہیں بھگونا اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔

⑧ نتھہ بالیوں اور انگوٹھی تھپتوں اور چوڑیوں کو خوب ہلا کر سوراخوں میں پانی پہنچایا جائے۔ اگر نتھہ بالیاں پہنی ہوئی نہ بھی ہوں تو پورے ارادے کے ساتھ سوراخوں میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ اگر انگوٹھی تھپے یا چوڑیاں ڈھیلے ہوں اور ہلاتے بغیر ان کے نیچے پانی پہنچتا ہے تو ان کا ہلانا واجب تو نہیں مگر مستحب ہے۔

⑨ کان اور ناف میں بھی خیال کر کے پانی پہنچانا چاہیے کہ اس کے بغیر غسل نہ ہوگا۔

⑩ سردیوں میں ہاتھ پیر اکثر پھٹ جاتے ہیں اور ان میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ اگر ان میں موم روغن یا کوئی دوا بھری ہوئی ہو تو اس کے اوپر سے پانی بہا لینا درست ہے۔

⑪ غسل کے دوران گلی تو نہیں کی مگر اچھی طرح منہ بھر پانی پی لیا اس طرح کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو غسل ہو گیا۔ گلی کرنا ضروری نہیں رہا۔ ہاں البتہ اگر اس طور پر پانی پیا کہ سارے منہ

میں پانی نہیں پہنچا تو پانی پینا کافی ہے۔ اب کلی کرنا ضروری ہے۔

۱۵) ناخنوں میں آٹا چھڑا کر پانی پہنچایا جائے۔ اس طرح پانی پہنچانے سے قبل کوئی نماز پڑھ لی ہے تو اس کا ٹوٹنا بھی ضروری ہے۔

۱۶) دانتوں کے درمیان کوئی چیز پھنسی ہونے کی وجہ سے پانی نہیں پہنچ سکتا تو خلال کر کے اسے نکال کر پانی پہنچانا فرض ہے۔ اس کے بغیر غسل نہ ہوگا۔

۱۷) ماتھے پر افشاں چنی ہوئی ہو یا بالوں میں آٹا گوند لگا ہوا ہے کہ بال نہیں بھیگ سکتے تو گوند چھڑانا اور افشاں کو دھو کر ہٹانا ضروری ہے۔ گوند کے نیچے تک پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہیں ہوگا۔

۱۸) بدن یا بالوں میں تیل لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے بدن پر پانی اچھی طرح سے نہیں ٹھہرتا بلکہ ڈھلک جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ سارے بدن اور سر پر پانی ڈال لینے سے غسل ہو جاتا ہے۔

۱۹) دکھتی آنکھوں کی گید سوکھ کر جم گئی اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو غسل نہ ہوگا۔ اسے چھڑا کر اس کے نیچے پانی بہانا لازمی ہے۔

۲۰) دانتوں کے اوپر کوئی چیز جمی یا چسکی ہوئی ہے تو اس کو چھڑانا ضروری ہے۔ چھڑا کر کلی کیے بغیر غسل نہ ہوگا۔

وجوہات جن سے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے

۱) منی کا اپنے مقام سے شہوت یا مستی کے ساتھ نکل کر شرمگاہ سے باہر نکل آنے پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اگر منی شہوت یا مستی کے ساتھ نہیں نکلی بلکہ بوجھ اٹھانے سے، بلندی سے گر پڑنے سے یا پاخانہ دیشاب کرتے وقت زور لگانے سے یا کسی بیماری کی وجہ سے شہوت کے بغیر نکلی تو ان صورتوں میں غسل کرنا فرض نہیں۔

نوٹ: حالت شہوت و مستی میں شرمگاہ سے پانی کی سی رنگت والی گاڑھی لیڈار جو رطوبت نکلتی ہے اور اس کے نکلنے سے نہ تو شہوت کم ہوتی ہے نہ جوش ٹھنڈا پڑتا ہے بلکہ خواہش مزید بڑھ جاتی ہے اسے ندی کہتے ہیں اس کے نکلنے سے وضو تو ٹوٹ جاتا ہے مگر غسل واجب

نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جب شہوت میں نہایت لذت کے ساتھ شرمگاہ سے ایک گاڑھی رطوبت اُچھل کر نکلتی ہے جس کے نکلنے پر خواہش و جوش ختم ہو جاتا ہے، اُسے منی کہتے ہیں۔ مرد کی منی کا رنگ دودھیا سفید ہوتا ہے جب کہ عورت کی منی کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ اُس کے اُچھل کر شہوت کے ساتھ نکلنے پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

② خواب میں احتلام ہونے پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ سوتے ہوئے خواب میں جماع کرنے یا جماع کی طرح اشتعال انگیزی سے منی کے شرمگاہ سے نکل گئے ہو، احتلام کہتے ہیں۔ سو کر اُٹھنے پر اگر بدن یا کپڑے پر تری معلوم ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے خواب یاد ہو یا نہ ہو۔ اگر لقین ہو کہ یہ منی یا مزی نہیں بلکہ پیشاب یا پسینہ ہے یا کچھ اور ہے تو غسل واجب نہیں چلے ہے۔ احتلام و انزال کی لذت کا خیال ہو بھی۔

③ اگر منی ہونے کا لقین نہیں مگر مزی کا شک ہے تو دو صورتیں ہیں یعنی اگر خواب میں احتلام کا ہونا یاد ہے تو غسل فرض ہے اور احتلام کا ہونا یاد نہیں تو غسل واجب نہیں۔

④ مرد اور عورت ایک ہی چار پائی پر سوتے اور جاگے تو بستر پر منی پانی گئی مگر ان میں سے ہر ایک احتلام کا انکار کرتا ہے تو دونوں پر غسل واجب ہے۔

⑤ حشفہ یعنی مرد کی شرمگاہ کا سبب عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے سے دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ چاہے شہوت و خواہش ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو سبب حال میں غسل فرض ہے ان میں سے اگر ایک بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو بالغ پر غسل فرض ہے مگر نابالغ پر غسل فرض نہیں۔ مگر اُسے غسل کا حکم دیا جاتے گا۔

⑥ حیض سے فارغ ہونے پر غسل فرض ہے۔ عورت کو سبب مہینے آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اُسے حیض کہتے ہیں، جب یہ خون آنا بند ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے۔

⑦ نفاس کے ختم ہونے پر غسل کرنا فرض ہے۔ سچے بخننے کے بعد عورت کو جو خون آتا رہتا ہے اُسے نفاس کہتے ہیں، اس کے بند ہونے پر بھی غسل واجب ہے۔

⑧ سوتے میں عورت لے مرد کے ساتھ جماع کرنے کا خواب دیکھا جس میں اُسے سزا بھی آیا مگر کچھ کھلنے پر دیکھا کہ منی نہیں نکلی تو غسل واجب نہیں۔ اگر منی نکلی تو غسل واجب ہے، اگر کپڑے

کو گسیلا پایا لیکن پتہ نہیں چلتا کہ منی ہے یا مذی ہے تو اس حالت میں غسل واجب ہے۔

⑨ تھوڑی سی منی نکل کر بند ہو گئی اور غسل کر لیا، غسل کرنے کے بعد پھر منی نکل آئی تو دوبارہ اس صورت میں نہانا واجب ہے جب یہ منی سونے سے قبل اور پشاب کرنے سے قبل اور چالیس قدم یا زیادہ چلنے سے قبل نکلے۔ اگر نہانے کے بعد عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلے تو اس کے اندر موجود تھی تو دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں جب کہ مرد کی منی ہونا پورے یقین سے معلوم ہو ورنہ غسل واجب ہوگا۔

⑩ جس پر نہانا واجب ہے اگر وہ نہانے سے پہلے کچھ کھانا پینا چاہے یا عورت سے مباشرت کرنا چاہے تو پہلے وضو کر لے یا ہاتھ منہ دھو کر گلی کر لے اس کے بعد کھائے پیے اگر ویسے ہی کھاپی لیا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی کا باعث بنتا ہے۔ اگر بغیر نہانے اور بغیر وضو کے عورت سے مباشرت کر لی تو کچھ گناہ نہیں۔

⑪ مرد سے کو نہلانے والے کو چاہیے کہ مرد نہلانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے اس کے لیے مستحب ہے۔

⑫ غیر مسلم کا مسلمان ہونے پر غسل کر لینا مستحب ہے۔

⑬ جس پر غسل واجب ہو چکا ہو اس پر مسجد میں جانا، قرآن مجید کو چھونا یا بغیر چھوٹے دیکھ کر زبانی پڑھنا حرام ہے، البتہ زبانی کلمہ پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا جائز ہے۔ ترجمے والے قرآن کو چھونا یا ایسے تعویذ کو چھونا جس پر کوئی آیت لکھی ہوئی ہو حرام ہے۔ تفسیر کی کتابوں کو وضو کے بغیر چھونا مکروہ ہے۔

⑭ قرآن مجید ظلاف میں ہو تو ظلاف پر ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ ایسے ہی اس رومال یا کپڑے سے پکڑنا جائز ہے جو نہ تو قرآن پر چڑھا ہوا ہو اور نہ جسم پر پہنا ہوا ہو۔ مگر کڑتے تمیغ کی آستین سے یا دوپٹے کے آسنچل سے یا جو چادر جسم پر لپیٹ رکھی ہو اس کے کونے سے قرآن کو چھونا حرام ہے۔

⑮ جس پر غسل واجب ہو اسے اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

⑯ قرآن کی کوئی آیت دعا کی نیت سے پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ جیسے کہ

۞ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞

- ۱۷) جس پر چند غسل واجب ہوں اگر وہ سب کی نیت کر کے ایک غسل کر لے تو سب ادا ہو گئے اور ان کا ثواب بھی ملے گا۔
- ۱۸) عورت پر غسل فرض تھا اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا تو چاہے لب نہالے چاہے حیض کے ختم ہونے پر نہالے۔
- ۱۹) جنب (جس پر غسل فرض ہو) کو پہلے سے کہ غسل کرنے میں دیر نہ کرے کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس گھر میں جنب ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اگر اتنی دیر ہو جائے کہ نماز کا آخر وقت آ گیا تو آبِ فوزا سہانا فرض ہو گیا۔ اب دیر لگانے پر گناہ ہوگا۔
- ۲۰) ماہِ رمضان میں اگر رات کو غسل کی حاجت ہو گئی تو بہتر یہی ہے کہ صبح صادق سے پہلے نہالے تاکہ روزے کا ہر لمحہ ناپاکی سے خالی ہو۔ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ پہلے غسل کرتا ہے تو سحری کا وقت نہیں رہتا اور وہ کھانا پینا چاہتا ہے تو ہاتھ منہ دھو کر غرغزہ کر لے اور ناک میں پانی چڑھالے اور پھر کھاپی کر روزہ رکھ لے اس کے بعد غسل کر لے۔

مسائل استنجا

پاخانہ و پیشاب کر لینے کے بعد اعضاء کو مٹی کے ڈھیلوں سے یا پانی سے صاف کرنے کو استنجا کرنا کہتے ہیں۔ اس کے مسائل یوں بیان کیے گئے ہیں۔

- ① جو نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے اس سے استنجا کرنا سنت ہے۔
- ② اگر نجاست ادھر ادھر بالکل نہ لگے اور صرف نکلنے کے سوراخ تک محدود رہے اور صرف پاک پتھر سے یا پاک مٹی کے ڈھیلے سے اس طرح پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو پانی سے دھوئے بغیر بھی جائز ہے مگر اس کا پانی سے دھونا بہتر ہے کہ نہ صفائی کے مزاج کے عین مطابق ہے البتہ اگر پانی نہ ملے یا ملے تو اتنا کم ہو کہ اس سے مشکل وضو ہو سکتا ہو تو مجبوری ہے۔

③ ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے صرف اس قدر خیال ضروری ہے کہ نجاست بدن پر ادھر ادھر نہ پھیلنے پائے اور بدن اچھی طرح صاف ہو جائے بعض فقہا نے ڈھیلے سے استنجا کرنے کی کیفیات بھی درج فرمائی ہیں لیکن ان کا منشا صرف صفائی و پاکیزگی کا حصول ہے۔ انہوں نے جس کیفیت کو بہتر جانا اُسے لکھ دیا۔

④ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر نجاست کا پھیلاؤ ہتھیلی کی گہرائی یعنی ایک روپیہ سے زیادہ ہو جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہو جاتا ہے دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی ہاں اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے استنجا کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن یہ بات سنت کے خلاف ہے۔

⑤ پانی سے استنجا کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھو لینے چاہئیں اور پھر تنہائی کی جگہ پر جا کر بدن کو ڈھیلے چھوڑ کے بیٹھیں اور پانی سے اتنا دھوئیں کہ دل گواہی دے دے کہ اب بدن پاک ہو گیا ہے۔ اگر مزاج خشکی قسم کا ہے تو تین دفعہ یا سات دفعہ دھوئیں اس سے زیادہ نہ دھوئیں۔

⑥ اگر تنہائی اور پردہ داری میسر نہ ہو تو پانی سے استنجا کرنے کی خاطر کسی کے سامنے بدن نمت کھولیں، نہ مرد کے سامنے اور نہ کسی عورت کے سامنے۔ ایسے میں پانی سے استنجانہ کرے کیونکہ کسی کے سامنے بدن کا کھولنا بہت بڑا گناہ ہے۔

⑦ استنجے سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اسی طرح وضو سے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا جائز تو ہے مگر نہ کرنا بہتر ہے۔

⑧ ٹہری، گوبر، لید وغیرہ اور کونکہ، کنکر، شیشہ، پتی اینٹ، کھانے کی چیز، کاغذ اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا بڑا ہے اور منع ہے۔ نہ کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی کرے تو بدن پاک ہو جائے گا۔

⑨ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بڑا ہے اور منع ہے۔

⑩ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبل کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ ہو نہ ہی سورج و چاند کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

⑪ جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے اس سے دوسو سے پیدا ہوتے ہیں۔

⑫ پیشاب پاخانہ کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولیں اس دوران کسی دینی مسئلہ پر غور مت کریں کہ یہ مکروہی کا باعث بنتا ہے۔ ننگے سر پیشاب پاخانہ کو نمت جائیں۔ بغیر ضرورت شرمگاہ کی طرف نہ دیکھیں اور نہ ہاتھ لگائیں، بدن سے نکلی ہوئی نجاست کو بھی مت دیکھیں، مادیر تک مت بیٹھیں کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔ اس دوران نہ تو تھوکیں اور نہ ہی ناک صاف کریں نہ بلا ضرورت ادھر ادھر دیکھیں نہ کھنکاریں نہ آسمان کی طرف دیکھیں بلکہ شرم کے ساتھ نظر ٹھیکے رکھیں۔ فراغت کے بعد پہلے پیشاب کی جگہ دھوئیں پھر پاخانے کی جگہ دھوئیں۔ اتنا اچھی طرح دھوئیں کہ نہ ہاتھ میں بواقی رہے اور نہ اس مقام پر چکنائی باقی رہے۔

⑬ دھولے کے بعد ہاتھ پاک ہو گئے مگر پھر بھی مٹی لگا کر ہاتھوں کو خوب مل کر دھونا مستحب ہے۔

⑭ پاخانہ و پیشاب کرنے جائیں تو کوئی ایسی چیز ساتھ نہ لے جائیں جس پر اللہ و رسول کا

نام لکھا ہوا ہو جیسا کہ عام طور پر انگوٹھیوں پر لکھتے ہیں۔ لیٹرین کے اندر بایاں پاؤں پہلے رکھیں اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالیں۔ اندر اُتارنے کا نام نہ لیں۔

⑮ چھوٹے سچے کو بھی پاخانہ پیشاب کرتے وقت اُس کا منہ قبلہ کی طرف نہ کرائیں اور نہ ہی اُس کی پیٹھ قبلہ کی طرف کریں۔

⑯ سوکر اُٹھنے پر اس وقت تک پانی میں ہاتھ مت ڈالیں جب تک گتے تک ہاتھ دھونہ لیں چاہے ہاتھ پاک ہوں یا ناپاک ہوں۔ پانی اگر چھوٹے برتن میں ہو جیسے لوٹا، جگ، گلاس وغیرہ تو اُسے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر دائیں ہاتھ پر ڈالیں اور تین مرتبہ دھوئیں۔ اس طرح جب دایاں ہاتھ دھل جائے تو برتن کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر بایاں ہاتھ تین مرتبہ دھوئیں۔ پانی اگر بڑے برتن میں ہو جسے اُٹھیلانہ جاسکے جیسے کہ بڑا ٹسکا وغیرہ تو چھوٹے برتن مثلاً گلاس جگ یا آبِ بخورے کے ذریعہ اس میں سے پانی نکال لیں اور اُس سے ہاتھ دھوئیں۔ اگر چھوٹا برتن موجود نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے چلو بنا کر پانی نکالیں اور اس سے پہلے دایاں ہاتھ دھوئیں۔ اس طرح کرتے وقت جتنا ممکن ہو سکے انگلیاں کم ڈالیں۔ جب دایاں ہاتھ دھل جائے تو پھر اُسے جتنا چاہے پانی میں ڈالیں اور اُس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئیں لیکن یاد رہے کہ یہ ترکیب اُس وقت قابل عمل ہے جب ہاتھ پاک ہوں اور اُن پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور اگر ہاتھوں پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو منگے میں ہاتھ مت ڈالیں بلکہ کسی اور ترکیب سے اس طرح پانی نکالیں کہ پانی نجس نہ ہونے پائے۔ مثلاً کسی پاک کپڑے کو پانی میں ڈال کے نکالیں اور اُس سے بہنے والے پانی کی دھار سے ہاتھ دھوئیں۔

وہ پانی جس سے وضو و غسل کرنا درست ہے

- ① بارش کے پانی، ندائی نالے، چشمے، تالاب، کنویں، دریا، سمندر، جھیل، کھاڑی، برف اور اولے کے پانی سے وضو و غسل کرنا جائز ہے چاہے میٹھا ہو چاہے کھاری ہو۔
- ② جن پانی میں کوئی چیز مل گئی یا پکائی گئی اور اس کا نام بدل گیا جیسے شربت، شیرہ، شوربہ، عرق، سرکہ وغیرہ تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔

③ جس پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی اور پانی کے مزے یا رنگ یا بو میں کچھ فرق آگیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ ہی پانی کے پتے ہونے میں کچھ فرق آیا جیسے بہتے سوتے پانی میں ریت یا مٹی مل جاتی ہے یا جیسے پانی میں زعفران پڑ گیا جس سے پانی میں بہت ہلکا سا رنگ آگیا یا جیسے پانی میں معمولی سا صابن مل گیا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز مل گئی تو ان صورتوں میں اس پانی سے وضو و غسل درست و جائز ہے۔

④ اگر پانی میں کوئی چیز ڈال کر پکالی گئی جس سے پانی کا رنگ و مزہ بدل گیا تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔

⑤ پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے پانی کا میل کھیل صاف ہو گیا اور پانی گاڑھا نہ ہوا جیسے مُردے کو نہلانے کے لیے پانی میں بیری کے پتے پکائے جاتے ہیں تو اس پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ ہاں البتہ اتنا زیادہ پکا یا گیا کہ پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔

⑥ کسی پھل یا درخت یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق یا گنے اور تر بوزے سے نکلے ہوئے رس پانی سے وضو و غسل درست نہیں۔

⑦ جس پانی میں رنگ گھلا دیا گیا ہو اس سے وضو و غسل درست نہیں۔

⑧ پانی میں دودھ مل جانے سے اگر پانی کا رنگ دودھ یا ہو گیا تو وضو و غسل جائز نہیں اور اگر پانی میں دودھ کا رنگ نہیں آیا تو اس سے وضو و غسل جائز ہے۔

⑨ کسی کنویں وغیرہ میں درختوں کے پتے گرتے رہے جس سے اس کے پانی کا رنگ و مزہ بدل گیا اور اس سے بدبو آئے گی لیکن اگر پانی اسی طرح پتلا رہا تو اس سے وضو کرنا درست ہے۔

⑩ جنگل یا دیرانے میں تھوڑا سا پانی مل جائے تو جب تک اس کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو اس سے وضو کرنا درست ہے۔ نجس اس کے نجس ہونے کے وہم پر وضو کرنا چھوڑا اور تمیم کر لیا تو یہ تمیم درست نہ ہوگا۔

⑪ جس پانی میں نجاست پڑ جاتے چاہے وہ سخاست کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اس پانی سے وضو و غسل کرنا درست نہیں۔

⑫ بیہتا ہوا پانی جو تنکوں وغیرہ کو بہا لے جائے اگر جتنا بھی آہستہ بہہ رہا ہو اس میں نجاست پڑ جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا بلکہ پاک ہی رہتا ہے جب تک کہ اس کے رنگ یا مزے یا بو میں تبدیلی نہ آجائے۔ اگر نجاست کی وجہ سے بہتے پانی کا رنگ یا مزہ بدل گیا اور اس میں سے بدبو آنے لگی تو وہ ناپاک ہے چاہے بہہ رہا ہو۔

⑬ وہ دردہ یعنی وہ حوض جو دس ہاتھ (پندرہ فٹ) لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور جس کی گہرائی اتنی ہو کہ اس میں سے چلو بھرنے سے نیچے کی زمین نہ کھلے، اس حوض یا اس کے برابر جھنڈ کے گڑھے اور تالاب کا پانی بہتے ہوئے پانی کی مثل ہے اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل نہ جائے۔ اگر ایسے حوض میں نجاست پڑ جائے اور وہ دکھائی نہ دے جیسے کہ پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو اس کا پانی پاک ہے اور اس کے چاروں طرف سے وضو کرنا جائز ہے۔ اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو دکھائی دیتی ہو جیسے کہ مردہ بلی یا کتا وغیرہ تو جدھر وہ نجاست پڑی ہے اس طرف سے وضو نہ کرے، اس کے سوا ہر طرف سے وضو کر لینا جائز و درست ہے۔

⑭ وہ دردہ حوض وہ حوض ہے جن کی لمبائی اور چوڑائی کا حاصل ضرب ۱۰۰ ہاتھ ہو چاہے ۱۰ x ۱۰ ہاتھ ہو یا ۵ x ۲۰ ہاتھ ہو یا ۲۵ x ۴ ہاتھ ہو۔

⑮ بارش برسی، پر نالہ بہہ، نکلا، اگر چھت پر نجاست پڑی ہوئی ہے جس نے آدھی یا آدھی سے زیادہ چھت کو ناپاک کر رکھا ہے تو پر نالے سے بہنے والا پانی ناپاک ہے۔ اگر چھت آدھی سے کم نجاست آلودہ ہے تو پر نالے سے بہنے والا پانی پاک ہے۔ اگر نجاست پر نالے کے پاس پڑی ہے اور پانی اس سے مل کر پر نالے سے بہہ رہا ہے وہ پانی ناپاک ہے۔ بارش ٹک جائے اور پر نالہ بہنا بند ہو جائے اور چھت پر مٹھرا ہوا پانی ٹپکنے لگے تو وہ ٹپکنے والا پانی ناپاک ہوگا۔

⑯ وہ دردہ حوض میں وضو کرتے وقت جس جگہ دھوون گرتا ہے وہاں سے پانی اٹھانا جائز ہے۔

⑰ کسی کافر یا کسی بچے کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ البتہ اگر

اس کے ہاتھوں میں نجاست لگی ہوئی ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۱۸) چھوٹے بچے کا کوئی اعتبار نہیں کہ اس کے ہاتھ نجاست سے آلودہ ہیں یا نہیں۔

اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کیا جائے۔

۱۹) مچھر، مکھی، بھڑکتلی، شہد کی مکھی، بچھو وغیرہ جس کا خون نہیں بہتا اگر پانی میں گر کر

مر جائے تو پانی نجس نہیں ہوتا۔

۲۰) مچھلی، مینڈک یا کیڑا وغیرہ جس کی پیدائش پانی میں ہوتی ہے اگر وہ پانی میں مر جائے

تو پانی ناپاک نہیں۔ خشکی اور پانی کے مینڈک دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ اگر خشکی کے کسی مینڈک میں

خون ہوتا ہو تو اس کے مرنے سے پانی یا جس چیز میں وہ مرا ہے ناپاک و نجس ہے۔ پانی کے مینڈک کے

پاؤں کی انگلیاں تھلی سے ملی ہوتی ہیں جب کہ خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

۲۱) جو چیز پانی میں رہتی ہو مگر اس کی پیدائش پانی سے باہر کی ہو جیسے بطخ، مرغابی، کچھو وغیرہ

پانی میں مر جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے۔ اگر پانی سے باہر مری اور پھر پانی میں گری تو بھی پانی ناپاک

ہو جاتا ہے۔

۲۲) پانی میں پیدا ہونے والا جانور مثلاً مچھلی، مینڈک وغیرہ پانی میں سر کر گل جائیں اور ریزہ

ریزہ ہو جائیں اور پانی میں مل جائیں تو پانی پاک ہے۔ اس سے وضو و غسل جائز ہے مگر اس کا پینا

اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں۔

۲۳) خنزیر کے علاوہ ہر مردار و حرام جانور کے بال، سینگ، ٹہری اور دانت پاک ہیں۔ اگر

پانی میں پڑ جائیں تو پانی نجس نہ ہوگا۔ البتہ ان اعضاء پر مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہوئی تو یہ چیزیں

نجس ہوں گی اور اس سے پانی بھی نجس ہو جائے گا۔

۲۴) آدمی کی ٹہری اور بال بھی پاک ہیں، ان کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا،

مگر ان کو برتنا اور کام میں لانا جائز نہیں ہے۔ انہیں عزت سے کہیں دفن کر دینا چاہیے۔

۲۵) دھوپ میں پڑا ہوا پانی گرم ہو جائے تو اس سے وضو و غسل نہ کیا جائے کہ اس سے

بڑھ کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ حکم شرع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ طب کے اعتبار سے ہے

اگر وضو و غسل کر لیا جائے تو گناہ نہیں ہے۔

(۳۶) مُردار جانوروں کی کھالوں کی دباغت کر لی جاسے تو یہ پاک ہیں۔ ان کی مشکلیں بنا کر ان میں پانی رکھنا جائز ہے لیکن خنثیری کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں البتہ انسان کی کھال سے کوئی کام لینا اور اُسے برتنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۳۷) کتا، بلی، بندر، شیر جن کی کھال دباغت کرنے سے پاک ہو جاتی ہے، انہیں لسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے اُن کی کھال پاک ہو جاتی ہے چاہے دباغت کی جائے یا نہ کی جائے مگر اُن کا گوشت پاک نہیں ہوتا۔ اس کا کھانا حرام ہے۔

(۳۸) جو پانی وضو یا غسل کرنے پر بدن سے گرتا ہے اُسے استعمال پانی کہتے ہیں وہ پاک تو ہے مگر اُس سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں ہے۔ وضو یا غسل کرتے وقت پانی کے قطرے لٹے یا گھڑے یا بافتی میں گرے، اگر اچھا پانی مقدار میں زیادہ ہے تو یہ وضو و غسل کے کام کا ہے ورنہ بیکار ہے۔

کنوئیں کے پانی کے مسائل

کسی قسم کی نجاست کے گرنے سے اگر کنواں ناپاک ہو جلتے تو اس کو پاک کرنے کے لیے

۱۔ کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا اگر کنوئیں میں

① کسی آدمی یا جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا کسی نخب سیال شے مثلاً شراب کا قطرہ یا ناپاک کپڑے یا لکڑی کا ٹکڑا یا کوئی اور نجاست گر جائے۔

② ان چوپائے جانوروں کا پیشاب و پاخانہ پڑ جائے جن کا گوشت کھانا حرام ہے یا مرغی یا بطخ کی بیٹ پڑ جائے۔

③ آدمی یا بکری یا کتا یا ان کے برابر یا ان سے بڑا کوئی جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے گر کر مر جائے۔

④ کچھ بچہ یا وہ بچہ جو مردہ پیدا ہوا ہو یا کوئی بچہ گر کر مر جائے چاہے مردہ بچے کو مرنے سے پہلے نہ ہلا دیا گیا ہو۔

⑤ مرغی، بلی، چوہا، تھسکی یا کوئی اور ایسا جانور جس میں بہتا ہوا خون پایا جائے گر کر مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے یا دو بلیاں گر جائیں۔

⑥ خنزیر گر جائے چاہے مر جائے چاہے نہ مرے یا خنزیر کی ہڈی گر جائے۔

⑦ کافر مردہ گر جائے چاہے گرنے سے قبل اسے کئی بد نہ ہلایا جا چکا ہو۔ کافر مردہ کی انگلی یا ناخن پانی سے لگ جائے۔

⑧ چھ عدد چوہے گر کر مر جائیں۔

⑨ کسی تھسکی یا چوہے کی دم کٹ کر جا پڑے چاہے پھولی پھٹی نہ بھی ہو۔

⑩ یعنی طور پر نخبس جوتی یا گیند گر پڑے۔

⑪ کوئی ایسا جانور جس کا ٹھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے گر پڑا۔ اس کا منہ پانی پر جا پڑا

⑫ زخمی چوہا گر پڑا یا سجاست بھرا چوہا گر پڑا چلے ہے زندہ رہا چاہے مر گیا۔
ان سب حالتوں میں کنویں کا سارا پانی نکالنا پڑے گا تب کنواں پاک ہوگا۔ اگر کنویں
میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا، جوں جوں پانی نکالتے جاتے ہیں اتنا ہی اس
میں بھرتا جاتا ہے اور پانی کی سطح ویسے کی ویسی رہتی ہے تو پانی کا اندازہ کر لیں کہ کتنا پانی ہے۔
چاہے کعب فٹ ناپ لیں چلے ہے کوئی اور طریقہ کر لیں اور جتنا اندازہ ہو اتنا پانی نکال لیں۔
اگر اندازہ کرنا ممکن نہ ہو تو تین سو ڈول پانی نکال لیں۔

⑬ کنویں میں مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے،
اور وہ ابھی پھولا پھٹا نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں
دو بارہ پڑھیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں ان کو دوبارہ دھوئے۔ اگر جانور پھول گیا ہے
یا کھٹ گیا ہے تو پہلے تین دن رات کی نمازیں دہراویں۔ البتہ جن لوگوں نے اس کنویں کا پانی استعمال
نہیں کیا وہ اس تکلف سے بری ہیں۔ بعض علماء کا فتوے ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم
ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے۔ اس سے پہلے کی نماز و وضو سب درست ہے۔ اگر کوئی
اس فتوے پر عمل کرتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔ ویسے امتیاط کی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲ کنویں میں سے چالیس سے تالیس ڈول تک نکالا جائیگا اگر کنویں میں

① کبوتر، تلی، مرغی گر کر مر جائے۔

② تین یا چار یا پانچ چوہے گر کر مر جائیں۔

③ چھوٹی ہوئی مرغی گری اور زندہ نکل آئی۔

۳ کنویں میں سے بیس سے تیس ڈول نکالا جائے گا اگر کنویں میں

① چوہا، چھوٹا بچڑیا، چھکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹے دموی جانور زمین میں

بہتا ہوا خون پایا جاتا ہے دموی جانور کہلاتے ہیں اگر گر کر مر گیا اور پھولا پھٹا نہیں۔

② دو چوہے گر کر مر جائیں۔

③ چوہا گرا اور اس کا منہ پانی پر لگا۔

۴ کنویں میں سے احتیاطاً مینر ٹول پانی نکالنا مستحب ہے جبکہ کنویں میں

① گلی یا جوتا یا گیند گر جائے مگر اس کا بخش ہونا یقینی نہ ہو۔

② خنزیر کے علاوہ جانور گر جائے۔ نہ وہ مرنے سے زندہ زخمی ہو اور نہ اس کا منہ پانی پر پڑے اور نہ وہ یقینی طور پر نجاست آلودہ ہو۔

③ وہ جانور گر جائے جس کا تھوٹا پاک ہے اور زخمی ہوئے بغیر زندہ نکل گئے۔

④ بے وضو اور جنب (جس پر غسل واجب ہو) بلا ضرورت اترے اور اس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔

۵ کنویں کے پانی کو ناپاک قرار نہ دیا جائے جب کنویں میں

① پانی کا جانور جو پیدا ہی پانی میں ہوتا ہے مرنے یا مرنے سے پہلے پھٹ جائے۔ ہاں اگر ٹھپٹ کر اس کے اجزاء پانی میں مل گئے تو اس کا پینا حرام ہے۔

② مچھر، مکھی وغیرہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا مر جائیں یا گر کر مر جائیں۔

③ گھڑا یا بالٹی یا ڈول یا ٹوٹا وغیرہ جو زمین پر رکھا جاتا ہے اگر کنویں میں گر پڑے یا اس میں ڈالا جائے اگر وہ نجاست سے پاک ہے تو کنویں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

④ مینگنیاں اور گوبر اور لید اگرچہ ناپاک ہیں مگر وہ خشک ہوں یا تر ہوں، ثابت ہوں یا ریزہ ریزہ ہوں کنویں میں گر جائیں تو بوجہ ضرورت اگر ان کی مقدار قلیل ہو تو معافی ہے اور اگر کثیر ہوں تو کنویں ناپاک قرار دیا جائے گا اور اس کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

⑤ اڑنے والے حلال پرندے کبوتر، چڑیا وغیرہ کی بیٹ یا ہنکاری پرندے شکرے باز وغیرہ کی بیٹ یا چوہے، چمگادڑ کا پیشاب کنویں میں گر جائے تو کنویں کے پانی کو ناپاک قرار نہ دیا

جائے گا۔

④ نخس غبار یا پیشاب کا سُئی کی نوک کے برابر قطرہ کنویں میں جا پڑے تو پانی کو ناپاک

قرار نہ دیا جائے گا۔

متفرق مسائل

① جس جانور کا جھوٹا پاک یا مکروہ ہے اور وہ کنویں میں گر گیا ہو اور ابھی پانی نہ نکالا گیا ہو کہ کسی نے اس کنویں کے پانی سے وضو یا غسل کر لیا تو وضو و غسل ہو گیا۔

② جس کنویں کا پانی نخس ہو گیا اس میں سے حکم کے مطابق پانی نکالا گیا تو اب وہ ڈول اور رستی اور کنویں کے کنکر و دیوار بھی پاک ہو گئے انہیں علیحدہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

③ جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے وہ چیز نکالی جائے پھر پانی نکالا جائے تو تب کنواں پاک ہو گا۔ اگر اس کے نکالے بغیر پانی نکالا تو جتنا بھی پانی نکال لو کنواں پاک نہ ہو گا۔ ہاں اگر گرنے والی چیز سٹرگل کر مٹی ہو گئی یا وہ چیز خود نخس نہ تھی بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے نخس ہو گئی تھی اور اب اس کا نکالنا ناممکن ہے تو فقط پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

④ جس کنویں کا ڈول معین ہے اسی ڈول سے پانی نکالیں گے اور اسی کا شمار ہو گا۔ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اسی سے پانی نکالا جائے گا۔ اگر کوئی خاص ڈول مقرر نہ ہو تو ایسا ڈول لیا جائے گا۔ جس میں تقریباً ساڑھے چار سیر پانی آجائے۔

⑤ جس کنویں کا پانی ناپاک ہو گیا اس کا ایک قطرہ بھی دوسرے پاک کنویں میں گر پڑے تو اسے بھی ناپاک کر دے گا۔ اگر ناپاک کنویں میں ڈالا گیا ڈول رسی یا گھڑا کسی پاک کنویں میں ڈالا تو وہ کنواں بھی ناپاک ہو گیا۔

⑥ آدمی کا جو بچہ دندہ پیدا ہو آدمی کے حکم میں ہے۔ بکری کا بچہ بکری کے حکم میں ہے۔ بکوتر سے چھوٹا جانور چوہے کے حکم میں ہے۔ اور جو جانور بکری سے چھوٹا ہو وہ بکری کے حکم میں ہے۔

⑦ کنویں سے جتنا پانی نکالنا ہے اس میں اختیار ہے کہ ایک ہی دفعہ نکال دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا کر کے وقفوں سے نکالا جائے دونوں صورتوں میں کنواں پاک ہو جائے گا۔ البتہ مقررہ

حد پوری کرنا ضروری ہے۔

⑧ مُرغی کا تازہ انڈہ جس پر ابھی رطوبت لگی ہوئی ہے اگر کنویں میں گر جائے تو کنویں کا پانی نجس نہ ہوگا۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کے مسائل

① آدمی کا جھوٹا پاک ہے چاہے وہ کسی مذہب و عقیدے سے تعلق رکھتا ہے یا بے دین و بد عقیدہ ہے، پاک ہے یا ناپاک ہے، حیض سے ہے یا نفاس سے ہے ہر حال میں اس کا جھوٹا پاک ہے۔ اسی طرح آدمی کا پسینہ بھی پاک ہے۔ البتہ آدمی کا جھوٹا اس صورت میں ناپاک ہے جب اس کے ہاتھ یا منہ میں کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہو جیسے کسی کا منہ خون آلود ہو یا شراب سے تر ہو۔

② گتے کا جھوٹا نجس ہے۔ اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اگر وہ چینی یا دھات کا بنا ہوا ہے یا مٹی کا بنا ہوا روغنی چکنا ہے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے لیکن بہتر ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھا بھی جائے۔ بصورت دیگر ہر بار دھو کر سکھایا جائے۔ اسی طرح اگر چینی کے برتن میں بال ہو یا دراڑ ہو تو تین مرتبہ اسے اس طرح دھویا جائے کہ ہر بار دھو کر سکھایا جائے ورنہ پاک نہ ہوگا۔

③ خنزیر یعنی سور کا جھوٹا نجس ہے۔ تمام درندوں مثلاً شیر، بھیریا، گید، بند وغیرہ کا جھوٹا نجس و ناپاک ہے۔

④ بلی کا جھوٹا پاک مگر مکروہ ہے۔ پاک پانی کے ہوتے ہوئے بلی کے جھوٹے پانی سے وضو نہ کیا جائے۔ البتہ اگر پانی نہ مل سکے تو بلی کے جھوٹے پانی سے وضو ہو سکتا ہے۔ بلی اگر دودھ یا سالن وغیرہ میں منہ ڈال دے تو مالدار آدمی کو چاہیے کہ نہ کھائے مگر مفلس وغریب آدمی کھا سکتا ہے اور یہ اس کے لیے مکروہ بھی نہیں ہے۔

⑤ بلی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو برتن ناپاک ہو گیا اور اگر زبان سے منہ چاٹ کر خون کا اثر ختم کر چکی اور پھر برتن میں منہ ڈالا تو برتن ناپاک نہ ہوا۔

⑥ شراب پی کر فوراً پانی پیا تو پانی و برتن دونوں نجس ہو گئے۔ اگر اس کی مونچھیں لمبی

آدمی و جانوروں کے جھوٹے کے مسائل

ہیں اور وہ شراب سے تر ہو گئیں تو جب تک انہیں دھو کر پاک نہ کر لے گا اس وقت تک وہ جو پانی پئے گا وہ ناپاک ہو جائے گا اور برتن بھی ناپاک ہو جائے گا۔

④ جو جھوٹا پانی پاک ہے اس سے وضو و غسل کرنا درست ہے مگر وہ پانی جسے جنب نے گلی کیے بغیر جھوٹا کیا ہے مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا درست و جائز نہیں ہے۔

⑧ پاک پانی کی موجودگی میں مکروہ پانی سے وضو و غسل کرنا مکروہ ہے مگر پاک پانی میں مکروہ پانی سے وضو و غسل کرنا درست ہے۔ اسی طرح مشکوک پانی سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں مگر پاک پانی کی غیر موجودگی کی صورت میں مشکوک پانی سے وضو و غسل بھی کیا جائے اور تمیم بھی ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

⑨ حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے چاہے وہ چوپایہ ہو یا پرندہ ہو۔ گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

⑩ کھلی پھرنے والی مُرعی جو غلاظت پر بھی مُنہ مارتی رہتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے مگر بند رہنے والی مُرعی کا جھوٹا پاک ہے۔

⑪ کئی گائیں ایسی ہوتی ہیں جو غلاظت کھانے کی عادی ہوتی ہیں ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اگر ایسی گائے نے مادہ تازہ نجاست کھائی اور فوراً پانی میں مُنہ ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو گیا۔ اسی طرح بیل بھینے یا بکرے نے مادہ کے پیشاب پر مُنہ مار کر پانی میں مُنہ ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو گیا۔

⑫ پانی میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا پاک ہے چاہے ان کی پیدائش پانی سے باہر کی ہی ہو۔

⑬ اڑنے والے شکاری پرندے مثلاً شکرے، باز، بہری وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے مگر پالتو شکاری پرندہ جس نے مُردار نہ کھایا ہو اور نہ ہی اس کی چوہنج نجاست اُٹوہ ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

⑭ کتے اور گھریں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، تھکلی وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔

۱۵) گدھے و خچر کا جھوٹا پاک تو ہے مگر مشکوک ہے۔ اگر پاک پانی میٹر نہ ہو سکے تو گدھے و خچر کے جھوٹے پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ وضو پہلے کرے یا تیمم درست ہے۔

۱۶) پاک پانی میں مشکوک پانی مل جائے تو اگر پاک پانی زیادہ ہے تو اس سے وضو ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

۱۷) مشکے کو اوپر سے گتھا چاٹ لے تو اس کا پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۸) مشکوک جھوٹے کا کھانا پینا منع ہے۔

۱۹) جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ و لعاب بھی ناپاک ہے اور جس کا جھوٹا پاک

ہے اس کا پسینہ و لعاب بھی پاک ہے اور جس کا جھوٹا مکروہ ہے اس کا پسینہ و لعاب بھی مکروہ ہے۔

۲۰) گدھے و خچر کے پسینے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا مگر دھو ڈالنا بہتر ہے۔

۲۱) چوہا اگر روٹی کتر کر کھالے تو اس جگہ سے تھوڑی سی روٹی علیحدہ کر لی جائے

اور بقایا روٹی پاک ہے۔

۲۲) پالتو بلی اگر آدمی کا ہاتھ وغیرہ چاٹ لے تو اس کو دھو ڈالنا چاہیے نہ دھونا

مکروہ اور بُرا ہے۔

۲۳) غیر محرم مرد و عورت کا جھوٹا ایک دوسرے کے لیے مکروہ ہے۔ معلوم نہ ہو تو

اور بات ہے۔

تیمم

فرمانِ رب تعالیٰ ہے کہ :-

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ
الغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ.

(پ المائدہ ۶۵)

ترجمہ: "اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کسی نے
پیشاب یا خانہ کیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان
صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو ایسے کہ مٹی
سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو"

احادیث مبارکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :-

① تین باتوں پر ہمیں دوسری امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی مثل کیا گیا ہے۔

۲۔ ہمارے لیے تمام زمین مسجد قرار دی گئی ہے۔

۳۔ پانی کی غیر موجودگی میں زمین کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کرنے والی چیز بنا دیا

گیا ہے۔ (مسلم)

② پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔ اور جب پانی مل
جائے تو اپنے بدن کو پہنچا دے یعنی وضو و غسل کر لے یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی سفر میں گئے تو نماز کا وقت ہو گیا مگر ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ مجبوراً پاک مٹی سے تیمم کر کے انہوں نے نماز ادا کر لی، پھر انہیں وقت کے اندر ہی پانی مل گیا۔ ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز دوبارہ ادا کر لی جب کہ دوسرے نے نماز نہ دہرائی۔ اس کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری دی تو اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والے سے فرمایا کہ تو سنت کو پہنچا اور تیری نماز ہو گئی اور وضو کر کے نماز دہرائیو اسے فرمایا کہ تجھے دو گنا ثواب ہے۔ (ابوداؤد)

تیمم کی ضرورت

جسے وضو یا غسل کرنے کی حاجت ہو مگر اسے پانی پر قدرت حاصل نہ ہو تو وہ وضو و غسل کی بجائے تیمم کرے۔ پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں یہ ہیں۔

① ایسی بیماری لاحق ہو جو وضو و غسل کرنے سے بڑھ جلتے یا اس کے بڑھ جانے کا قوی خدشہ ہو۔ یہ خدشہ اس کے اپنے سابقہ تجربے کی بنیاد پر ہو یا کسی ماہر طبیب یا ڈاکٹر کی رائے پر ہو۔ دونوں صورتوں میں تیمم کر لینا جائز ہے۔ البتہ کسی غیر مستند ڈاکٹر یا حکیم کی رائے کا اعتبار نہیں اور نہ ہی اپنے خیالِ محض کی بنا پر بیماری میں اضافے کے خوف سے تیمم کیا جائے۔ ایسا تیمم ناجائز ہوگا۔

② چاروں طرف ایک ایک میل شرعی فاصلے پر پانی نایاب ہو۔ ایک میل شرعی کا فاصلہ انگریزی میل سے ایک فرلانگ اور دس گز زیادہ ہے یعنی ۱۹۹۰ گز یا ۵۹۰ فٹ کا فاصلہ ایک شرعی میل کہلاتا ہے۔

③ اتنی زیادہ سردی ہو کہ غسل کرنے سے فرجانے کا قوی اندیشہ ہو اور سردی سے بچاؤ کا کوئی سامان بھی موجود نہ ہو یعنی نہ آگ ہو کہ تاپ لی جاتے اور نہ ہی کوئی کمبل یا لحاف ہو کہ غسل کے بعد اوڑھ لیا جائے۔

④ آدمی جنگل میں ہو اور وہاں پانی ایسی جگہ پر ہو جہاں کسی ڈول، رتھی یا برتن

کے بغیر پانی تک رسائی نہ ہو سکتی ہو مگر ڈول رسی یا برتن موجود نہ ہو۔

⑤ پانی کی تلاش میں دشمن یا درندے یا موذی جانور سے ایذا رسانی کا

خطرہ ہو۔

⑥ پانی تو ہو مگر اتنا کم کہ وضو یا غسل کیا جائے تو پیاسا رہنا پڑتا ہے اور پانی کا

دور دور تک نشان نہیں۔

⑦ پانی تو ہو مگر خریدنا پڑتا ہو اور اس کی قیمت قوت خرید سے بہت زیادہ باہر ہو۔

⑧ پانی کی تلاش میں ریل چھوٹ جانے کا خطرہ ہو یا سماعتیوں سے بچھڑ جانے

کا اندیشہ ہو۔

⑨ وضو کرنے سے عیدین کی نماز چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔

⑩ میت کے ولی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا نماز جنازہ میں شامل ہونے

سے رہ جانے کا اندیشہ ہو تو تتمیم کر لینا جائز ہے۔

تتمیم کے مسائل

① اگر کوئی آدمی جنگل میں ہے اور پانی کا آتہ پتہ معلوم نہیں اور نہ کوئی بتانے

والا آدمی موجود ہو تو اسے تتمیم کر لینا چاہیے۔ اور اگر اسے کوئی آدمی مل جائے جو اسے ایک

شرعی مسل کے اندر پانی کی موجودگی کا پتہ بتا دے تو اسے چاہیے کہ پانی ڈھونڈ کر وضو یا غسل

کے پانی ڈھونڈے بغیر تتمیم کر لینا جائز نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی آدمی نہیں ملا مگر اس کا

اپنا تجربہ اور گمان ایک شرعی مسل کے اندر پانی کی موجودگی کی خبر دیتا ہے تو اس کے لیے پانی

کی تلاش کرنا ضروری ہے۔ پانی کی تلاش کے بغیر تتمیم کرنا درست نہیں ہے بشرطیکہ پانی

ڈھونڈنے میں کوئی خوف و خطرہ نہ ہو۔ اگر کسی قسم کا خوف و خطرہ و تکلیف ہو تو پانی کی تلاش

ضروری نہیں ہے۔ ایسے میں تتمیم کر لینا درست ہے۔ اور اگر ایک شرعی مسل کے اندر پانی کی

موجودگی کا یقین ہے تو پانی حاصل کرنا واجب ہے چاہے پانی کے حصول میں اسے یا اس

کے سماعتیوں کو تکلیف یا حرج ہی کیوں نہ ہو۔

۲) پانی کی موجودگی ایک میل سے زیادہ دور ہو تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمم کر لینا درست ہے۔

۳) اگر کہیں سے اتنا تھوڑا پانی ملے کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں دھونے جاسکتے ہوں اور چوتھائی سر کا مسح کیا جاسکتا ہو تو تیمم کرنا درست نہیں بلکہ ان اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھو لیا جائے کہ اس سے وضو کے فرائض تو پورے ہو جاتے ہیں۔ وضو کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو پھر تیمم کر لیا جائے۔

۴) اگر پانی قریب ہے یعنی ایک شرعی میل سے کم فاصلے پر ہے تو تیمم کرنا ناجائز ہے۔ جا کر پانی لے آنا اور وضو و غسل کرنا واجب ہے بشرطیکہ اس جگہ جانے میں جان و مال و عزت و آبرو کا خوف نہ ہو۔ اور اگر خوف ہو تو پھر تیمم کر لینا درست ہے۔ البتہ مردوں سے شرم کی وجہ سے یا پردہ کی وجہ سے پانی لینے نہ جانا اور تیمم کر لینا درست نہیں۔ ایسا پردہ جس سے شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز و حرام ہے۔ برقعہ اوڑھ کر یا چادر لپیٹ کر پانی کے لیے جانا واجب ہے۔ البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کیا جائے اور نہ ہی لوگوں کے سامنے ہاتھ منہ کھولا جائے۔

۵) بیمار ہونے کی صورت میں اگر پانی کے استعمال سے نقصان ہوتا ہو تو تیمم کر لینا درست ہے۔ لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہو مگر گرم پانی سے نقصان نہ ہوتا ہو تو گرم پانی سے وضو و غسل کرنا واجب ہے۔ اگر گرم پانی نہ مل سکے تو تیمم کر لینا جائز ہے۔

۶) جتنے عرصے تک پانی سے وضو نہ کیا جاسکے اتنے عرصے تک برابر تیمم کرتے رہنا چاہیے چلے یہ عرصہ کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو کیونکہ جتنی پاکیزگی وضو و غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکیزگی تیمم سے ہوتی ہے۔

۷) کسی کے جسم کے آدھے حصے سے زیادہ حصے پر زخم ہو یا چھک و غیرہ نکلی ہوئی ہو تو نہ مانا واجب نہیں ہے۔ اسے تیمم کر لینا جائز ہے۔

۸) کسی جگہ پر تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد میں معلوم ہوا کہ پانی قریب ہی موجود تھا تو تیمم و نماز دونوں درست ہیں۔ نماز کا دہرا ضروری نہیں ہے۔

⑨ اگر دوران سفر کسی ہمسفر کے پاس پانی موجود ہو اور مانگنے پر بل جانے کا گمان ہو تو مانگ کر وضو کر لیا جائے بغیر مانگے تیمم کر لینا درست نہیں۔ اگر مانگنے پر پانی کے نہ ملنے کا گمان ہو تو پانی مانگے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد پانی مانگنے پر بل گیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

⑩ دوران سفر پانی پاس ہو مگر راستہ اتنا دشوار اور خراب ہو کہ کہیں پانی نہ ملتا ہو اور پیاس کے مارے تکلیف اور ہلاکت کا خوف ہو تو وضو نہ کریں بلکہ تیمم کر لیں۔

⑪ اگر منزم کا پانی پاس موجود ہو جس سے وضو و غسل کیا جاسکتا ہو تو تیمم درست نہیں بلکہ نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

⑫ اگر غسل کرنے سے نقصان ہوتا ہو اور وضو کرنے سے نقصان نہ ہوتا ہو تو غسل کے لیے تیمم کر لیں۔ اگر غسل کے تیمم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لیے وضو کریں۔ وضو کے لیے تیمم کرنا درست نہیں ہوگا۔ البتہ غسل کا تیمم کر لیا تو یہی تیمم وضو و غسل دونوں کے لیے کافی ہے۔

تیمم کرنے کا مستون طریقہ

تیمم کرنے کا مستون طریقہ یہ ہے کہ تیمم کی نیت سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر زمین پر یا مٹی پر یا کسی ایسی چیز پر کہ جس پر مٹی کی تہہ یا گرد و غبار کی تہہ پڑی ہوئی ہو، اپنے دونوں ہاتھ اس طرح ماریں کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، پھر ہاتھوں کو اس طرح جھاڑیں کہ ایک انگوٹھے کی جڑ دوسرے انگوٹھے کی جڑ سے مکرانے پھر دونوں ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیں۔ اس کے بعد دوبارہ دونوں ہاتھوں کو پہلے کی طرح مٹی یا گرد و غبار پر ماریں، ہاتھوں کو جھاڑیں اور پھر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لیں۔ انگلیوں میں بھی خلال کر لیں۔ کنگن چوڑیوں کے درمیان بھی اس طرح ملیں کہ بال برابر بھی کوئی جگہ رہ نہ جائے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔ انگوٹھی تھپتھپے پہنے ہوئے ہوں تو اتار لیں تاکہ کوئی جگہ تھوٹ نہ جائے۔ اس طرح منہ اور ہاتھوں پر مٹی سے آلودہ ہاتھوں کو پھیر لینے سے تیمم ہو جاتا ہے۔

تیمم میں تین فرائض ہیں :-

① — نیت کرنا۔

تیمم کی نیت کرنا فرض ہے۔ نیت کیے بغیر مٹی پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لینے سے تیمم نہیں ہوتا۔

② — سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا۔

سارے منہ پر اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ ذرہ برابر جگہ بھی باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

③ — دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

اس میں بھی یہی خیال رکھنا کہ ذرہ برابر جگہ بھی باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

تیمم کے دیگر متفرق مسائل

① زمین کے علاوہ جو چیز بھی مٹی کی قسم سے ہو اس پر تیمم درست ہے جیسے ریت، پتھر، گچ، سونا، ہڑتال، سُرمہ، گیر و وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے تیمم درست نہیں جیسے سونا، چاندی، رانگا، گندم، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ۔ ہاں اگر ان چیزوں پر مٹی یا گرد وغبار پڑا ہو تو ان پر بھی تیمم درست ہے۔

② جو چیز نہ تو آگ میں جلے اور نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے۔ اس پر تیمم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا گل جائے یا گھل جائے اس پر تیمم درست نہیں۔ البتہ راکھ پر تیمم درست نہیں ہے حالانکہ راکھ نہ تو جلتی ہے اور نہ ہی گھلتی ہے۔ اس کے برعکس چونے پر تیمم درست ہے حالانکہ چونا جل جاتا ہے۔ چونا چاہے پتھر کا ہو چاہے کنکر کا دونوں قسم کے چونے پر تیمم جائز ہے۔

③ تانبے کے برتن یا کپڑے کے ٹکے یا گدے پر تیمم درست نہیں ہے۔ اگر اس پر اس قدر گدہ ہے کہ ہاتھ مارنے پر اڑتی ہے اور ہاتھوں پر اچھی طرح لگتی ہے تو تیمم درست ہے۔ اور اگر ہاتھ مارنے پر معمولی سی گرد اٹھتی ہے اور ہاتھ اچھی طرح آلودہ نہیں ہوتے تو اس پر تیمم درست نہیں ہے۔

۴) مٹی کے بنے ہوئے کسی برتن پر تیمم درست ہے چاہے اس میں پانی بھرا ہوا ہو یا وہ خالی ہو۔ البتہ اگر اس پر روغن کیا ہوا ہے تو اس پر تیمم درست نہیں ہے۔

۵) پتھر یا پکی اینٹ پر تیمم درست ہے چاہے اس پر گرد ہو یا نہ ہو، چاہے وہ دھلی ہوئی حالت میں ہو اور ہاتھ پر گرد نہ لگے۔

۶) کچھڑے سے تیمم کرنا درست تو ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کچھڑے کے بغیر تیمم کے لیے کوئی چیز نہ مل سکے تو کچھڑے پر کچھڑ لگا کر اسے خشک کر لیں اور پھر اس سے تیمم کریں۔ البتہ اگر نماز کا وقت بگلا جا رہا ہو تو جس طرح ہو سکے ترسے خشک سے تیمم کر لیں اور نماز قضا نہ ہونے دیں۔

۷) اگر زمین پشیا ب وغیرہ کی نجاست سے آلودہ ہو جائے اور پھر سوکھ جائے اور بدبو بھی جاتی رہے تو وہ زمین پاک ہو جائے گی۔ اس پر نماز ادا کی جاسکتی ہے مگر اس پر تیمم کرنا درست نہیں بشرطیکہ اس بات کا علم ہو۔

۸) مجبوری کی حالت میں جس طرح وضو کی جگہ تیمم روا ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی تیمم روا ہے۔ وضو و غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا تیمم ایک ہی طرح کیا جاتا ہے حیض و نفاس سے پاک ہونے والی عورت بھی مجبوری کی حالت میں تیمم کر سکتی ہے۔

۹) نیت کے بغیر محض دکھاوے کے طور پر تیمم کرنے سے تیمم نہیں ہوتا۔ تیمم کرنے کے وقت صرف دل میں یہ ارادہ کر لیا جائے کہ پاک ہونے کے لیے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرنا ہے تو تیمم ہو جائے گا۔

۱۰) جو تیمم قرآن مجید کو پھونکنے کے لیے کیا جائے اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اگر نماز پڑھنے کے لیے تیمم کیا جائے تو اس سے قرآن مجید کو پھونانا درست ہے۔ ایک تیمم سے صرف ایک وقت کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ دوسرے وقت کی نماز کے لیے نئے سرے سے تیمم کیا جائے گا۔

۱۱) غسل اور وضو دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کافی ہے۔ دونوں کے لیے الگ الگ تیمم کرنے کی ضرورت نہیں۔

⑬ تیمم کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی مل جائے اور ابھی نماز کا وقت بھی ہو تو وضو کر کے نماز کا دُہرا نا واجب نہیں ہے۔ تیمم سے پڑھی ہوئی نماز درست ہو گئی۔

⑭ اگر پانی ایک شرعی میل کے اندر موجود ہو، مگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہے کہ پانی ملنے تک نماز قضا ہو جائے گی تو پھر بھی تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ پانی سے وضو کرنا ضروری ہے۔ نماز کا وقت نکل جائے تو قضا پڑھ لیں۔

⑮ پانی کی موجودگی میں قرآن مجید کو تھپونے کے لیے تیمم کرنا درست نہیں ہے۔

⑯ اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہو تو اول وقت میں نماز نہ پڑھیں اور پانی کے ملنے تک انتظار کر لیں لیکن یہ خیال رہے کہ نماز کا وقت مکروہ نہ ہو جائے۔ نماز کے وقت تک پانی کا انتظار کریں۔ پانی نماز کے وقت کے اندر نہ ملے تو تیمم کر لیں۔ اگر اول وقت میں ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو بھی درست ہے۔

⑰ دورانِ سفر پانی پاس موجود تھا لیکن مھبولا ہوا تھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد میں یاد آ گیا کہ پانی تو پاس موجود ہے تو اب نماز کا دُہرا نا واجب نہیں۔

⑱ جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان باتوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ پانی مل جانے پر بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ تیمم کر کے سفر ہو رہا ہو تو جب پانی کا فاصلہ ایک شرعی میل کے برابر رہ جائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

⑲ اگر وضو یا غسل کا تیمم کر لیا اور بعد میں اتنا پانی مل گیا کہ اس سے وضو یا غسل کے فرائض ادا ہو سکیں تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ پانی کم ہو تو البتہ تیمم باقی رہے گا۔

⑳ دورانِ سفر تیمم کیا اور راستے میں پانی موجود تھا مگر پانی کی خبر نہ ہو سکی تو تیمم نہیں ٹوٹا۔ اسی طرح اگر پانی بھی ہو، اس کی خبر بھی ہو مگر ریل کے چھوٹ جانے کے خوف سے پانی تک رسائی نہ ہو سکے تو تیمم نہیں ٹوٹے گا۔

㉑ بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تو جب بیماری ختم ہو جائے اور وضو و غسل کرنے سے نقصان نہ ہوتا ہو تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور وضو و غسل کرنا واجب ہوگا۔

㉒ پانی کی نایابی کی وجہ سے غسل کر لیا، پھر ایسی بیماری لاحق ہو گئی جس میں پانی سے

نقصان ہوتا ہے۔ اب پانی مل گیا تو وہ تیمم باقی نہ رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا۔ اب پھر سے تیمم کیا جائے گا۔

④ نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا لیکن تھوڑا سا بدن ابھی سوکھا رہ گیا تھا کہ پانی ختم ہو گیا تو غسل نہیں ہوا اس لیے تیمم کر لیا جائے اور جب کہیں پانی مل جائے تو سوکھی رہ جانے والی جگہ کو دھو لیا جائے۔ پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پانی ایسے وقت میں ملا کہ جب وضو بھی ٹوٹ چکا ہو اور پانی اتنا ہو کہ جس سے یا تو سوکھی جگہ دھوئی جاسکتی ہے یا وضو کیا جاسکتا ہے تو پہلے سوکھی جگہ کو دھو لیا جائے اور وضو کے لیے تیمم کیا جائے۔ اگر پانی اتنا ہے کہ اس سے وضو کے فرائض تو ادا ہو سکتے ہیں لیکن سوکھی جگہ اتنے پانی سے نہیں دھل سکتی تو وضو کر لیا جائے اور سوکھی جگہ کے واسطے غسل کا تیمم کر لیا جائے۔ اگر غسل کا تیمم پہلے کیا جا چکا ہو تو نئے تیمم کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی پہلا تیمم کافی ہوگا۔

⑤ اگر بدن اور کپڑے دونوں نجس ہوں اور وضو کی بھی ضرورت ہو مگر پانی کم ہو تو بدن اور کپڑے دھو لیے جائیں اور وضو کے لیے تیمم کیا جائے۔

موزوں پر مسح

بعض علاقوں میں اتنی شدید سردی پڑتی ہے کہ لوگ اپنے پیروں کو سردی سے بچانے کے لیے ان پر چمڑے سے بنے ہوئے موزے پہنتے ہیں۔ چونکہ وضو کرتے وقت پیروں کو دھونا فرض ہے اس لیے ہر وضو میں موزے اتار کر پاؤں کو دھونا نہایت تکلیف دہ امر ہے اس لیے شریعتِ مطہرہ میں اجازتِ عام دے دی گئی ہے کہ اگر پاؤں میں موزے پہنے ہوئے ہوں تو موزے اتار کر پاؤں دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کر لیا جائے۔ البتہ موزوں پر مسح کرنے کی بھی چند شرائط مقرر فرمادی گئی ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ :-

① امام احمد و ابو داؤد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو عرض کی کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مجھوں کو ایسا کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نہیں بھولا بلکہ تو بھولا ہے میرے رب نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے"

② دارقطنی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور تین رات اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات کے وقفے کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔

③ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو داؤد و ترمذی نے یہ روایت بھی کی ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موزوں کی پشت پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے"

④ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فرمان ابو داؤد نے یوں نقل فرمایا ہے :-
"اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو موزوں کے اوپر مسح کرنے کی نسبت موزوں کے تلووں پر مسح کرنا زیادہ مناسب ہوتا"

دیہ چاروں احادیث سنی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۲۷ سے نقل کی گئی ہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

- ① ایسا چھوٹا موزہ جس کے اندر ٹخنے نہ چھپ سکیں یا ٹخنے چھپے ہوئے نہ ہوں اس پر مسح کرنا درست نہیں۔
- ② پورا وضو کر لینے کے بعد چڑے کے موزے پہن لیے اور پھر وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کرنا درست ہے۔ اگر موزہ اتار کر پیروں کو دھویا جائے تو یہ بہتر عمل ہے بشرطیکہ موزے پر مسح کرنے کو جائز سمجھا جائے۔
- ③ اگر کسی نے وضو نہیں کیا اور موزے پہن لیے تو ان پر مسح کرنا درست نہیں اسی طرح اگر کسی نے وضو نہیں کیا صرف پیر دھوئے اور پھر موزے پہن لیے تو بھی موزوں پر مسح کرنا درست نہیں ہاں البتہ کسی نے پہلے پاؤں دھوئے، پھر موزے پہنے اور پھر باقی وضو مکمل کر لیا۔ اس کے بعد جب اس کا وضو ٹوٹا اور اس نے دوبارہ نیا وضو کرنا چاہا تو اب وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔
- ④ اگر پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور پھر مکمل وضو کرنا شروع کیا، ابھی وضو مکمل نہیں ہوا تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو اب جو دوبارہ وضو کیا جائے گا اس میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔
- ⑤ حالت سفر میں تین دن رات تک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ مگر حالت قیام میں ایک دن رات تک مسح کیا جا سکتا ہے تین دن رات یا ایک دن رات کا حساب اس وقت سے کیا جائے گا جس وقت وضو ٹوٹے گا۔ یہ حساب اس وقت سے شمار نہیں کیا جائے گا جس وقت کہ موزے پہنے گئے بمثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ آپ نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہن لیے اور سورج غروب ہونے کے وقت آپ کا وضو ٹوٹ گیا تو آپ کے لیے اگلے دن سورج غروب ہونے کے وقت تک مسح کرنا درست ہے۔ اگر آپ حالت سفر میں ہیں تو اگلے تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے۔ اگر سورج ڈوب گیا

تو اس کے بعد مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

- ⑥ جس شخص پر غسل فرض ہو جائے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔
 ⑦ مسح موزوں کے اوپر کی طرف کیا جائے تلوے کی طرف سے مسح کرنا درست نہیں ہے۔

- ⑧ موزے کے تلوے یا اٹری یا بخلوں پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔
 ⑨ موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی سے ترکی ہوئی دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں دائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم تین انگل کے برابر کھینچ لی جائیں۔ اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک کھینچی جائیں۔

⑩ موزے کے مسح میں دو فرض ہیں :-

۱. ہر موزے کا مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہو۔
 ۲. مسح موزے کے اوپر والے حصے پر کیا جائے۔

⑪ پوری تین انگلیوں کے پیٹے سے مسح کرنا، انگلیوں کو پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیوں کو کھلا رکھنا مسح میں سنت ہے۔

⑫ اگر ایک موزے کا مسح تین انگل کے برابر نہیں کیا بلکہ دو انگل کے برابر کیا اور دوسرے موزے کا مسح چار انگل کے برابر کیا تو مسح درست نہیں ہوا۔

⑬ انگلیوں کی پشت سے مسح کرنا، پنڈلی سے پیر کی انگلیوں کی طرف مسح کرنا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کرنا، یا اٹری ہوئی انگلیوں سے مسح کرنا یا ہتھیلی سے مسح کرنا ان سب صورتوں میں مسح ہو جاتا ہے مگر خلاف سنت ہے۔

⑭ ایک ہی انگلی سے تین بار اس طرح مسح کیا کہ ہر بار انگلی نئے پانی سے تر کر کے نئی جگہ پر پھیری تو مسح ہو گیا مگر خلاف سنت ہوا۔ اگر ایک ہی انگلی سے ایک ہی جگہ پر مسح کیا یا ہر بار انگلی کو نئے پانی سے تر نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں مسح نہیں ہوا۔

⑮ انگلیوں کی نوک سے اس طرح مسح کیا کہ پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا بلکہ

صرف انگلیوں کا سر موزے پر رکھا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو مسح نہیں ہوا۔ ہاں البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپکتا رہا اور تین انگلیوں کے برابر پانی موزے پر لگ گیا تو مسح ہو گیا۔

(۱۶) اگر کسی نے موزے پر مسح نہیں کیا لیکن بستے پانی سے یا گھاس وغیرہ کی شبنم سے موزہ تین انگلیوں کے برابر بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

(۱۷) جس بات سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۸) موزے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کا وضو ہے اور اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح ختم ہو گیا اس لیے اب پیر دھو ڈالے نئے سرے سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۹) اگر ایک موزہ اتار ڈالا تو دوسرا موزہ اتار کر دونوں پیروں کا دھونا واجب ہے۔

(۲۰) مسح کی مدت پوری ہونے پر بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مدت پوری ہونے کی وجہ سے مسح ختم ہوا اور وضو نہیں ٹوٹا تو موزے اتار کر صرف پیروں کو دھولیا جائے وضو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر وضو ٹوٹ گیا ہو اور مسح کی مدت بھی پوری ہو چکی ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کیا جائے۔

(۲۱) موزوں پر مسح کرنے کے بعد اگر پاؤں پانی میں پڑ جائے اور پانی موزے کے اندر چلا جائے اور سارا پاؤں یا پاؤں کا ادھاحقہ پانی سے بھیگ جائے تو مسح ختم ہو گیا۔ دوسرا موزہ بھی اتار دیا جائے اور پھر دونوں پاؤں دھو لیے جائیں۔

(۲۲) مسح کرتے وقت مسح کرنے کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے نہ ہی تین بار مسح کرنا سنت ہے بلکہ ایک بار ہی مسح کر لینا کافی ہے۔

(۲۳) مسح میں انگلیوں کا اثر ہونا ضروری ہے۔ ہاتھ دھونے کے بعد جو تری پانی جاتی ہے اس سے مسح کر لیا تو مسح ہو گیا۔ البتہ سر کے مسح کے بعد ابھی تک انگلیوں میں تری باقی ہے تو اس تری سے موزوں کا مسح جائز نہیں۔ نئے پانی سے تر کر کے مسح کیا جائے۔ اگر مسح کرتے وقت کچھ حقہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو جائے تو کچھ خرچ نہیں ہے۔

(۲۴) انگریزی ٹوٹ جن سے ٹخنے پھپھ جاتیں ان پر مسح درست ہے۔

تو اس کے بعد مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

- ⑥ جس شخص پر غسل فرض ہو جائے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔
- ⑦ مسح موزوں کے اوپر کی طرف کیا جائے تلوے کی طرف سے مسح کرنا درست نہیں ہے۔
- ⑧ موزے کے تلوے یا اٹری یا بغلوں پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔
- ⑨ موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی سے ترکی ہوئی دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں دائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم تین انگل کے برابر کھینچ لی جائیں۔ اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک کھینچی جائیں۔

⑩ موزے کے مسح میں دو فرض ہیں :-

۱۔ ہر موزے کا مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہو۔

۲۔ مسح موزے کے اوپر والے حصے پر کیا جائے۔

⑪ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا، انگلیوں کو پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیوں کو کھلا رکھنا مسح میں سنت ہے۔

⑫ اگر ایک موزے کا مسح تین انگل کے برابر نہیں کیا بلکہ دو انگل کے برابر کیا اور دوسرے موزے کا مسح چار انگل کے برابر کیا تو مسح درست نہیں ہوا۔

⑬ انگلیوں کی پشت سے مسح کرنا، پنڈلی سے پیر کی انگلیوں کی طرف مسح کرنا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کرنا، یا اٹری ہوئی انگلیوں سے مسح کرنا یا ہتھیلی سے مسح کرنا ان سب صورتوں میں مسح ہو جاتا ہے مگر خلاف سنت ہے۔

⑭ ایک ہی انگلی سے تین بار اس طرح مسح کیا کہ ہر بار انگلی نئے پانی سے تر کر کے نئی جگہ پر پھیری تو مسح ہو گیا مگر خلاف سنت ہوا۔ اگر ایک ہی انگلی سے ایک ہی جگہ پر مسح کیا یا ہر بار انگلی کو نئے پانی سے تر نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں مسح نہیں ہوا۔

⑮ انگلیوں کی نوک سے اس طرح مسح کیا کہ پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا بلکہ

صرف انگلیوں کا سر موزے پر رکھا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو مسح نہیں ہوا۔ ہاں البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپکتا رہا اور تین انگلیوں کے برابر پانی موزے پر لگ گیا تو مسح ہو گیا۔

①۶ اگر کسی نے موزے پر مسح نہیں کیا لیکن بستے پانی سے یا گھاس وغیرہ کی شبنم سے موزہ تین انگلیوں کے برابر بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

①۷ جس بات سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

①۸ موزے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کا وضو ہے اور اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح ختم ہو گیا اس لیے اب پیر دھو ڈالے نئے سرے سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

①۹ اگر ایک موزہ اتار ڈالا تو دوسرا موزہ اتار کر دونوں پیروں کا دھونا واجب ہے۔

②۰ مسح کی مدت پوری ہونے پر بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مدت پوری ہونے کی وجہ سے مسح ختم ہوا اور وضو نہیں ٹوٹا تو موزے اتار کر صرف پیروں کو دھولیا جائے وضو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر وضو ٹوٹ گیا ہو اور مسح کی مدت بھی پوری ہو چکی ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کیا جائے۔

②۱ موزوں پر مسح کرنے کے بعد اگر پاؤں پانی میں پڑ جائے اور پانی موزے کے اندر چلا جائے اور سارا پاؤں یا پاؤں کا آدھا حصہ پانی سے بھیگ جائے تو مسح ختم ہو گیا۔ دوسرا موزہ بھی اتار دیا جائے اور پھر دونوں پاؤں دھولے جائیں۔

②۲ مسح کرتے وقت مسح کرنے کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے نہ ہی تین بار مسح کرنا سنت ہے بلکہ ایک بار ہی مسح کر لینا کافی ہے۔

②۳ مسح میں انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے۔ ہاتھ دھونے کے بعد جو تری پانی جاتی ہے اس سے مسح کر لیا تو مسح ہو گیا۔ البتہ سر کے مسح کے بعد ابھی تک انگلیوں میں تری باقی ہے تو اس تری سے موزوں کا مسح جائز نہیں۔ نئے پانی سے تر کر کے مسح کیا جائے۔ اگر مسح کرتے وقت کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو جائے تو کچھ خرچ نہیں ہے۔

②۴ انگریزی بوٹ جن سے ٹخنے پھپ جاتیں ان پر مسح درست ہے۔

- (۲۵) عمامہ، بُرقع، نقاب، دستانے اور جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔
- (۲۶) موزہ پھٹ جائے اور چلتے وقت پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہو تو اس پر مسح کرنا درست نہیں ہے اور تین چھوٹی انگلیوں سے کم کھلتا ہے تو اس پر مسح کرنا درست ہے۔ البتہ ٹخنہ سے اوپر سے موزہ پھٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
- (۲۷) اگر دونوں موزے تین تین انگل سے کم پھٹے ہوئے ہوں اور دونوں کا مجموعہ تین انگل ہے یا اس سے زیادہ ہے تو تب بھی مسح کرنا درست ہے کیونکہ ہر ایک موزے کا پھٹنا تین انگل سے کم ہو تو مسح جائز ہے۔ موزے کی بسلانی کھل جائے تو بھی یہی حکم ہے۔
- (۲۸) موزہ پھٹ گیا یا رسیوں کھل گئی اور پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل کے برابر پاؤں ننگا نہیں ہوتا۔ مگر چلتے وقت تین انگل کے برابر پاؤں ننگا ہو جاتا ہو تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔
- (۲۹) موزہ ایسی جگہ سے پھٹا یا اس کی بسلانی کھل گئی اور وہاں سے پاؤں کی تین انگلیاں ظاہر ہو جائیں تو چھوٹی بڑی انگل کا اعتبار نہیں بلکہ ظاہر ہونے والی تین انگلیوں کا اعتبار ہے۔ اس لیے اس موزہ پر مسح کرنا درست نہیں۔
- (۳۰) موزہ چند مختلف جگہوں سے پھٹ گیا اور پھٹی ہوئی جگہوں کا مجموعہ تین انگل سے کم ہے تو اس موزہ پر مسح کرنا درست ہے اور مجموعہ تین انگل یا اس سے زیادہ ہے تو مسح کرنا درست نہیں۔
- (۳۱) موزہ ڈھیلا ہے اور چلتے وقت ایڑی موزے سے نکل آتی ہے تو مسح نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر موزہ اتارنے کی نیت سے ایڑی باہر نکل آئی تو مسح ٹوٹ گیا۔

نجاست کے مسائل

- ① نجاست دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک قسم کی پلیدی و ناپاکی زیادہ سخت ہے بھوڑی، سنی بھی لگ جائے تو اس کا دھونا لازمی ہے۔ اس قسم کی نجاست کو نجاستِ غلیظہ کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی ناپاکی زیادہ سخت نہیں بلکہ کچھ نرم اور ہلکی ہے اسے نجاستِ خفیفہ کہتے ہیں۔
- ② مندرجہ ذیل چیزیں نجاستِ غلیظہ میں سے ہیں :-

پاخانہ، پیشاب، بہتا ہوا خون، پیپ، منہ بھرتے، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی، دکھتی آنکھ یا ناف یا پستان سے درد کے ساتھ نکلنے والا پانی، شیر خوار بچے یا بچی کا پیشاب و پاخانہ، دودھ پیتے بچے کا اٹا ہوا منہ بھر دودھ، خشکی کے ہر جانور کا بہتا ہوا خون، مردار کا گوشت و چربی، حرام چوپائے مثلاً کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی وغیرہ کا پیشاب و پاخانہ، گھوڑے کی لید، خنزیر یعنی سور کا پیشاب و پاخانہ و گوشت و چربی و ہڈی و بال اور اس کی تمام چیزیں، خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو، ہر حلال چوپائے کا پاخانہ، جیسے گائے بھینس وغیرہ کا گوبر، بکری، بھیر، بہرن اور اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں، جو پرندہ اوستحانہ اڑے جیسے مرغی، بطخ وغیرہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کی بیٹ، چھپکلی یا گرگٹ کا خون، ہاتھی کی سونڈ کی رکھوت، شیر، چیتے گتے اور دوسرے درندوں کا لعاب، سانپ کا پیشاب و پاخانہ وغیرہ، وہ جنگلی سانپ و مینڈک جن میں بہتا ہوا خون پایا جاتا ہے، ان کا گوشت اور کھال چاہے پکائی گئی ہو، حرام جانوروں کا پتہ ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تازی اور سیندھی، حرام جانوروں کا دودھ۔ یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔

- ③ مندرجہ ذیل چیزیں نجاستِ خفیفہ ہیں :-

حلال گوشت والے جانوروں کا پیشاب، گھوڑے کا پیشاب، حرام پرندوں کی بیٹ چاہے وہ شکاری ہوں یا غیر شکاری ہوں۔ اور حلال جانور کا پتہ۔ یہ سب چیزیں نجاستِ خفیفہ میں سے ہیں۔

- ④ چوپالوں کی جگالی اُن کے پاخانہ کے حکم میں آتی ہے۔
- ⑤ اگر نجاستِ غلیظہ نجاستِ خفیفہ میں مل جائے تو سب نجاستِ غلیظہ ہو جاتی ہے چاہے مقدار میں کم ہی ہو۔
- ⑥ مچھلی اور پانی کے دوسرے جانوروں کا خُون، مچھر، بگھی اور کھٹمبل کا خُون، گدھے و خچر کا لعاب و پسینہ، اُوسچا اُڑنے والے حلال پرندوں کی بیٹ، وہ خُون جو زخم سے ابھی بہا نہ ہو یا تلی یا کلیجی میں رہ جانے والا خُون، ریشم کے کیڑے کی بیٹ اور اُس کا پانی، یہ ساری چیزیں پاک ہیں اور اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائیں تو بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔
- ⑦ عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلنے والی وہ رطوبت جس میں منی یا ندی یا خُون کی آمیزش نہ ہو، پاک ہے۔ اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو دھونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ اس کا دھونا بہتر ہے۔
- ⑧ گوشت و تلی و کلیجی اگر بہتے ہوئے خُون میں لیتھ جائیں تو ناپاک ہو جائیں گی اور دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔
- ⑨ نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کے لیے جو الگ الگ حکم ہیں وہ صرف اسی صورت میں ہیں کہ نجاستِ کپڑے یا بدن پر لگ جائے۔ نجاستِ خواہ غلیظہ ہو، خواہ خفیفہ ہو، اگر کسی پتلی سیال چیز مثلاً پانی یا سرکہ میں مل جائے تو وہ کُل چیز ناپاک ہو جائے گی چاہے گرنے والی نجاست کا صرف ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ ہی بہت سے پانی میں جا پڑے تو سارا ناپاک ہو جائے گا۔
- ⑩ نجاستِ غلیظہ بدن یا کپڑے پر ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اُس کا پاک کرنا فرض ہے۔ دھوئے بغیر نماز پڑھ لی جائے تو نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ اور جانتے بوجھتے نماز پڑھ لی جائے تو گناہ ہوتا ہے۔
- ⑪ درہم کے برابر یا کم یا زیادہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر نجاست گاڑھی ہو جیسے پاخانہ، لید یا گوبر وغیرہ تو وزن میں درہم کے برابر یا کم یا زیادہ ہو۔ ہمارے ہاں درہم کا وزن ساڑھے چار ماشے یا ۴.۳۶ گرام ہے۔ اور اگر نجاست پتلی سیال (بہر جانے والی ہو) جیسے پیشاب و شراب وغیرہ تو

ایک درہم سے مراد درہم کی لمبائی چوڑائی ہے۔ اور شریعت میں اس کی مقدار سمبھلی کی گہرائی کے برابر ہے یا ہمارے ہاں کئے روپیہ کے برابر ہے۔

⑫ اگر نجاستِ غلیظہ درہم کے برابر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو اس کا پاک کرنا واجب ہے۔ پاک کیے بغیر نماز پڑھی جائے تو اس نماز کا دُہرانا واجب ہے۔ اگر اس حالت میں جان بوجھ کر نماز پڑھ لی جائے تو گناہ ہوگا۔

⑬ اگر ایک درہم سے کم نجاستِ غلیظہ بدن یا کپڑے پر لگ گئی تو اس کا پاک کرنا سنت ہے۔ پاک کیے بغیر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے مگر سنت کے خلاف ہے۔ اس نماز کو دُہر لینا اچھا ہے۔

⑭ کپڑا یا بدن میں اگر نجاستِ خفیفہ لگ جائے تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ بدن یا کپڑے کے جس حصے میں نجاست لگی ہے اگر اس حصے کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اور اگر پورا چوتھائی ہو یا چوتھائی سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر قمیض کی آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ دامن میں لگی ہو تو چوتھائی دامن سے کم ہو۔ اگر دوپٹے میں لگی ہو تو چوتھائی دوپٹے سے کم ہو تو توبہ معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو چوتھائی ہاتھ سے کم ہو، ٹانگ میں لگی ہے تو چوتھائی ٹانگ سے کم ہو تو توبہ معاف ہے۔ اور اگر نجاستِ زدہ حصہ پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں۔ اس کا دھونا واجب ہے۔ دھوتے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

⑮ جس پانی میں نجاستِ غلیظہ پڑ جائے وہ پانی غلیظہ ہو جائے گا اور جس پانی میں نجاستِ خفیفہ پڑ جائے وہ پانی خفیفہ بن جائے گا۔

⑯ کپڑے میں نجس تیل لگ جائے اور سمبھلی کے گہراؤ یا ایک روپیہ سے کم ہے مگر ایک دو دن میں پھیل کر زیادہ ہو جائے تو جب تک روپیہ سے زیادہ نہ ہو جائے معاف ہے اور جب روپیہ سے بڑھ جائے تو معاف نہیں ہوگا، اس کا دھونا واجب ہے۔ بغیر دھونے نماز نہ ہوگی۔

⑰ اگر سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کی نہایت باریک پھینٹیں بدن یا کپڑے پر

پڑ جائیں اور وہ عام نظر میں دیکھنے پر نظر نہ آئیں تو بدن اور کپڑا پاک رہے گا۔ اس کا دھونا واجب نہیں لیکن دھولینا بہتر ہے۔ ایسا کپڑا اگر پانی میں جا پڑے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

(۱۸) کپڑے یا بدن پر چند مختلف جگہوں پر سجاستِ غلیظہ لگ جائے اور کسی ایک جگہ پر بھی درہم کے برابر نہیں مگر تمام سجاست آلودہ جگہوں کا مجموعہ درہم کے برابر ہو جائے تو سجاست کو درہم کے برابر سمجھا جائے گا۔ زیادہ ہو جائے تو زیادہ سمجھا جائے گا۔ کم ہے تو کم سمجھا جائے گا۔ اسی طرح سجاستِ خفیفہ میں بھی اُس کے مجموعے کو دیکھا جائے گا۔

(۱۹) ناپاک گیلے کپڑے میں پاک خشک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک کپڑے میں ناپاک کپڑا لپیٹا گیا تو اگر ناپاک کپڑے کی سجاست کا رنگ یا بو پاک کپڑے میں ظاہر ہو گئی تو یہ پاک کپڑا بھی ناپاک ہو گیا۔ اور اگر ناپاک کپڑے کی بخی تو پاک کپڑے میں پہنچی مگر اس کی سجاست کی رنگت اور بو نہیں پہنچی تو کپڑا ناپاک نہیں ہوا۔ البتہ اگر ناپاک کپڑے کی سجاست پیشاب یا شراب ہے تو اس کی بخی اگر پاک کپڑے میں آ گئی تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔

(۲۰) ناپاک سوکھے کپڑے کو پاک گیلے کپڑے میں لپیٹا۔ اگر گیلے پاک کپڑے کی بخی سے ناپاک کپڑا بھی آنا گیا ہو گیا کہ اس کی ناپاکی چھوٹ کر پاک گیلے کپڑے کو لگ گئی تو پاک کپڑا بھی ناپاک ہو گیا۔ اور اگر ناپاک کپڑا پاک گیلے کپڑے کی بخی سے گیا تو ہو گیا مگر اس کی ناپاکی چھوٹ کر پاک کپڑے کو نہیں لگی تو وہ ناپاک نہیں ہوا۔

(۲۱) پاخانے وغیرہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے یا بدن پر بیٹھ گئیں تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔
(۲۲) راستے کی کیچڑ پاک ہے جب تک کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو۔ ایسی کیچڑ بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو اس کے دھونے بغیر نماز پڑھی جاسکتی ہے مگر اس کا دھولینا بہتر ہے۔

(۲۳) سڑک یا زمین پر پانی کے چھڑکاؤ سے چھینٹیں اڑ کر کپڑوں پر پڑ جائیں تو کپڑے نجس نہیں ہوتے مگر ان کو دھولینا بہتر ہے۔

(۲۴) کتابدن یا کپڑے سے چھو جائے تو بدن و کپڑا ناپاک نہیں ہوتے چاہے کتے کا بدن گیا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کتا خود نجس نہیں ہے البتہ اگر کتے کے بدن پر سجاست لگی ہوئی ہو تو ناپاک کر دے گا۔ اسی طرح کتے کے منہ کا لعاب اگر بدن یا کپڑوں پر لگ جائے تو ناپاک کر دے گا۔

- (۲۵) پاک مٹی میں ناپاک پانی ملا یا تو مٹی ناپاک ہو گئی۔
- (۲۶) نذر کر بدبودار ہو جانے والا گوشت نجس نہیں مگر اس کا کھانا حرام ہے۔
- (۲۷) گوبر کے اُپلے یعنی گوہے اور لید وغیرہ نجس ہیں لیکن ان کی راکھ اور دھواں پاک ہے۔
- (۲۸) روٹی پکاتے ہوئے روٹی کو لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
- (۲۸) بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک حصے پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۲۹) گوبر سے لیسپ کی ہوئی زمین نجس ہے۔ اس سے تیمم کرنا درست نہیں ہے۔ نہ ہی اس پر کوئی پاک چیز بچھپائے بغیر نماز پڑھنی جائز ہے۔

(۳۰) گوبر سے لیسپ کی ہوئی زمین پر گھیلا کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو جاسکتی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کپڑا اتنا گھیلا نہ ہو کہ اس کے ساتھ زمین کی کچھ مٹی لگ جائے۔ اگر اتنا گھیلا ہو کہ لیسپ کی ہوئی زمین کی کچھ مٹی لگ گئی تو اس پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

(۳۱) پیر دھو کر نجس زمین پر چلنا پڑے تو اگر زمین پر پیر کا نشان بن جائے تو پیر ناپاک نہ ہو گا۔ اور اگر پیر اتنا گھیلا ہے کہ پیر کا پانی زمین پر گرے اور زمین کی سجاست نجس ہو گیا اور زمین کو بھی اتنا گھیلا کر گیا کہ زمین سے مٹی تھوٹ کر پیر کو لگ گئی یا وہی نجس پانی پیر کو لگ گیا تو پیر نجس ہو جائے گا۔

(۳۲) نجس بچھونے پر سوتے ہوئے پسینہ آجائے اور پسینہ سے بچھونے کا کپڑا گھیلا ہو جائے تو بدن اور کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ البتہ اگر پسینہ سے اتنی نمی پہنچ جائے کہ بچھونے سے کچھ سجاست تھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو بدن یا کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

(۳۳) جس کپڑے کی دو تہیں ہوں۔ اگر اس کی ایک تہہ نجس ہو اور دوسری تہہ پاک ہو تو اگر دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی ہوں تو اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی نہیں ہیں تو پاک تہہ کی طرف نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(۳۴) اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر وہ اتنا موٹا ہے کہ درمیان سے چیرا جاسکتا ہو تو اس کی پاک طرف پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگر اتنا پتلا ہو کہ درمیان سے نہیں چیرا جاسکتا تو اس پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

(۳۵) نجس پانی میں بھگے ہوئے کپڑے کو پاک کپڑے میں لپیٹ دیا اور بھگے ہوئے نجس کپڑے کی نئی تو پاک کپڑے میں گئی مگر اس کی نجاست کی بو و رنگ نہیں آیا تو اس کو نچوڑ کر دیکھا جلتے کہ اگر نچوڑنے پر ایک آدھ قطرہ پانی ٹپک پڑا یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیک گیا تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر نچوڑنے پر نہ تو کوئی قطرہ ٹپکا اور نہ ہی ہاتھ بھگے تو وہ کپڑا ناپاک نہیں ہوا۔ ہاں البتہ پاک کپڑے کو اس کپڑے میں پٹیا جاتے جو پیشاب یا شراب کی نجاست سے گھلا ہوا ہے تو پاک کپڑے میں ذرہ بھر بھی نئی آگئی تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔

نجس چیزوں کو پاک کرنے کے مسائل

جو چیزیں بذاتِ خود نجس ہیں جیسے پیشاب، گوبر، لید، شراب وغیرہ تو جب تک یہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں گی، نجس ہی رہیں گی۔ مگر جب یہ کسی وجہ سے اپنی اصلی حالت کو چھوڑ کر کسی اور حالت میں تبدیل ہو جائیں تو پاک ہو جائیں گی۔ مثلاً شراب جو خود نجس فلیظ ہے، جب تک شراب رہے گی نجس ہی رہے گی لیکن اس میں نمک ڈال کر اس کو بسرکہ میں تبدیل کر دیا جائے تو اب یہ شراب نہیں رہی بسرکہ ہو گئی جو پاک ہے۔

اور جو چیزیں بذاتِ خود تو نجس نہ ہوں لیکن کسی نجاست کے لگنے سے نجس ہو گئی ہوں تو ان کو پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً :-

(۱) پانی اور پانی کی طرح تیلی اور سیال (مہنے والی) پاکیزہ چیز سے نجس چیز کو دھو کر پاک کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً بسرکہ و عرقِ گلاب سے بھی کسی نجس چیز کو دھو کر پاک کیا جاسکتا ہے مگر بغیر ضرورت کے ان چیزوں سے نجس چیز کو دھونا مناسب نہیں کہ یہ فضول خرچی ہے۔ چکنائی والی سیال شے مثلاً گھی، تیل، دودھ، لسی وغیرہ سے دھونا ناجائز ہے اس سے نجاست پاک نہیں ہوتی۔

(۲) نجاست اگر ذل دار ہے جیسے کہ پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ تو اتنا دھویا جائے کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا ہے۔ چاہے اس کے لیے جتنی مرتبہ بھی دھونا پڑے جب نجاست چھوٹ جائے گی تو کپڑا یا بدن پاک ہو جائے گا۔ البتہ اگر پہلی مرتبہ دھونے پر ہی نجاست چھوٹ جائے تو دوسری مرتبہ دھولیں اور اگر نجاست دو مرتبہ دھونے پر ختم ہو جائے تو ایک مرتبہ اول دھولیں، غرضیکہ تین بار دھولیں۔

یہ مستحب ہے۔

③ اگر نجاست اس قسم کی ہے کہ کئی دفعہ دھونے پر نجاست تو اتر گئی مگر اُس کی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تو بدبو و رنگ کا دور کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر بار بار دھونے پر بھی بدبو اور رنگ باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔ صابن لگا کر بدبو و دھبہ چھڑانا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر صابن لگا کر بدبو و دھبہ چھڑالیا جائے تو یہ بہتر ہے۔

④ نجاست اگر دل دار نہیں بلکہ پیشاب کی طرح پتلی ہے تو تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر بار اچھی طرح پھوڑا جائے۔ تیسری مرتبہ اپنی پوری طاقت سے پھوڑا جائے، اس طرح کہ اُس میں سے ایک قطرہ بھی نہ نکلے تب کپڑا پاک ہوگا۔ اگر پوری طاقت سے نہ پھوڑا تو پاک نہ ہوگا۔

⑤ پہلی اور دوسری مرتبہ پھوڑنے کے بعد ہاتھ بھی دھولے جائیں اور تیسری مرتبہ پھوڑنے پر کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی پاک ہو گیا۔ اگر تیسری مرتبہ دھو کر پھوڑنے کے بعد کپڑے میں اتنی شری رہ گئی کہ پھوڑنے پر ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑا تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیا اور ہاتھ کی ہنئی سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا۔

⑥ دودھ پیتے بچے یا بچی کا پیشاب نجس ہے۔ بدن یا کپڑے میں لگ جائے تو تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ پھوڑنا ضروری ہے۔

⑦ اگر نجاست ایسی چیز میں لگ جائے جسے پھوڑا نہیں جاسکتا، مثلاً تخت، چٹائی، جوتا، بوتل، زیور، مٹی یا چینی کے برتن وغیرہ تو اُسے دھو کر پھوڑ دیا جائے۔ جب اس میں سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو دوبارہ دھو کر پھوڑ دیا جائے اور پھر جب اس میں سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار دھو کر پھوڑ دیا جائے۔ جب تیسری بار پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو وہ چیز پاک ہو گئی۔ اُسے ہر مرتبہ دھو کر سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح جو کچھ بہت نازک ہونے کی وجہ سے پھوڑا نہ جاسکتا ہو، اُسے بھی اسی طرح پاک کیا جائے گا۔

⑧ جس چیز میں نجاست جذب نہیں ہوتی جیسے کہ چینی کا برتن، مٹی کا پرانا استعمال شدہ چکنا برتن، لوہے، تانبے یا پتیل جیسی دھاتوں کی بنی ہوئی چیزیں وغیرہ میں سے کوئی چیز ناپاک ہو جائے تو وہ صرف تین مرتبہ دھولینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اُس کے لیے اس بات کی ضرورت

نہیں ہے کہ اُسے ہر مرتبہ دھو کر رکھ دیا جائے تاکہ اُس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ اسی طرح بدن کو پاک کرنے کے لیے صرف تین بار دھولینا ہی کافی ہے۔

⑨ مسند نمبر ۷ اور مسئلہ نمبر ۸ میں یہ ضروری نہیں کہ نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے ایک ہی وقت میں اُسے تین مرتبہ دھویا جائے بلکہ اگر مختلف اوقات یا مختلف دنوں میں بھی دھونے کی تعداد پوری تین ہو جائے تو تب بھی وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

⑩ لوہے اور ہر قسم کی دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی چیزیں مثلاً چھری و چاقو وغیرہ ہونے چاندی کے زیورات، تانبے، گھٹ، شیشے اور چینی کی بنی ہوئی چیزیں اور آئینہ وغیرہ اگر نجس ہو جائیں تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے، رگڑ ڈالنے یا مٹی سے مانجھ دینے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن اگر ان میں نقش و نگار کھدے ہوئے ہوں یا زنگ آلود ہوں تو وہ تین مرتبہ دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔

⑪ گیلی مٹی کپڑے میں لگ کر خشک ہو گئی تو فقط مل کر تھپا ڈالنے اور صاف کر دینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا چاہے ملنے کے بعد کپڑے پر مٹی کا کچھ اثر باقی رہ بھی جائے البتہ اگر مٹی خشک نہیں ہوئی تو دھوئے بغیر کپڑا پاک نہ ہوگا۔

⑫ جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر ذل دار نجاست لگ کر سوکھ جائے جیسے پاخانہ، گوبر، خون یا مٹی وغیرہ تو فقط کھرچ ڈالنے یا زمین پر اچھوٹی طرح سے رگڑ کر نجاست پھڑا لینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

⑬ چمڑے کے موزے یا جوتے میں اگر پیشاب یا شراب جیسی نجاست لگ جائے تو اُسے دھو کر پاک کیا جائے گا۔

⑭ کپڑا اور بدن فقط دھونے ہی سے پاک ہوتا ہے۔ نجاست چاہے دل دار ہو یا نہ ہو۔

⑮ نجاست زمین پر پڑ کر اس طرح سوکھ گئی کہ نہ تو اُس کا دھبہ و نشان باقی رہا اور نہ ہی اُس کی بدبو باقی رہی تو زمین پاک ہو گئی۔ اُس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے مگر اُس پر تمیم نہیں ہو سکتا۔ جو ایٹھیں یا پتھر زمین پر پونچھے، گارے یا سیمنٹ سے جمادینے گئے ہوں اور وہ اکھاڑے بغیر زمین سے جدا نہ ہو سکیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان و بو نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

- ۱۷) جو اینٹیں یا پتھر زمین پر ایسے ہی بچھا دیئے گئے ہوں اور انہیں چونے یا گارے یا سینٹ سے نہ چٹنا گیا ہو وہ سو کھنے سے ہرگز پاک نہ ہوں گے، انہیں دھونا پڑے گا۔
- ۱۸) زمین میں جچی ہوئی گھاس پر کی سجاست بھی اگر سوکھ جائے اور اُس کی بو و نشان مٹ جائے تو گھاس پاک ہو جاتی ہے مگر کٹی ہوئی گھاس دھونے بغیر پاک نہیں ہوگی۔
- ۱۹) نجس چاقو، چھری یا مٹی و تانبے وغیرہ کے برتن کو اگر دیکھتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے تو بھی پاک ہو جاتا ہے۔

۱۹) بدن یا کپڑے میں منی لگ کر سوکھ گئی تو کھڑچ کر خوب مل ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔ اگر منی ابھی سوکھی نہ ہو تو صرف دھونے ہی سے پاک ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہیں کیا تھا اور پیشاب کے بعد منی نکلی ہو تو اگر وہ سوکھ بھی جائے تو کھڑچ ڈالنے سے پاکی حاصل نہ ہوگی بلکہ اُسے دھو کر پاک کیا جائے گا۔

۲۰) کوہ برتن اگر نجس ہو جائے اور برتن سجاست کو اپنے اندر جذب کر لے تو وہ صرف دھولینے سے پاک نہ ہوگا۔ اُسے پانی سے بھر کر رکھ لیا جائے اور جب سجاست کا اثر پانی میں آ جائے تو پانی کو اندل دیا جائے۔ اسی طرح بار بار کیا جائے حتیٰ کہ سجاست کا نام و نشان مٹ جائے نہ رنگ باقی رہے اور نہ بدبو باقی رہے تو تب پاک ہوگا۔

۲۱) کپڑے نے نجس مٹی سے برتن بنا ڈالے تو جب تک وہ کچے رہیں گے نجس ہوں گے اور جب آگ میں ڈال کر پکا دیئے جائیں تو پاک ہو جائیں گے۔

۲۲) شہد، شہیرہ، گھی یا تیل اگر ناپاک ہو جائے تو اُس کے برابر یا اُس سے زیادہ اُس میں پانی ڈال کر آگ میں پکائیں۔ جب پانی جل جائے تو دوبارہ پانی ڈال کر آگ پر پکائیں۔ اس طرح تین مرتبہ پانی ڈال کر پکالے سے پاک ہو جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اُس کے برابر پانی ڈال کر خوب ہلایا جائے اور پھر رکھ دیا جائے۔ جب گھی یا تیل پانی کے اوپر آ جائے تو اُسے ہتھار لیا جائے۔ اس طرح تین مرتبہ پانی میں ہل کر ہتھارنے سے پاک ہو جائے گا۔

۲۳) نجس رنگ میں کپڑا رنگا گیا تو اُسے اتنا دھوئے کہ پانی صاف آنے لگے چاہے

کپڑے سے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے پاک ہو جائے گا۔ البتہ تین دفعہ دھونا بہتر ہے چاہے پہلی بار دھونے پر ہی پانی صاف آنے لگے۔

(۲۴) کسی کے ہاتھ پر کوئی نجس چیز لگ گئی اور اس نے زبان سے تین مرتبہ چاٹ لیا تو پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے۔ اسی طرح چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا پھر بچے نے تین مرتبہ چوس لیا تو چھاتی پاک ہو گئی۔

(۲۵) نجس مہندی ہاتھوں یا پیروں میں لگائی تو تین مرتبہ اچھی طرح دھوئیں حتیٰ کہ پانی صاف کرنے لگے۔ ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے۔ مہندی کا رنگ چھڑانا ضروری نہیں ہے۔

(۲۶) نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں لیکن اگر وہ پھیل کر آنکھ کے باہر آجائے تو اس جگہ کا دھونا واجب ہے جو آنکھ کے باہر ہو۔

(۲۷) نجس تیل اگر سر میں یا بدن میں لگایا تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے صابن وغیرہ لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے۔

(۲۸) کتے نے آٹے میں مُنہ ڈال دیا یا بندرنے بھوٹا کر دیا تو اگر آٹا گندھا ہوا ہے تو جہاں مُنہ ڈالا اتنا آٹا نکال دیا جائے باقی آٹا پاک ہے۔ اور اگر آٹا خشک ہے تو جہاں جہاں اس کے مُنہ کا لعاب لگا ہوا ہے اس آٹے کو نکال دیا جائے، باقی آٹا پاک ہے۔

(۲۹) پیچھے سے ہوا خارج ہو تو کپڑا اس سے ناپاک نہیں ہوتا، چاہے گیلا ہی کیوں

نہ ہو۔

مسائل حیض

حیض کا بیان

بالغ عورت کے آگے کی راہ سے ہر ماہ عادت کے طور پر چند دن کے لیے جو خون نکلتا ہے، اُسے حیض کہتے ہیں۔ اور جو خون بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے، اُسے استحاضہ کہتے ہیں اور جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلتا ہے اُسے نفاس کہتے ہیں۔ خون کی ان تینوں قسموں کے لیے علیحدہ علیحدہ قوانین شریعت میں مقرر ہیں جو اس طرح ہیں:-

① حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور تین راتیں ہیں یعنی پورے ۲، گھنٹے۔ اگر ایک منٹ بھی کم ہو تو حیض نہیں، استحاضہ ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔

② طلوع سورج کی کرن چھوٹتے ہی خون آنا شروع ہوا اور تین دن اور تین راتیں پوری ہو کر طلوع سورج کی کرن چھوٹتے ہی خون بند ہو گیا تو یہ حیض ہے چاہے ۲، گھنٹے پورے ہوتے یا نہیں ہوتے کہ طلوع سے طلوع تک یا غروب سے غروب تک پورا ایک دن رات ہے۔

③ طلوع وغروب کے علاوہ کسی اور وقت میں خون آنا شروع ہو تو پورے ۲۳ گھنٹے کا ایک دن رات لیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر دس بجے صبح خون آنا شروع ہوا تو اگلے روز صبح دس بجے ایک دن رات پورا ہوگا۔

④ دس دن رات سے ذرہ زیادہ عرصہ تک خون آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر تو یہ خون اُسے پہلی مرتبہ آیا ہے تو دس دن رات تک کا خون حیض ہے اور دس دن رات سے جتنا عرصہ زیادہ آیا، وہ استحاضہ ہے لیکن اگر پہلے بھی اُسے حیض آچکے ہیں اور اُس کی عادت دس دن رات سے کم کی تھی تو عادت سے جتنا زیادہ عرصہ خون آیا وہ استحاضہ ہے۔ مثلاً ایک عورت کی عادت چھ دن رات کی تھی اور اُسے اب کی دفعہ پورے دس دن رات خون آیا تو اسے حیض سمجھا جائے گا کہ اُس کی عادت

بدل گئی ہے۔ لیکن اگر اب کی دفعہ دس دن رات سے زیادہ خون آیا تو چھ دن رات کا خون حیض سمجھا جائے گا اور چھ دن رات سے زیادہ عرصے کا خون استحاضہ سمجھا جائے گا۔ اگر اس کی سابقہ عادت ایک حالت پر مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن، کبھی پانچ دن اور کبھی آٹھ دن تک حیض آتا رہا ہے، تو دیکھا جائے گا کہ پچھلی بار کتنے دن خون آیا تھا۔ پچھلی بار جتنے دن خون آیا تھا اتنے ہی دن کا خون حیض ہوگا اور اس سے زیادہ کا خون استحاضہ ہوگا۔

⑤ ضروری نہیں کہ مدت حیض میں ہر وقت خون آتا رہے۔ وقفہ وقفہ سے بھی خون آسکتا ہے۔ مثلاً مدت حیض میں کبھی دو گھنٹے تک خون بند رہا اور کبھی پانچ چھ گھنٹے تک دزانہ خون بند رہا اور بقایا اوقات میں آتا رہا تو یہ حیض ہے۔

⑥ حیض کی کم سے کم عمر ۹ سال ہے یعنی کم از کم ۹ برس کی عمر کی لڑکی کو حیض شروع ہو سکتا ہے اور حیض کی انتہائی عمر ۵۵ سال ہے۔ ۵۵ سال کی عمر والی عورت کو آئندہ اور عمر کی اس مدت کو سن یا س کہتے ہیں۔ ۹ سال کی عمر سے اگر پہلے خون شروع ہو جائے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہوگا۔ اسی طرح ۵۵ سال کی عمر کے بعد اگر خون آئے تو وہ بھی استحاضہ ہے۔ البتہ اگر ۵۵ سال کی عمر کے بعد آنے والا خون رنگت و ماہیت میں بالکل ویسا ہی ہو جیسا کہ اسے حیض آیا کرتا تھا تو یہ بھی حیض ہوگا۔

④ خون حیض چھ رنگ کا ہوتا ہے۔ سرخ، سیاہ، سبز، زرد، گدلا اور مٹیالا۔ ان رنگوں کے علاوہ حیض کا اور کوئی رنگ نہیں۔ اگر سفید رنگ کی رطوبت آئے تو یہ حیض نہیں ہے۔ لیکن دس دن کے اندر اس رطوبت میں ذرہ سا بھی سیلا پن آجائے تو یہ حیض ہوگا۔ دس دن رات کے بعد بھی سیلا پن باقی رہے تو عادت والی کے لیے عادت کے دن حیض کے ہیں اور باقی دن استحاضہ کے ہیں۔ اگر کوئی مستقل عادت نہیں تو دس دن رات حیض کے اور باقی استحاضہ کے ہیں۔

⑧ حاملہ عورت کو اگر خون آجائے تو وہ استحاضہ ہے۔ اسی طرح بچے کی پیدائش کے وقت بچے کا آدھا جسم باہر آنے سے پہلے تک جو خون آیا وہ استحاضہ ہے اور جو خون آدھا جسم باہر آنے کے بعد آیا وہ نفاس ہے۔

⑨ دو حیضوں کے درمیان پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن رات ہے مگر زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جب تک حیض نہ آئے عورت پاک رہے گی۔ چاہے کسی ماہ تک حیض نہ آئے

اسی طرح حیض و نفاس کے درمیان بھی پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن رات ہے۔ اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن رات پورے نہیں ہوئے تھے کہ خون آگیا تو یہ استحاضہ ہوگا۔

⑩ کسی عورت کو پورے تین دن رات خون آیا پھر بند ہو گیا اور وہ پورے پندرہ دن رات پاک رہی اور اس کے بعد پھر پورے تین دن رات خون آیا تو پہلے تین دن رات اور بعد کے تین دن رات حیض کے ہیں اور درمیان کے پندرہ دن رات پاکی کے ہیں۔

⑪ کسی عورت کو ایک یا دو دن رات خون آیا اور پھر بند ہو گیا۔ پندرہ دن رات خون نہیں آیا اور پھر ایک دو دن خون آیا تو بیچ کے پندرہ دن پاکی کے ہیں اور پہلے اور بعد کے ایک یا دو دن استحاضہ کے ہیں حیض کے نہیں ہیں۔

⑫ حیض کا شمار اس وقت سے کیا جائے گا جب خون اندرونی سوراخ سے باہر کی کھال میں نکل گئے چاہے اس کھال سے باہر نکلے یا نہ نکلے۔ اگر کسی نے اندرونی سوراخ کے اندر کوئی کپڑا یا روئی وغیرہ رکھی ہوئی ہو جس سے خون سوراخ سے باہر نہ نکل سکے اور اندر ہی اندر رہے اور باہر والی روئی یا کپڑے پر خون کا دھبہ نہ گئے تو حیض کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آ جائے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے تب سے حیض کا شمار کیا جائے گا۔

⑬ کسی کی رکھی ہوئی گدی تر مٹھی اور اس میں زردی یا میلا پن تھا لیکن سوکھ جانے پر گدی سفید مٹھی تو حیض کی مدت میں حیض ہی ہے۔ لیکن جب تر گدی سفید مٹھی اور اس میں کسی قسم کا گدلا پن یا میلا پن نہ تھا اور سوکھ جانے پر زرد ہو گئی تو یہ حیض نہیں تھا۔

⑭ جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور پھر رکا نہیں بلکہ لگاتار کئی ماہ یا سال تک چلتا رہا تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ پہلے دن سے دس دن رات تک حیض ہے اور اس سے اگلے بیس دن رات استحاضہ کے ہیں۔ پھر دس دن رات حیض کے اور اس سے اگلے بیس دن استحاضہ کے ہوں گے یعنی جب تک خون آتا ہے گا یہ کلیہ ہوگا کہ مہینے کے پہلے دس دن رات حیض کے اور باقی بیس دن رات استحاضہ کے ہوں گے۔ اگر اسے پہلی دفعہ خون نہیں آیا بلکہ اسے کئی مرتبہ حیض آچکا ہے تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ مہینے میں اس کی سابقہ عادت کے دن حیض کے ہوں گے اور بقایا دن استحاضہ کے ہوں گے۔

⑮ جس عورت کو عمر بھر خون نہ گئے تو وہ پاک ہوگی اور اگر خون آئے مگر ہمیشہ ایک ماہ میں

تین دن رات سے کم آئے تو یہ استحاضہ ہے، حیض نہیں۔ اور یوں وہ تمام عمر پاک ہی رہے گی۔ اور اگر اسے زندگی بھر ایک ہی مرتبہ پورے تین دن رات خون آئے اس کے بعد ہر ماہ ہمیشہ تین دن رات سے کم آتا رہے تو اس کے لیے وہ پورے تین دن رات کا خون حیض ہوگا اور باقی تمام عمر وہ پاک رہے گی۔

(۱۷) جس عورت کو دس دن رات خون آیا پھر بند ہو گیا اور سال بھر تک خون نہ آیا اور سال کے بعد ایسا شروع ہوا کہ رکتا ہی نہیں اور برابر جاری رہا تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اب ہر ماہ میں دس دن حیض کے ہوں گے اور بقایا بیس دن استحاضہ کے ہوں گے۔

(۱۸) جس عورت کو نہ تو پہلے حیض کے دن یاد ہوں اور نہ یہ یاد ہو کہ کن تاریخوں کو آیا تھا لیکن اُسے تین دن رات یا اس سے زیادہ خون آکر بند ہو گیا اور ابھی پاکی کے پندرہ دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ خون دوبارہ شروع ہو گیا اور پھر رکتا ہی نہیں ہے تو اس کے لیے بھی وہی حکم ہے جو اس عورت کے لیے ہے جس کو پہلی بار خون جاری ہوا اور پھر رکتا ہی نہیں یعنی اُس کے لیے ہر ماہ کے پہلے دس دن رات حیض کے ہیں اور بقایا بیس دن رات استحاضہ کے ہیں۔

(۱۸) جس عورت کی حیض کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی تو چار دن حیض آتا ہو اور کبھی پانچ دن آتا ہو اور اب کی بار ایسا آیا کہ رکتا ہی نہیں تو اس کے لیے نماز روزے کے لیے یہ حکم ہے کہ ہر ماہ میں سب سے کم مدت یعنی چار دن حیض کے شمار ہوں گے اور بقایا دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔ چار دن کے بعد نہا کر نماز روزہ ادا کر سکتی ہے لیکن پانچ دن پورے ہونے پر اُسے دوبارہ نہانے کا حکم ہے اور پانچ دن وہ جو فرض روزہ رکھے اُس کی قضا بھی اُس کے ذمہ ہوگی۔ جب کہ شوہر کی قربت کے لیے اُسے یہ حکم ہے کہ زیادہ دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی پانچ دن حیض کے ہوں گے اور بقایا دن استحاضہ کے ہوں گے یعنی پورے پانچ دن گزارنے کے بعد پھٹے دن شوہر کی قربت اس کے لیے جائز ہوگی۔

(۱۹) کسی کو ایک دو دن خون آکر بند ہو گیا اور شروع ہوئے ابھی دس دن رات بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ پھر خون آگیا اور دسویں دن بند ہو گیا تو یہ سارے دس دن حیض کے ہیں اور اگر دس دن کے بعد بھی خون جاری رہا تو اُس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر تو پہلے کی عادت معلوم ہے تو عادت کے دنوں میں حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوگا اور اگر پہلے کی عادت معلوم

نہیں ہے تو دس دن حیض کے اور بقایا دن استحاظہ کے شمار ہوں گے۔

(۲۰) کسی کی مقرر عادت تھی کہ فلاں تاریخ کو حیض آتا ہے اور اب اُس سے ایک دن پہلے آکر بند ہو گیا۔ پھر پورے دس دن خون نہیں آیا اور گیارہویں دن پھر خون آ گیا تو اُس کے لیے یہ حکم ہے کہ جن دنوں میں اُسے خون نہیں آیا۔ ان دس دنوں میں سے اُس کی عادت کے دن حیض کے ہوں گے اور اگر حیض آنے کی تاریخ تو مقرر تھی مگر حیض کے دن معین نہ تھے تو اُس کے لیے یہ حکم ہے کہ یہ تو دس دن اُسے خون نہیں آیا یہ پورے دس دن اُس کے حیض کے دن ہیں۔

(۲۱) جس عورت کو تین دن سے کم خون آ کر بند ہو گیا اور بندش کے پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون آ گیا تو اُس کے لیے یہ سمجھا جائے گا کہ گویا شروع سے لے کر آخر تک برابر خون جاری رہا ہے۔ لہذا جتنے دن حیض آنے کی عادت ہے اُن دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاظہ ہے۔ اور اگر اُس کی عادت مقرر نہیں ہے تو دس دن حیض کے اور باقی سب استحاظہ کے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کسی کو سہ ماہ کی پہلی دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کی عادت ہے پھر کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا پھر خودہ دن بند رہا، پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن خون آیا۔ اب اس میں سے پہلی دوسری اور تیسری تاریخ کا خون تو حیض ہے اور بقایا تیرہ دن کا خون استحاظہ ہے اور اگر چوتھی، پانچویں اور چھٹی تاریخیں حیض کی عادت کی تھیں تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور تین دن اول کے دس دن کے بعد کے استحاظہ ہیں۔

(۲۲) کسی کو پورے تین دن رات خون آ کر بند ہو گیا مگر اس کی سابقہ عادت زیادہ دنوں کی تھی پھر تین دن رات کے بعد سفید رطوبت عادت کے دنوں تک آتی رہی تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ اس کے وہی پورے تین دن رات حیض کے ہیں اور سمجھا جائے گا کہ اُس کی عادت تبدیل ہو گئی ہے۔

(۲۳) پورے تین دن رات سے کم خون آیا پھر پندرہ دن تک خون بند رہا اور پھر تین دن رات سے کم خون آیا تو نہ پہلی مرتبہ کا خون حیض ہے اور نہ پچھلی مرتبہ کا خون حیض ہے۔ بلکہ

دونوں مرتبہ کا خون استحاضہ ہے۔

②۴ کسی کو ہمیشہ چار دن کے حیض کی عادت تھی پھر ایک مرتبہ پانچ دن حیض آیا اور اس سے اگلے مہینے پندرہ دن خون آیا تو ان پندرہ دنوں میں سے پانچ دن حیض کے ہیں اور بقایا دس دن استحاضہ کے پہلی چار دن والی عادت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی۔ یہ جو پندرہ دن لگاتار خون آتا رہا اس میں آگے اور دن تک انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اگر دس دن میں خون بند ہو جاتا تو یہ پورے دس دن حیض شمار ہوتا اور سمجھا جاتا کہ عادت بدل گئی ہے لیکن جب خون کا بہنا دس دن سے آگے نکل گیا تھا تو اسے چاہیے تھا کہ دس دن کے بعد نہ پا کر نماز شروع کر دیتی اور پچھلے پانچ دن کی نماز قضا پڑھتی۔

②۵ پاک عورت نے رات کو اندرونی سُوراخ میں رُوئی یا گدی رکھ دی جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا۔ تو جس وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگا ہوگا۔

نفاس کا بیان

① بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اُسے نفاس کہتے ہیں۔ نفاس کی کم سے کم مدت کوئی نہیں ہے۔ اگر بچہ جننے کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی کسی کو خون آ کر بند ہو گیا اور چالیس دن تک دوبارہ خون نہیں آیا تو اس کے نفاس کی مدت وہی ایک لمحہ ہے۔ اُس لمحہ کے بعد وہ پاک ہو گئی۔ اس طرح نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن تک ہے۔ خیال رہے کہ شریعت میں بچہ پیدا ہونے یا بچہ جننے کے الفاظ جہاں بھی استعمال ہوتے ہیں، اُن کا مطلب ”بچے کا آدھے سے زیادہ باہر آ جانا“ ہوتا ہے۔

② اگر بچہ جننے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آئے تو تب بھی اُسے غسل کرنا واجب ہوگا۔

③ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا اور ابھی پورا نہیں نکلا اگر اُس وقت خون نکل آیا تو تو وہ نفاس ہے اور اگر بچہ آدھے سے کم نکلا اور خون آ گیا تو وہ نفاس نہیں ہوگا بلکہ استحاضہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آنے پر جو خون آئے وہ نفاس ہے اور اس سے قبل جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور اس صورت میں بھی اگر نماز کا وقت ہے اور اُسے نماز ادا کرنی ہے تو

اگر وہ ہوش و حواس میں ہے تو نماز ادا کرے چاہے اشارہ سے ہی نماز ادا کر سکتی ہو۔ اگر نماز ادا نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچہ کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔

④ اسقاط یعنی حمل گر جانے کی صورت میں اگر بچے کا کوئی عضو بن چکا ہے یعنی ہاتھ، پاؤں انگلیاں وغیرہ میں سے کوئی عضو بن چکا ہے تو حمل کرنے کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس ہو گا اور اگر کوئی عضو نہیں بنا اور محض گوشت کا ٹوٹھا ہے، تو یہ نفاس نہیں بلکہ یا تو حیض ہو گا یا استحاضہ ہو گا۔ اگر پورے تین دن رات سے کم آئے یا پورے پندرہ دن پاکی کے نہ ہونے پائیں تو یہ استحاضہ ہو گا۔ اور اگر پورے تین دن رات سے لے کر پورے دس دن رات تک خون آئے اور اس کے بعد پورے پندرہ دن پاکی کے گزر جائیں تو یہ حیض ہو گا۔

⑤ پیٹ سے بچے کو کاٹ کر نکالا گیا تو آدھے سے زیادہ بچہ نکال لینے کے بعد جو خون آیا تو وہ نفاس ہے۔

⑥ کچھ خون حمل کرنے سے پہلے آیا اور کچھ خون حمل کرنے کے بعد آیا تو حمل کرنے سے پہلے والا خون استحاضہ اور بعد والا خون نفاس ہو گا بشرطیکہ بچے کا کوئی عضو بن چکا ہو۔ اگر عضو نہیں بنا تھا تو یا تو وہ حیض ہو گا یا استحاضہ ہو گا۔ اس کا فیصلہ حیض کی شرائط پوری ہونے یا نہ ہونے پر ہو گا۔

⑦ حمل گر گیا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کوئی عضو بن گیا تھا یا نہیں اور نہ یہ معلوم ہو کہ حمل کتنے دن کا تھا کیونکہ ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ ہو جائیں تو یہ قرار دیا جائے گا کہ عضو بن چکا ہے۔ اور حمل کرنے کے بعد خون ہمیشہ کے لیے جاری ہو گیا تو اسے حیض قرار دیا جائے گا۔ اپنی سابقہ عادت کے مطابق حیض کے دن گزار کر غسل کر کے پاک ہو جائے۔ اگر کوئی مستقل عادت نہیں تھی تو دس دن رات پورے کر کے پاک ہو جائے۔ باقی دنوں کے خون کو استحاضہ شمار کرے۔

⑧ کسی عورت کے دو بڑواں بچے پیدا ہوئے تو اگر دونوں بچوں کی پیدائش کے درمیان چھ ماہ سے کم وقفہ ہے تو پہلے بچے کی پیدائش پر جو خون آئے گا وہ نفاس ہو گا۔ دوسرے بچے اگر چالیس دن کے اندر اندر پیدا ہو اور خون آئے تو پہلے سے چالیس دن تک نفاس ہے اور اس کے بعد استحاضہ ہے۔ اور اگر چالیس دن کے بعد دوسرے بچے پیدا ہو تو پچھلے بچے کی پیدائش کے بعد جو خون آئے وہ

استحاضہ ہے نفاس نہیں ہے لیکن دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد اسے غسل کرنا ہوگا۔ اور اگر دونوں بچوں کی پیدائش میں چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ ہے تو دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد آنے والا خون بھی نفاس ہے۔

⑨ نفاس کا خون اس طرح آئے کہ کبھی آجائے اور کبھی بند ہو جائے چاہے بندش کا

درمیانی وقفہ پندرہ دن سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، چالیس دن تک آنے والا خون نفاس ہی ہوگا۔

⑩ بچہ پیدا ہونے کے بعد آنے والا خون اگر چالیس دن سے بڑھ جائے تو اگر یہ سچہ پہلا بچہ

ہے تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور بقایا دن استحاضہ کے ہیں۔ اس لیے چالیس دن کے بعد نہا کر نماز

پڑھنا شروع کر دے۔ اور اگر پہلے بھی بچے جن چکی ہے تو اس کے نفاس کی سابقہ عادت کے دن نفاس

کے ہیں اور بقایا استحاضہ کے ہیں۔ لیکن اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو جائے تو یہ نفاس ہی ہے

اور سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت میں تبدیلی آگئی ہے۔

⑪ کسی کی عادت میں دن کے نفاس کی ہے لیکن اب کی دفعہ تیس دن گزرنے کے بعد

بعد بھی خون بند نہیں ہو رہا ہے تو ابھی نہ نہا کرے اور انتظار کرے: اگر چالیس دن پر خون بند ہو جائے تو

یہ سب نفاس ہے اور اگر یہ چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو فقط تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سب

دن استحاضہ کے ہیں اس لیے اب فوراً غسل کر کے پچھلے دس دن کی نماز قضا پڑھے۔

⑫ اگر چالیس دن سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع

کر دے غسل نہ کر سکتی ہو تو تیمم کر لے۔

حیض و نفاس کے احکام

① حیض و نفاس دالی کو نماز پڑھنا بالکل معاف ہے۔ پاک ہونے کے بعد نماز کی قضا واجب

نہیں ہے۔

② حیض و نفاس کے عرصہ میں روزہ رکھنا بھی معاف ہے مگر حیض و نفاس کے بعد پاکی

کے دنوں میں وہ روزے قضا رکھنا پڑیں گے جو حیض و نفاس کی وجہ سے نہ رکھ سکی تھی۔

③ فرض نماز پڑھتے ہوئے حیض آگیا یا بچہ پیدا ہو گیا تو نماز تھوڑے اور اس نماز کی

بعد میں قضا بھی نہیں ہے۔

④ نفل یا سنت نماز پڑھتے ہوئے حیض آگیا یا بچہ پیدا ہو گیا تو نماز چھوڑنے لیکن جب پاک ہو جائے تو اس کی قضا پڑھے۔

⑤ آدھے روزے کے بعد حیض آجائے یا بچہ پیدا ہو جائے تو وہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور حیض کے بعد پاک ہونے پر اس روزہ کی قضا لازم ہے چاہے نفل روزہ ہو یا فرض روزہ ہو۔

⑥ کسی نماز کے اخیر وقت میں جب کہ ابھی نماز نہیں پڑھی تھی کہ حیض آگیا یا نفاس والی ہو گئی تو اس وقت کی نماز بالکل معاف ہے۔ چاہے اتنا تنگ وقت ہو گیا ہو کہ نماز کی گنجائش ہی نہ رہی ہو۔

⑦ حیض و نفاس والی عورت یا وہ عورت جس پر نہانا واجب ہو چکا ہو، اسے مسجد میں جانا، خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا چاہے مسجد حرام کے باہر سے ہو، مسجد میں سے گزرتا یا حیض و نفاس کی حالت میں سجدہ شکر و سجدہ تلاوت کرنا حرام ہے۔ ایسی عورت پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہے، حیض و نفاس والی کا قرآن مجید دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، قرآن مجید کو چھونا، قرآن مجید کی جلد یا چولی یا عاشریہ کو ہاتھ یا انگلی یا بدن کا کوئی حصہ لگانا، قرآن مجید کو اس کپڑے کے ذریعے پکڑنا جسے وہ پہنے ہوئے یا اوڑھے ہوئے ہو مثلاً کرتے کے دامن یا دوپٹے کے آسٹل سے پکڑنا، یہ سب حرام ہیں۔ البتہ اگر قرآن مجید جزدان یا رومال میں لپٹا ہوا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی ایسی چولی چڑھی ہوئی ہو جو اس کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ آسانی سے اتر سکتی ہو تو ایسے قرآن مجید کو چھوایا اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جس کا وضو نہ ہو اسے بھی قرآن مجید کو چھونا منع ہے البتہ اسے زبانی پڑھنے کی اجازت ہے۔

⑧ جس روپیہ، پیسہ، طشتری، سلیٹ، کسی کاغذ یا کسی اور چیز پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہو یا کوئی تلوید ہو اسے حیض و نفاس والی عورت یا جنب یا بے وضو کا چھونا حرام ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے ساتھ اس کے تہبے یا تفسیر کو بھی ایسی عورت کے لیے چھونا اور پڑھنا حرام ہے۔ البتہ بے وضو آدمی کے لیے اس کا زبانی یاد دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

⑨ بچوں کو قرآن مجید پڑھانے والی عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں ایک ایک کلمہ

سائس توڑ توڑ کر پڑھنے اور سہجے کرانے کی اجازت ہے۔

⑩ حیض و نفاس و جنابت کی حالت میں قرآن مجید کے علاوہ دوسرے ذکر اذکار مثلاً کلمہ شریف کا ذکر کرنا، درود شریف پڑھنا اور استغفار وغیرہ کرنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے۔ ایسے اذکار کو وضو یا کئی کر کے پڑھا جائے تو بہتر ہے ورنہ ویسے پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے اور ان کے پھونے میں بھی حرج نہیں ہے۔

⑪ حیض و نفاس کی حالت میں اگر نماز کے وقت میں وضو کر کے نماز پڑھنے کی دیر تک ذکر اشد یا درود شریف اور دوسرے ورد و وظائف پڑھ لیا کرے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے اس طرح کرنے سے اس کی نماز پڑھنے کی عادت قائم رہے گی۔

⑫ حیض و نفاس والی عورت کے لیے اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

⑬ حیض و نفاس کی حالت میں عید گاہ کے اندر جانا یا ہاتھ بڑھا کر مسجد کے اندر سے

کوئی چیز اٹھالینا جائز ہے۔

⑭ حیض والی عورت کو تین دن سے کم عرصہ کے لیے خون آکر بند ہو جائے تو اس کے

لیے ضروری ہے کہ وضو کر کے نمازیں پڑھے اور اگر رمضان کا مہینہ ہو تو روزے بھی رکھے۔ اُسے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر پندرہ دن سے کم عرصے میں اُسے دوبارہ خون آجائے تو فوراً غسل کر لے اور حیض کی سابقہ عادت کے دن نکال کر بقایا دنوں کی نماز قضا پڑھے۔ اگر اس کی سابقہ عادت مقرر نہیں ہے تو دس دن نکال کر باقی دنوں کی نمازیں قضا پڑھے۔ اگر عادت والی نے عادت کے دنوں کے بعد اور جس کی عادت نہیں تھی اُس نے دس دنوں کے بعد غسل کر لیا تھا تو عادت کے دنوں کے بعد کی نمازیں یا دس دنوں کے بعد کی نمازیں ہو گئیں۔ البتہ اگر ماہ رمضان ہے تو عادت کے دنوں سے پہلے کے روزے یا دس دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے تو بہر حال میں ہو گئے چاہے اُس نے غسل کر لیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ یہ اس لیے ہے کہ اُس کا خون حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ کا تھا۔

⑮ جس عورت کا حیض عادت کے دن پورے کیسے بغیر پورے تین دن رات کے

بعد ختم ہو گیا ہو اُسے چاہیے کہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ایسی طرح جس عورت کا نفاس

عادت کے دنوں سے پہلے بند ہو جائے وہ بھی غسل کر کے نماز پڑھا کرے اور سمجھ لیا جائے کہ عادت میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

⑫ اگر عادت کے دنوں کے بعد بھی خون جاری رہے تو حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے۔ اگر اس مدت میں بند ہو جائے تو نہادھو کر نماز روزہ ادا کرے اگر اس مدت کے بعد بھی جاری رہے تو نہالے اور عادت کے بعد کے دنوں کی قضا کرے، نماز کے لیے بھی اور روزوں کے لیے بھی۔

⑬ تین دن حیض آنے کی عادت ہے، لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن رات ٹوٹے ہو چکے مگر خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے اور نہ نمازیں پڑھے اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان دنوں کی نمازیں معاف ہیں۔ ان کی قضا نہیں پڑھنا پڑے گی اور سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی ہے اس لیے یہ سب دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب حیض کے صرف تین دن شمار ہوں گے اور بقایا دن استحاضہ کے سمجھے جائیں گے۔ اس لیے گیارہویں دن کے آغاز پر نہالے اور سات دنوں کی نمازیں قضا پڑھے۔

⑭ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت میں خون بند ہوا کہ اس وقت کی نماز کا وقت بالکل تنگ ہے اتنا تنگ کہ اگر جلدی جلدی غسل کے فرائض ادا کرنے کے بعد فقط اتنا وقت بچا کہ اس میں سے صرف ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تو اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور اس کی قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر اس سے بھی کم وقت ہے تو نماز معاف ہے اور اس کی قضا بھی نہیں ہے۔ اگر غسل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہنے اور نیت باندھنے کا وقت باقی ہو تو نیت باندھ کر نماز شروع کر دے اور اگر نیت باندھنے کے بعد وہ وقت نکل بھی جائے تو نماز پوری کرے۔ لیکن صبح کے وقت میں اگر نیت باندھنے کے بعد نکل آئے تو نماز ٹوٹ گئی پھر سے قضا کرے۔

⑮ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت میں خون بند ہوا کہ صرف اتنا وقت نماز کے وقت میں سے باقی ہے کہ صرف ایک مرتبہ اللہ اکبر کہا جاسکتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھا

جاسکتا اور غسل کر لینے کی گنجائش نہیں ہے تو اس وقت کی نماز واجب ہوگئی۔ اس کی قضا پڑھی جائے گی۔

۲۰) اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے اسے روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہ ہوگا، اس کی قضا رکھنی پڑے گی۔

۲۱) اگر حیض و نفاس کی مدت پوری ہونے پر ثون رات کو اس وقت بند ہو جب صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ لے تو رات ختم ہو جائے تو اس پر صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر ثون مدت پوری ہونے سے پہلے ایسے وقت میں بند ہو کہ اس میں بہت تیزی سے غسل تو کیا جاسکتا ہو مگر غسل کے بعد ایک مرتبہ اللہ اکبر بھی نہ کہا جاسکتا ہو تو پھر بھی صبح کا روزہ رکھنا اس پر واجب ہے لیکن اگر اتنی رات بقایا ہونے کے باوجود اس نے غسل نہیں کیا تو روزہ نہ چھوڑے بلکہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو غسل کر لے اور اگر رات اتنی کم باقی ہو کہ اس میں غسل نہیں کیا جاسکتا تو اس پر صبح کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے لیکن دن کو روزہ داروں کی طرح رہے اور بعد میں اس کی قضا کرے

۲۲) حیض و نفاس والی قرآن مجید تو نہیں پڑھ سکتی مگر زبانی طور پر قرآن مجید کی ادھی یا ادھی سے کم آیت پڑھنے تو حرج نہیں مگر وہ ادھی آیت بھی اتنی بڑی نہ ہو کہ کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جائے۔

۲۳) حیض و نفاس والی عورت کو پوری سورہ فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھ سکتی ہے تلاوت کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی۔ اسی طرح قرآن مجید کی دعائیہ آیات کو دعا کی نیت سے پڑھ سکتی ہے، دعائے قنوت بھی پڑھ سکتی ہے۔

۲۴) کسی پر نہانا واجب تھا کہ حیض آگیا اب اس پر نہانا واجب نہیں رہا اب حیض کے بعد ایک ہی غسل دونوں صورتوں کے لیے کافی ہے۔

۲۵) روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اس کی قضا رکھے روزہ اگر فرض تھا تو قضا بھی فرض ہے اور اگر روزہ نفلی تھا تو قضا واجب ہے۔

(۲۶) حیض و نفاس والی کو روزوں میں اختیار حاصل ہے کہ چھپ کر کھائے پیے یا سب کے سامنے کھائے پیے، روزہ داروں کی طرح دن گزارنا اس کے لیے لازمی نہیں ہے مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔

(۲۷) حیض و نفاس کی حالت میں عورت پر اپنے خاوند سے بھی جماع کرنا حرام ہے۔ جو اُسے جائز جانتا ہے کفر کرتا ہے۔ اور حرام سمجھتے ہوئے جماع کرنا سخت گناہ ہے ایسے گنہگار پر تو برفرض ہے۔ اگر یہ گناہ شروع کے دنوں میں سُزد ہو جائے تو ایک دینار صدقہ کرنا اور آخری دنوں میں سُزد ہو جائے تو آدھا دینار صدقہ کرنا مستحب ہے۔

(۲۸) حیض و نفاس کی حالت میں عورت کی ناف سے لے کر گھٹنے تک بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا بھی جائز نہیں چاہے شہوت ہو یا نہ ہو البتہ اگر بدن پر کپڑا وغیرہ ہو جس سے بدن کی گرمی محسوس نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۹) حیض و نفاس والی سے بوس و کنار جائز ہے اور اس کی ناف سے اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی قسم کا نفع لینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(۳۰) حیض و نفاس کی حالت میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ کھاپی بھی سکتی ہے اور ایک ہی پلنگ پر اُس کے ساتھ سو بھی سکتی ہے محض حیض و نفاس کی وجہ سے اُس کے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے البتہ اکٹھا سولے میں شہوت کا غلبہ ہو جو قابو میں نہ رہنے دے تو اکٹھے نہیں سونا چاہیے اور اگر شہوت کا غالب گمان ہو تو اکٹھا سونا گناہ ہے۔

(۳۱) اپنی مدت پوری کر کے حیض ختم ہو جائے تو پاک ہوتے ہی اُس سے جماع کرنا جائز ہے چاہے ابھی غسل نہ کیا ہو لیکن مستحب یہ ہے کہ غسل کرنے کے بعد جماع کیا جائے۔ اور اگر مدت حیض پوری ہونے سے کم وقت میں حیض ختم ہوا تو جب تک غسل نہ کر لے یا جب تک اُس وقت کی نماز کا وقت ختم نہ ہو لے، اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر حیض ختم ہونے پر اتنا وقت نہیں تھا کہ غسل کر کے ایک مرتبہ التَّوْبُکْرَہ سے لے کر اُس کے بعد والی نماز کا وقت گزرنے پر یا غسل کر لینے پر اُس سے جماع جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

(۳۲) عادت کے دن پورے ہو لے سے پہلے اگر حیض بند ہو جائے تو جب تک عادت

کے دن پورے نہ ہو جائیں تو چاہے اس نے غسل بھی کر لیا ہو تو اس سے جماع کرنا منع ہے مثلاً کسی کی عادت حیض چھ دن کی تھی اور پانچ دن بعد خون بند ہو گیا تو غسل کر کے نماز پڑھ سکتی ہے مگر جماع نہیں کر سکتی۔ جماع کے لیے اسے چھٹے دن تک کا انتظار کرنا واجب ہے۔

(۳۲) عورت حیض سے پاک ہوئی مگر پانی پر قدرت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے غسل نہ کر سکی اور غسل کا تخیم کر لیا تو جب تک اس تخیم سے نماز نہ پڑھ لے اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد پانی پر قادر بھی ہو جائے مگر غسل نہیں کیا تو پھر بھی اس سے صحبت کرنا جائز ہے۔

(۳۳) عورت کے لیے نہ تو یہ بات جائز ہے کہ اپنا حیض اپنے شوہر سے چھپائے کیونکہ اس طرح وہ ان جانے میں جماع کر بیٹھے گا۔ اور نہ ہی یہ بات جائز ہے کہ حیض نہ ہونے کے باوجود خود کو حیض والی ظاہر کرے۔

(۳۵) ان باتوں میں نفاس کے لیے بھی وہی احکام ہیں جو حیض کے لیے ہیں۔

استحاضہ کے احکام

(۱) استحاضہ میں نہ تو نماز معاف ہے، نہ روزہ معاف ہے اور نہ ہی جماع کرنا منع ہے۔

(۲) استحاضہ ایسی حالت میں ہو کہ اس میں وضو کر کے نماز نہ پڑھی جاسکتی ہو اور نماز کا پورا وقت اسی حالت میں گزر جائے تو شریعت میں وہ معذور کہلائے گی۔ اور اگر کپڑا وغیرہ رکھ کر اتنی دیر کے لیے خون روک سکتی ہے کہ وضو کر کے نماز ادا کر لے تو وہ معذور نہ ہوگی۔

(۳) استحاضہ کے احکام بالکل معذور کے سے ہیں جو وضو کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

نماز

طہارت حاصل کر لینے کے بعد قرب الہی کے لیے سب سے پہلا اور نمایاں عمل نماز ہے جسے دین کی بنیاد اور دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ تاکید نماز کے قیام کی فرمائی گئی ہے اور جہاں بھی نماز کا حکم آیا ہے وہاں صرف نماز پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ نماز کے قیام کا حکم ہے یعنی نماز کو قائم کیا جائے۔ غلطی سے بعض لوگوں نے مقررہ اوقات میں ایک خاص ترکیب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جانے، مخصوص حالت میں جھک جانے، زمین پر ہاتھ ٹیک دینے اور ان حالتوں میں مخصوص قسم کی تسبیحات اور دعائیں پڑھ لینے ہی کو کامل نماز سمجھ لیا ہے اور اسی کے اہتمام میں کوشاں ہو گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی کا وہ ادب ہے جو بندے کو دائمی طور پر اطاعت الہی میں مشغول رہنے کا قرینہ سکھاتا ہے۔ یعنی بندہ اگر نماز کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کا جینا مرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، دوستی و دشمنی غرض زندگی کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ
 الْعَالَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
 الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (پہ لالانعام ۱۶۴-۱۶۳)

ترجمہ مذمبھوٹ: آپ کہہ دیں کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۝

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار نماز کو قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے :-

① وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝

(پ البقرہ ۴۳)

ترجمہ » اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو «

② وَأَقِمِ الصَّلَاةَ وَإِذَا زَكَاةً وَلَمْ تُخَشِ إِلَّا اللَّهَ.

(پ التوبہ ۱۸)

ترجمہ » اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے «

③ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ

(پ النور ۵۶)

ترجمہ » اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے «

④ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۝

(پ ہود ۱۱۴)

ترجمہ » اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں «

اسی قسم کی کم و بیش سچا سچ آیات قرآنی ہیں نماز کو قائم کرنے کا حکم موجود ہے اور کیوں نہ ہو کہ نماز تمام عبادات کی پیش رو اور سردار ہے جو شخص فرض شدہ پانچ وقت کی نمازوں کو ان کی شرائط اور وقت کے مطابق ادا کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی امان میں رہے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل رہے گی اور اگر کبیرہ گناہوں سے بچا رہے تو باقی گناہ کے لیے یہ پانچ نمازیں کفارہ ثابت ہوں گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ان پانچ نمازوں کی مثال یوں ہے کہ جیسے کسی کے گھر کے سامنے سے ایک پاک و شفاف پانی کی ندی بہتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں نہاتا ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ میل کچیل کا کچھ اٹھ اس پر باقی رہ جائے؟ عرض کیا گیا کہ

سہرگز نہیں۔ فرمایا یہ پانچ نمازیں بھی گناہوں کو ایسے ہی بہا کر لے جاتی ہیں جس طرح کہ ندی کا پانی میل کو بہا کر لے جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:-

«نماز دین کا ستون ہے جس نے اس سے ہاتھ اٹھایا اس نے اپنے دین کو برباد کیا»

لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ تمام کاموں میں سے افضل ترین کام کونسا ہے؟ فرمایا: نماز کو وقت پر ادا کرنا»

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت کی کنجی نماز ہے»

نیز مزید فرمایا کہ «اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد نماز سے بڑھ کر محبوب اور کوئی چیز اپنے بندوں پر فرض نہیں کی»

نیز فرمایا کہ «جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا یعنی وہ اس بات کے نزدیک ہو گیا کہ اس کے اصل ایمان میں خرابی پیدا ہو جائے»

نیز فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر نماز مکمل ہو گی اور پوری شرائط کے مطابق ادا کی گئی ہوگی تو اس کی پذیرائی ہوگی اور دوسرے تمام اعمال اسکے تابع ہوں گے اور جیسے بھی ہوں گے قبول کر لیے جائیں گے لیکن اگر نماز کو ناقص پایا گیا تو دوسرے اعمال سمیت اس کے مُنہ پر مار دیا جائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا کہ جو شخص عمدہ طریقے سے طہارت کرتا ہے، وقت پر نماز ادا کرتا ہے، رکوع و سجود صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے اور دل میں خشوع و خضوع لیے عجز و انکسار سے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز عرشِ سفید تک جا پہنچتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر نگاہ رکھے جیسے کہ تُو نے میری نگہداشت کی۔ اور جو کوئی نماز وقت پر ادا نہیں کرتا، طہارت ٹھیک سے نہیں کرتا، اور رکوع و سجود میں خشوع و خضوع سے کام نہیں لیتا تو اس کی نماز آسمان تک جاتے جلتے سیاہ ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایسے ہی ضائع و برباد کرے جیسے کہ تُو نے تجھے ضائع کیا۔ اور یہ اس وقت تک کہتی رہتی ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ایسا چاہتا ہے تب اس کی نماز کو بچنے پُرانے کپڑوں کی مانند لپیٹ کر اس کے مُنہ پر دے مارا جاتا ہے۔

نماز کی کیفیت

نماز کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ نماز کا ظاہری عمل اُس کا جسم ہے اور نماز کا باطنی عمل اُس کی رُوح و حقیقت ہے۔ پہلے ہم نماز کے باطن کو بیان کرتے ہیں اور بعد میں نماز کے ظاہر کو بیان کیا جائے گا۔

نماز کی حقیقت اور اُس کی رُوح

سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وہ جو نمازِ شریعت ہے، اُس کا پتہ اس فرمانِ الہی سے چلتا ہے کہ۔“

حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوَاتِ وَالصَّلٰوَةِ الْوَسْطٰی.

یعنی ”نگہبانی کرو سب نمازوں کی، خاص کر وسطی نماز کی“

نمازِ شریعت سے مراد اعضائے ظاہری اور حرکاتِ جسمانی سے نماز کے ارکان قیام، قرأت، رکوع، سجود، قعود، آواز اور الفاظ وغیرہ کی ادائیگی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ”صلوات“ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جو ”صلوٰۃ“ کی جمع ہے۔ اور وہ جو نمازِ طریقت ہے وہ دل کی نماز ہے جسے دل ہر وقت ادا کرتا رہتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے ”وسطی نماز“ کا نام دیا ہے اور اُسے نمازِ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ دل جسم کے وسط میں پیدا کیا گیا ہے یعنی دائیں پہلو اور بائیں پہلو کے درمیان، جسم کے بالائی اور نچلے حصے کے مابین اور سعادت و شقاوت کے درمیان جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

اِنَّ قُلُوْبَ بَنِي اٰدَمَ رَبِيْنَ اَصْبَعِيْنَ مِنْ اَصْبَاعِ

الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَآ كَيْفَ يَشَآءُ.

”یعنی بے شک اولادِ آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے

دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر

دیتا ہے“

یہاں دو انگلیوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی دو صفات ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ میں یہی بات واضح کی گئی ہے کہ حقیقی نماز دل کی نماز ہے۔ انسان جب دل کی نماز سے غافل ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جب دل کی نماز فاسد ہو جائے تو ظاہری نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔

لَا صَلَاةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ.

یعنی "حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔"

کیونکہ نمازی اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا اور التجا کرتا ہے اور مناجات کا مقام دل ہے۔ جب دل غافل ہو تو اس کی باطنی نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ظاہری نماز بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ دل اصل ہے اور باقی اعضاء اس کے تابع ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-

إِنِّي فِي جَسَدِ ابْنِ آدَمَ لَمُضْغَةٍ فَإِذَا صَلَّحْتُ صَلَّمْتُ
الْجَسَدُ كُلَّهُ وَإِذَا فَسَدْتُ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ
أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

یعنی بے شک اولادِ آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر اس میں خرابی آجائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ بسن لو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔"

نمازِ شریعت کے لیے دن اور رات میں پانچ اوقات مقرر ہیں اور سنتِ طریقہ یہ ہے کہ یہ نماز بلاریا و بلا تصنع مسجد میں قبلہ رخ ہو کر امام کے پیچھے باجماعت ادا کی جائے جبکہ نمازِ طریقت دائمی نماز ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص وقت معین نہیں، اس کی فرضیت ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس کے لیے تمام عمر درکار ہے۔ اس کی مسجد دل ہے، اس کی جماعت تمام قوائے باطنی کامل کہ باطنی زبان سے "اسم اللہ ذات" کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔ اس کا امام عزیزِ عشق ہے اور اس کا قبلہ جمالِ ذاتِ الہی ہے۔ دل اور روح دائمی طور پر اس نماز میں مشغول

رہتے ہیں، دل نہ سوتا ہے اور نہ مرتا ہے بلکہ نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں نماز رہتا ہے۔ قلبی نماز دل کے زندہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں نہ آواز ہے اور نہ قیام و قعود ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے دل اللہ تعالیٰ کو "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کے الفاظ سے مخاطب کرتا ہے۔

تفسیر قاضی میں ہے کہ اس آیت کریمہ میں عارف کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی حجابی کیفیت اٹھ جاتی ہے اور اُسے بارگاہِ حق تعالیٰ میں حضوری کا شرف حاصل ہو جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اُس کی ذات کا مشاہدہ کرتے ہوئے زبانِ حال سے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کہتا ہے۔ پھر وہ اُن مقربین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :-

الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ يُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ كَمَا يُصَلُّونَ فِي أَيُّومِهِمْ.

یعنی "انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں ایسے ہی نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔"

یعنی اپنے زندہ دلوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی مناجات میں مشغول رہتے ہیں۔

جب ظاہری اور باطنی دونوں نمازیں جمع ہو جائیں تو نماز مکمل ہو جاتی ہے اور اس کا اجر عظیم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روحانی قرب اور جنت میں درجاتِ جسمانی ہیں۔ اس قسم کا نمازی ظاہر میں عابد ہوتا ہے اور باطن میں عارف۔ اور اگر حیاتِ قلب حاصل نہ ہونے کے باعث نمازِ طریقت اور نمازِ شریعت کی یکجائی کسی نمازی کو نصیب نہ ہو تو وہ نماز ناقص ہے لیکن اُس کا بھی اجر ہے اور وہ درجات ہیں قُربِ الہی نہیں یعنی اسے جنت میں درجات مل جائیں گے لیکن قُربِ الہی سے وہ محروم رہے گا۔

(نقل از سر الاسرار)

حقیقت نماز کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
"ظاہری نماز جس میں نیت، تکبیر، تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع،

سجود، قومہ، تشہید، درود شریف، دُعا اور سلام اپنے اپنے آداب کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں دراصل نماز کا جسم اور اس کی صورت ہے۔ نماز کی اس جسمانی صورت کے اندر اس کی ایک حقیقت بھی ہے جسے روح نماز کہا جاتا ہے۔ نماز کے جملہ اعمال اور اذکار میں سے ہر عمل اور ہر ذکر کی اپنی اپنی مخصوص روح ہے اور اگر وہ روح موجود نہ ہو تو نماز ایک مُردہ آدمی کی طرح ایک بے جان جسم ہے اور اگر روح موجود ہو مگر اعمال و آداب مکمل نہ ہوں تو وہ اس آدمی کی مانند ہے جس کی آنکھیں نکال دی گئی ہوں اور اس کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہوں اور اگر اعمال موجود ہوں لیکن روح و حقیقت غائب ہو تو ایسے ہے جیسے کسی آدمی کی آنکھیں تو ہوں لیکن ان میں نورِ بنیائی نہ ہو، کان ہوں مگر سننے کی حس سے خالی ہوں۔

نماز کی اصل روح خشوع و خضوع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نماز کے دوران دل حاضر رہے۔ کیونکہ نماز میں اصل مقصود ہی یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ دُست ہے اور ہیبتِ الہی اور تعظیمِ خداوندی کے باعث ذکرِ حق تعالیٰ کو ہر دم تازہ رکھ سکے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِيذَكَّرَ.

یعنی ”میرے ذکر کے لیے نماز قائم رکھو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :-

”کتنے ہی لوگ ہیں کہ انہیں نماز سے سوائے رنج و تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ صرف جسم سے نماز ادا کرتے ہیں اور دل سے غافل ہوتے ہیں۔“

نیز فرمایا :-

”بہت سے لوگ وہ ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں لیکن اُن کی نماز کا چھٹا یا دسواں حصہ ہی لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ نماز کا صرف وہی حصہ شمار میں آتا ہے جس میں کہ دل حاضر ہوتا ہے۔“

نیز فرمایا کہ :-

”نماز یوں ادا کرو گویا کسی کو الوداع کر رہے ہو یعنی اس نماز سے اپنے آپ کو اپنے نفس سے الوداع کر رہے ہو بلکہ بغیر حق جو کچھ بھی ہے اس کو الوداع کہہ رہے ہو۔ تاکہ اپنے آپ کو پورے طرح نماز میں لگا سکو۔“

اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے جو گفتگو ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو حق تعالیٰ میں یوں مشغول ہو جاتے کہ لگتا تھا گویا وہ ہم کو اور ہم اُن کو سچپنتے بھی نہیں۔“

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

”ہر وہ نماز کہ جس میں دل حاضر نہ ہو اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتا ہی نہیں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو اُن کے دل کا جوش دو میل سے سُنائی دیتا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز پڑھتے تو آپ کے دل میں اس قدر جوش ہوتا گویا تانبے کی دیگ آگ پر جوش کھا رہی ہو اور آواز دے رہی ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اُن کے بدن پر کڑھ طاری ہو جاتا تھا اور اُن کا رنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ ”اُس امانت کے اٹھانے کا وقت آگیا“

ہے کہ جسے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے سامنے پیش فرمایا گیا
تو وہ اُسے اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے۔

حضرت ابوسفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جس کی نماز شروع
و خضوع سے خالی ہے اس کی نماز ہی نہیں“

حضرت حن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جس نماز میں دل حاضر نہ
ہو وہ نماز عذاب سے قریب تر ہے“

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص ٹیلا ارادہ
نماز میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتا ہے اور جانتا ہے کہ اُس کے دائیں
بائیں کون کون کھڑا ہے تو اُس کی نماز نہیں ہوتی“

اگرچہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما اور بہت دوسرے
علماء نے فتوے دیے ہیں کہ اس طرح بھی نماز ہو جاتی ہے بشرطیکہ
تجکیر اول میں دل حاضر و فارغ رہا ہو لیکن یہ فتوے ضرورت کی وجہ
سے صادر کیا گیا ہے کیونکہ غفلت لوگوں پر بڑی طرح مسلط ہے اُن
کی یہ نماز بھی غنیمت ہے اور یہاں جو نماز کے ہو جانے کا کہا گیا
ہے تو اُس کے معنی صرف یہ ہیں کہ وہ شریعت کی تلوار سے پرچ گیا۔
ورنہ آخرت کا گوشہ تو نماز کا وہی حصہ ہے جس میں دل حاضر رہا ہو۔

ویسے وہ شخص جو نماز پڑھتا ہے اور اُس کا دل فقط تجکیر اول میں
حاضر رہتا ہے یا اس میں بھی حاضر نہیں رہتا تو اُمید کرنی چاہیے کہ
اُس کا حال کم از کم اس شخص سے تو بہتر ہی ہوگا جو نماز بالکل نہیں
پڑھتا۔ لیکن اس بات کا غدشہ بھی ہے کہ اس کا حال نماز نہ پڑھنے
والے سے بدتر ہی ہو۔ کیونکہ اس شخص پر زیادہ سختی کی جاتی ہے جو حاضر
تو ہو لیکن تساہل و غفلت و بددلی کے ساتھ حاضر ہو بہ نسبت اُس
شخص کے جو حاضر ہی نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت حن بصری رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ ایسی نماز عذاب کے قریب تر ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کی نماز اُسے خرافات و لغویات سے محفوظ نہ رکھ سکے، اُسے نماز سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہ حق تعالیٰ سے اور بھی زیادہ دُور ہو جاتا ہے۔ پس ان تمام باتوں سے بچنے کے لیے تو پتہ چل گیا کہ روح نماز کا حق جمعی ادا ہوتا ہے کہ دل پوری نماز میں ابتدا سے آخر تک حاضر رہے۔ لیکن جس نماز میں دل پہلی تکبیر کے سوا حاضر نہ رہے، اس میں روح نماز کی محض ایک رتق ہی ہو ہو سکتی ہے، ایک ایسے آدمی کی مانند کہ جس کے خاتمے میں چند سالوں سے زیادہ باقی کچھ نہ رہ گیا ہو۔

(نقل از کیمیائے سعادت)

اعمالِ نماز کی حقیقت اور روح کا پیدا کرنا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-
 ”پہلی چیز جو سمجھ تک پہنچتی ہے وہ نماز کے لیے اذان ہے۔ چاہیے کہ جو نہی یہ آواز کان میں پڑے فی الفور دل سے اُس کی طرف متوجہ ہو جائے اور جس کام میں مشغول ہو اُس سے ہاتھ اٹھالے کہ سلف کا یہی انداز رہا ہے کہ جب اذان کی آواز سننے لگے تھے تو اُن میں سے جو لوہار ہوتا تھا وہ اوپر اٹھایا ہوا ہتھوڑا نیچے ڈال دیتا تھا۔ وہ لوگ اِس منادی کو سُن کر روز قیامت کی ندا کو یاد کرتے تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ جو شخص اِس حکم کو سُن کر اُس کی تعمیل میں جلدی کرتا ہے اُسے روز قیامت کی منادی اُس تک بشارت بن کے پہنچے گی۔ تیرا دل بھی اگر اِس منادی کو سُن کر خوشی سے اُس طرف راغب ہو جاتا ہے تو سمجھ لے کہ روز قیامت

کی منادی کو سن کر بھی تو ایسی طرح خوش و خرم ہوگا۔

طہارت میں جو بھید پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ تو جان لے کہ لباس و بدن کی پاکی دراصل تیرے خلاف کی پاکی ہے اور اس طہارت کی روح تیرے دل کی پاکی ہے جس سے مُراد توبہ، پشیمانی و ندامت اور اخلاقِ نیک سے دل کا دُور رہنا ہے کہ دل ہی تو نظارہ گاہِ حق تعالیٰ ہے اور دل ہی حقیقتِ نماز کا مقام ہے اور تن، تن صورتِ نماز کا مقام ہے۔

ستر کا پوشیدہ رکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ تیرے ظاہر میں جو چیز بدناما و ناخوب ہے اُسے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھے اور اس کا اصل راز یہ ہے کہ تیرے باطن میں جو کچھ بدناما و ناخوب ہے اسے اللہ تعالیٰ کی نظر سے پوشیدہ رکھے اور چونکہ اس کی نظر سے کسی چیز کا پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے کہ باطن کو ہر قسم کی بد صورتی اور بُرائی سے پاک رکھا جائے اور گزشتہ پریشمائی کا اظہار کرتے ہوئے پُختہ ارادہ کر لے کہ آئندہ بُرائی کی اس راہ پر نہیں چلوں گا گناہوں سے توبہ کر لینا ایسا ہے گو یا کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ توبہ گناہوں کو نیست و نابود کرتی ہے۔ اگر کچھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ گزشتہ گناہوں پر ندامت، خجالت، خوف و عجز اور شرم و انکساری کا پر وہ ڈال دے اور نماز میں خستگی، ہستکی اور شرمساری کی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائے جیسے کوئی بھگڑا غلام اور بھکابِ خطا کے بعد نامدم و شرمسار ہو کر اپنے آقا کے پاس ٹوٹ آتا ہے اور اپنی شرمناک فعلیوں کا احساس اُسے سر اُپر اٹھانے نہیں دیتا۔

قبیلہ رُخ ہونے کے ظاہر ہی معنی تو فقط یہ ہیں کہ اپنے ظاہر ہی چہرے

کو ہر طرف سے پھیر کر قبلہ کی طرف ایک جہت ہو جائے لیکن اس میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ دل کے چہرے کو دونوں جہانوں کی ہر چیز سے موڑ کر ذات باری تعالیٰ میں مستغرق ہو جائے تاکہ تیرا ظاہر و باطن ایک صفت پر ہو جائے جس طرح ظاہری قبلہ صرف ایک ہے، اسی طرح باطن کا قبلہ بھی فقط ایک ہے اور وہ ہے ذات حق تعالیٰ۔

دل کو اندیشوں اور وسوسوں کی وادی میں سرگرداں رہنے دینا ایسے ہی ہے جیسے کہ منہ کو ادھر ادھر پھرتے رہنا اور جس طرح منہ کو ادھر ادھر پھرتے رہنا صورت نماز کے خلاف ہے کہ اس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے، اسی طرح دل کا ادھر ادھر کے تصورات میں غلطیاں سچیاں رہنا روح نماز اور حقیقت نماز کے خلاف ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "جو شخص نماز کے لیے کھڑا ہو کر اپنی خواہش، اپنے منہ اور اپنے دل کو تصور الہی میں منہمک کر دیتا تو وہ نماز ادا کر کے ایسا ہی واپس آتا ہے گویا اسی روز شکم مادر سے باہر آیا ہے۔ یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔"

اسے حقیقت سمجھ کہ جس طرح ظاہری چہرہ کو قبلہ سے ہٹا لینے کے باعث صورت نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح دل کے چہرے کو تصور حق تعالیٰ سے ہٹالینا اور دوسرے اندیشوں میں ڈال دینا حقیقت نماز اور روح نماز کو باطل کر دیتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ظاہر باطن کا غلاف ہی تو ہے اور اصل کام کی چیز تو وہ ہے، جو غلاف کے اندر پوشیدہ ہے ورنہ غلاف کی بدست خود کیا قدر و قیمت ہے؟

قیام کا ظاہر یہ ہے کہ تو شخص طور پر اللہ تعالیٰ کے روبرو غلامانہ انداز سے سر جھکائے کھڑا ہو۔ اور قیام کا باطن یہ ہے کہ تیرا دل تمام حرکات

سے رُک جائے اور انتہائی عاجزی اور تعظیم و احترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی غلامی و ملازمت کے لیے مستعد ہو جائے۔ اور چاہیے کہ قیام کی حالت میں اپنے اس مقام کو یاد کرے کہ کس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، جس وقت کہ اُس کے تمام راز بالکل ظاہر کر دیئے جائیں گے اور اُس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ اور اس حقیقت کو پہچان لے کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے تیری کوئی حرکت پوشیدہ نہیں اور اُس کی نظر میں وہ تمام بھید بالکل اسی طرح آشکارہ اور عیاں ہیں جیسے کہ قیامت کے دن ہوں گے اور جو کچھ تیرے دل میں ہے یا اس سے پہلے رہا ہے، وہ جاننا ہے، دیکھنا ہے اور تیرے ظاہر و باطن سے پوری طرح باخبر ہے لیکن تعجب ہے کہ اگر اہل صلاح میں سے کوئی تجھے حالت نماز میں دیکھنے لگے کہ تو نماز کیوں کر ادا کر رہا ہے تو تو اپنے تمام اعضاء کو بالکل مودب بنا لیتا ہے اور ہرگز کسی جانب نہیں دیکھتا اور اُس دیکھنے والے سے شرم کھا کر نماز میں جلدی نہیں کرتا اور نہ کسی اور جانب توجہ کرتا ہے حالانکہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے دیکھ رہا ہے لیکن اِس کے باوجود تو اُس سے شرم نہیں کھاتا۔ اور اِس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہوگی کہ تو ایک ناچیز دبے بس و بے چارہ و مجبور بندے سے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، شرم کرتا ہے اور اِس خیال سے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، بالکل مودب بھی ہو جاتا ہے لیکن فرشتہ موت کی نظر سے تجھے کوئی ڈر نہیں لگتا اور اِس کو تو ایک معمولی بات تصور کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ سے شرم کس طرح کرتی چاہیے، فرمایا: "جس طرح کہ اپنے گھر کے صالح و پرہیزگار

لوگوں سے کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی شرم کیا کرو۔“
 اسی تعظیم کے پیش نظر صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات نماز میں اس
 طرح ساکت و جامد کھڑے ہوتے تھے کہ پرندے بھی ان سے نہیں
 ڈرتے تھے اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ لوگ پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔
 جس کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم ہو جاتی ہے تو وہ جان
 لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظر ہے اور اس کے ہر طرف دیکھ رہا ہے اور
 اس کا ہر عضو خشوع و خضوع کا حامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام جب کسی کو نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوتے دیکھتے تو
 فرماتے کہ ”اگر اس کے دل میں خشوع و خضوع کا مادہ ہوتا تو اس
 کا ہاتھ بھی دل کے طریق کو اختیار کرتا۔ یعنی اس کے ہاتھ ہلانے
 کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔“

رکوع و سجود کا ظاہر تو یہ ہے کہ جسمانی طور پر بدن کے ذریعے عاجزی
 و فروتنی کا اظہار کیا جائے لیکن رکوع و سجود کا باطن دل کی عاجزی ہے
 جو کوئی اس رمز کو پا جائے کہ چہرے کو زمین پر رکھنا اعضائے بدن
 کے عزیز ترین عضو کا اس خاک پر رکھنا ہے کہ جس سے بڑھ کر خوار اور
 کوئی چیز نہیں ہو سکتی تو وہ اس حقیقت کو بھی پہچان لیتا ہے کہ خود
 اس کے جسم کی اصل بھی خاک سے ہے اور اسے خاک ہی میں مل
 جانا ہے۔ اور یہ اصل یقیناً ایسی نہیں کہ اس پر تکبر و ناز کیا جائے۔
 چنانچہ وہ اپنی ناکسی اور بے چارگی کے راز سے آگاہ ہو جاتا ہے۔
 پس ایسے ہی نماز کے ہر رکن میں ایک راز پوشیدہ ہے، ایک حقیقت
 پنہاں ہے کہ جب انسان اس سے غافل ہو تو نماز کی ادائیگی میں
 اسے نماز کی ظاہری صورت کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔“

(نقل از کیمیائے سعادت)

نماز میں قرأت و اذکار کی حقیقت کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں:-

دیاور رکھ کہ ہر وہ کلمہ جو نماز میں پڑھتے ہیں اس کی ایک حقیقت ہے جسے جاننا ضروری ہے اور چاہیے کہ پڑھنے والا خود اسی صفت پر ہوتا کہ صادق کہلا سکے مثلاً اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس قدر بزرگ ہے اور اتنا بڑا ہے کہ اسے عقل و خرد سے نہیں پہچان سکتے۔ اگر نمازی ان معنوں کو نہیں جانتا تو وہ جاہل ہے اور اگر وہ جانتا ہے لیکن اس کے دل میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جسے وہ حق تعالیٰ سے بزرگ تر سمجھتا ہے تو وہ صادق نہیں ہے اور اسے یہی کہیں گے کہ یہی بات سچی ہے لیکن تو تھوٹا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی اور چیز کا مطیع ہو تو گویا وہ چیز اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نسبت زیادہ بزرگ ہے۔ ایسی صورت میں اس کا معبود اور اس کا اللہ تو وہی چیز ٹھہری کہ جس کا وہ مطیع ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:-

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ .

یعنی کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی کہ جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے ؟

اور نمازی نے کہا: "وَجْهَتُّ وَجْهِي" تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں نے دل کے چہرے کو تمام عالم سے موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا ہے۔ اب اگر یوں کہنے کے بعد بھی اس کا دل کسی اور چیز کی طرف دیکھ رہا ہو تو اس لیے جو کچھ زبان سے کہا وہ تھوٹ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی مناجات میں پہلی بات ہی تھوٹ ہو گئی تو اس کی قدر و قیمت کیا ہوگی ؟

اور جب کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اپنے دل میں تازہ کر لے اور اس کا دل مکمل طور پر صفتِ شکر بن جائے کیونکہ یہ کلہ شکر ہے اور شکر دل سے ادا کیا جاتا ہے نہ کہ محض زبان سے۔

اسی طرح "اَيُّهَا الْعَبْدُ" کہتے ہوئے حقیقتِ اخلاص اس کے دل میں تازہ ہو جانی چاہیے۔

"اِهْدِنَا" کہتے ہوئے اس کا دل گریہ و زاری کا مرقع بن جائے کیونکہ یوں کہہ کر وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوالی بن جاتا ہے۔

غرض تسبیح و تہلیل اور نقرات کا ہر کلمہ زبان سے نکالتے وقت وہ خود ویسا ہی بنتا چلا جائے جیسا کہ اُسے سمجھا ہے اور دل کو اُس کے معنی کے مطابق ڈھالتا چلا جائے یعنی دل کو اُس کے زیورِ معنی سے آراستہ کرتا چلا جائے۔ اگر چاہتا ہے کہ حقیقتِ نماز کا اجر اُسے نصیب ہو تو ایسا بن جائے ورنہ نماز کی صورت بے معنی پر قناعت کرنی پڑے گی۔

(نقل از کہیائے سعادت)

بے حضورِ دل کا علاج

بے حضورِ دل کے علاج کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
 "معلوم ہونا چاہیے کہ نماز میں دل کے غافل ہونے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری وجہ یہ ہے کہ نماز ادا کرنے کی جگہ ایسی ہو کہ جہاں نمازی کسی چیز کو دیکھ یا سن سکتا ہو تو دل اسی طرف مشغول ہو جاتا ہے کیونکہ دل آغز کان اور آنکھ کا تابع ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ نماز کسی ایسی جگہ ادا کی جائے جہاں کسی

قسم کی آواز نہ ہو بہتر ہے کہ وہ جگہ تاریک ہو یا پھر آنکھیں بند کر لے چنانچہ بہت سے عابد اپنے لیے بہت مختصر اور تاریک حجرے بنا لیتے ہیں کیونکہ وسیع و کشادہ جگہ پر دل پراگندہ ہو جاتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے وقت قرآن، تلوار اور دیگر ہر چیز جو ان کے پاس ہوتی تھی، اپنے سے علیحدہ کر دیتے تھے تاکہ ادھر توجہ مبذول نہ ہو سکے۔

دوسری وجہ باطنی ہے اور وہ یہ ہے کہ آوارہ و پریشان خیالات کے باعث دل ویسے ہی پراگندہ ہو رہا ہو۔ یہ استہانی دشوار اور مشکل صورت حال ہے۔ ایسا دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے:

① "کوئی ادھورا کام، یعنی کوئی کام شروع کر رکھا تھا وہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے وہ کام ادھورا چھوڑ کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ ایسی حالت میں دل اس طرف لگا رہتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کام کو ختم کر لے اور پھر نماز پڑھے تاکہ دل اس کام کے اندیشے سے فارغ رہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "اگر کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کا ایک ہی وقت ہو تو کھانا پہلے کھا لینا چاہیے" اسی طرح اگر کوئی بات ادھوری رہ گئی ہو تو پہلے وہ بات پوری کر لو اور پھر نماز پڑھنا شروع کرو۔

② "کاروباری اندیشے" وہ کاروباری اندیشے جو فوری طور پر ختم نہیں ہو سکتے یا پھر آوارہ و پریشان خیالات جو عادتاً دل پر مسلط ہو جاتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ نماز میں اپنے سے جانے والے اذکار اور قرآنی آیات کے معانی پر غور و فکر شروع کر دیا جائے تاکہ یہ غور و فکر ان پراگندہ خیالات کو دل سے نکال دے لیکن ایسا تب ہو

سکتا ہے کہ جب خیالات سختی سے دل پر غالب نہ ہوں اور شہوت و خواہش بہت قوی نہ ہو۔ اور اگر شہوت و خواہش بہت قوی ہو، تو آیات و اذکار کے معانی پر غور و فکر بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس چیز کو ہی ترک کر دیا جائے جو ان اندیشوں کو جنم دے رہی ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو ان آوارہ خیالات اور اندیشوں سے رہائی ممکن نہیں اور نماز ہمیشہ نفسانی باتوں سے آلودہ رہے گی۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی درخت کے نیچے بیٹھا ہو اور چاہتا ہو کہ چڑیوں کا شور سنائی نہ دے اور اس غرض سے لکڑی اٹھا کر انہیں درخت سے اڑا دے مگر دیکھتے ہی دیکھتے چڑیاں پھر وہاں آ بیٹھیں اور وہ پھر پریشان ہو جائے تو اس کی پریشانی کا یہی حل ہے کہ وہ اس درخت ہی کو جڑ سے اکھاڑ دے ورنہ جب تک وہ درخت باقی رہے گا، چڑیوں کا ٹھکانہ بنا رہے گا۔ بالکل ایسی طرح جب تک کسی کام کی زبردست خواہش دل پر مسلط رہے گی، دل پر آگندہ خیالات کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک بار ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک نفیس کپڑے کا ہدیہ لایا جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر اس پر پڑ گئی تو نماز پڑھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا اتار کر اس شخص کو واپس کر دیا اور وہی پُرانا لباس پہن لیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ درختوں کے درمیان ادھر ادھر اڑتے پھرتے والے ایک خوبصورت پرندے پر ان کی نگاہ پڑ گئی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

کا دل اس کے نظارے میں اتنا مشغول ہوا کہ انہیں اپنی رکعتوں کی تعداد بھی یاد نہ رہی۔ فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی شکایت پیش کی اور پھر بطور کفارہ اپنے باغ کو صدقہ میں دیدیا۔ اسلاف میں سے بہت سے بزرگوں نے اسی طرح کیا ہے اور دل کے حاضر کرنے کا علاج ان کے نزدیک یہی رہا ہے۔“

(نقل از کیمیائے سعادت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ حضورِ یُدُل کا نسخہ خوب ہے لیکن تیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں سے جو نسخہ طالبانِ اصلاح کو ملتا ہے وہ نادر بھی ہے اور تیر بہدف بھی اور دل بے حضور کے ہر قسم کے عارضے میں شافی و کافی بھی ہے۔ شاید اس سے بڑھ کر شافی علاج کسی نے نہیں بتایا اور وہ ہے ”تصورِ اسم اللذات“

جو شخص کسی مُرشدِ کامل کے حکم و اجازت سے ”اسم اللذات“ کا نقش تصور سے اپنے دل پر جاتا ہے اور ہر دم اس میں مشغول رہتا ہے اس کا دل ہر دم انوارِ ذاتِ الہی سے پُر رہتا ہے وہ جس طرف بھی متوجہ ہوتا ہے اُسے اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے اُسے غیر حق نظر آتا ہی نہیں۔ جسے غیر حق تعالیٰ دکھائی ہی نہ دے اُسے خیالِ غیر سے کیا واسطہ؟“

کیونکہ حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

”اسم اللہ“ کیا ہے؟ عین ذاتِ پاک ہے جو بے چوں و بے چگوں ہے، بے شبہ و بے نمون ہے، جس کی شان میں آیا ہے ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“

(عین الفقر باب اول)

اور اسی پر ”باطنی نماز“ کے باب کو ختم کیا جاتا ہے۔ اب ظاہری نماز کے مختصر سے سائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک کے مطابق نماز ادا کرنے کا طریقہ (مردوں کے لیے)

پاک و صاف لباس پہن کر اور وضو کر کے پاک و صاف جگہ پر کھڑے ہو جائیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی نیت کر لیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک لے جا کر **«اللَّهُ أَكْبَرُ»** کہیں اور پھر دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھ لیں کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رہے۔ پھر ادھر ادھر دیکھے بغیر پورے ادب کے ساتھ اپنی کامل توجہ اللہ پاک کی بارگاہ کی طرف کر کے پہلے ثنا پڑھیں، پھر تعوذ پڑھیں، پھر سورۃ فاتحہ پڑھیں جس کے آخر میں آمین کہیں، پھر قرآن مجید میں سے کوئی سورت پڑھیں یا کسی سورت کی چند آیات پڑھیں۔ قرآن مجید کی کوئی سورت یا چند آیات فرض نمازوں میں صرف پہلی دو رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔ مگر باقی سب نمازوں یعنی سنت نفل اور واجب نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے۔ پھر تکبیر یعنی **«اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ کر رکوع کریں۔ رکوع میں اتنا جھک جائیں کہ سر اور کمر ایک ہی لیول پر برابر ہو جائیں۔ ہاتھ پسلیوں سے جدا رکھیں اور ہاتھوں کے پنجوں سے گھٹنوں کو پکڑ رکھیں۔ رکوع کی حالت میں تین یا تین سے زیادہ مرتبہ طاق تعداد میں **«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»** کی تسبیح پڑھیں۔ پھر **«سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»** کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر تکبیر یعنی **«اللَّهُ أَكْبَرُ»** کہتے ہوئے سجدے میں اس طرح چلے جائیں کہ زمین پر پہلے گھٹنے رکھیں۔ پھر دونوں ہاتھ اور ناک اور پیشانی زمین پر اس طرح رکھیں کہ پیشانی اور ناک دونوں ہاتھوں کے درمیان رہے اور پھر اس عاجزی کی حالت میں تین یا تین سے زیادہ مرتبہ طاق تعداد میں **«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»** کی تسبیح پڑھیں پھر **«اللَّهُ أَكْبَرُ»** کہتے ہوئے اٹھ کر دونوں پیروں پر بیٹھ جائیں، پھر **«اللَّهُ أَكْبَرُ»** کہہ کر دوسرا سجدہ کریں۔ دوسرے سجدے کی تسبیح ختم کر کے **«اللَّهُ أَكْبَرُ»** کہتے ہوئے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ اور پھر دوسری رکعت کے لیے سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی کوئی سورت یا چند آیات پڑھ کر پہلی رکعت کی

طرح رکوع، قومہ اور دو سجدے کریں۔ دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر تشہد یعنی «التحیات» پڑھیں نماز اگر دو رکعت کی ہو تو تشہد کے بعد درود شریف اور کوئی دُعا پڑھ کر پہلے دائیں طرف مُنہ پھیر کر «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ» کہیں اور پھر بائیں طرف مُنہ پھیر کر یہی کلمات دہرائیں۔ اس طرح نماز کی ادائیگی مکمل ہو گئی اور اگر نماز چار یا تین رکعت کی ہے تو دوسری رکعت کے قعدہ میں «التحیات» کے بعد کھڑے ہو کر پہلے کی طرح باقی رکعتیں پوری کر کے سلام پھیریں۔

نماز کی نیت

نماز کی نیت یوں کریں۔ «میں نماز کی نیت کرتا ہوں۔ نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے ہے۔ ۲ یا ۳ یا ۴ رکعت نماز فرض یا سنت یا واجب یا نفل، مُنہ خانہ کعبہ کی طرف اللہ اکبر اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہو تو کہا جائے اس نام کے پیچھے اللہ اکبر۔ اصل نیت تو دل سے ہی کی جاتی ہے لیکن دل کے ساتھ زبان سے اقرار کے نیت کرنا افضل ہے۔ دل سے نیت نہ ہو تو محض زبان سے نیت کے الفاظ کہہ دینے سے نماز نہ ہوگی۔»

قبلہ کی طرف رُخ کرنا

نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا نماز کی بنیادی شرط ہے۔ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرنے سے مقصود یہ نہیں کہ بیت اللہ کی پرستش کی جائے بلکہ تمام مسلمانوں کی ایک ہی سمت قائم رکھنا اس سے مقصود ہے جس طرح مسلمانوں کا معبود ایک ہے، رسول ایک ہے، قرآن ایک ہے، لکن ایک ہے تو جماعت بھی ایک ہو اور مرکزِ توجہ یعنی قبلہ بھی ایک ہو۔

قبلہ رو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چہرے کا کچھ حصہ خانہ کعبہ کی طرف ضرور ہو۔ اگر ارادے کے بغیر تھپاتی کا قبلے کی طرف سے تھوڑا سا انحراف ہو مگر چہرے کا کچھ حصہ خانہ کعبہ کی طرف ہو تو نماز ہو جائے گی۔ عین قبلہ سے سینہ اگر دائیں یا بائیں ۴۵ درجے سے زیادہ ہٹ جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

قبلہ رخ ہو کر نیت کر لینے کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر «اللہ اکبر» کہیں اور پھر ہاتھ ناف پر باندھ لیں اور پھر ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں یا قرآن میں سے چند آیات پڑھیں۔

ثنا

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ
وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

ترجمہ » اے اللہ تو پاک ہے اپنی تمام تعریفوں سمیت اور تیرا نام بڑی برکتوں والا ہے اور تیری شان بہت عظمت والی ہے اور تیرے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے «

تعوذ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

ترجمہ » میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود (کے شر) سے «

تسمیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ » شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے «

فاتحہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝
مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ آمِينَ

ترجمہ: ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب (پالنے والا) ہے، جو رحم کرنے والا ہے، نہایت مہربان ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد کے طالب ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت نصیب فرما۔ وہ سیدھا راستہ جو تیرے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جو تیرے غضب کا شکار ہوئے اور نہ گمراہ ہوئے والوں کا راستہ۔ یا اللہ ہماری یہ دعا قبول فرما!

سُورَةُ اخْلَاصِ

مَثَّ سُوَّةَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ: محبوب! آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ذات ہے۔ نہ تو اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی ذرا اس کی برابر ہی کرنے والا ہے۔ وہ تو واحد ذات ہے۔

رُكُوع

اس کے بعد "اللَّهُ أَكْبَرُ" کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور حالت رکوع میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ پڑھیں

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ

ترجمہ: "میرا پروردگار پاک ہے، عظمت والا ہے"

تَوَمُّهُ (قیام)

رکوع کی تسبیح پڑھ لینے کے بعد

دُعَا

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَنَا ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

ترجمہ ”اے پروردگار! تو مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ اے ہمارے پروردگار ہماری دعا کو قبول فرما لے۔ اے ہمارے پروردگار تو بخش دے مجھ کو، میرے ماں باپ کو اور تمام مومنوں کو جس دن کہ قیامت قائم ہو۔“ یہ دعا یا جو دعا آپ کو یاد ہو پڑھ کر سلام پھیریں۔ پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف منہ پھیریں اور منہ پھرتے ہوئے ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ کہیں اور اسی پر نماز مکمل ہو گئی۔

البتہ نمازِ عشاء میں فرائض اور سنتوں کے بعد تین رکعت نماز توڑ پڑھی جاتی ہے جو واجب ہے۔ اس نماز کی آخری رکعت میں فاتحہ اور قرأت کے بعد دونوں ہاتھ کانون تک اٹھا کر اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور پھر دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے جسے دعائے وتر بھی کہا جاتا ہے۔ اس دعا کے پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا جاتا ہے۔

دُعَاے وِتْر

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ ۝ اللَّهُمَّ إِنَّا يَاكَ نَعْبُدُ وَلكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعِي وَنَخْفِدُ وَنَرْجُوا رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ ۝

ترجمہ ”اے اللہ! ہم تیری مدد اور تیری بخشش کے طالب ہیں۔ ہم تجھ

پر ایمان لاتے ہیں اور سچے ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور بھلائی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور ہم تیرا شکر بجالاتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے۔ ہم تیرے نافرمانوں سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے انہیں تھوڑ دیتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری رضا کی خاطر نماز ادا کرتے ہیں، تیری بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور تیرے قرب کی طرف دوڑتے ہوئے کوشش کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے خوف کھاتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔“

نماز وتر

عشاء کی نماز میں وتروں کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ ان کا پڑھنا واجب ہے۔ قرآن کے بعد واجب کا ہی درجہ آتا ہے۔ وتروں کے پڑھنے کی اہمیت فرض نمازوں کے قریب قریب ہی سمجھیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اگر وتر کسی وجہ سے تھوٹ جائیں تو ان کی قضا واجب ہے۔ بلاغذرتھوڑ دینا بڑا گناہ ہے۔

سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ فرمایا کہ :-

الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمہ: وتر حق ہے اور جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

وتروں کے متعلق صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت درج ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

میں کو اندیشہ ہو کہ رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہو سکے گا تو وہ رات کے شروع (نماز عشاء کے ساتھ) وتر پڑھ لے اور جس کو پوری امید ہو کہ آخر شب میں بیدار ہو جائے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں ہی وتر پڑھے اس لیے کہ اس وقت نماز

میں ملا کہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت بڑی فضیلت کا حامل ہے۔“

وتروں میں قرأت کے متعلق جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد میں ایک حدیث مبارک وارد ہے جس میں بزرگ تابعی حضرت عبدالعزیز بن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ پڑھتے تھے، دوسری رکعت میں ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ اور تیسری رکعت میں ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ اور ”مَعُوذَاتِنِ“ (سورۃ فلق اور سورۃ الناس) پڑھتے تھے۔

مسائل وتر

- ① نمازِ عشر میں وتروں کی تین رکعتیں پڑھنا واجب ہے تیسری رکعت میں فاتحہ اور قرأت کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں سے لگائیں اور ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے ہاتھ دوبارہ ناف پر باندھ لیں اور دُعائے قنوت پڑھیں۔
- ② دُعائے قنوت پڑھنا واجب ہے اس لیے اگر دُعائے قنوت پڑھنا بھول جائیں تو سجدہ سہو کر لیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔
- ③ اگر دُعائے قنوت ابھی یاد نہیں کی تو اس کی جگہ کوئی اور دعا پڑھ لیں لیکن اُسے ساری عمر کے لیے معمول نہ بنا لیں جتنی جلدی ہو سکے دُعائے قنوت یاد کر کے وتروں کی نماز میں پڑھا کریں۔

پنجگانہ نمازوں کے اوقات

پنجگانہ نمازوں کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا، ٹھیک وقت پر ان کو ادا کیا، رکوع و سجود ایسے کیے جیسے کہ کرنے کا حق ہے اور عجز و انکساری سے ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور چاہے گا تو اسے سزا دے گا۔

(مسند احمد، سنن ابی داؤد)

پانچ نمازیں اور ان کے اوقات یہ ہیں :-

- ①- نماز فجر
اس نماز کا وقت صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے۔
- ②- نماز ظہر
سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر اس وقت تک نماز ظہر ادا کی جاسکتی ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو جائے۔
- ③- نماز عصر
ظہر کے وقت کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک نماز عصر کا وقت ہے۔
- ④- نماز مغرب
غروب آفتاب سے لے کر شفق کی سُرخ سپیدی فانی ہو جانے تک نماز مغرب

کا وقت ہے۔

⑤- نمازِ عشاء

نمازِ عشاء کا وقت شفق کی سُرخ و سپیدی آسمان سے غائب ہو جانے کے وقت سے لے کر صبح صادق کے آواز تک ہے۔

لیکن افضل بات یہ ہے کہ نمازیں اول وقت ہی میں ادا کی جائیں۔
 ① حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

إِسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ. (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)
 ترجمہ: صبح کا اُجالا پھیلنے پر صبح کی نماز پڑھو کہ اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ
 فَتَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّغَاتٍ بِرُؤُوسِهِنَّ مَا يُعْرِفُنَّ
 مِنَ الْغَلَسِ. (صحیحین)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ عورتیں نماز پڑھ کر اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آجاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاسکتی تھیں۔

② نمازِ ظہر کے بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا کہ:

إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ
 مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پر پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت آتش دوزخ میں سے ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-
 جب گرمی زیادہ ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیر کر کے ٹھنڈے
 وقت میں ظہر کی نماز پڑھتے تھے لیکن جب سردی کا موسم ہوتا تو
 جلدی یعنی اول وقت پر ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی)

③ نماز عصر کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے
 کہ ابھی سورج بلند اور تاباں ہوتا تھا۔ (صحیحین)

④ حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-
 میری امت ہمیشہ غیر کے ساتھ یا طریقہ فطرت پر رہے گی جب تک
 کہ مغرب کی نماز اتنی تاخیر کر کے نہ پڑھے کہ بستارے گنجان ہو جائیں۔

⑤ ۱. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-
 اگر مجھے امت کی تکلیف اور مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ
 عشاء کی نماز تہائی یا نصف رات تک تاخیر کر کے پڑھا کریں۔
 (جامع ترمذی، مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

⑥ ۲. حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

عشاء حضور علیہ السلام عشاء کی نماز اُس وقت پڑھا کرتے تھے جس وقت
 چاند کی تیسری رات میں چاند غروب ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، دارمی)

نوٹ: چاند کی تیسری رات میں چاند غروب آفتاب کے تقریباً اڑھائی گھنٹے بعد غروب ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا :-
 اے علی! تین کاموں میں کبھی دیر نہ کرنا۔ اول نماز کہ جب اُس کا وقت
 ہو جائے۔ دوم نماز جنازہ کہ جب جنازہ تیار ہو جائے تو ہم یہ کہے
 شو بہرورت کا نکاح کہ جب اُس کے لیے کوئی مناسب ہوڑ مل جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

«اَسْ وَقْتُ مَمْتَهَارًا كَمَا حَالَ سَجُوكًا اَوْ كَمَا رَهْتِيَهُ سَجُوكًا حَتَّى يَتَوَقَّفَ قَوْمٌ بِرَأْسِهِ
لَوْ كَانُوا حُكْمًا لَمْ يَسْتَجِزُوا نَمَازًا كَمَا مَرَدُّهُ اَوْ رُبَّ رُوحٍ كَرِهَتْ يَازِمَازًا لَوْ
اَنَّ كَمَا صَحِيحٌ وَقْتُ كَمَا بَطُّرُوهِيهِمْ بِمِثْلِ عَرَضٍ كَمَا مِيرَسِيهِ
اَبُو كَمَا كَمَا حُكْمٌ هُوَ ؛ اَبُو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْرَمَا يَازِمَ وَقْتُ بِرَنَمَازٍ
بَطُّرُوهِيهِمْ اَسْ كَمَا بَعْدَ اَنَّ كَمَا سَاوَمَ نَمَازٍ بَطُّرُوهِيهِمْ كَمَا مَوْقِعَ اَسْ تَو
اَنَّ كَمَا سَاوَمَ دَوْبَارَهٗ بَطُّرُوهِيهِمْ اَبُو مَمْتَهَارَسِيهِ لِيَسِي نَفْلٍ نَمَازٍ هُوَ جَلَسِيهِ
كَمَا (صَحِيحٌ مُسْلِمٌ)

مسئلہ: عصر اور فجر کی نماز کے علاوہ باقی نمازیں تنہا ادا کر لینے کے بعد اگر جماعت

مل جائے تو جماعت کے ساتھ فرض دوبارہ پڑھ لیں تو یہ نفل شمار ہو جائیں گے اور جماعت کا اجر و
ثواب مل جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

مَنْ نَسِيَ صَلَاةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ يُصَلِّيَهَا
اَوْ ذَكَرَهَا. (صَحِيحٌ بَخَارِيٌّ وَصَحِيحٌ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: جب کوئی شخص نماز بھول جائے یا نماز کے وقت سوتا رہ جائے
تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آجائے یا سو کر اٹھے تو اسی وقت
پڑھے۔

معلوم ہوا کہ تقدیر الہی سے کوئی نماز نادانستہ رہ جائے یا ارادہ کے باوجود سوتے

ہیں نماز کا وقت جاتا رہے تو فوراً فوراً شدہ نماز ادا کر لینی چاہیے۔ گناہ اور جرم جب ہے کہ
آدمی دانستہ اور جاگتے ہوئے قصداً کر دے۔

نمازوں کی رکعات

- ① نماز فجر کی کل چار رکعتیں ہیں۔ پہلے دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعتیں فرض ہیں۔
- ② نماز ظہر کی کل بارہ رکعات ہیں، پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں، پھر چار رکعات فرض ہیں، پھر دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اور پھر دو رکعات نفل ہیں۔
- ③ نماز عصر کی کل آٹھ رکعات ہیں، پہلے چار رکعات سنتِ غیر مؤکدہ ہیں اور پھر چار رکعات فرض ہیں۔
- ④ نماز مغرب کی کل سات رکعات ہیں۔ پہلے تین رکعات فرض ہیں، پھر دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اور پھر دو رکعات نفل ہیں۔
- ⑤ نماز عشاء کی کل سترہ رکعات ہیں۔ پہلے چار رکعات سنتِ غیر مؤکدہ ہیں، پھر چار رکعات فرض ہیں، پھر دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعات نفل ہیں، پھر تین رکعات وتر واجب ہیں اور پھر دو رکعات نفل ہیں۔
- ⑥ نماز جمعہ کی چودہ رکعات ہیں۔ پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعات فرض ہیں، پھر چار رکعات سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اور پھر دو رکعات نفل ہیں۔

سنت و نفل نمازیں

نمازِ پنجگانہ میں فرض کے علاوہ بھی کچھ اور نمازیں ہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید و ترغیب فرمائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ان نمازوں کا عمل بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔ ایسی نمازوں کو سنتیں کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری نمازوں کو نفل نمازیں کہتے ہیں۔ وہ سنتیں کہ جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

اُن کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

”جو شخص دن رات میں فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعت پڑھے گا
اُس کے لیے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا۔ چار رکعت ظہر کے
فرضوں سے پہلے اور دو رکعت فرضوں کے بعد، دو رکعت مغرب کے
فرضوں کے بعد، دو رکعت عشاء کے فرضوں کے بعد اور دو رکعت فجر
کے فرضوں سے پہلے۔“ (جامع ترمذی)

① فجر کی دو رکعت سنت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (صحیح مسلم)

ترجمہ ”فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں“

اِن دو سنتوں کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا کہ۔
”جس نے فجر کی سنتیں وقت پر نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے
بعد پڑھ لے۔“ (جامع ترمذی)

② ظہر کی سنتوں کے بارے میں حضرت ابو الیوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

”ظہر سے پہلے چار رکعت ہیں، اُن کے درمیان سلام نہ پھیر جائے
(یعنی اکٹھی چار پڑھی جائیں) اُن کے لیے آسمان کے دروازے کھل
جاتے ہیں۔“ (ابن ماجہ)

③ عصر کی چار رکعت سنت غیر مؤکدہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس بندہ پر جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھے۔“

④ مغرب کے فرائض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور چار نوافل ہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

”جو بندہ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ سمندر کی تھال کے برابر بھی کیوں نہ ہوں“

(معجم طبرانی)

⑤ عشرہ کی سنتوں اور نوافل کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-
”کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عشرہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے ہاں تشریف لائے ہوں اور آپ نے چار یا چھ رکعات نہ پڑھی ہوں“
(سنن ابی داؤد)

معلوم ہوا کہ عشرہ کے فرضوں کے بعد دو سنتیں اور دو یا چار نفل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے تھے۔

مسئلہ: جو سنتیں ماکدہ ہیں یعنی جن کے پڑھنے کی تاکید ہے ان کا چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت ہے۔ اس کی بیس رکعات ہیں ان کا چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ بیس رکعات چار چار کر کے بھی پڑھی جاسکتی ہیں لیکن دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔ وتر نماز تراویح کے بعد پڑھے جائیں۔

⑥ فرض، واجب اور سنت کی جتنی نمازیں شرع میں مقرر ہیں، اگر کوئی شخص ان سے زیادہ نمازیں پڑھنا چاہے تو مکروہ اوقات کے علاوہ ہر وقت پڑھ سکتا ہے کیوں کہ ان میں ثواب بے حد ہے، ان نمازوں کو نفل نمازیں کہا جاتا ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں مثلاً تَحِيَّةُ الْوُضُوءِ، اشْرَاقُ چاشت، آوابین، تہجد، صلوٰۃ التَّبَسُّمِ۔ ان کے پڑھنے کا بہت ثواب ہے اور بہتر ہے کہ نفل نمازیں دو دو کر کے پڑھی جائیں۔

⑦ سنت اور نفل نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سُورَةُ بَلَانَا واجب ہے جان بوجھ کر سُورَت نہ ملانا گناہ ہے اور بَلَانَا بھول جائے تو سجدہ سہو کیا جائے۔

⑧ اگر کسی نے نفل نماز کی نیت کر کے نماز شروع کر دی تو اب اسے پورا کرنا واجب ہو گیا۔ اب اگر توڑے گا تو گنہگار ہوگا اور اسے توڑی ہوئی نماز کی قضا پڑھنا ہوگی۔ یاد رہے کہ نفل کی ہر دو رکعات الگ ہیں۔ اگر کسی نے نفل نماز کی چار یا چھ رکعات کی نیت باندھی تو اس پر فقط

دو رکعات کا پورا کرنا واجب ہے، باقی رکعات پڑھنا واجب نہیں۔ اگر کسی نے چار رکعات نفل کی نیت سے نماز شروع کی لیکن دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا تو کوئی ترحیح نہیں۔

⑨ اگر کسی نے چار رکعات نفل کی نیت سے نماز شروع کی لیکن ابھی دو رکعات بھی پوری نہ کی تھیں کہ نماز توڑ دی تو وہ صرف دو رکعات کی قضا پڑھے۔

⑩ چار رکعات نفل کی نیت باندھی۔ دو رکعات پڑھ لیں اور دوسری میں التحیات بھی پڑھ لی اور پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں نیت توڑ دی تو صرف دو رکعات کی قضا پڑھی جائے گی۔ لیکن اگر دوسری رکعت میں التحیات نہ پڑھی اور بھول کر کھڑے ہو کر یا جان بوجھ کر تیسری رکعت شروع کر دی اور پھر نماز توڑ دی تو اب چاروں رکعات کی قضا پڑھی جائے گی۔

اذان

فرض نماز کی ادائیگی سے پہلے بلند آواز سے اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے اور نماز کا وقت ہونے پر بلند آواز سے اذان کہنے کا حکم ہے۔ اذان نماز پڑھنے کے لیے بلاوا ہے تاکہ اس بلاوے کو سن کر سب نمازی جمع ہو جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔

اذان کے الفاظ و کلمات

اذان کے الفاظ اس طرح ہیں:-

اللَّهُ أَكْبَرُ چار مرتبہ،
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ط دو مرتبہ،
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ط دو مرتبہ،
 حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ط دو مرتبہ،
 حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط دو مرتبہ،
 اللَّهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ اور

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ط ایک مرتبہ کہا جاتا ہے۔
 فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد دو بار "الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کہا جاتا ہے اور یہ مستحب ہے۔

اذان کا طریقہ

جب نماز کا وقت ہو جائے تو باوضو ہو کر کسی بلند مقام پر قبضہ رو ہو کر بلند آواز سے اذان کے کلمے ادا کریں تاکہ ممکن حد تک اذان کا پیغام پہنچے۔ اس مقصد کے لیے اکثر مساجد کے مینار استعمال کیے جاتے ہیں۔ اذان دیتے ہوئے پہلی دو تکبیروں کے بعد اتنا

ٹھہریں کہ سُننے والا اس کا جواب دے سکے، دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد ٹھہر کر اتنا وقفہ دیں کہ سُننے والا ہر کلمے کا جواب دے سکے۔ مطلب یہ کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر دیں اور اس بات کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا، «سُحِّي عَلَى الصَّلَاةِ» کتنے وقت دائیں طرف اور «سُحِّي عَلَى الْفَلَاحِ» کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیریں لیکن سینہ اور پیر قبلہ کی طرف ہی رہیں۔ اذان کہتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لی جائیں کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہو جائے گی۔

اذان کے مسائل

- ① مجمع زیادہ ہو اور دُور تک اذان کی آواز پہنچانا مقصود ہو تو کئی مؤذن بیک وقت اذان دے سکتے ہیں۔
- ② جہاں مؤذن مقرر ہو، اگر وہ موجود ہو تو اس کی منظوری و رضامندی کے بغیر کوئی دوسرا اذان مت کہنے۔
- ③ نماز کا وقت اگر تنگ ہو تو مجبوری کی بنا پر وضو کے بغیر بھی اذان کہی جاسکتی ہے۔
- ④ نابالغ لڑکے کا اذان کہنا جائز تو ہے مگر بلا ضرورت مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔
- ⑤ اذان کے دوران مؤذن سلام و کلام نہیں کر سکتا۔
- ⑥ جس مسلمان مرد و عورت تک اذان کی آواز پہنچے اُسے چاہیے کہ اذان کی طرف متوجہ ہو جائے۔ دیگر سلام و کلام بند کر کے اذان کے کلمات کا جواب دے اور اذان مکمل ہونے پر دُعا مانگے۔
- ⑦ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی ممانعت واضح طور پر سورۃ جمعہ میں موجود ہے۔
- ⑧ ناسمجھ، پاگل، نشے والے، جنب اور فاسق رچا ہے وہ عالم ہی ہو، کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان دوبارہ کہی جائے۔

اذان کا جواب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

”جس شخص نے صدقِ دل سے اذان کا جواب دیا وہ جنت میں

داخل ہوگا“ (صحیح مسلم)

جب اذان کی آواز آئے تو سننے والا اپنے طور پر خاموشی سے وہی کلمات دہراتا چلا جائے جو کلمات مؤذن کہے مگر جب مؤذن ”سُحِّيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور سَحَى عَلَى الْفَلَاحِ“ کہے تو سننے والا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہے۔

اور جب ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کہے تو سننے والا ”صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ“ کہے۔ اگر بیک وقت یا یکے بعد دیگرے کئی اذانیں سنائی دے رہی ہوں تو ان میں سے قریب ترین اور پہلی اذان کا جواب دینا کافی ہوگا۔

یہ تو زبانی جواب ہے۔ عملی جواب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی نماز کے لیے چل دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

فضیلتِ اذان و مؤذن

فرمانِ حق تعالیٰ ہے کہ :-

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
قَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (پہلا حم سجدہ ۳۲)

ترجمہ ”اور اُس سے اچھی بات کس کی ہے؟ جو اللہ کی طرف بلائے، اُذرا چھے کام کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔“

احادیثِ مبارکہ میں بھی اذان کے متعلق بہت کچھ وارد ہے۔ مثلاً
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ :-

①

”اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اذان دینے کا کتنا اجر و ثواب ہے تو لوگ اذان دینے کے لیے قرعہ اندازی شروع کر دیں۔“

(مسلم شریف)

”جن و انس اور ہر مخلوق جو اذان کی آواز سنتی ہے، قیامت کے دن

اذان دینے والے کی اذان کی گواہ ہوگی۔“ (بخاری شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ:-

إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّىٰ

يَكُونَ وَكَانَ الرَّوحَا. (مسلم شریف)

ترجمہ ”جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو روحا کے مقام کے

برابر دور بھاگ جاتا ہے۔“

(روحانہ مدینہ منورہ سے ۳۶ میل دور تھا)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ:-

أَلْمَوْذِنُونَ أَطْوَلَ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ ”اذان کہنے والے قیامت کے دن سب لوگوں سے

سربلند ہوں گے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ:-

”امام ضامن اور مؤذن امین ہے۔ اے اللہ! تو اماموں کو ٹھیک

چلنے کی توفیق دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما دے۔“

نوٹ: امام اپنی اور تمام مقتدیوں کی نمازوں کا ضامن ہوتا ہے اور مؤذن اس بات

کا امین ہے کہ اس پر صحیح وقت پر بلا دے کا اعتماد کیا جاتا ہے۔

اذان کے بعد کی دعا

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ
الْقَائِمَةُ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ
وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامَ مُحَمَّدٍ
الَّذِي وَعَدْتَهُ وَارْشُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی :-

« حَلَّتْ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

یعنی قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے اذان میں شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت کے کلمات سن کر یہ کہا کہ :-

رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا
یعنی میں راضی ہوں اللہ کو رب مان کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو رسول مان کر اور اسلام کو دین حق مان کر تو اس کے گناہ بخش
دیئے گئے۔ (صحیح مسلم)

اقامت یعنی تکبیر

فرض نمازوں کے لیے جماعت کھڑی ہونے سے قبل اذان کے کلمات ادا کیے جاتے ہیں۔ اسے تکبیر یا اقامت کہا جاتا ہے۔ اقامت کہنا سنت ہے۔ اور اس کی تاکید اذان سے زیادہ ہے۔ اقامت کے کلمات اذان والے کلمات ہیں مگر «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے بعد دوسرے مرتبہ «قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ» کہا جاتا ہے۔

تکبیر کہنے کا اقدار اذان پڑھنے والا ہے۔ حضرت زیاد بن ابیہارث صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فجر کی اذان کہنے کا حکم فرمایا میں نے اذان دی۔ تکبیر کہنے کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر کہنے کا ارادہ فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

إِنَّ أَخَا صَدَاءِ قَدْ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يَقِيئُهُ. (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ترجمہ: ”مہتارے بھائی نے اذان دی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ

جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔

ترمذی شریف میں درج ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

”اذان اور تکبیر کے دوران دُعا رد نہیں کی جاتی“

مسائل تکبیر

- ① تکبیر کہنے والا امام کے دائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہو کر تکبیر کہے۔
- ② نماز اگر مسجد میں ہو رہی ہو تو تکبیر مسجد کے اندر ہی کہی جائے جب کہ اذان مسجد کے بائیں طرف کچھ بلندی پر یا کسی بلند مقام پر دی جاتی ہے۔
- ③ تکبیر کے کلمات اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر نہیں بلکہ جلدی جلدی کہنا چاہیے کہ یہ سنت ہے۔
- ④ تکبیر کے کلمات کا اذان کی طرح جواب دینا تو ثابت نہیں مگر جب کوئی ایسا کرے تو اُسے روکنا بھی ضروری نہیں۔
- ⑤ تکبیر کہتے ہوئے اگر کوئی کلمہ رہ جائے یا آگے پیچھے ہو جائے تو جہاں یاد آئے وہیں سے لوٹ جائے اور جہاں تک صحیح تھی اُس سے آگے شروع کر دے۔ از سر نو دوبارہ تکبیر کہنا ضروری نہیں ہے۔
- ⑥ نماز جمعہ کے لیے دوسری تکبیر کہنا اُس کا حق ہے جس نے پہلی تکبیر دوسری (اذان) پڑھی ہو۔

④ کھڑے ہو کر اقامت (تجیر) سُنا کر وہ ہے، تجیر بیٹھ کر سُنی جائے۔ جب تجیر کہنے والا "سُحِّي عَلَى الصَّلَاةِ" پر پہنچے تو سب اُٹھا جائے۔ امام کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

مسجد کا بیان

مسجد کے معنی ہیں "سجدہ کرنے کی جگہ" اصطلاح کے طور پر مسجد وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو، اللہ تعالیٰ کے نام پر وقت ہو۔ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہو۔ ہر مسلمان بلا روک ٹوک اس میں عبادت کر سکتا ہو۔

آدابِ مسجد

① مسجد میں دوڑتے ہوئے داخل نہ ہوں بلکہ پورے ادب و احترام کے ساتھ خوش خرامی سے داخل ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوڑ کر مسجد میں آنے اور مسجد کے اندر دوڑنے سے منع فرمایا ہے چاہے جماعت کی کوئی رکعت ہی کیوں نہ چھوٹ جائے۔

② مسجد کے اندر داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں :-

«اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»

③ مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں قدم رکھیں۔

④ مسجد میں داخلہ کے بعد دو رکعات نماز نفل "تحتیة الوضوء" پڑھنا مستنون ہے۔

⑤ صفِ اول میں بیٹھنے کی کوشش کریں لیکن دوسروں کے سروں سے پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کریں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ آگے جگہ خالی ہو تو پیچھے مت بیٹھیں اور نہ ہی صفوں کے درمیان خلا رہنے دیں۔

فضائلِ مسجد

مسجد کو کعبۃ اللہ سے نسبت ہے اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کا گھر قرار دیتے ہوئے اُمت کے لیے دینی مرکز بنا دیا۔

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ
إِلَى اللَّهِ أَسْوَأُهَا. (صحیح مسلم)

ترجمہ » شہروں و بستیوں میں اللہ تعالیٰ کی محبوب جگہیں وہاں کی مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہیں ان کے بازار ہیں «

② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کہ جس دن سایہ رحمت الہی کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا..... ان میں سے تیسرا مومن وہ ہے کہ :-

رَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى
يَعُودَ إِلَيْهِ. (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

ترجمہ » مسجد سے باہر جانے کے باوجود اس کا دل مسجد ہی میں اٹکا رہے جب تک کہ پھر مسجد میں نہ آجائے «

③ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

الْمَسَاجِدُ بِيُوتِ اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ زُؤَامُ اللَّهِ وَحَقٌّ عَلَى
الْمُزُورِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ.

ترجمہ » مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقی یعنی مہمان ہیں اور مینزبان کا حق ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرنے «

④ صحیحین کی ایک حدیث مبارک میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

صَلَاةَ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَضَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَأُسُوقِهِ خُمُسَةً وَعِشْرِينَ ضِعْفًا.

ترجمہ: آدمی کی وہ نماز جو وہ مسجد میں باجماعت ادا کرے اس نماز سے پچیس گنا زیادہ اجر و ثواب رکھتی ہے جو وہ اپنے گھر میں یا بازار میں ادا کرے۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-
 ”جب بندہ وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے اور اس کا مقصد صرف نماز پڑھنا ہوتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند فرما دیا جاتا ہے اور اس کی خطا معاف فرمادی جاتی ہے۔“
 نیز فرمایا کہ :-

”پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک برابر اس کے حق میں رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے مصیبتوں پر رہتا ہے۔۔۔۔۔ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! اس بندے پر خاص عنایت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔۔۔۔۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

”جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں مسجد کے اندر بیٹھا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ برابر نماز ہی کے اندر رہتا ہے۔“

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَّعَاهِدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

ترجمہ ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور مسجد کی خدمت و نگہداشت کرتا ہے تو اس کے لیے ایمان دار ہونے کی گواہی دو کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا ابْنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (صحیحین)
ترجمہ ”جو کوئی اللہ کی رضا کی خاطر مسجد تعمیر کر لے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :-
أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدَّوْرِ وَأَنْ يُنْظَفَ وَيَطَيَّبَ. (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)
ترجمہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا محنتوں میں مسجدیں بنانے کا، ان کو صاف ستھرا رکھنے کا اور ان میں خوشبو کے اہتمام کا“

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا مکروہ بھی ہے اور ممنوع بھی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

مَنْ أَكَلَ فِي هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتَنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَأَذَى مِنْهُ إِلَّا نِسْ. (بخاری و مسلم)
ترجمہ ”جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد کے نزدیک نہ لے جائے جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے“

⑧ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْإِسْتِرَاءِ وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ۔ (جامع ترمذی سنن ابی داؤد) ترجمہ: منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدوں میں شعرو شاعری کرنے سے، خرید و فروخت کرنے سے، اور اس بات سے بھی کہ جمعہ کے دن لوگ نماز سے پہلے مسجد میں اپنے اپنے حلقے بنا کر بیٹھیں۔

⑨ حَضَرَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَأْكُلْ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِمَسَاجِدِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِبَيْعِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِشُرَائِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِصَوَانِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِحُدُودِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِسُيُوفِكُمْ۔ (سنن ابن ماجہ) ترجمہ: تم اپنی مساجد سے الگ اور دور رکھو اپنے چھوٹے بچوں اور دیوانوں کو، اپنی خرید و فروخت کے معاملات کو، اپنے باہمی تھبگڑوں کو اور شور و شغف کو، حدوں کے قائم کرنے کو اور اپنی تلواریں بے نیام کرنے کو۔

⑩ حَضَرَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَأْكُلْ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِمَسَاجِدِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِبَيْعِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِشُرَائِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِصَوَانِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِحُدُودِكُمْ وَلَا يَتَمَسَّكُ بِسُيُوفِكُمْ۔ (سنن ابن ماجہ) ترجمہ: تم اپنی مساجد سے الگ اور دور رکھو اپنے چھوٹے بچوں اور دیوانوں کو، اپنی خرید و فروخت کے معاملات کو، اپنے باہمی تھبگڑوں کو اور شور و شغف کو، حدوں کے قائم کرنے کو اور اپنی تلواریں بے نیام کرنے کو۔

(بیہقی) ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ لوگ مساجد میں دنیوی معاملات پر بات چیت کرنے لگیں گے۔ تم ان کے پاس نہ مت بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں۔

مسجد میں ممنوعات

ممنوع ہے

- ① ناپاک جسم کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا، مثلاً اگر غسل کی حاجت ہو یا عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو۔
- ② مسجد میں کوئی نجس چیز لے جانا۔
- ③ بول و براز کرنا، فضہ کھلوانا اور صحبت کرنا حرام ہے چاہے مسجد کی پھت ہو یا مسجد کا تہہ خانہ ہو۔ غرض نیچے سے اوپر تک سب مسجد کے حکم میں داخل ہے۔
- ④ مسجد میں لڑائی جھگڑا کرنا، شور و غل کرنا، کسی کو زود و کوب کرنا۔
- ⑤ مسجد میں ستر کھولنا۔
- ⑥ مسجد میں کسی جاندار کی تصویر یا مجسمہ لٹکانا۔
- ⑦ مسجد کی دیواروں اور محراب میں ایسی زیبائش کرنا جس سے نمازی کی یکسوئی میں خلل واقع ہو۔

جائز نہیں

- ① مسجد میں تھوکنا، ناک صاف کرنا (اپنے کپڑے یا رومال سے ناک صاف کر سکتا ہے)۔
- ② مسجد کو گزر گاہ بنانا۔
- ③ مسجد میں دنیاوی کام کرنا، خرید و فروخت کرنا۔
- ④ ہر وہ کام یا حرکت جو دوسرے نمازیوں کے لیے باعث تکلیف ہو یا ان کی عبادت میں خلل پذیر ہو۔
- ⑤ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا۔
- ⑥ نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا۔
- ⑦ مسجد میں سوال کرنا بے ادبی ہے کہ اللہ کے گھر انسان غیر اللہ سے مانگتا پھرے۔

مسجد میں مکروہات

مکروہ ہے

- ① کوئی بدبو دار چیز کھاپی کر مسجد میں آنا یا بدبو دار چیز مسجد میں لانا۔
- ② مسجد کے اندر جنازہ لانا۔
- ③ بدبو دار تیل مسجد کے اندر جلا نا۔
- ④ مسجد کے اندر پیٹ کی بریج خارج کرنا۔
- ⑤ مسجد میں بال گرانا، کھٹمل وغیرہ مارنا۔

مسجد میں کرنے والے کام

- ① مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھا جائے۔
 - ② مسجد میں داخلہ کے وقت داخل ہونے کی دعا پڑھی جائے۔
 - ③ مسجد میں با وضو داخل ہونا چاہیے۔
 - ④ مسجد میں ذکر و فکر، عبادت و ریاضت اور تلاوت کلام اللہ میں مصروف ہونا چاہیے۔
 - ⑤ مسجدوں میں صفائی، پاکیزگی، خوشبو اور آبادی کا اہتمام کرنا چاہیے۔
 - ⑥ مسجد سے باہر نکلنے وقت پہلے بائیں پیر باہر نکالیں اور یہ دعا پڑھیں۔
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔
- ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کی درخواست کرتا ہوں۔"

مسجد کی نماز کے فضائل

- ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا
سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ (صحیح بخاری)

- ترجمہ » میری مسجد میں ادا کی جانے والی نماز اُن ہزار نمازوں سے افضل ہے جو کسی اور مسجد میں ادا کی گئی ہوں سوائے مسجدِ حرام کے «
- ایک اور حدیثِ مبارک میں وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:
- » اگر مجھے معذور افراد کا خیال نہ ہوتا تو میں اُن کے گھروں کو آگ لگا دیتا جو مسجد کو چھوڑ کر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں «
- منافقین کی نشانیوں کے باب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ فجر اور عشاء کی نماز میں مسجد سے غائب رہتے ہیں۔

مسجد میں نماز ادا کرنے کے اجرِ عظیم کے علاوہ نمازی جتنے قدم چل کر مسجد میں آتا ہے وہ قدم بھی اس کے قُربِ الہی کے درجات کی بلندی اور گناہوں میں تخفیف کا باعث ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عورتوں کا مسجد میں آنا

① مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چونکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھایا کرتے تھے اس لیے صحابیات کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے مسجد میں آکر نماز پڑھا کریں مگر بعض صحابی اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:-

إِذَا اسْتَأْذَنَ نِسَاءٌ كُفْرًا بِاللَّيْلِ فَأَذِّنْ لَهُنَّ - (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ترجمہ » جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو اجازت دے دیا کرو «

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

لَا تَمْنَعُوا نِسَاءً كُفْرًا بِاللَّيْلِ خَيْرَ لَّهُنَّ -

(سنن ابی داؤد)

ترجمہ » اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو اور ان کے لیے بہتر ان کے گھر ہیں۔ «

(۳) حضرت اعم حمید سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی :-
 » میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ (مسجد میں) نماز ادا کروں « حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ » نہیں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ نماز ادا کرنے کی بڑی خواہش ہے لیکن تمہاری اپنے گھر کے اندر جتنی حصے میں پڑھی ہوئی نماز اس نماز سے افضل ہے جو تم اپنے بیرونی دالان میں پڑھو اور تمہارا بیرونی دالان میں

نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھو اور اپنے قبیلہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آکر نماز پڑھو «

(مسند احمد)

(۴) گویا ایک طرف تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں کو حکم فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے نہ روکیں اور دوسری طرف عورتوں سے فرمایا کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کریں تو زیادہ بہتر ہے لیکن بعد میں جب عورتوں اور مردوں کے حالات میں تبدیلی آئی اور فتنوں کا اندیشہ پیدا ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا :-

كُوْا ذَرِكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا اَحَدَتْ
 النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مَنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ -

(صحیح بخاری صحیح مسلم)

ترجمہ » اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (اپنے طرز زندگی میں) اپنالی ہیں تو آپ ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو درانگے انبیاء

کے زمانے میں، روک دیا گیا تھا،

گھر کی نماز

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:-

» اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو «
(بخاری و مسلم)

② چنانچہ مسنون ہے کہ سنتیں اور نوافل گھر میں ادا کیے جائیں۔ مستورات اپنے گھروں میں اعتکاف کیا کریں۔ اس مقصد کے لیے گھر میں کوئی جگہ خالی کر لی جائے اور اس کو پاک صاف کر کے خوشبو سے مہکایا جائے۔ (ابوداؤد)

تحتیۃ المسجد

مسجد میں داخل ہونے پر دو یا چار رکعات برائے »تحتیۃ المسجد« پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ اگر بار بار مسجد میں جانا پڑے تو ایک بار ہی »تحتیۃ المسجد« پڑھ لینا کافی ہے اگر وقت مکروہ ہو مثلاً غروب آفتاب یا طلوع آفتاب کا وقت ہو یا نماز ادا کرنے کا وقت بہت تنگ ہو یا وضو نہ ہو تو »سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ« پڑھ لیا جائے۔

باجماعت نماز

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

①

وَأَزْكَوْا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ ۝ (پ البقرہ ۴۳)

ترجمہ » اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو؛

یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و

②

السلام نے فرمایا کہ :-

مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَّ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهِ عُدْرًا قَالُوا

وَمَا الْعُدْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ

الَّتِي صَلَّى - (سنن ابی داؤد)

ترجمہ » جو شخص اذان سنے اور نماز باجماعت سے روکنے والا

کوئی عذر بھی موجود نہ ہو تو اگر وہ جماعت میں شامل نہ ہو تو اس کی

نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہوگی۔ بعض کی گئی کہ عذر سے کیا مراد

ہے؟ فرمایا جان و مال کا خوف یا بیماری۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

③

نے فرمایا کہ » کسی بستی میں یا صحرا میں تین آدمی ہوں اور وہ باجماعت نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر

شیطان ضرور غلبہ پالے گا اور پھر فرمایا :-

فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ -

(مسند احمد، نسائی، سنن ابی داؤد)

ترجمہ » پس تم اپنے اوپر جماعت کو لازم کر لو کیونکہ گلے سے الگ

رہنے والی بھیڑ کو بھیڑ یا کھا جاتا ہے؛

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

④

” ہم نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ باجماعت نماز نہ پڑھنے والا یا تو کوئی منافق ہوتا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہ ہوتی تھی یا وہ کوئی مریض ہوتا۔ اور بعض مریض ایسے بھی ہوتے تھے کہ دو آدمیوں کے سہارے چل کر مسجد میں باجماعت نماز کے لیے آتے تھے“

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے بڑھ کر اور کوئی نماز گراں نہیں گزرتی حالانکہ اگر وہ جانتے کہ ان میں کتنا اجر و ثواب اور کتنی برکات پائی جاتی ہیں تو وہ گھٹنوں کے بل بھی چل کر آتے،“

پھر فرمایا کہ :-

” میرے دل میں آتا ہے کہ کسی دن مؤذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لیے اذان کہے اور پھر میں کسی کو امامت کا حکم دوں کہ وہ جماعت کی امامت کرے اور میں خود ہاتھ میں آگ کے فتیلے لے کر ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو اذان سن کر بھی نماز باجماعت کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے۔“

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

⑥ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

لَيُنْتَهَيْنَ رِجَالٌ عَنِ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ اَوْ لَا حِرْقَنَ بِيَوْمِئِذٍ

(ابن ماجہ، کنز العمال)

ترجمہ ” لوگوں کو چاہیے کہ وہ ترکِ جماعت سے باز آجائیں ورنہ نہیں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں گا۔“

⑦ ترکِ جماعت کی اجازت صرف شرعی عذر کی بنا پر ہے۔ مثلاً ایسی سخت بیماری کہ انسان چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو یا شدید طوفانِ باد و باران ہو کہ مسجد میں حاضری آسان نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :-

”سردی اور بارش کی رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مؤذن کو حکم فرمادیتے تھے کہ اذان کے بعد یہ اعلان بھی کر دو کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں“ (صحیح بخاری و مسلم)

۸ رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے اور دوسری طرف مسجد میں جماعت شروع ہو جائے تو پہلے کھانا کھانا ضروری ہے۔ جب تک کھانے سے فراغت نہ ہو جائے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے“ (صحیح بخاری و مسلم)

۹ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

”جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو استنجے کا تقاضا ہو تو چاہیے کہ پہلے استنجے سے فارغ ہو لو“ (جامع ترمذی)

مطلب یہ کہ بیماری یا طوفان یا دو باران یا سخت سردی یا کھانے پینے کی حالت یا پیشاب و پاخانہ کی حاجت کی صورت میں جماعت سے غیر حاضر کی اجازت ہے ویسے نہیں۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضَلُ صَلَاةَ الْفَدْيِ سَبْعَ وَعِشْرِينَ
دَرَجَةً

ترجمہ ”باجامعت نماز پڑھنا اکیسے نماز پڑھنے سے تائیس درجے زیادہ افضل ہے“

۱۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

”جو شخص چالیس دن تک ہر نماز باجماعت ادا کرے اور اس کی کوئی بھی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے دو باتوں سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ ایک آتش دوزخ سے نجات اور دوسرے نفاق

سے نجات“ (جامع ترمذی)

(۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-
 ”جس شخص نے اچھے طریقے سے وضو کیا، پھر وہ باجماعت نماز
 پڑھنے کی غرض سے مسجد میں گیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ باجماعت
 نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے جماعت میں شامل لوگوں کے
 برابر اجر دے گا اور ان لوگوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی
 نہ ہوگی“ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

جماعت میں صف بندی

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 فرمایا ہے کہ :-

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ
 الصَّلَاةِ. (صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ ”لوگو! نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو کیونکہ صفوں کو سیدھا
 کرنا اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزو ہے۔“

(۲) حضرت بشیر بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری
 صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرتے تھے کہ ”کَأَنَّهَا يُتَسَوَّى بِهَا الْقَدَاحُ“، گویا آپ صفوں
 کے ذریعے تیر سیدھے کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو خیال ہو گیا کہ اب ہمیں بنانے کی
 سمجھ آگئی ہے۔ ایک دن آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھا کے لیے اپنی جگہ پر کھڑے
 ہوئے، قریب تھا کہ آپ تکبیر فرما کر نماز شروع کرادیں کہ آپ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑ گئی
 جس کا سینہ صف سے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا :-

يَا عِبَادَ اللَّهِ لَتُسَوَّنَ صُفُوفُكُمْ أَوْ لَيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ
 وَجْهِكُمْ. (صحیح مسلم)

ترجمہ » اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا اور بالکل برابر کرو
 ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔
 حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ :-
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں ہمیں برابر کرنے کے لیے
 ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ
 برابر ہو جاؤ اور مختلف نہ ہو ورنہ اس کی سزا میں تمہارے
 دل ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں گے۔ نیز آپ فرماتے
 تھے کہ تم میں سے دانش مند اور سمجھ دار لوگ میرے قریب ہو
 جائیں، اُن کے بعد وہ لوگ ہوں جو اس صفت میں اُن سے
 قریب ہوں اور اس کے بعد وہ جو اُن سے قریب ہوں۔“

(صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم یہ ہے کہ :-
 لوگ نماز کی جماعت میں صفیں بنا کر پورے سکون اور سنجیدگی کے ساتھ
 برابر کھڑے ہوں۔

صفیں بالکل سیدھی ہوں اور کوئی شخص صف میں آگے پیچھے نہ ہو۔
 پہلے اگلی صف پوری کر لی جائے اور اُس کے بعد پچھلی صف شروع کی
 جائے۔

اہل علم و دانش اگلی صفوں میں اور امام کے قریب کھڑے ہونے کی
 کوشش کریں۔

تھوٹے بچے پیچھے کھڑے ہوں۔

امام سب سے زیادہ متقی اور صاحب علم ہو۔ وہ سب سے آگے درمیان
 میں کھڑا ہو۔

اگر جماعت میں عورتیں شریک ہوں تو اُن کی صف سب سے پیچھے ہو۔

صفِ اول کی اہمیت

- ① حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-
 اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ فَمَا كَانَ مِنْ
 نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ۔ (سنن ابوداؤد)
 ترجمہ ” پہلے اگلی صفیں پوری کیا کرو، پھر اُس کے قریب والی
 تاکہ اگر کوئی نقص یا کمی ہو تو وہ آخری صف ہی میں رہے۔“
- ② حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے فرمایا کہ :-

” اللہ تعالیٰ صفِ اول پر رحمت فرماتا ہے اور اُس کے فرشتے
 صفِ اول والوں کے لیے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔“ عرض کی
 گئی کہ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا دوسری صف والوں
 کے لیے بھی؟“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ فرمایا اللہ
 تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اُس کے فرشتے رحمت کی دُعا کرتے
 ہیں صفِ اول والوں کے لیے۔“ ... دوسری صف کے لیے
 تمیزی بار سوال کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر
 وہی الفاظ دہرائے تو چوتھی بار پھر عرض کی گئی کہ دوسری صف
 والوں کے لیے بھی؟ تو آپ نے فرمایا ”اور دوسری صف والوں
 کے لیے بھی۔“ (مسند احمد)

- ③ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-
 ”اگر لوگوں کو پہلی صف میں کھڑے ہونے کا اجر و ثواب معلوم
 ہو جائے اور اُس کے صلتے کا پتہ چل جائے تو اتنی کشمکش شروع
 ہو جائے کہ اس کے لیے قرعہ اندازی کرنی پڑے۔“ (بخاری و مسلم)

صفوں کی ترتیب

- ① حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-
 ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز قائم فرماتے وقت پہلے
 مردوں کو صف بستہ کیا، ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی،
 اس کے بعد نماز پڑھائی، پھر فرمایا میری امت کی نماز کا یہی
 طریقہ ہے“ (سنن ابی داؤد)
- گویا بچوں کو مرد نمازیوں کی صف سے کھلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔
- ② حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-
 ”میں نے اپنے گھر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز
 پڑھی میرے ساتھ یتیم (میرا بھائی) بھی تھا اور ہماری والدہ
 اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہم دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئیں“
 (صحیح مسلم)
- گویا عورتوں کو مردوں کے ساتھ تو کہاں؟ اپنے کمسن بچوں کے ساتھ بھی کھڑے
 ہونے کی اجازت نہیں خواہ وہ تنہا ہی ہوں۔
- مسئلہ: مرد نمازیوں کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی
 اجازت نہیں ہے۔ اگر صف بھر چکی ہو اور کوئی اکیلا رہ گیا ہو تو اس کو چاہیے کہ اگلی صف میں
 سے کسی کو پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے۔
- ③ حضرت والصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں روایت فرماتے ہیں کہ:-
 ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلی صف
 میں اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے
 کا حکم فرمایا“ (جامع ترمذی، سند احمد)
- ④ اگر نمازی صرف دو ہوں یعنی ایک امام اور دوسرا مقتدی تو مقتدی کو امام

کے دائیں ہاتھ کھڑا ہونا چاہیے اور جب دو مقتدی ہو جائیں تو وہ دونوں امام کے پیچھے جا کر صف بنالیں۔ اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

«ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس دوران میں پہنچ گیا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے سے مجھے گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ اتنے میں حبار بن صفر آگئے۔ وہ نماز کی نیت کر کے آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر پیچھے کی جانب کھڑا کر لیا۔»

(صحیح مسلم)

مسائل جماعت

- ① جماعت سے قبل تکبیر کہنا ضروری ہے۔
 - ② نماز کے درمیان جماعت میں شامل ہونے والا جس حال میں امام کو پائے تکبیر تحریمیہ کہہ کر، (اللہ اکبر) کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے، امام خواہ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو امام کا رکوع و سجدہ سے اٹھنے کا انتظار نہ کرے۔ حضرت علی المرتضیٰ و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:-
- إِذَا آتَى أَحَدَكُمْ الصَّلَاةَ وَالْإِمَامُ عَلَى سَعَالٍ فَلْيُصَلِّعْ
مَكَامُصْنَعِ الْإِمَامِ۔ (جامع ترمذی)
- ترجمہ: «جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت میں شامل ہونے آئے اور امام کسی حال میں ہو تو آنے والا وہی کام کرے جو امام کر رہا ہو»
- یعنی اگر امام رکوع میں ہے تو وہ بھی رکوع میں شامل ہو جائے۔ اگر امام سجدہ میں ہے تو وہ بھی سجدہ میں چلا جائے۔

③ اگر امام سجدہ میں ہو تو آنے والا تکبیر تحریمیہ (اللہ اکبر) کہہ کر تھوڑی دیر قیام کر کے سجدہ میں چلا جائے۔ اسے رکوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ اکبر کہنا اور قیام کرنا فرض ہیں اس لیے ان کی پابندی ضروری ہے۔

④ رکوع ہو چکنے کے بعد جماعت میں شامل ہونے والے کی رکعت نہیں ہوتی اس لیے امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اٹھ کر وہ رکعت پوری کر لے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:-

”جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے نماز کی وہ رکعت پالی“

(سنن ابی داؤد)

⑤ صف میں کاندھے سے کاندھا بلا کر کھڑے ہو کریں۔ درمیان میں ہرگز خلا نہ رہنے دیا کریں اور صف بالکل سیدھی رکھا کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

”صف میں غلارہ گیا تو شیطان تمہارے درمیان گھس آئے گا اور صف کج ہوگی تو اندیشہ ہے کہ تمہارے دل کج ہو جائیں“

⑥ نماز جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ بعض ائمہ نے تو اسے فرض اور واجب بھی کہا ہے۔ اگر نمازی صرف دو ہوں تو بھی جماعت ہو سکتی ہے۔ ایک امام بن جائے تو دوسرا مقتدی ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری شدید بیماری کے دوران ذرا طبیعت سنبھلنے پر دو حضرات کے سہارے مسجد میں آکر نماز باجماعت ادا فرمائی اور اس طرح اپنی امت کو جماعت کی اہمیت سے آگاہ فرمایا۔

⑦ مندرجہ ذیل افراد پر جماعت کی پابندی لازم نہیں ہے:-

”عورتیں، بیمار، بیمار کا تیمار دار، نابالغ بچے، معذور افراد، ضعیف العمر بوڑھے اور ناپایا افراد“

⑧ ترک جماعت کے قدر مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں:-

”شدید طوفانِ باد و باران، شدید سردی، ستر پوشی کے لیے لباس کی نایابی، راستے کا مخدوش ہونا، خوفِ جان و مال، شدید بیماری، بیمار کی تیمارداری کی مصروفیت، شدید بھوک اور کھانا سامنے رکھا ہونا، پیشاب و پاخانہ کی حاجت وغیرہ“

نماز باجماعت کا طریقہ

- ① نماز شروع کرنے سے پہلے امام کو چاہیے کہ پہلے صفیں سیدھی ہونے اور مقتدیوں کے بل کر کھڑا ہونے کا یقین کرے کہ نمازیوں کے درمیان کوئی غلطی نہ ہو۔
- ② مقتدی صرف ایک ہو تو امام کے دائیں طرف تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ دورانِ جماعت اگر کوئی دوسرا مقتدی شامل ہو جائے تو پہلا مقتدی خود بخود امام کے پیچھے چلا جائے یا دوسرا مقتدی پہلے مقتدی کو آہستہ سے پیچھے ہٹا لے اور دونوں دوسری صف میں کھڑے ہو کر نماز پوری کریں۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ اگر امام کے آگے جگہ خالی ہو تو خود امام دوسرا مقتدی کی موجودگی پا کر آگے ہو جائے اور دونوں مقتدی اکٹھے ہو جائیں۔
- ③ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ پہلے سردوں کی صفیں ہوں، پھر تھوڑے اور نابالغ بچوں کی صفیں اور آخر میں عورتوں کی صفیں ہوں۔ امام کے پیچھے سے کھڑا ہونا شروع کریں اور اس کے دونوں طرف تقریباً برابر نمازی ہوں۔ صفِ اول میں کھڑا ہونا زیادہ افضل ہے۔ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جب پہلی صف مکمل ہو تو تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے لیکن خیال رہے کہ کچھلی صف میں کیلا نہیں کھڑا ہونا چاہیے بلکہ اگلی صف سے کسی کو اشارے سے پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ صف بنا کر کھڑا کر لینا چاہیے۔

④ جماعت کی ابتداء اقامت سے کی جائے۔ اقامت کے بعد امام تکبیر تحریمیہ کہے اور پھر مقتدی بھی نماز کی نیت سے تکبیر تحریمیہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔

⑤ تکبیر تحریمیہ کے بعد امام ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے گا جبکہ مقتدی تکبیر تحریمیہ کے بعد صرف ثنا پڑھیں گے اور پھر خاموش کھڑے ہو جائیں گے اور پڑھیں گے

کچھ بھی نہیں۔

⑥ اگر امام قرأت بلند آواز سے کر رہا ہو تو مقتدی قرأت کو توجہ سے سنیں اور «وَلَا الضَّالِّينَ» پر آمین کہیں۔

④ امام جماعت کی نماز طویل نہ کرے۔ مقتدی امام کے ساتھ رکوع سجود اور قیام وقوع کریں۔ امام سے پہلے حرکت کرنا سخت گناہ ہے۔

⑧ «تَجْمَعُ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کے جواب میں مقتدی «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» کہیں۔ رکوع و سجود میں تسبیح پڑھیں اور قعدہ میں تشہد، درود شریف اور دعائیں پڑھیں اور امام کے سلام پھیرنے پر دائیں بائیں سلام پھیر لیں۔

نماز باجماعت کے مسائل

① نابالغ بچے کے پیچھے نہ تو مرد کی نماز ہوتی ہے اور نہ ہی عورت کی۔ البتہ نماز تراویح میں نابالغ حافظ سامع ہو سکتا ہے اور دوسری عام نمازوں میں بھی لقمہ دے کر اصلاح نماز کرا سکتا ہے۔

② مندرجہ ذیل قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے :-

۱۔ فاسق شخص۔ یعنی وہ شخص جو کسی گناہ میں جانتے بوجھتے مبتلا رہتا ہے۔

۲۔ داڑھی نہ رکھنے والا یا داڑھی کتر کر قبضہ بھر سے کم رکھنے والا۔

۳۔ معذور و نابینا شخص کے پیچھے غیر معذور و بینا افراد کی نماز۔

۴۔ مقرر شدہ امام کی موجودگی میں اُس کی اجازت لیے بغیر کسی اور کا امامت کرنا۔

۵۔ جاہل، گنوار اور ولد الزنا (حرامی)

③ مندرجہ ذیل افراد کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی :-

۱۔ دیوانہ، نشہ میں مدہوش، کافر و مشرک۔

۲۔ نابالغ بچہ۔

۳۔ عورت کے پیچھے مردوں کی نماز۔

- ۴۔ کھلے ہوئے ستر والے کے پیچھے ڈھکے ہوئے ستر والے کی نماز۔
- ۵۔ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز۔
- ④۔ مجبوری کی حالت میں یا بہتر امام کی نایابی کی صورت میں اکیلے نماز پڑھنے کی بجائے داڑھی نہ رکھنے والے یا کترانے والے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔ اس صورت میں محتاط نابینا کے پیچھے بھی نماز پڑھ لی جائے۔
- ⑤۔ امام باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل ہے مگر اس کو امامت کے لیے شرط قرار دینا درست نہیں ہے۔
- ⑥۔ امام اگر مجبور کر تکبیر تحریمیہ یا کوئی دوسری تکبیر بلند آواز سے کہنے کی بجائے آہستہ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔ سجدہ سہو نہ ہوگا، اس صورت میں مقتدی امام کی پیروی کرے۔ (شامی)
- ⑦۔ مقتدی کے لیے لازم و ضروری ہے کہ امام کی اقتدار کی نیت کرے۔
- ⑧۔ امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔
- ⑨۔ کسی واجب کے چھوٹ جانے پر امام اگر سجدہ سہو کرے تو مقتدیوں کو بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا لازم ہے۔

جماعت کی امامت

جماعت کی امامت کرنا کوئی معمولی اور عام سا کام نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور بھاری ذمہ داری ہے کیونکہ امامت دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت ہے اس لیے امام ایسے شخص کو بنانا ضروری ہے کہ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علمی و دینی وراثت میں سے زیادہ حصہ نصیب ہوا ہو اور جو اس عظیم منصب کا سب سے زیادہ اہل ہو۔ اور نماز و طہارت کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہو۔

امامت کے لیے سب سے زیادہ موزوں وہ شخص ہے جو قرآن فہمی میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہو۔ جس نے قرآن یاد کیا ہو، اسے سمجھا ہو اور خود کو قرآنی تعلیمات کے مطابق

اگر ایسا ہو کہ سب نمازی اس وصف میں برابر ہوں تو پھر اس شخص کو امامت کے لیے ترجیح دی جائے جو سنت و شریعت کے علم میں دوسروں سے ممتاز ہو۔

اگر اس صفت میں بھی سب نمازی یکساں ہوں تو پھر اخلاق و کردار و تقویٰ میں جو شخص نمایاں ہو، اُسے امام بنایا جائے۔

اگر ان صفات میں بھی سب نمازی یکساں نظر آئیں تو امامت کے لیے عمر میں سب سے بڑے شخص کو ترجیح دی جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

إِجْعَلُوا أَيُّمْتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَإِنَّهُمْ وَفَدَاكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ

بَيْنَ رَبِّكُمْ۔ (بیہقی، دارقطنی)

ترجمہ: ان لوگوں کو اپنا امام بناؤ جو تم میں سے اچھے اور بہتر ہوں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندگی کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

جماعت کی امامت وہ کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہو۔ اگر اس میں سب یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امام بنے جو سنت کا علم زیادہ جانتا ہو۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا امام بنے۔ اگر اس

صورت میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے زیادہ عمر والا امام بنے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا کہ :- کوئی آدمی

دوسرے آدمی کے حلقہٴ سیادت میں اُس کا امام نہ بنے اور اُس کے گھر میں اُس کی نشینگاہ پر اُس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”جو شخص جماعت کا امام بنا، اُسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور

جان لے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے اور اُس سے

اس ضمانت (ذمہ داری) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔۔۔

اگر اُس نے اچھی طرح نماز پڑھائی تو اُسے مقتدیوں کے مجموعی

ثواب کے برابر ثواب ملے گا، اس کے بغیر کہ مقتدیوں کے ثواب

میں کوئی کمی کی جائے۔ اور اگر نماز میں کوئی نقص یا کمی واقع ہوگی

تو اس کا بوجھ صرف امام پر ہوگا۔“ (معجم اوسط طبرانی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”جن اماموں کے مقتدی اُن سے خوش ہوں گے وہ قیامت

کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے اور اُس دن انہیں کوئی

گھبراہٹ نہیں ہوگی۔“ (ترمذی)

جماعت میں مقتدیوں کی رعایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ :-

”جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو اُسے

چاہیے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی نماز کو زیادہ لمبانا کرے)

کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، کمزور بھی اور بوڑھے بھی

ہوتے ہیں۔ اور جب تمہیں اکیلے نماز پڑھنی ہو تو چاہیے جتنی

لمبی نماز پڑھ لو۔“ (صحیحین)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک صحابی

نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ :-

”بخدا میں فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کہ وہ بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں“، اُس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ دیا اور میں نے خطبہ کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے زیادہ غصے میں کبھی نہیں دیکھا اور آپ نے فرمایا ”تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے غلط طرزِ عمل سے اللہ کے بندوں کو (دور بھگانے والے ہیں۔ جو کوئی تم میں سے لوگوں کا امام بنے اور اُن کو نماز پڑھائے تو نماز اختصار سے پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف بھی ہوتے ہیں، ٹوڑھے بھی اور کام کاج کرنے والے بھی“

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

”نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ذرا لمبی نماز پڑھنے کا ہوتا ہے کہ میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بچے کے رونے سے اُس کی مال کا دل کس قدر پریشان ہوگا“

(صحیح بخاری)

مقتدیوں کے احکام و مسائل

مقتدی کے لیے لازم ہے کہ امام کی مکمل پیروی کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

لَا تَبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِكُمْ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ » امام سے سبقت نہ کرو۔ جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب وہ » وَالصَّالِّينَ « کہے تو تم آمین کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ » سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ « کہے تو تم کہو » رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ «

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

- ۱۔ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔
- ۲۔ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ اس کا سر گدھے جیسا کر دیا جائے۔

مقتدیوں کی قسمیں

مقتدی چار قسم کے ہوتے ہیں :-

① - مدرک

جو امام کے ساتھ شروع ہی سے پہلی رکعت میں شامل ہو کر آخر تک نماز پڑھے وہ نمازی » مدرک « کہلاتا ہے۔

② - مسبوق

جو شخص نماز میں بعد میں آکر شامل ہو اور اس کی ایک یا زیادہ رکعات رہ گئی ہوں اُسے » مسبوق « کہتے ہیں۔

③ - لاحق

جو شخص امام کے ساتھ ہی نماز شروع کرے لیکن دوران نماز سوجانے کی وجہ سے اس کی ایک یا زیادہ رکعات رہ گئی ہوں وہ لاحق کہلاتا ہے۔

۴۔ مسبوق لاحق

جو شخص بعد میں شریک نماز ہوا ہو لیکن دوران نماز لاحق کی طرح اس کی ایک یا زیادہ رکعات چھوٹ گئی ہوں وہ مسبوق لاحق کہلاتا ہے۔
ان چاروں قسم کے مقتدیوں کے مسائل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جنہیں جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

مقتدیوں کے عمومی مسائل

- ① مسلک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں امام کے پیچھے کسی مقتدی کا قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام کی قرأت تمام مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔
- ② امام اور مقتدی کی نماز ایک ہی ہونی ضروری ہے یعنی امام نفل پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی نفل پڑھے۔ مقتدی امام کے پیچھے فرض کی نیت نہیں کر سکتا۔ البتہ امام اگر فرض پڑھ رہا ہو تو مقتدی نفل کی نیت کر سکتا ہے۔ امام اگر ادا نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی اس کے پیچھے قضا نماز کی نیت نہیں کر سکتا۔
- ③ امام کی اقتدار میں نماز پڑھنے والا اگر صرف ایک ہی مقتدی ہے تو وہ امام کے آگے یا امام کے برابر کھڑا نہ ہو بلکہ تھوڑا سا پیچھے بیٹھ کر کھڑا ہو۔ کم از کم مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے ہو۔
- ④ امام کی اقتدار میں مقتدی مسجد کی چھت پر یا مسجد سے ملحقہ مکان میں یا ملحقہ میدان میں صرف اس صورت میں نماز پڑھ سکتا ہے کہ:۔
 - ۱۔ مقتدی امام سے آگے نہ ہو۔
 - ۲۔ اقتدار سے روکنے والی کوئی چیز درمیان میں حائل نہ ہو۔
 - ۳۔ درمیان میں زیادہ فاصلہ نہ ہو مثلاً درمیان میں کوئی گزرگاہ حائل نہ ہو۔
 - ۴۔ امام کی ہجیروں کی آواز مقتدی تک براہ راست یا لاؤڈ سپیکر کے ذریعے یا کبوتر کے ذریعے پہنچتی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

⑤ مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں اتنا زیادہ فاصلہ نہ ہو کہ درمیان سے کوئی سواری گزر سکے۔

⑥ مقتدی کے لیے لازم ہے کہ امام کی مکمل اقتدار کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ امام رکوع کر رہا ہو یا سجدہ کر رہا ہو اور مقتدی کھڑا ہو یا صرف ایک ہی سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے۔
⑦ جس نے فرض نماز پڑھ رکھی ہو اور پھر جماعت مل جائے تو امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر فرض نماز نہیں بلکہ نفل نماز پڑھ سکتا ہے لیکن فجر اور عصر کی نماز میں ایسا بھی نہیں کر سکتا۔

⑧ مقتدی نے رکوع یا سجدہ میں ابھی پوری تین بار بھی تسبیح نہیں کہی تھی یا قعدہ میں تشہد بھی نہیں پڑھا تھا کہ امام رکوع یا سجدہ یا قعدہ سے کھڑا ہو گیا تو مقتدی پر لازم ہے کہ وہ بھی امام کی اقتدار میں کھڑا ہو جائے۔ وہ تسبیح یا تشہد کو پورا نہ کرے۔

⑨ مقتدی خواہ کسی بھی وجہ سے امام سے پہلے دوسرا رکن کھلے تو اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ لوٹ آئے۔

⑩ دورانِ نماز اگر مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے تو سلام پھیر کر نماز توڑ دے اور تازہ وضو کر کے نئے سرے سے دوبارہ جماعت میں شامل ہو جائے۔

مستبوق جماعت میں کس طرح شامل ہو

جو شخص نماز یا جماعت میں ابتداء میں شامل نہ ہو سکا اور بعد میں آکر جماعت میں شامل ہوا، وہ مستبوق ہے۔ اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے نماز کی نیت کرے پھر کھڑے ہو کر اطمینان سے «اللَّهُ أَكْبَرُ» کہے اور ہاتھ باندھ کر امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ اگر امام رکوع کی حالت میں ہو تو مستبوق تکبیر تحریمیہ کے بعد ہاتھ باندھے اور پھر دوبارہ تکبیر تحریمیہ (اللہ اکبر) کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اگر رکوع میں امام کے ساتھ ایک دفعہ بھی «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» کہہ لیا یا امام کے «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہنے سے قبل رکوع کی حالت میں ہو گیا تو اُسے وہ رکعت پوری مل گئی، ورنہ نہیں ملی۔ یہ ضروری نہیں کہ رکعت ضرور ملے، رکعت ملے یا نہ ملے جماعت میں شامل ہو کر امام کی اقتدار کرے چاہے امام کسی بھی حالت میں ہو مستبوق

امام کو رکوع کی حالت میں دیکھ کر دوڑ کر جماعت میں شامل ہونا ہرگز درست نہیں اسی طرح جلدی جلدی نیت کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں چلے جانے سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ نیت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر تکبیر تحریمیہ کہنا، ہاتھ باندھ کر قیام کرنا اور دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانا ضروری ہے۔

مَسْبُوقِ اِپْنِی بَعْتِیہ نَمَادِ اِس طَرَحِ پُورِی کرے

مَسْبُوقِ جِب نَمَادِ بَا جَمَاعَتِ مِیْن شَامِلِ هُو جَاتے تو نماز کے آخر تک امام کی اقتداء میں شریک نماز ہے اور جب امام سلام پھیرے تو مَسْبُوقِ سَلَامِ نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی رکعتیں اس طرح پُورِی کرے کہ اگر ایک رکعت چھوٹی ہوئی ہو تو کھڑے ہو کر ثنا، تعوذ، فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ اگر دو رکعات چھوٹی ہوئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں صرف فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ اگر تین رکعات چھوٹی ہوئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، فاتحہ اور سورت پڑھے اور دونوں سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھ کر "بِالتَّحِيَّاتِ" پڑھے اور تشہد کے بعد کھڑا ہو کر دوسری رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور تیسری رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور پھر رکوع و سجود کے بعد نماز مکمل کر کے سلام پھیر دے۔

مغرب کی نماز میں اگر مَسْبُوقِ کِی دو رکعات چھوٹ گئی ہوں تو پہلی رکعت ثنا سے شروع کر کے سورت تک پڑھے اور رکوع و سجود کے بعد قعدہ کرے اور تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھ کر مکمل کرے۔

مطلب یہ کہ اگر مَسْبُوقِ کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی ہو تو اُسے بقیہ نماز کی پہلی رکعت ثنا سے شروع کرنی ہے اور پہلی رکعت کے بعد قعدہ ضرور کرنا ہے۔ اور اگر مَسْبُوقِ کو امام کے پیچھے ایک رکعت بھی نہیں ملی، یعنی وہ امام کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد نماز میں شامل ہوا ہے تو امام کے سلام کے بعد اٹھ کر اُسے تمام نماز پُورِی پڑھنی ہے۔

مُسْبُوق کی مَجْبُول کے مسائل

- ① نماز کے اختتام پر جب امام سلام پھیرے تو اگر مُسْبُوق نے بھی مَجْبُول کر سلام پھیر دیا خواہ دونوں طرف ہی پھیر دیا تو بھی کھڑا ہو جائے اور اپنی بقایا نماز پوری کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے لیکن اگر اس نے سلام ٹھیک امام کے ساتھ ساتھ پھیرا اور فوراً اپنی مَجْبُول یاد آگئی تو کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ اس صورت میں سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔ البتہ سلام پھیرنے کے بعد کچھ بات چیت کر لی تو نماز فاسد ہو گئی۔ دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح اگر جان بوجھ کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو بھی نماز ختم ہو گئی۔ پُرسے دوبارہ نئے سرے سے پڑھے۔
- ② اگر امام نے سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا اور مُسْبُوق مَجْبُول کر کھڑا ہو گیا تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرے بغیر ہی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں چلا جائے۔
- ③ امام اپنی غلطی کی بنا پر اگر سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرے تو مُسْبُوق سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے لیکن سجدہ سہو میں امام کے ساتھ شرکت ضرور کرے۔ پھر جب امام اپنی نماز مکمل کر کے سلام پھیرے تو مُسْبُوق کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔
- ④ امام اگر نماز کی آخری رکعت کے بعد بھی مَجْبُول کر کھڑا ہو جائے مثلاً چوتھی رکعت کے بعد مَجْبُول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو مُسْبُوق امام کی پیروی کرتے ہوئے نہ اٹھے بلکہ خاموش بیٹھا رہے۔ اگر امام کو اپنی غلطی یاد آ جائے اور وہ ٹوٹ کھٹے تو مُسْبُوق اس کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے بعد حسبِ قاعدہ اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔ اگر امام نہ ٹوٹے اور پانچویں رکعت بھی پوری کر لے تو اس کے سلام پھیرنے کے بعد مُسْبُوق اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔
- ⑤ اگر مُسْبُوق امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو تو بھی وہ اپنی بقیہ نماز امام کے آخری سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے۔
- ⑥ اگر اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی میں مُسْبُوق سے کوئی سہو ہو جائے تو وہ آخر میں سجدہ سہو کرے۔

لاحق کی نماز

جماعت کے دوران سو جانے یا ہجوم کے سبب سجدہ وغیرہ نہ کر سکنے یا کسی اور وجہ سے کوئی رکعت یا کوئی رکن نماز تھوٹ جائے تو لاحق اُسے اس طرح ادا کرے :-

اگر سو جانے کی وجہ سے کوئی رکعت رہ گئی تو جاگنے پر پہلے اپنی تھوٹی ہوئی نماز پوری کرے (اس صورت میں امام کا ساتھ اُس وقت تک پھوڑ دے) اور تھوٹی ہوئی نماز کو اس طرح ادا کرے جس طرح امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے یعنی قیام میں قرأت نہ کرے۔ جب تھوٹی ہوئی نماز پوری کر لے تو پھر امام کے ساتھ ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز حسب قاعدہ پوری کرے۔ اگر امام نے اُس وقت سلام پھیر دیا کہ جب وہ اپنی تھوٹی ہوئی نماز پوری کر رہا تھا تو لاحق اپنی باقی نماز حسب قاعدہ پوری کرے۔ اپنی تھوٹی ہوئی نماز کی ادائیگی میں لاحق سے اگر کوئی سہو ہو جائے تو اُس پر سجدہ سہو کرنا لازم نہیں کیونکہ وہ اس وقت بھی امام کا مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

دوسری جماعت

① محلہ کی وہ مسجد کہ جس میں امام، نمازی اور مؤذن مقرر ہوں اگر اس میں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جا چکی ہو، اُس میں دوسری جماعت کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ دوسری جماعت کی اجازت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر پہلی جماعت کو ترک کر لے لگیں گے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری جماعت کو درست قرار دیا ہے لیکن یہ جماعت ہر حال میں اذان و اقامت کے بغیر ہوگی۔

② وہ مسجد کہ جس میں نہ امام مقرر ہو، نہ مؤذن ہو اور نہ ہی نمازی باقاعدہ ہوں، اس میں دوسری جماعت بلا کر بہت جائز ہے اور یہ جماعت اقامت کے ساتھ ہوگی۔

③ مسجد کے علاوہ بھی جہاں کہیں کچھ نمازی جمع ہو جائیں تو انہیں چاہئے کہ نماز

باجماعت اقامت کے ساتھ ادا کریں اور اگر انہوں نے وہاں کسی مسجد سے دی گئی اذان سن لی ہو تو اذان دینے کی ضرورت نہیں اور اگر وہاں کسی اذان کی آواز نہ پہنچی ہو تو جماعت سے پہلے اذان کہی جائے کہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

نماز میں لقمہ دینا

امام سے قرأت میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو مقتدی امام کو غلطی کی طرف متوجہ کرنے کے لیے آیت کو صحیح پڑھ دے تاکہ امام اپنی غلطی کی درستی کر لے۔ اگر امام کسی اور رکن میں غلطی کر جائے تو مقتدی امام کو غلطی کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس موقع پر ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ یا ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ دے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ کہے تاکہ امام اپنی غلطی سے آگاہ ہو کر درستی کر لے۔ لقمہ دینے یا لینے سے نماز میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑتا۔

نماز میں لقمہ کے مسائل

- ① بقدر ضرورت قرأت کر چکنے کے بعد اگر امام کو متشابہ لگ جائے تو اسے چاہیے کہ رکوع کر لے تاکہ لقمہ دینے یا لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔
- ② جو شخص جماعت میں شریک نہ ہو اس سے لقمہ لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
- ③ اگر امام پہلے قعدہ میں بیٹھنا بھول جائے اور آدھے سے زیادہ کھڑا ہو جائے تو قعدہ کرنے کے لیے اشارہ نہ کریں۔ ایسی صورت میں امام اگر کھڑا ہو جائے تو مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں وہ بیٹھے نہ رہیں۔
- ④ آخری قعدہ میں امام اگر بھول کر کھڑا ہو جائے تو بھی لقمہ دینا چاہیے لیکن اگر نہ بیٹھے تو مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں۔
- ⑤ مقتدی کے لیے لازم ہے کہ امام کی برہال میں پیروی کرے۔ امام کو اپنی مرضی پر چلانے پر مجبور نہ کرے۔ البتہ امام کو اس کی غلطی پر صرف لقمہ ہی دے۔ امام اگر لقمہ قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کی پیروی کرے۔

② اگر مقتدی امام کو غلط لقمہ دے بیٹھے اور امام اُسے قبول نہ کرے تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ تاہم مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دیتے وقت احتیاط برتے۔

شرائط نماز

نماز ادا کرنے سے پہلے سات شرائط کا پورا ہونا لازم ہے کیونکہ ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی :-

- ① جسم کا پاک ہونا۔ یعنی جسم ہر قسم کی حقیقی و عملی نجاست سے پاک ہو۔ اس کے مفصل مسائل طہارت کے باب نجاست میں درج ہیں۔
- ② کپڑوں کا پاک ہونا۔ نمازی کے تمام کپڑے ہر قسم کی نجاست سے پاک ہوں۔
- ③ ستر کا ڈھانپنا۔ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر دونوں ہتھیلیوں، پاؤں اور منہ کے سوا تمام جسم ستر ہے۔ نمازی کا ستر لباس میں چھپا ہوا ہونا فرض ہے۔ نماز کے دوران نمازی کے ستر کا کوئی عضو اگر بلا ارادہ کھل جائے تو معافی ہے اور اگر جان لہجہ کر کھلا رہنے دیا جائے تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ اگر مجبوری کی بنا پر ستر ڈھانپنے کے لیے کوئی چیز میسر نہ ہو تو بیٹھ کر ننگے جسم سے بھی نماز ادا کر لی جائے۔ بہتر ہے کہ اس حال میں رکوع و سجود اشارے سے کرے۔

④ نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔ یعنی وہ جگہ جو نمازی کے دونوں قدموں، گھٹنوں، ہاتھوں اور سجدہ کی جگہ کے درمیان ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔ یہاں جگہ سے مراد وہ زمین ہے یا پتھر یا اینٹوں کا فرش ہے یا چٹائی ہے یا لکڑی کا تختہ ہے یا کپڑے وغیرہ کا مُصلیٰ ہے جس پر نماز ادا کرنی ہے۔ ہاں اگر کپڑا موٹا ہو یا دو ایسے کپڑے ہوں جو آپس میں بیلے ہوتے نہ ہوں اور نیچے کی نجاست کی بو یا رنگ اوپر معلوم نہ ہوں تو اس پر نماز جائز ہوگی۔

⑤ نماز کا وقت ہونا۔ یعنی ہر نماز کے لیے جو وقت شریعت نے مقرر کر رکھا ہے اس سے قبل یا بعد میں نماز ادا نہ ہوگی۔ البتہ اگر نماز کا وقت کسی وجہ سے نکل جائے تو وقت

کے بعد اُس نماز کی قضا پڑھی جائے گی۔

⑥ نماز پڑھتے وقت نماز کی کا رخ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی طرف ہونا۔ صحیح رخ

معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس طرف رخ کر لیا جائے بعد ہر دل گواہی دے کہ قبلہ اس طرف ہے۔ دوران نماز اگر قبلہ کی صحیح سمت معلوم ہو جائے تو اُس طرف گھوم جائے۔

⑦ نماز کی نیت کرنا۔ یعنی جس وقت کی نماز ہے اور اُس کی جتنی رکعات ہیں ان کی

نیت دل سے کرنا۔ دل کے علاوہ زبان سے نیت کرنا بھی مُستحب ہے۔

مسئلہ: پٹرول پاک ہے اس سے کپڑے دھونا جائز ہے۔

مسئلہ: سورج کے طلوع و غروب کا پتہ نہ چل سکے تو گمانِ غالب کے

ذریعے نماز ادا کر لی جائے۔

مسئلہ: نماز کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ قبلہ کی سمت غلط تھی تو بھی نماز

گئی۔ دوبارہ نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

نماز کے فرائض

نماز کے اندر سات چیزیں فرض ہیں جن کو ارکان نماز کہا جاتا ہے۔ ان میں

سے اگر کوئی رکن چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔

نماز کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔

① تعمیر تحریمہ کہنا۔ یعنی نیت باندھتے وقت سیدھا کھڑا ہو کر "اللہ اکبر" کہنا۔

بغیر کسی شرعی عذر کے جھکے جھکے بکیر تحریمہ کہنا کافی نہیں ہے۔

② قیام کرنا۔ فرض اور واجب نمازوں اور سنتِ فجر میں سیدھا کھڑا ہونا فرض

ہے۔ البتہ کسی شرعی عذر و مجبوری کے تحت تمام نماز بیٹھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ بعض علماء کے

زردیکم از کم تین مرتبہ "سُبْحَانَ اللَّهِ" کہنے کے وقفے کے برابر قیام کرنا فرض ہے۔

③ قرأت کرنا۔ قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب سنت و نفل نمازوں کی ہر

رکعت میں کسی ایک چھوٹی یا بڑی آیت کا پڑھنا فرض ہے۔ البتہ امام کے پیچھے اگر نماز پڑھی جائے تو اُس میں قرأت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جماعت میں امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔ یہاں تک کہ سورہ فاتحہ بھی امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

④ **رکوع کرنا۔** قیام کے بعد اس قدر ٹھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں سنت طریقہ یہ ہے کہ اس قدر ٹھکیں کہ سر اور کمر برابر ہو جائیں۔ دورانِ رکوع ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رکھا جائے۔

مسئلہ: جس شخص کی کمر بیماری یا بڑھاپے کی کمزوری کے باعث اتنی ٹھک جائے کہ بعد رکوع کو پہنچ جائے اُسے چاہیے کہ وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے۔

⑤ **ہر رکعت میں دو سجدے کرنا۔** یعنی زمین پر اس طرح پیشانی جمانا کہ پیشانی اور ناک کی ہڈی سجدہ گاہ پر ٹک جائے۔ اگر کسی مذر کے باعث پیشانی کا زمین پر ٹکنا ممکن نہیں تو صرف ناک سجدہ گاہ پر ٹکا کر سجدہ کر لیا جائے لیکن اس صورت میں بھی صرف ناک کی نوک لگانا کافی نہیں بلکہ ناک کی ہڈی کا سجدہ گاہ پر لگنا ضروری ہے۔

مسئلہ: ہر رکعت میں دو بار سجدہ کرنا فرض ہے۔ اگر دو بار سجدہ کرنا بھول جائے تو نماز نہ ہوگی۔ سجدہ سہو سے بھی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نرم چیز مثلاً روتی، گھاس، قالین یا گتے پر سجدہ کرنا پڑے تو پیشانی کو اتنا دبایا جائے کہ مزید نہ دبے تو سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر سجدے کی جگہ پیروں کی جگہ سے بارہ انگل سے زیادہ اونچی ہو تو سجدہ نہیں ہوگا۔ اس سے کم پر سجدہ ہو جائے گا۔

⑥ **نماز کے آخر میں قعدہ میں اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے کہ جتنی دیر میں "التحیات" عبداً ورسولاً تک پڑھی جاسکے۔** نماز خواہ فرض ہو یا واجب ہو یا سنت و نفل ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص چار رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھا اور پھر اس خیال

سے اٹھ کھڑا ہو کہ ابھی تین رکعت ہوتی ہیں۔ پھر یاد آ گیا کہ چار پوری ہو چکی ہیں اور وہ بیٹھ گیا اور سلام پھیر دیا تو اگر اس کا دونوں بار کا بیٹھنا بل کر تشہد کی مقدار کے برابر ہو جائے تو فرض ادا ہو گیا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اگر پورا قعدہ اخیرہ سونے میں گزر جائے تو جاگنے پر تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: چار رکعت والی فرض نماز میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا تو بیٹھ جائیں اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لیں نماز ہو جائے گی۔ اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملا لیں اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لیں۔ اس طرح پانچویں اور چھٹی رکعتیں نفل میں شمار ہوں گی۔ اسی طرح فجر کی نماز میں مجھول کر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا یا مغرب کی نماز میں چوتھی رکعت کا سجدہ کر لیا تو ان سب صورتوں میں مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں ایک اور رکعت ملا کر اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لی جائے۔ زائد پڑھی گئی رکعات نفل شمار ہوں گی۔

④ قعدہ اخیرہ کے بعد قصد اسلام پھیر کر نماز سے فارغ ہونا فرض ہے۔ اگر سلام پھیرنے کے علاوہ کوئی اور کام قصد کر لیا تو نماز نہ ہوگی۔ نئے برس سے نماز پڑھی جائے گی۔

نماز کے واجبات

نماز میں مندرجہ ذیل باتیں واجبات ہیں۔ ان کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے۔ اگر ان کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو نماز نہ ہوگی اور اگر مجھول کر چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

① بحیرہ تحریمیہ میں "اللہ اکبر" کہنا۔

② سورت فاتحہ پڑھنا۔

③ فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں اور دوسری تمام نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے

بعد کوئی سُورت یا تین چھوٹی آیات کے برابر ایک بڑی آیت پڑھنا۔

④ سُورتِ فاتحہ کو قرآن کی کوئی دوسری چھوٹی یا بڑی سُورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت سے پہلے پڑھنا۔

⑤ سُورۃ فاتحہ اور دوسری سُورت کے درمیان اور کوئی چیز نہ پڑھنا۔

⑥ قرأت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کرنا۔

⑦ تعدیل ارکان کرنا یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ وغیرہ میں کم از کم ایک بار «سُبْحَانَ اللّٰهِ» کہنے کے برابر وقفہ کرنا۔

⑧ قومہ کرنا یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

⑨ جلسہ کرنا یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

⑩ قعدہ اولیٰ کرنا یعنی دو رکعات کے بعد التحیات کے لیے بیٹھنا۔

⑪ دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا۔

⑫ دائیں بائیں کم از کم لفظ «السلام» کہہ کر نماز ختم کرنا۔

⑬ نماز وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دُعا کے قنوت پڑھنا۔

⑭ دو فرضوں یا دو واجبوں یا فرض و واجب کے درمیان تین تسبیح کہنے کے

برابر چُپ نہ رہنا۔ مثلاً فاتحہ کے بعد کوئی سُورت پلاتے وقت سُورت کے انتخاب میں اتنی دیر چُپ رہا جائے کہ اُس میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھا جا سکے تو نماز میں حرج واقع ہو گیا اور سجدہ سہو کرنا لازم ہو گیا۔

⑮ نماز کے ارکان میں ترتیب قائم رکھنا یعنی ہر رکن کو اُس کی اپنی جگہ پر ادا کرنا۔

ارکان کو آگے پیچھے کر کے نہ پڑھا جائے۔

⑯ فرض، وتر اور سنتِ مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا۔

⑰ عیدِ الغطر اور عیدِ الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں پڑھنا۔

⑱ فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان المبارک کے وتروں کی

نماز میں امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا تاکہ مقتدی سُن سکیں اور ظہر اور عصر کی نماز میں امام کا

مسئلہ: چار رکعات والے نفلوں یا غیر متوکرہ سنتوں کے قعدہ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھا جائے اور تیسری رکعت کے آغاز میں شمار، تعوذ اور تسمیہ بھی پڑھا جائے۔ یہ مستحب ہے۔

مسئلہ: فرض وتر اور سنت متوکرہ کے پہلے قعدہ میں صرف «عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ» تک تشہد پڑھنا ہے۔ اس کے بعد اگر اتنا کہہ لیا کہ «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ» یا «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ سَيِّدِنَا»، تو اگر جان بوجھ کر کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔ نئے سرے سے دوبارہ پڑھی جائے۔ اور اگر بھول کر کہا تو سجدہ سہو کر کے نماز کو درست کر لیا جائے۔

نماز کی سنتیں

نماز میں کچھ اعمال ایسے ہیں کہ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کیا ہے انہیں سنتیں کہا جاتا ہے ان کا درجہ فرض و واجب کے بعد ہے۔ ان کے بغیر نماز ہو تو جاتی ہے لیکن ان کو چھوڑنے والا تادکِ سنت ہو کر مستحقِ ملامت ہو جاتا ہے۔ وہ اعمال یہ ہیں :-

- ① تکبیر تحریمیہ سے قبل دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔
- ② دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ان کے حال پر کھلا رکھ کر انہیں قبلہ رخ رکھنا۔
- ③ تکبیر تحریمیہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔
- ④ امام کا تکبیر تحریمیہ اور دوسری تکبیریں اونچی آواز سے کہنا۔
- ⑤ تکبیر تحریمیہ کے لیے تکبیر کہنے سے پہلے ہاتھ اٹھانا۔
- ⑥ تکبیر تحریمیہ کے فوراً بعد نواف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔
- ⑦ نماز کے شروع میں پہلے ثنا، پھر تعوذ (اعوذ باللہ) اور پھر تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھنا۔
- ⑧ سورتِ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہنا۔
- ⑨ فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ پڑھنا۔
- ⑩ ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہنا۔

- ۱۱ قرأتِ سنت کے مطابق کرنا۔
- ۱۲ رکوع میں جانے کے لیے "اللہ اکبر" کہنا۔
- ۱۳ رکوع و سجدہ میں کم از کم تین بار تسبیح کہنا۔
- ۱۴ رکوع میں اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
- ۱۵ قومہ میں ایام کا "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" اور مقتدی کا "سُبْحَانَكَ اللهُمَّ" اور تنہا نماز پڑھنے والے کا دونوں کلمات کہنا۔
- ۱۶ سجدے میں جانے کے لیے اور سجدے سے اٹھنے کے لیے "اللہ اکبر" کہنا۔
- ۱۷ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی زمین پر رکھنا اور سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھانا۔
- ۱۸ سجدہ سمٹ کر کرنا۔
- ۱۹ دو سجدوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) کرنا۔
- ۲۰ سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو و نعل سے جدا رکھنا۔ ہاتھوں کی انگلیاں اور انگوٹھے کانوں کی سیدھ میں رکھنا۔
- ۲۱ جلسہ اور قعدہ میں اس طرح بیٹھنا کہ بائیں پاؤں بچھا ہوا ہو اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا ہوا ہو کہ انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ہوتے ہوں۔
- ۲۲ عورتوں کے لیے جلسہ اور قعدہ میں دونوں پاؤں و اپنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا۔
- ۲۳ جلسہ اور قعدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ان کے حال پر پھوڑنا اور ان کے کناروں کو گھٹنوں کے پاس رکھنا۔
- ۲۴ تشہد میں شہادت پر انگلی سے اشارہ کرنا۔
- ۲۵ قعدہ آخرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔
- ۲۶ درود شریف کے بعد عربی میں دعائیں پڑھنا۔

- ۲۶ سلام پھیرنا۔ پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔
- ۲۸ سلام پھیرتے ہوئے دونوں بار "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" کہنا۔
- ۲۹ ظہر، مغرب اور عشاء کے فرضوں کے بعد مختصر دعا کرنا اور اس کے بعد سنتوں کے لیے کھڑا ہونا۔

نماز کے مستحبات

نماز میں مندرجہ ذیل باتیں مستحسن ہیں ان کو مستحبات کہتے ہیں۔

- ۱ تکبیر تحریمیہ کہتے وقت ہتھیلیاں آستینوں سے باہر نکالنا۔
- ۲ تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے رکوع و سجدہ میں تین مرتبہ سے زیادہ مرتبہ مگر طاق تعداد میں تسبیح کہنا۔ یعنی پانچ، سات یا نو مرتبہ۔
- ۳ نگاہ کو درست رکھنا یعنی حالت قیام میں مقام سجدہ پر، حالت رکوع میں اپنے قدموں پر، جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود بچا اور سلام پھیرتے وقت اپنے کندھوں پر نگاہ رکھنا۔
- ۴ کھانسی کو حتی الامکان حد تک روکنا۔
- ۵ جمائی میں منہ بند رکھنا۔ اگر کھل ہی جائے اور قیام کی حالت ہو تو دائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھیں اور قیام کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھیں بلا ضرورت کپڑے یا سیدھے ہاتھ سے منہ ڈھانپنا مکروہ ہے۔
- ۶ عورت کے لیے تکبیر تحریمیہ کے وقت ہاتھ کپڑے کے اندر رکھنا۔
- ۷ دوران قیام دونوں پنوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا۔

مُضداتِ نماز

کچھ باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ان کو مُضداتِ نماز کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

- ۱ دوران نماز کسی قسم کی بات چیت کہنا، مجھول کر یا جان بوجھ کر، تھوڑی یا زیادہ، کسی عیبوری کے تحت یا بلا مجبوری کسی قسم کی گفتگو سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

② نماز کے دوران کسی کو سلام کر لے، سلام کا جواب دینے، پھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے، بُری خبر سننے پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے، اللہ کا نام سُن کر جَلَّالٌ کہنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سُن کر دُرود شریف پڑھنے، شیطان کا نام سُن کر اُس پر لعنت بھیجنے اور شیطانی وسوسوں پر لَاتَحْوٰن پڑھنے جیسے کلام سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

③ دورانِ نماز اپنے اہام کے سوا کسی اور کو نغمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

④ نماز کے دوران کسی قسم کے درد یا مُصِیْبَت کی وجہ سے آہ، اوہ، اُف، اُف جیسے حروف کے نکلنے یا ایسی آواز سے رونے سے کہ جس سے حروف پیدا ہوں، یا اس طرح کھنکارنے سے کہ اس سے دو حروف پیدا ہو جائیں، نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ بیماری کی حالت میں اگر دورانِ نماز بے اختیار آہ، یا اوہ کے الفاظ نکل جائیں یا پھینک، کھانسی، جھانی اور ڈکار میں جتنے حروف بے اختیار نکل جائیں وہ معاف ہیں اُن سے نماز نہ ٹوٹے گی۔

⑤ نماز کے دوران قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ جو آیات پہلے سے زبانی یاد تھیں اُن کو دیکھ کر پڑھ لیا تو نماز نہ ٹوٹے گی۔

⑥ دورانِ نماز قرأت میں شدید غلطی کرنے پر نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

⑦ نماز کے دوران ایسے کام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے کہ جن کو دیکھ کر ایسا لگے کہ نماز نہیں پڑھی جا رہی۔

⑧ دورانِ نماز کچھ کھانے پینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے چاہے کھانا پینا جان بوجھ کر ہو یا بھول کر ہو، تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، چاہے محض ایک تیل ہو یا ایک بوند، نماز اس سے ٹوٹ جائے گی۔

⑨ دانتوں کے اندر رہ جانے والی کھانے کی کوئی چیز اگر چنے کے دانے کے برابر ہو تو نیکل لینے سے نماز ٹوٹ جائے گی لیکن اگر چنے کے دانے سے کم ہوئی تو نماز نہ ٹوٹے گی۔

⑩ دورانِ نماز دانتوں سے نکلنے والے خون کو نیکلنے پر اگر حلق میں خون کا ذائقہ

معلوم ہو جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ نہیں۔

۱۱) نماز کے دوران اگر ماں کی پھیلتی بچے نے چوسی اور دودھ نکل آیا تو ماں کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

۱۲) نماز پڑھتی ہوئی عورت کو اگر مرد نے شہوت سے ہاتھ لگایا یا اس کا بوسہ لیا تو اس عورت کی نماز ٹوٹ گئی۔ لیکن اگر نماز پڑھتے ہوئے مرد کے ساتھ عورت نے ایسا کیا تو جب تک مرد کو شہوت نہ آئے اس کی نماز نہ ٹوٹے گی۔

۱۳) نماز کے ایک ہی رکن میں تین بار کھجلی کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن اگر ایک ہی بار ہاتھ رکھ کر کئی بار انگلیوں کو کھجانے کی حرکت دی تو نماز نہ ٹوٹے گی۔

۱۴) پے در پے تین بال اکھاڑنے یا تین جوئیں مارنے یا ایک ہی جوں کو تین مرتبہ مارنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔

۱۵) تکبیر کہتے وقت "اللہ" کو "اللہ" کہہ دیا یا "اکبر" کو "اکبر" یا "اکبار" کہہ دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر تکبیر تحریمیہ میں ایسا کہا تو سرے سے نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

۱۶) دوران نماز دو صغوں کے برابر چلنے، ناپاک جگہ پر سجدہ کرنے، بقدر ایک رکن سر کھلار کھنے اور امام کے آگے بڑھ جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۷) نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اگر قہقہہ اثنائے نماز وردار تھا کہ ساتھ والوں نے بھی سُن لیا تو نماز کے ساتھ وضو بھی ٹوٹ گیا۔

۱۸) دوران نماز کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر قبلے کی سمت سے سینہ پھیر لینے پر نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن اگر بغیر ارادے کے سینہ بقدر ایک رکن قبلہ سے پھر جائے نماز نہیں ٹوٹے گی۔

نماز ٹوٹنے کے مختلف مسائل

① نماز میں اللہ کا نام سن کر غلّ جلا لہ کہنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا اگر جان بوجھ کر ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر تعظیماً ہے تو نماز مکروہ ہو جائے گی۔ امام اگر مجبور کر لیا کہ لے تو سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔

② نماز میں بلا ضرورت کھانا اور کھنکارنا مکروہ تحریمی ہے۔

③ دوران نماز بلغم یا ناک کی رطوبت رومال وغیرہ سے صاف کرنا مکروہ کثیر ہے اس لیے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اگر جسم پر مہینے ہوئے کپڑے سے صاف کیا تو بلا مجبوری مکروہ ہے۔

④ نماز میں چلنے پھرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن

۱۔ تنہا نماز پڑھنے والے کو ضرورت کے تحت اگر چلنا پڑے تو اس کے لیے اپنی سجدہ گاہ کے برابر فاصلہ طے کرنا جائز ہے۔

۲۔ مقتدی کو مجبوری کی بنا پر ایک صف کی چوڑائی تک چلنا جائز ہے۔

۳۔ امام کو ضرورت پڑنے پر مسجد میں قبلہ کی طرف ایک صف کی مقدار کے برابر اور مسجد سے باہر سجدہ گاہ سے آگے قریب ترین صف تک چلنا جائز ہے۔ لیکن یاد رہے کہ مکان بدل جانے اور سمت قبلہ سے سینہ پھر جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

⑤ سجدہ گاہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے اونچی نہ ہو۔ ایک بالشت کی حد تک جائز تو ہے مگر بلا مجبوری ایسا کرنا مکروہ ہے۔

⑥ نماز میں خود کو پھینک آنے پر اگر بے ساختہ منہ سے الحمد للہ نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔

⑦ نماز کے دوران قرأت کی تاثیر سے یا جنت دوزخ کے خیال سے دل بھر آئے یا رقت طاری ہو جائے اور منہ سے آہ نکل آئے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

⑧ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ دائیں پاؤں کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔ اس سے نماز نہیں ٹوٹی لیکن بلا ضرورت

انگوٹھا اٹھانا اچھی بات نہیں ہے۔

⑨ کھڑے ہونے کی جگہ یعنی پاؤں کی جگہ سے سجدے کی جگہ اونچی نہ ہو۔ مجبوری کی حالت میں ایک بالشت تک جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

مرد کے ساتھ عورت کا کھڑا ہونا

اگر نماز میں مرد کے ساتھ کوئی محرم یا غیر محرم عورت کھڑی ہو جائے تو کچھ صورتوں میں اس سے مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مثلاً :-

① بالغ عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی۔ ماں بہن ہو یا بیوی ہو یا کوئی ایسی نابالغ لڑکی ہو کہ جس کی طرف مرد کی رغبت ہو سکتی ہو اگر مرد کے ساتھ یا برابر نماز میں کھڑی ہو جائے چاہے وہ خود نماز پڑھ رہی ہو یا نہ پڑھ رہی ہو تو مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

② اسی طرح اگر ان کے درمیان کوئی آڑ یا پردہ حائل نہ ہو یا ان کا درمیان فاصلہ ایک آدمی سے کم ہو۔

③ اگر عورت نماز پڑھنے کے قابل ہو یعنی نہ تو وہ پاگل ہو اور نہ ہی حیض و نفاس والی ہو۔

④ نماز عام ہو، نماز جنازہ نہ ہو۔

⑤ عورت مرد کی معتدی ہو یا دونوں ایک ہی امام کے معتدی ہوں۔

⑥ امام نے اس عورت کی یا کسی اور عورتوں کی امامت کرنے کی نیت کر رکھی ہو۔

⑦ عورت ایک رکن نماز کی ادائیگی کی مقدار مرد کے ساتھ یا برابر کھڑی رہی ہو۔

⑧ عورت مرد کے آگے یا مرد کے برابر اس طرح کھڑی ہو کہ اس کا قدم اور پنڈلی

مرد کے جسم کے کسی حصہ کے مقابل ہو جائے۔

⑨ اگر نماز میں عورت اور مرد کے جسم کا کوئی حصہ ایک دوسرے کو لگے تو شہوت

پیدا ہو چاہے ایسا قصد ہو یا بغیر قصد کے ہو۔

ان سب صورتوں میں مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

مکروہاتِ نماز

بعض باتیں نماز کے دوران انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ انہیں مکروہاتِ نماز کہا جاتا ہے ان سے بچنا چاہیے۔

① لباس کے بارے میں

- ۱۔ غیر ضروری طور پر کپڑے لٹکانا یا بلا ضرورت کوئی کپڑا کندھوں پر ڈال لینا۔
- ۲۔ دورانِ نماز کپڑے کو بلا ضرورت سمیٹنا یا کپڑوں سے کھلتے رہنا یا جسم پر بوقتِ ضرورت چادر کو اس طرح پینٹنا کہ اس میں سے ہاتھ جلدی نہ نکل سکیں۔
- ۳۔ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کہ جس پر کسی جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو۔
- ۴۔ اپنے ٹخنوں کو شلوار اور پاجامہ وغیرہ سے ڈھانکے رکھنا۔
- ۵۔ کہنیوں کو کھلا رکھنا۔
- ۶۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ جن کو پہن کر لوگوں میں جانا گوارا نہ ہو۔

② اعضائے بدن کے سلسلے میں

- ۱۔ مجبوری کے بغیر برہنہ نماز پڑھنا۔
- ۲۔ نکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔
- ۳۔ دورانِ نماز انگڑائیاں لینا اور قصد و ارادے سے جمائی لینا یا جمائی روکنے کی کوشش نہ کرنا۔
- ۴۔ کمر، گولہ یا کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔
- ۵۔ انگلیاں چٹخانا۔
- ۶۔ سر پر بالوں کا جوڑا بنانا۔

۳ غلط حرکات کرنے کے سلسلہ میں

۱. دوران نماز ادھر ادھر دیکھنا۔
۲. سر دکا اپنی کلاسیاں زمین پر بچپانا۔
۳. نماز میں رانیں کھڑی کر کے کتے کی طرح اس انداز میں بیٹھنا کہ گھٹنے سینے سے ملے ہوئے ہوں اور ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔
۴. نماز میں خواہ مخواہ ہلنا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونا۔
۵. شرعی عذر کے بغیر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔
۶. ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔
۷. سجدے کی جگہ سے کنکریاں وغیرہ ہٹانا۔

۴ امام اور مقتدی کے بارے میں

۱. امام کا محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ قدم بھی محراب کے اندر ہو۔
۲. مقتدیوں کی نسبت امام کا ایک ہاتھ کے برابر اونچی جگہ پر کھڑا ہونا۔
۳. امام کا اتنی تیزی سے نماز پڑھنا کہ مقتدی تسبیحات وغیرہ پوری نہ پڑھ سکیں۔
۴. مقتدیوں کا ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ چھوڑ کر کھڑا ہونا۔
۵. مقتدی کا اگلی صف میں خالی جگہ ہونے کے باوجود پچھلی صف میں اکیلے کھڑا ہونا۔
۶. مقتدی کا امام سے پہلے کوئی عمل کرنا۔
۷. مقتدیوں کا دائیں یا بائیں کسی ایک طرف زیادہ ہونا۔

۵ دیگر مکروہات

۱. ریج یا قھنائے حاجت یا پیشاب روک کر نماز پڑھنا۔ ۲. نماز عشرے سے قبل سونا۔
۳. تسبیحات وغیرہ کو انگلیوں پر گنتنا۔ ۴. دوران نماز خلاف سنت کوئی کام کرنا۔

قرأت کے مسائل

- ① سُورۃ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔
- ② سُورۃ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی کوئی سُورت یا چند آیات یا ایک بڑی آیت فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔
- ③ امام ہو یا اکیلا مقیم نمازی ہو، اس کے لیے سُورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل سُورتوں کا پڑھنا سنت ہے۔

۱۔ فجر اور ظہر کی نماز میں سُورۃ الحجرات (پارہ ۲۶) سے لے کر سُورۃ بروج (پارہ ۲۰) تک۔

۲۔ عصر اور عشاء کی نماز میں سُورۃ طارق (پارہ ۳۰) سے لے کر سُورۃ قینۃ (پارہ ۲۰) تک۔

۳۔ مغرب کی نماز میں آخری پارے کی سُورۃ الزلزال سے لے کر آخری سُورت والناس تک۔

یہ صرف سنون ہے ضروری نہیں ہے۔ جو سُورت بھی یاد ہو پڑھی جاسکتی ہے مگر کوئی خاص سُورت مقرر کر لینا بھی اچھا نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی کو بھول جانے کی عادت ہو اور وہ اپنی رکعت کی تعداد کو یاد نہیں رکھ سکتا تو اسے ہر رکعت کے لیے علیحدہ سُورت مقرر کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سُورۃ الکافرون (پارہ ۳۰) اور دوسری رکعت میں سُورۃ اخلاص یعنی "قُلْ هُوَ اللَّهُ" پڑھنا سنت ہے۔

۵۔ نماز وتر کی پہلی رکعت میں "بِسْمِ اللَّهِ الرَّبِّ الْعَلِيِّ" دوسری رکعت میں سُورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سُورۃ اخلاص کا پڑھنا سنت ہے۔

④ سُورۃ فاتحہ کے بعد سُورۃ ملائے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھئے۔

- ۱۔ دوسری رکعت میں ملانے والی سورت یا آیت پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورت یا آیت سے بڑی نہ ہو بلکہ اُس سے چھوٹی ہو یا زیادہ سے زیادہ اُس کے برابر ہو۔
- ۲۔ ملانے والی سورتوں کی ترتیب قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق ہو۔ اُس کے اُلٹ نہ ہو۔
- ۳۔ بہتر ہے کہ سورتیں یا آیات مسلسل ملائیں۔ درمیان سے دانستہ کوئی آیت چھوڑ کر ملانا مکروہ ہے۔

سجدہ سہو کے مسائل

نماز کے اندر کے واجبات میں سے اگر کوئی ایک یا زیادہ واجب بھولے سے چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا جائے تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں صرف التحیات یعنی «عِبَادَةَ وَرَسُولُهُ»، تک پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کیے جائیں اور پھر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کی جائے۔ اگر کوئی سجدہ سہو کرنا بھول جائے اور نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام پھیرنے سے پہلے یاد آجائے تو اب بھی سجدہ سہو ادا کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ دوران نماز اگر کوئی فرض بھول کر چھوٹ جائے تو نماز ختم ہو جائے گی۔ سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہ ہوگی۔ نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

سجدہ سہو ان صورتوں میں لازمی ہو جاتا ہے:-

فاتحہ کے متعلق ①

- ۱۔ اگر سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جگہ بھول کر کوئی اور سورۃ پڑھ لی جائے۔
 - ۲۔ اگر سورت پڑھنے کی جگہ فاتحہ پڑھ لی جائے۔
 - ۳۔ اگر فاتحہ پڑھنے کے دوران بھول جائے اور فاتحہ کا زیادہ حصہ دوبارہ پڑھ لیا جائے۔
 - ۴۔ اگر سورۃ فاتحہ کی کوئی آیت بھول کر چھوٹ جائے۔
 - ۵۔ اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں بھول کر سورۃ فاتحہ دوبارہ پڑھ لی جائے۔
- ان سب حالات میں سجدہ سہو کرنا لازمی ہے اگر نہ کیا جائے تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

② فاتحہ کے بعد سُورتِ بِلالی سے متعلق

- ۱۔ اگر بھول کر سُورت کی جگہ فاتحہ پڑھ لی جائے۔
- ۲۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سُورۃ ملانا واجب ہے اس لیے اگر کسی رکعت میں فاتحہ کے بعد سُورۃ ملانا بھول جائے تو سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔
- ۳۔ اگر فرض نماز کی پہلی ایک دو رکعات میں سُورتِ بِلالی بھول جائے تو بعد کی رکعات میں سُورۃ بِلالی جائے لیکن سجدہ سہو ضرور کیا جائے۔ ورنہ نماز دُہرائی پڑے گی۔
- ۴۔ امام اگر فرض نماز میں بلند آواز کی جگہ آہستہ آواز میں قرأت کر لے یا آہستہ آواز کی جگہ بلند آواز سے قرأت کر لے تو سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے البتہ دو تین الفاظ پڑھ لینے سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اسی طرح اکھبر شریف کے بعد غزورۃ کے مطابق تین تھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھنے کے بعد بھول کر رک جائے اور رکوع میں چلا جائے یا کوئی سُورت دو بار پڑھ جائے یا متشابہ لگ جانے پر ایک آیت کے بعد قرآن مجید کی کوئی دوسری آیت پڑھ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

③ سجدہ کے متعلق

دورانِ نماز اگر ایک سجدہ چھوٹ جائے تو جب یاد آجائے اسی وقت بھولا ہوا سجدہ کر لیا جائے اور پھر اسی رکن سے نماز شروع کر دی جائے جہاں سجدہ کیا تھا اور پھر سجدہ سہو کر کے نماز دُست کر لی جائے۔

④ قعدہ یعنی جلسہ کے متعلق

۱۔ چار رکعات والی نماز میں بھول کر پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ جانے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے البتہ اگر بیٹھتے ہی غلطی کا احساس ہونے پر کھڑا ہو جائے تو سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

۲۔ تین یا چار رکعات والی فرض یا واجب نماز میں پہلے قعدہ میں بیٹھنا بھول جائے تو اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے ہی یاد آجائے تو بیٹھ جانا چاہیے۔ اس طرح سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پھر بیٹھنے کی ضرورت نہیں نماز پوری کر کے آخری قعدہ میں سجدہ سہو کر لے۔ سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد دوبارہ بیٹھ کر التحیات پڑھنا گناہ کا کام ہے اور اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔

۳۔ سنت یا نفل نمازوں کی دوسری رکعت کے قعدہ میں بیٹھنا بھول جائے تو یاد آنے پر بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر تیسری رکعت میں یاد نہیں آیا بلکہ نماز کے اخیر میں یاد آجائے تو سجدہ سہو کر لے۔

۴۔ اگر فرض یا واجب نماز کی آخری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے تو سجدہ میں جانے سے پہلے جب بھی یاد آجائے تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اگر یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔ یہ نماز نفل ہو گی۔ ہاں ایک رکعت اور ملا کر چھ کر لے۔ اس میں سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ اگر یہی صورت حال سنت مؤکدہ نماز میں پیش آجائے تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کریں۔ چار رکعت سنت ہوں گی اور دو رکعات نفل شمار ہوں گی۔

۵۔ اگر چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھ کر التحیات پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ میں جانے سے پہلے یاد آجائے پر بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ فوراً سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی ہو چکا تو

ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ پھر رکعات ہو جائیں۔ تھپی رکعت پر سجدہ سہو بھی کر لے۔ اس طرح چار فرض ہوئے اور دو نفل ہوں گے۔

⑤ تشہد یعنی التحیات کے متعلق

- ۱۔ دورانِ نماز کسی بھی قعدہ میں التحیات کے بعد بیٹھے بیٹھے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی اور اگر اس کے تین لفظ تک پڑھ لیے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔
- ۲۔ اسی طرح پہلے قعدہ میں التحیات دوبارہ پڑھی تو اگر ادھی سے زیادہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہو گیا لیکن اگر آخری قعدہ میں ایسا کیا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

⑥ درود شریف کے متعلق

- ۱۔ نفل نماز کے سوا دوسری تمام نمازوں کے پہلے قعدہ میں التحیات کے بعد اگر درود شریف پڑھ لیا جائے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ نفل نمازوں میں اگر درود شریف پڑھا جائے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

⑦ قنوت کے متعلق

- ۱۔ نماز وتر میں اگر دعائے قنوت یا وہ تکبیر مہجول کر چھوٹ جائے جو دعائے قنوت کے لیے پڑھی جاتی ہے تو نوٹ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے۔
- ۲۔ دعائے قنوت مہجول کر دوبارہ پڑھنے یا مہجول کر دعائے قنوت نوٹا کر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔
- ۳۔ اسی طرح نماز وتر میں مہجول کر دعائے قنوت کی جگہ کچھ اور پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

۸ سلام کے متعلق

تین یا چار رکعات والی نماز کے پہلے قعدہ میں التحيات کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھنا بھول جائے اور سلام پھیر کر نماز ختم کر لی تو اگر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے (مثلاً قبلہ کی طرف سے سینہ پھر گیا یا کوئی بات مُنہ سے کی) تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا جائے۔

۹ درمیان میں تاخیر کے متعلق

دورانِ نماز کسی بھی جگہ پر کسی سوچ میں پڑ کر خاموشی اختیار کر لی اور یہ خاموشی تین بار سُبحان اللہ کہنے کے وقفے کے برابر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب ہے۔

۱۰ سجدہ سہو کی بھول

۱۔ دورانِ نماز جب ایسی غلطی سرزد ہو جائے کہ جس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے تو آخری قعدہ میں التحيات پڑھنے کے بعد یاد آجاتے تو سجدہ سہو کر لیں۔ اور اگر سلام پھیر لینے کے بعد یاد آئے تو جب تک نماز توڑنے والی کوئی بات نہ ہو جائے سجدہ سہو کر لیا جائے۔

۲۔ نماز میں اگر ایسی کئی غلطیاں سرزد ہو جائیں جن پر سجدہ سہو لازم ہے تو سب کے لیے ایک ہی سجدہ سہو کیا جائے گا۔

سجدہ سہو کے دیگر متفرق مسائل

① دورانِ نماز اِسْحَد شَرِيف پڑھنے کے بعد یہ سوچنا شروع کر دیا کہ اب کون سی سورتِ بلاؤں اور کس سوچ میں اتنی دیر ہو گئی کہ جتنی دیر تین بار سُبحان اللہ کہنے میں لگتی ہے تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔

② نماز کی آخری رکعت میں التحيات، دُرود اور دُعا پڑھنے کے بعد شک پڑ گیا

کہ میں نے چار رکعات پڑھی ہیں یا تین رکعات اور اس سوچ میں خاموشی اختیار کر لی اور اس خاموشی سے سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ بُحَّانُ اللہ کہا جاسکتا ہے اور پھر یاد آ گیا کہ میں نے چار رکعات پڑھی ہیں تو پھر بھی سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

③ اسی طرح اگر کسی سوچ میں ڈوب کر رکوع میں جلنے میں تین بار کی تسبیح کے وقفہ کے برابر تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

④ دورانِ نماز کسی بھی جگہ پڑھتے پڑھتے کسی سوچ کے تحت تین بار کی تسبیح کے وقفہ کے برابر رک جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً دوسری یا چوتھی رکعت میں التَّحِيَّاتِ شروع کرنے سے پہلے کسی سوچ کے تحت اتنی دیر ہو جائے یا رکوع سے اٹھنے پر ایسا ہو جائے یا دونوں سجدوں کے درمیان ایسا ہو جائے۔ ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

⑤ نفل نماز یا منت کی چار رکعات والی نماز کے پہلے قعدہ میں التَّحِيَّاتِ کے بعد دُرُودِ شَرِيفِ پڑھنا جائز ہے۔ اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن اگر التَّحِيَّاتِ دو دفعہ پڑھی جائے تو نفل اور منت کی نماز میں بھی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

⑥ التَّحِيَّاتِ کی جگہ اجمد شریف یا کچھ اور پڑھنے پر سجدہ سہو واجب ہے۔

⑦ نیت باندھ لینے کے بعد ثنا کی جگہ دعائے قنوت پڑھنی شروع کر دی، یا فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اجمد شریف کی جگہ التَّحِيَّاتِ یا کچھ اور پڑھنا شروع کر دیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

⑧ چار رکعات والی نفل نماز کے پہلے قعدہ میں بیٹھنا یا نہ رہے تو تیسری رکعت کے سجدے سے پہلے پہلے یاد آنے پر بیٹھ جائے۔ اگر سجدہ کر لیا تو تب بھی نماز ہو گئی لیکن سجدہ سہو تو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

⑨ دورانِ نماز یہ شک ہو گیا کہ تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اگر یہ شک اتفاقاً ہوا ہے اور یہ اس کی عادت نہیں ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر شک کرنے کی اس کی عادت ہے تو دل میں سوچے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے؟ اگر دل کا فیصلہ تین رکعات کے

حق میں ہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ اور اگر دل کا فیصلہ یہ ہو کہ پوری چار رکعات پڑھی ہیں تو مزید رکعت نہ پڑھے اور نہ ہی سجدۂ سہو کرے اور اگر دل کا فیصلہ نہ تین رکعات کے لیے پختہ ہے اور نہ چار رکعات کے لیے تو اسے تین رکعات ہی سمجھے اور ایک رکعت مزید پڑھے لیکن اب تیسری رکعت پر بھی التعمیات کے لیے بیٹھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

⑩ دورانِ نماز اگر یہ شک پڑ جائے کہ اب یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری ہے تو اگر یہ شک اتفاقاً ہوا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر شک میں پڑنے کی اس کی عام عادت ہے تو جس طرف اس کا گمان زیادہ جائے اسی کو اختیار کرے اور اگر گمان دونوں طرف برابر ہے تو پہلی رکعت ہی سمجھے لیکن اس رکعت میں بھی التعمیات پڑھے کہ شاید یہ دوسری رکعت ہی ہو۔ اس کے بعد دوسری رکعت پڑھے اور اس میں الحمد شریف کے بعد سورت بھی بلائے اور التعمیات پر بھی بیٹھے۔ اس کے بعد تیسری رکعت پڑھے اور اس میں بھی التعمیات پر بیٹھے کہ شاید یہ چوتھی ہی نہ ہو۔ اور پھر چوتھی رکعت پڑھ کے سجدۂ سہو کرے۔

⑪ اسی طرح اگر شک ہو جائے کہ رکعت دوسری ہے یا تیسری تو اس میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر گمان دونوں طرف برابر کا ہو تو دوسری رکعت سمجھ کر التعمیات پر بیٹھے۔ پھر تیسری رکعت پڑھے اور اس میں بھی التعمیات پر بیٹھے اور پھر چوتھی رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کرے۔

⑫ اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہو کہ سجانے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں۔ نماز ہو گئی۔ اور اگر ٹھیک سے یاد آ گیا کہ تین رکعات پڑھی ہیں اور چوتھی رہ گئی ہے تو اگر اس سے نماز ٹوٹنے کا کوئی عمل نہیں ہوا یعنی نہ تو اس نے کوئی بات کی اور نہ ہی اس کی چھاتی قبلہ کی طرف سے ہٹی ہے تو کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر لے۔

اسی طرح اگر آخری قعدہ میں اس نے التعمیات کو عبدًا ورسولًا تک پڑھ لیا اور اس کے بعد شک ہوا تو اب شک کی پرواہ نہ کرے۔ نماز ہو گئی۔ البتہ اگر اس کے دل

میں کھٹک سی باقی رہتی ہے تو احتیاط کی خاطر دوبارہ نماز پڑھ لے تو بہتر ہے۔

⑬ سجدہ سہو کر لینے کے بعد پھر کوئی بات ایسی ہو گئی کہ جس سے سجدہ سہو واجب

ہوتا ہے تو اب دوبارہ سجدہ سہو نہ کیا جاوے گا۔ پہلا سجدہ سہو ہی کافی سمجھا جائے گا۔

⑭ دوران نماز کسی غلطی پر سجدہ سہو واجب ہو گیا لیکن سجدہ سہو کرنا یاد نہ رہا اور

دونوں طرف سلام پھیر لیا۔ لیکن ابھی نماز کی جگہ نہیں تھوڑی اور نہ کوئی بات چیت ایسی کی کہ جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نہ ہی تھیاتی قبلہ کے رخ سے پھری تو اسی طرح بیٹھے بیٹھے سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے کوئی ورد وظیفہ بھی شروع کر رکھا تھا تو بھی کچھ حرج نہیں۔ سجدہ سہو کر لے تو نماز درست ہو جائے گی۔

⑮ سجدہ سہو کرنا واجب ہو چکا تھا لیکن جان بوجھ کر سجدہ سہو نہ کرنے کی نیت

سے دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اگر اس نے ابھی نماز توڑنے والی کوئی حرکت نہیں کی تو اب بھی اسے اختیار حاصل ہے کہ سجدہ سہو کر کے اپنی نماز درست کر لے۔

⑯ بھول کر نماز وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دُعاے قنوت پڑھ لی تو تیسری

رکعت میں پھر دُعاے قنوت پڑھے اور سجدہ سہو کر لے۔

⑰ وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت ہے اور گمان

دونوں طرف برابر ہے تو اسے دوسری رکعت سمجھے لیکن اس میں دُعاے قنوت پڑھے اور پھر تیسری رکعت پڑھے کہ پھر دُعاے قنوت پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

⑱ نماز وتر میں دُعاے قنوت کی جگہ ثنا پڑھ لی پھر یاد آیا تو دُعاے قنوت پڑھ

لی تو کوئی حرج نہیں سجدہ سہو واجب نہیں ہوا۔

⑲ فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بھول کر الحمد شریف کے بعد کوئی سورت

پلا لی تو کوئی حرج نہیں ہوا اور سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

⑳ فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعات میں سورت فاتحہ پڑھنی

بھول گئی اور رکوع کر لیا تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوا۔ نماز ہو گئی۔

㉑ نماز میں ثنا پڑھنا یا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" پڑھنا یا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"

سجدہ سہو کے دیگر متفرق مسائل

پڑھنا یا «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» پڑھنا یا بوقت نیت کندھوں تک ہاتھ اٹھانا، یا آخری قعدہ میں دُرود شریف اور دُعا پڑھنا مہجول گیا تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوا۔ نماز ہو گئی۔

(۲۲) مہجول چوک کی وجہ سے نماز میں جن چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے انہیں اگر جان بوجھ کر کیا جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہیں ہوتی۔

(۲۳) دورانِ نماز جو چیزیں فرض و واجب نہیں ہیں وہ اگر مہجولے سے چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اور نماز بھی ہو جاتی ہے۔

قضا نماز کا پڑھنا

① کسی وجہ سے اگر کوئی نماز نہ پڑھی جاسکے تو جتنی جلدی ممکن ہو اُس کی قضا پڑھ لی جائے۔ کسی عذر کے بغیر قضا پڑھنے میں سستی کرنا گناہ ہے۔ جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی اور اُس نے اُس کی قضا نہ پڑھی تو اُسے دوسرا گناہ ہوا ایک تو نماز چھوڑنے کا اور دوسرا قضا نہ پڑھنے کا۔ اللہ اس سے سچائے۔

② قضا پڑھنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ جب بھی فرصت اور موقع ملے قضا پڑھ لے البتہ مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔

③ جس کے ذمے پہلے کوئی قضا نماز نہیں ہے اگر اُس کی کوئی نماز قضا ہو جائے تو جب تک وہ قضا نماز نہیں پڑھے گا اُس کی ادا نماز نہیں ہوگی۔ اگر اُس نے ادا نماز پہلے پڑھی اور قضا نماز بعد میں پڑھی تو اُسے ادا نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ البتہ اگر اُسے قضا نماز یاد نہ رہی اور بھول کر اُس نے پہلے ادا نماز پڑھ لی تو اس صورت میں اُس کی ادا نماز ہو جائے گی مگر اب قضا نماز کو فوراً پڑھے۔

④ یہ ضروری نہیں کہ فجر کی نماز قضا ہو گئی ہے تو اُس کی قضا اگلی فجر کو پڑھے یا ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو اس کی قضا اگلے ظہر کو پڑھے بلکہ جتنی جلدی فرصت ملے اتنی جلدی پڑھ لے سوائے مکروہ وقت کے۔

⑤ یہ خطرہ ہو کہ اگر قضا نماز پڑھی تو وقتی نماز فوت ہو جائے گی تو پہلے وقتی نماز پڑھے اس کے بعد قضا پڑھے۔

⑥ جس کے ذمے بہت سی نمازوں کی قضا پڑھنی باقی ہو اُسے چاہیے کہ جلدی سے سب کی قضا ایک ہی وقت میں پڑھ لے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ایک ایک دو دو چار چار قضا نمازیں پڑھ کر پوری کر لے۔ اس طرح کئی مہینوں اور کئی سالوں کی نمازیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ اگر قضا نمازیں بہت زیادہ ہوں تو روزانہ ہر نماز کے وقت اسی وقت کی ایک ایک یا دو

دو کر کے قضا نمازیں پڑھ لیا کرے۔

⑥ اگر کسی کی ایک یا دو یا پانچ نمازیں قضا ہو گئی ہیں تو جب تک قضا نمازیں نہ پڑھ لے گا اُس کی ادا نماز نہیں ہوگی۔ اور قضا نمازیں اُسی ترتیب سے پڑھے گا جس ترتیب سے قضا ہوئی تھیں۔ مثلاً پہلے اُس کی فجر کی نماز قضا ہوئی، پھر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں قضا ہوئیں تو پہلے اُسے فجر کی نماز، پھر ظہر کی، پھر عصر، مغرب اور عشاء کی قضا پڑھنا ہوگی۔ اگر اس ترتیب میں قضا نہیں پڑھے گا تو اُسے دوبارہ پڑھنی پڑیں گی۔

⑧ اگر کسی کی تھہ یا اس سے زیادہ نمازیں قضا ہو جائیں تو اگر ان کی قضا پڑھنے سے پہلے ادا نماز پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ اُس کی ادا نماز ہو جائے گی۔ ادا نماز کے بعد قضا نمازیں پڑھ لے تو بھی جائز ہے۔ پانچ سے زیادہ قضا نمازوں کے پڑھنے میں ترتیب کی بھی پابندی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ پانچ نمازوں تک قضا ہوں تو ادا نماز سے پہلے پانچ قضا نمازوں کا ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے اور اگر پانچ سے زیادہ نمازیں قضا ہوں تو ان کی قضا پڑھنا نہ تو ادا نماز پڑھنے سے پہلے لازمی ہے اور نہ ہی ان کو ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے۔

⑨ جس کی بہت سی نمازیں قضا ہو چکی تھیں اور اُس نے تھوڑی تھوڑی کر کے بہت سی نمازیں قضا پڑھ لی ہیں اور اب صرف چار پانچ قضا نمازیں بقایا ہیں تو ان کے لیے بھی وہی حکم ہے جو پانچ نمازوں سے زیادہ کا ہے یعنی نہ تو ان کو ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے اور نہ ہی ادا نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے۔

⑩ وتر کی نماز قضا ہو گئی۔ اس سے پہلے اُس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہیں ہے تو جب تک پہلے وتر کی قضا نہیں پڑھی جائے گی فجر کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر وتر کی قضا نہ پڑھی اور فجر کی نماز پڑھ لی اور بعد میں وتر کی قضا پڑھی تو فجر کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

⑪ عشاء کی نماز پڑھ کے سو لیا۔ تہجد کے وقت اٹھ کر وضو کیا، تہجد اور وتر کی نماز پڑھی۔ صبح کو یاد آیا کہ عشاء کی نماز مجھوں کر بے وضو پڑھی تھی تو اب صرف عشاء کی نماز قضا پڑھنی ہوگی۔ وتر کی نماز قضا نہیں پڑھنی ہوگی۔

۱۲) قضا صرف فرض اور واجب نمازوں کی پڑھی جاتی ہے سنتوں کی نہیں ہاں مگر فجر کی نماز اگر قضا ہو جائے تو زوال سے پہلے فجر کی سنتوں کی بھی قضا پڑھی جائے گی مگر زوال کے بعد سنتوں کی قضا نہیں پڑھی جائے گی بلکہ صرف فرضوں کی قضا پڑھی جائے گی۔

۱۳) کسی کے ذمے کوئی قضا نماز پڑھنی باقی ہے۔ ابھی اس نے قضا نماز شروع نہیں کی کہ جماعت شروع ہو گئی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے جماعت میں شامل ہو کر ادا نماز پڑھ لے اس کے بعد قضا نماز پڑھے۔

۱۴) وقت کی تنگی کی وجہ سے کسی نے فجر کی سنتیں چھوڑ کر صرف فرض پڑھ لیے تو اب اس کے لیے بہتر ہے کہ سورج پڑھنے کے بعد زوال سے پہلے سنتیں قضا پڑھ لے۔ زوال کے بعد نہیں۔

۱۵) کسی نمازی نے توبہ کر لی اور آئندہ اس نے باقاعدگی سے نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ تو اس کی توبہ سے پھلی نمازیں نہ پڑھنے کا گناہ تو معاف ہو گیا لیکن پھلی قضا نمازوں کا پڑھنا اسے معاف نہیں ہوا۔ اگر اس نے قضا نمازیں نہ پڑھیں تو وہ گنہگار ہے۔

۱۶) جس کے ذمے قضا نمازیں پڑھنا باقی تھیں اور وہ سرنے لگا تو اس پر واجب ہے کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کے لیے فدیہ دینے کی وصیت کر دے ورنہ گناہ گار ہوگا۔

۱۷) کوئی سویا ہوا ہے یا کسی کو نماز پڑھنی یاد نہیں ہے تو جس کو معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ سونے والے کو نماز کے لیے جگادے اور بھولے ہوئے کو نماز یاد دلا دے۔

۱۸) جس قسم کی نماز قضا ہوئی اسی قسم کی قضا پڑھی جائے گی۔ مسافر کی قصر نماز قضا ہوئی ہے تو گھر پہنچ کر بھی اگر وہ قضا نماز پڑھے گا تو وہی قصر قضا پڑھے گا۔

۱۹) قضا نماز پڑھنی یاد نہ رہی اور وقتیہ نماز پڑھ لی تو وقتیہ نماز ہو گئی۔ اب قضا پڑھ لے۔ اور اگر وقتیہ نماز پڑھتے ہوئے قضا نماز یاد آئی تو اس کی وقتیہ نماز نہ ہوگی۔ اس وقتیہ نماز کو توڑ دے اور پہلے قضا نماز پڑھے اور اس کے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔

۲۰) قضا نماز کی نیت اس طرح کرے:-

”میں نیت کرتا ہوں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا کی“ اور اگر قضا نمازیں

بہت زیادہ ہیں تو یوں کہے ”میں نیت کرتا ہوں فلاں وقت کی قضا نمازوں میں سے پہلی قضا نماز کی جو میرے ذمہ بقایا ہیں“

(۲۱) قضا نماز ہر جگہ ادا کی جاسکتی ہے مگر گھر میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ دوسروں سے اپنی قضا نماز پڑھنے کا ذکر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے نماز میں غفلت کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

قضا نمازوں کا فدیہ

(۱) اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور مرتے دم تک اُسے قضا نمازیں پڑھنے کا موقع نہ مل سکا تو اُسے چاہیے کہ وہ قضا نمازوں کے لیے فدیہ ادا کر نیکی وصیت کر جائے۔ اُس کے وارثوں پر لازم ہے کہ اُس کے ترکے میں سے کفن و دفن کا خرچ اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اُس کے تہائی حصہ میں سے فدیہ ادا کریں۔

(۲) فدیہ صرف فرض اور واجب نمازوں کا ہے۔ یعنی ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور ایک وتر نماز۔ اِس طرح ایک دن کی کچھ نمازیں بنتی ہیں۔

(۳) ایک قضا نماز کا فدیہ آدھا صاع گندم یا اُس کا آٹا ہے یا پھر ایک صاع جو یا اس کا آٹا ہے یعنی سوا دو سیر گندم یا ساٹھ سے چار سیر جو یا اُن کا آٹا یا ان کی قیمت۔ ایک دن کی کچھ نمازوں (پانچ فرض + ایک وتر) کا کُل فدیہ ساٹھ سے تیرہ سیر گندم یا ستائیس سیر جو بنتے ہیں۔

(۴) انسان جب تک زندہ ہے قضا نمازوں کا فدیہ دینا اس کے لیے ناجائز ہے۔

نماز توڑ دینے کا حکم

(۱) اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو مندرجہ ذیل حالات میں اس پر نماز توڑ دینا فرض ہو جاتا ہے۔

۱۔ انسانی جان بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے۔ مثلاً کسی کو آگ لگ گئی اور اُس کے جل کر مر جانے کا اندیشہ ہے۔

۲۔ کوئی اندھا آدمی جا رہا ہے اور اُس کے راستے میں کنواں آجائے جس میں گر کر اُس کے مر جانے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ کوئی آدمی ایسی مصیبت میں مبتلا ہو کہ اُس کی جان جلنے کا خطرہ ہو اور وہ مدد کے لیے پکارے۔

تو ان سب صورتوں میں نماز کی کے لیے فرض ہے کہ وہ نماز کو توڑ کر اُس کی جان بچائے۔ اگر اُس نے ایسا نہ کیا اور کوئی مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا۔

② مندرجہ ذیل حالات میں نماز کی کو نماز توڑ دینے کی اجازت ہے:

۱۔ کسی قیمتی چیز کے خراب یا ضائع ہو جانے کا خدشہ ہو۔

۲۔ نماز پڑھ رہے ہوں اور جہاز یا ریل وغیرہ چل پڑے۔

۳۔ دوران نماز پیشاب یا خانہ وغیرہ کا زور ہو جائے۔

۴۔ دوران نماز سانپ بچھو یا کسی اور قسم کے موذی جانور کی ایذا رسانی کا خطرہ ہو۔

ایسی قسم کے کسی اور واقعات ہو سکتے ہیں جن کی بدولت نماز توڑی جاسکتی ہے۔

③ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اگر کسی مصیبت یا تکلیف کے باعث پکاریں

تو فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔ اگر وہ بلا ضرورت پکاریں تو فرض نماز کا توڑنا درست

نہیں ہے۔ اگر انہوں نے اس وقت پکارا جب آپ نفل یا سنت نماز پڑھ رہے ہوں

اور انہیں نہیں معلوم کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو نماز توڑ کر ان کو جواب دینا آپ کے

لیے واجب ہے۔ چاہے انہوں نے مصیبت کی وجہ سے پکارا یا بلا ضرورت ہی پکارا۔

اگر آپ نے اس موقع پر نماز نہ توڑی تو آپ کے ذمہ گناہ ہوگا۔

ہاں اگر انہیں آپ کے نماز پڑھنے کا علم ہے اور وہ بلا ضرورت پکاریں

تو نماز نہ توڑیں لیکن اگر کسی ضرورت کے تحت پکاریں اور ان کی تکلیف کا خدشہ ہو تو

نماز توڑ دیں۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کے مسائل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

”تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہوتا ہے“

گویا نماز میں غلام اپنے آقا کے حضور کھڑا ہوتا ہے اس لیے ادب و تعظیم کا تقاضا ہے کہ کوئی شخص آقا و غلام کی باہمی مجلس میں نہ تو مُخل ہو اور نہ اُن کے درمیان سے گزرنے کہ یہ بہت بڑی بے ادبی و گستاخی ہے۔ دورانِ نماز نمازی کے سامنے سے اگر کوئی گزر جائے تو نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ تو اُس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ اُس کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن اس کے سامنے سے بلا شرعی عذر کے گزرنے والا گنہگار ہو جاتا ہے۔ کسی نمازی کے سامنے سے گزرنے کا گناہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

”اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہوتا کہ یہ

کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے

چالیس سال تک کھڑا رہنے کو ترجیح دیتا“

اس سخت ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نمازی کی توجہ نماز سے ہٹ جاتی

ہے اور دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے جس سے حضورِ عظیمی قلب ختم ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

لَا صَلَاةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ -

یعنی ”حضورِ عظیمی قلب کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی“

لہذا کسی واجب عذر کے بغیر اس سے بچا جائے۔

مسائل

- ① کسی تنگ جگہ پر نمازی کے سامنے کی دیوار تک کسی آڑ کے بغیر گزرنے کا سخت گناہ ہے۔
- ② کسی ناگزیر مجبوری کی بنا پر نمازی کے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً جماعت میں شریک ہونے کے لیے یا نمازی ایسی جگہ کھڑا ہوا ہے جس کے سوا اور کوئی راستہ گزرنے کا نہیں ہے۔
- ③ اگر نمازی کھلی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے آگے سے گزرنے کی ضرورت ہے تو اس کی حد نظر تھپوڑ کر گزرا جاسکتا ہے۔ اگر سجدے کے مقام پر نمازی اپنی نظر رکھے تو جہاں تک گزرنے والا نظر آسکے وہ فاصلہ نمازی کی حد نگاہ کہلاتا ہے۔ علماء کے ایک قول کے مطابق کم از کم یہ فاصلہ دو صفوں کی پوڑائی جتنا ہے۔
- ④ جیسے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے منع ہے ایسے ہی نمازی کے سامنے سے ہٹنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے بھی نمازی کی توجہ تبدیل ہو سکتی ہے۔
- ⑤ نمازی کھلے میدان میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی آڑ کھڑی کر دے۔
- یہ آڑ ایسی لکڑی، چھڑی یا کوئی اور چیز ہو جو کم از کم ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) لمبی اور تقریباً ایک انگل (ایک انچ) موٹی ہو۔ اسے سترہ کہتے ہیں۔ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کا بھی سترہ ہے۔ اس سترہ کی موجودگی میں نمازی کے سامنے سے گزرا جاسکتا ہے۔

آدابِ نماز

نماز کی ظاہری صحت کے لیے کچھ آداب مقرر کیے گئے ہیں جن کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو نماز کا حسن قائم رہتا ہے اور نمازی کو یکسوئی اور لذت بھی نصیب ہوتی ہے۔ ذیل میں ہم ان کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں :-

قیام کے آداب

① دورانِ نماز قیام کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے اس طرح باندھا جائے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چنگلیا کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کی کلانی کو پکڑا جائے اور باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلانی کی پشت پر پھیلی ہوئی ہوں۔

② نگاہ سجدہ کے مقام پر ٹکی رہے۔

③ دورانِ نماز کبیل یا چادر کو اس طرح لپیٹ کر رکھیں کہ حرکت کے لیے ہاتھ آزاد رہیں اور اس کے پلو زمین پر نہ لٹکیں اور نہ ہی بار بار کاندھوں سے ڈھلکیں۔ کیونکہ دورانِ نماز کبیل یا چادر کے پلوں کا زمین پر لٹکنا اور کاندھوں سے بار بار ڈھلکنا مکروہ بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی۔

④ دورانِ نماز پڑھے جانے والے کلام کے الفاظ زبان سے ضرور ادا کیے جائیں کیونکہ محض دل میں پڑھنے سے تلاوت نہیں ہوتی اور جن چیزوں کا نماز میں پڑھنا فرض و واجب ہے ان کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا بھی فرض و واجب ہے۔

⑤ جن نمازوں میں یا جن رکعات میں بلند آواز سے قرأت نہیں کی جاتی ان میں قرأت اس طرح آہستگی سے کی جائے کہ پڑھے گئے الفاظ نمازی کے اپنے کانوں تک پہنچ جائیں۔ اس سے نماز میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

رکوع کے آداب

- ① رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے جائیں کہ گھٹنوں میں خم نہ آئے سر اور کمر ایک ہی سیدھ میں بالکل ہموار ہوں۔ کمر سے سر نہ تو اُٹھنا چاہو اور نہ ہی اس سے نیچا ہو۔
- ② نگاہ سجدہ کی جگہ پر نہ ہو بلکہ پاؤں کی پشت پر ہو۔ ادھر ادھر نہ ہونے۔
- ③ بڑے اطمینان سے رکوع کیا جائے۔ اس میں پورے تفکر کے ساتھ تسبیح کی جائے اور تسبیح بھی کم از کم تین بار ہو اور رکوع کے بعد پورے ادب سے کھڑا ہو جائے۔

قومہ کے آداب

- ① رکوع کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں۔ قومہ میں بالکل سیدھا کھڑے ہونا چاہیے۔ کسی عذر کے بغیر کمر میں کوئی خم نہ ہو ورنہ قومہ کا حق ادا نہ ہوگا۔
- ② قومہ میں پورے سکون و اطمینان کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ «سُبْحَانَ اللَّهِ» کہنے کے برابر کھڑا رہنا ضروری ہے۔ اسی لیے تو قومہ میں «سَمِعَ اللَّهُ لَكُمْ حَمْدَهُ» اور «رَبَّنَا كُنْ اَلْحَمْدُ» کی تسبیحات رکھی گئی ہیں تاکہ نمازی آرام سے قومہ کر سکے۔
- ③ رکوع کے بعد جلدی سے معمولی سا سر کو اُٹھانا اور سر کے فوراً سجدے میں چلے جانا قطعاً درست نہیں ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

سجدہ کے آداب

- ① صحیح طریقہ سے سجدہ کرنے کے لیے پہلے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں اور پھر گھٹنوں کو خم دے کر جائے نماز پر رکھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اور پھر ناک اور پیشانی جائے نماز پر رکھیں۔ سجدہ کرتے ہوئے گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ جائے نماز پر رکھنا درست نہیں ہے۔

② سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے شلوار، پاجامہ یا تہبند وغیرہ کو اوپر کھینچنا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اس طرح ”عمل کثیر“ واقع ہونے کا قوی امکان ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

③ حالت سجدہ میں کلائی سے کہنی تک کا حصہ زمین پر نہ رکھیں۔ دونوں بازو جسم سے چپکے ہوتے نہ ہوں بلکہ علیحدہ ہوں۔ کہنیاں سپٹ اور رانوں کے درمیان دبی ہوئی نہ ہوں انگلیاں سیدھی قبلہ رخ ہوں اور پاؤں زمین سے اٹھتے ہوئے نہ ہوں۔

④ سجدہ پورے اطمینان اور سکون سے ہو۔

جلسہ کے آداب

- ① جلسہ کرنے یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں اتنی دیر ضروری ہے جتنی دیر میں ایک بار ”سُبْحَانَ اللہ“ کہا جاسکے۔
- ② دورانِ جلسہ دایاں پاؤں سیدھا رکھ کر بائیں پاؤں پر آرام سے بیٹھنا چاہیے۔ جلسہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھنا مکروہ ہے۔ دورانِ جلسہ نگاہ اپنی آغوش پر رکھی جائے۔
- ③ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ”سجدہ کے بعد جلسہ کے لیے اس طرح سیدھے ہو جاؤ کہ تمہیں اطمینان ہو جائے کہ میں بیٹھ گیا ہوں“ جلسہ میں بیٹھ کر قمیض درست کرنا ناجائز ہے اور دونوں ہاتھوں سے قمیض درست کرنے سے نماز ہی ٹوٹ جاتی ہے۔

بیمار کی نماز

اگر کوئی آدمی کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو اُسے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں بیمار آدمی کو بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے:

- ① جب اُس میں کھڑے ہونے کی طاقت بالکل نہ ہو۔
- ② کھڑا ہونے سے اُسے سخت تکلیف ہوتی ہو۔
- ③ کھڑا ہونے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو۔
- ④ کھڑا ہونے سے سر میں چکر آتے ہوں جس کی وجہ سے اس کے گر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

- ⑤ کھڑا ہو تو سکتا ہو مگر رکوع و سجود نہ کر سکتا ہو۔
- ⑥ اگر کوئی شخص تھوڑی دیر تک قیام میں کھڑا ہو سکتا ہو تو جتنی دیر تک وہ قیام کر سکتا ہے اتنی دیر تک کھڑا ہے اور پھر بیٹھ کر باقی نماز پوری کرے۔
- بیٹھ کر پڑھتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھے:-
- ⑦ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے رکوع کے لیے اتنا تھکے کہ ماتھا گھٹنوں کے سامنے ہو جائے۔

- ⑧ اگر رکوع و سجود بھی نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے رکوع و سجود کرے لیکن خیال رکھے کہ سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ تھکے۔

- ⑨ اگر کوئی شخص سہارے کے بغیر سیدھا بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اُسے اجازت ہے کہ ٹیکہ یا دیوار یا کسی اور چیز سے ٹیک لگا کر نماز پڑھ لے۔ اس کے لیے لیٹ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اُسے اجازت ہے کہ وہ لیٹ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود اشارے سے کرے۔

- ⑩ لیٹ کر نماز پڑھنے میں مریض کو چاہیے کہ وہ بالکل چتا لیٹ جائے اور

پاؤں قبلہ کی طرف کر لے مگر انہیں پھیلاتے نہ کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ اور ممنوع ہے بلکہ بہتر ہے کہ اگر طاقت ہو تو گھٹنے کھڑے کر لے۔ سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اُونچا کر لے تاکہ مُنہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ اگر چیت لیٹنا اُس کے لیے محال ہو تو دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ ہو جائے۔ اگر یوں بھی ممکن نہ ہو تو بائیں کروٹ پر قبلہ رُخ ہو جائے۔

(۱۱) اشارے سے رکوع و سجود کرنے کی عورت میں سجدہ کے لیے کوئی چیز پیشانی کے قریب رکھ کر اُس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے۔ البتہ ایسا بیمار جو رکوع میں پیٹھ جھکا سکتا ہے اور کوئی سخت چیز اُس کے سامنے زمین پر رکھ دی جائے تو اُس پر سجدہ بھی کر سکتا ہے۔ تو اُس پر فرض ہے کہ اسی طرح سجدہ کرے۔ اُس کے لیے اشارے سے سجدہ کرنا جائز نہیں بشرطیکہ وہ چیز بارہ انگل سے زیادہ اُونچی نہ ہو۔

(۱۲) پیشانی پر زخم کی وجہ سے سجدے میں ماتھا ٹیکنا ممکن نہ ہو تو صرف ناک ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے اگر ایسا نہ کیا اور اشارے سے سجدہ کیا تو نماز نہ ہوئی۔

(۱۳) بیماری نے اس حالت کو پہنچا دیا کہ رکوع و سجود کی تعداد یاد نہیں رہتی تو مریض کے لیے اُس وقت نماز ادا کرنی ضروری نہیں۔

(۱۴) مریض اگر خود اپنا رُخ قبلہ کی طرف نہیں کر سکتا اور دوسرا کوئی ہو تو وہ نہیں جو اُس کا رُخ قبلہ کی طرف کر دے تو جس طرف رُخ ہے اسی طرف رُخ کیے ہوئے نماز پڑھ لے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہے اور اُس نے کوئی مریض رُخ موڑنے کے لیے کہے تو وہ اُس کا رُخ موڑ دے گا مگر مریض نے اُس سے رُخ موڑنے کو نہیں کہا اور اُس نے قبلہ رُخ ہوئے بغیر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز نہ ہوئی۔

(۱۵) اگر کوئی مریض کمزوری کی اس حالت کو پہنچ گیا کہ سر سے بھی اشارہ نہیں کر سکتا تو نماز لیٹ کر ادا کرے۔ اگر ایک دن رات یعنی چوبیس گھنٹے میں اس قدر طاقت آگئی کہ سر کے اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے تو پڑھے اور چھوڑی ہوئی نماز میں بھی اشارے سے قضا پڑھ لے اور اگر چوبیس گھنٹے سے زیادہ یہ حالت رہے کہ سر کے اشارے سے بھی نماز پڑھنے سے قاصر ہے تو نماز معاف ہوگئی اور اُس پر تھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی واجب ہے۔

نہ رہی۔

(۱۶) اگر کوئی اچھا بھلا انسان کسی وجہ سے بے ہوش ہو جائے تو اس کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو اس پر نمازیں معاف ہیں اس لیے ان کی قضا بھی واجب نہیں اور اگر اس کی بے ہوشی ایک دن رات میں ختم ہو گئی تو نمازیں معاف نہیں آئے قضا پڑھنا ہوں گی۔

(۱۷) اگر کسی نے آنکھ بنوائی اور ڈاکٹر نے ملنے جلنے سے منع کر دیا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ لیٹے لیٹے نماز ادا کیا کرے۔

(۱۸) تندرستی کے زمانہ میں کسی کی کوئی نمازیں قضا ہو گئیں پھر بیماری نے آلیا تو تندرستی کا انتظار نہ کرے بلکہ قوت و قدرت کے مطابق بیماری کی حالت ہی میں جس طرح ممکن ہو سکے قضا نمازیں پڑھ لے۔

(۱۹) اگر مریض روزہ رکھے تو کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اور اگر روزہ نہ رکھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر پڑھ لیا کرتے۔

(۲۰) اگر بیماری کی وجہ سے رکوع و سجدہ کی قوت نہ تھی اس لیے سر کے اشارے سے مریض نے رکوع و سجدہ کیا۔ کچھ نماز پڑھنے کے بعد اس میں اتنی قوت آگئی کہ رکوع و سجدہ کر سکتا ہے تو نماز کو توڑ دے اور نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اس نماز کو پورا نہ کرے۔

معذور کی نماز

① معذور اُس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی کوشش کے باوجود وضو قائم نہ رکھ سکے۔ مثلاً جسم کے کسی حصے سے جریانِ خون شروع ہو گیا اور بند ہونے میں آتا ہی نہیں۔ مٹھوڑا یا زیادہ بہتا ہی رہتا ہے۔ بیماری کی وجہ سے پیشاب قطرہ قطرہ بلا ارادہ ہر وقت نکلتا رہتا ہے۔ پیٹ سے ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہے۔ یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں وضو قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لیے معذور کے لیے رعایت رکھ دی گئی ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے۔ جس وقت کی نماز کے لیے تازہ وضو کیا جائے گا اُس کے تمام وقت تک اُس کا وضو قائم سمجھا جائے گا۔ البتہ جس عذر سے وہ معذور ہے اُس کے علاوہ کوئی اور بات ایسی ہو جائے کہ جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اُسے دوبارہ وضو کرنا ہو گا۔ مثلاً پہلے پیشاب کی بیماری کے باعث معذور تھا، اُس نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا لیکن عصر کی نماز کے وقت سے پہلے ہی اُس کے جسم کے کسی حصے سے خون بہہ نکلا تو اُس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب اُسے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

معذور کا وضو صرف ایک نماز کے وقت تک قائم سمجھا جائے گا۔ اُس وقت میں اُسی وضو سے وہ فرض، سنت، واجب اور نفل جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اُسی وضو سے قرآن مجید کو چھو سکتا ہے، اُس کی تلاوت کر سکتا ہے۔

② اگر خون یا کوئی اور نجاست معذور کے کپڑوں کو ناپاک کرتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر ایک نماز کے دوران کپڑے ناپاک نہیں ہوتے تو کپڑوں کا دھو کر پاک کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر بار بار کپڑے ناپاک ہوتے رہتے ہیں اور کسی بھی نماز کے پورے وقت میں کپڑے پاک نہیں رہ سکتے تو اُن کا دھونا واجب نہیں۔

③ معذور کی کسی نماز کا پورا وقت ہی اگر عذر کے بغیر گزر جائے تو اُسے معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دوبارہ کسی عذر سے معذور ہو جائے۔

④ کوئی گونگا ہے یا کوئی ایسا ہے کہ کچھ پڑھ نہیں سکتا تو اس کے لیے زبان بھانا واجب نہیں ہے۔ وہ صرف قرأت کی نیت کر لے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

⑤ اگر کوئی بہکلا ہے یا تو تلا ہے اور وہ صحیح حروف ادا نہیں کر سکتا تو وہ معذور ہے۔

⑥ جو شخص نہ تو بہکلا ہے اور نہ ہی تو تلا ہے مگر اس کی زبان ایسی ہے کہ وہ صحیح طور پر حروف ادا نہیں کر سکتا تو وہ مستقل معذور نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ کوشش جاری رکھے یہاں تک کہ وہ صحیح حروف ادا کرنے لگے۔

⑦ اگر کوئی شخص کمر ٹھیک جانے سے اس قدر گھبرا ہو گیا کہ اس کی شکل رکوع والے کی سی ہو گئی تو اس کے لیے لازم ہے کہ رکوع کے لیے اپنے سر کو مزید جھکانے۔ اس کے بغیر نماز نہ ہوگی۔

⑧ لنگڑے معذور کو اجازت ہے کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کر لے۔ مگر عام آدمی کے لیے ایک پاؤں پر قیام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

⑨ نابینا آدمی کو اگر سمتِ قبلہ بتانے والا میسر نہ ہو تو اپنے اندازے سے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے قبلہ رخ بتلانے والا موجود ہو تو اس سے پوچھے بغیر اندازے سے نماز نہ پڑھے کہ اس طرح اس کی نماز نہ ہوگی۔

⑩ اگر کسی کو ستر چھپانے کے لیے کپڑا میسر نہ ہو سکے تو وہ تنہا بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود اشارے سے کرے۔

⑪ فالج زدہ آدمی ہو یا ایسا بیمار آدمی ہو جو پانی سے استنجانہ کر سکتا ہو وہ ڈھیلے یا کپڑے یا کاغذ سے استنجا کر لے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو بغیر استنجے کے نماز پڑھ لے۔ کسی اور سے استنجانہ کرواتے۔ البتہ میاں بیوی ایک دوسرے کو صاف کر سکتے ہیں۔

مُسافر کی نماز

کسی مُرد یا عورت کا اپنی بستی یا شہر سے باہر دور کہیں کسی دینی یا دنیوی کام کے لیے جانا ہماری روزمرہ کی بول چال میں سفر کہلاتا ہے۔ لیکن شریعت میں کسی مُرد یا عورت کا اپنی بستی یا شہر سے باہر دور تین منزل تک جانا سفر کہلاتا ہے۔ ایک تندرست آدمی اوسط رفتار سے پیدل چل کر صبح سے لے کر زوال تک جتنا فاصلہ طے کرتا ہے اُسے ایک منزل کہا جاتا ہے شریعت میں ایک منزل کا فاصلہ ۱۹ میل اور ایک فرلانگ ہے۔ اس حساب سے سفر کا کل فاصلہ ۵۷ میل اور تین فرلانگ یعنی ۹۲ ۱/۲ کلومیٹر ہے۔ سفر میں طے کردہ فاصلہ معتبر ہے وقت نہیں ہے۔ یعنی سفر ۹۲ ۱/۲ کلومیٹر فاصلہ ہے۔ یہ فاصلہ چاہے جتنے ہی وقت میں طے ہو جائے سفر ہی کہلائے گا۔ خواہ اُسے کوئی کسی بھی سواری سے یا پیدل کتنی ہی دیر میں طے کرے۔ جو شخص سفر پر جانے کا ارادہ کر کے اپنے گھر سے نکلے اور اپنی بستی یا شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے وہ شریعت کی رُو سے مُسافر ہے۔ جب تک وہ بستی یا شہر کی حدود کے اندر ہے مُسافر نہیں ہے۔ سٹیشن یا اڈہ اگر بستی یا شہر کے اندر ہے تو وہاں تک مُسافر نہیں ہے اور اگر بستی یا شہر کی حدود سے باہر ہے تو مُسافر ہے۔

مُسافر کی نماز کو قصر نماز کہا جاتا ہے۔ نماز قصر کے مسائل اس طرح ہیں۔

① سفر میں مُسافر کے لیے ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں فرض چار کی بجائے دو رکعات ہیں۔ ان اوقات میں تنہا نماز پڑھتے ہوئے وہ فرض صرف دو رکعات پڑھے اگر چار رکعات پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ فجر اور مغرب کے فرض اور عشاء کے وتروں میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔

② دورانِ سفر اگر جلدی نہ ہو تو سنتیں اور نفل بھی پورے پڑھے۔ ان میں قصر نہیں ہے اور اگر کوئی جلدی درپیش ہو تو فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں اور نفل چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فجر کی سنتیں سفر میں بھی نہ چھوڑے۔

③ مسافر چاہے مرد ہو یا عورت دورانِ سفر بھول کر اگر چار رکعات پڑھے تو سجدہ سہو کر لے۔ اس طرح اگر اُس نے دوسری رکعت کے بعد التَّحِيَّات پڑھی ہے تو اُس کے دو فرض اور دو نفل ہو جائیں گے اور اگر اُس نے دوسری رکعت میں التَّحِيَّات نہیں پڑھی تو اُس کے چاروں نفل ہو گئے۔ اس لیے وہ دوبارہ قصر نماز کے فرض پڑھے۔

④ اگر کوئی مسافر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر اس کے ٹھہرنے کی نیت پندرہ دن سے کم کی ہے تو وہ برابر مسافر ہے۔ اُس کے لیے نماز قصر ہے۔ اور اگر وہاں اُس کے ٹھہرنے کی نیت پندرہ دن یا اس سے زیادہ دنوں کی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا۔ وہ پوری نماز پڑھے۔ اور اگر دوبارہ اس کی نیت بدل کر سفر کی ہو جائے اور وہاں سے پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ ہو جائے تو تب بھی وہ مسافر نہیں ہوگا۔ اور جب وہاں سے سفر کا ارادہ کر کے آگے چل دے اور اگلا سفر تین منزل کا ہے تو وہ مسافر ہے اور اُس کے لیے نماز بھی قصر ہے اور اگلا سفر تین منزل سے کم ہے تو نہ وہ مسافر ہے اور نہ ہی اُس کے لیے نماز قصر ہے۔

⑤ اگر کوئی شخص تین منزل تک جانے کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور گھر ہی سے اُس کی نیت یہ بھی تھی کہ راستے میں فلاں مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہروں گا تو وہ مسافر نہیں ہے نہ ہی اُس کے لیے نماز قصر ہے۔ وہ پوری نماز پڑھے۔ اس کے بعد اگر وہ اُس مقام پر پہنچ کر پندرہ دن سے کم بھی رہے تو تب بھی وہ مسافر نہیں۔

⑥ تین منزل تک جانے کا ارادہ ہے لیکن راستے میں اپنا گھر پڑتا ہے تو وہ مسافر نہیں ہوگا۔

⑦ دورانِ نماز ہی اگر کسی مقام پر پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت بن گئی تو مسافر نہ رہا۔ اب یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

⑧ مسافر کو اگر کسی کام سے راستے میں دو چار دن رُکنا پڑتا ہے اور حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ کام لمبا ہوتا جاتا ہے اور روزانہ یہ نیت ہوتی رہتی ہے کہ کل

یا پرسوں چلا جاؤں گا لیکن جانا نصیب نہیں ہو رہا ہے تو اس طرح اُسے جتنا لمبا عرصہ بھی گزرتا جائے لیکن اُس نے کبھی بھی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو وہ بدستور مسافر ہے گا چاہے اُسے کئی مہینے ہی کیوں نہ لگ جائیں۔

⑨ تین منزل تک جانے کے ارادے سے کوئی گھر سے چل دیا لیکن راستے میں اُس کا ارادہ بدل گیا اور وہ گھر کو لوٹ آیا تو جب سے اُس کا ارادہ تبدیل ہوا تب سے وہ مسافر نہیں۔

⑩ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ سفر ہے اور اُس کا سفر اُس کے خاوند کی مرضی پر منحصر ہے تو اُس کے سفر میں اُس کے خاوند کی نیت معتبر ہے۔ وہ خاوند کی نیت کے مطابق ہی مسافر یا مقیم ہوگی۔ یہی حکم کسی کے ماتحت سفر کرنے کے بارے میں ہے۔

⑪ اگر کوئی تین منزل چل کے کہیں پہنچا تو اگر وہ اُس کا گھر ہے تو وہ مسافر نہیں رہا چاہے وہاں وہ کم رہے یا زیادہ۔ ہر حال میں وہ مسافر نہیں رہا۔ اگر وہ اُس کا گھر نہیں ہے تو اگر اُس نے وہاں پندرہ دن تک قیام کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو بھی مسافر نہیں رہا۔ اور اگر نہ وہ اپنا گھر ہے اور نہ ہی وہاں پندرہ دن رہنے کا اس کا ارادہ ہے تو وہ بدستور مسافر ہے۔ وہاں رہ کر بھی قصر نماز پڑھے۔

⑫ اگر مسافر کا راستہ میں کئی مقامات پر ٹھہرنے کا ارادہ ہے اور ہر مقام پر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہ مسافر ہے۔ وہ قصر نماز ہی پڑھے۔

⑬ اگر کوئی شخص اپنا شہر تھوڑا کر کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنا لیتا ہے اور وہیں مستقل رہنا سہنا شروع کر دیتا ہے تو اب پہلے شہر سے اُس کا کوئی واسطہ نہیں ہے اب وہ اپنے نئے ٹھکانے کی نسبت سے مسافر یا مقیم ہوگا۔ اس لیے پہلے شہر میں بھی اگر اس کا پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہوگا تو وہ وہاں مسافر ہوگا۔

⑭ اگر کوئی حائضہ عورت سفر کی نیت سے گھر سے چلی اور پہلی دو منزلیں حالتِ حیض میں گزر گئیں اور بقایا سفر تین منزل سے کم ہے تو وہ مسافر نہیں ہے۔ وہ حیض سے

پاک ہو کر پوری نمازیں پڑھے۔ اور اگر بقایا سفر تین منزل ہے تو وہ مسافر ہے۔ اسی طرح اگر گھر سے چلتے وقت وہ پاک تھی اور راستہ میں اُسے حیض آگیا تو وہ مسافر ہے۔ جب بھی وہ حیض سے پاک ہوگی مسافر کی نماز قصر پڑھے گی۔

(۱۵) جس کی نمازیں سفر میں قضا ہو جائیں تو وہ گھر پہنچ کر بھی سفر والی قضا نمازیں قصر ہی پڑھے اور اگر سفر کے آغاز سے پہلے اس کی جو نمازیں پوری قضا ہوئی تھیں وہ انہیں حالت سفر میں بھی پوری قضا پڑھے۔

(۱۶) شادی ہو جانے کے بعد عورت کو اگر مستقل طور پر اپنے سرال میں رہنا ہو تو اُس کا اصلی گھر سرال ہوگا۔ اب اگر وہ تین منزل یا اس سے زیادہ فاصلے سے اپنے میکے پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت سے آئے گی تو میکے میں بھی قصر نماز ہی پڑھے گی اور اگر شادی کے بعد بھی اُس کی نیت مستقل طور پر سرال میں رہنے کی نہیں تو اُس کا پہلا وطن ہی اُس کا اصلی وطن قرار پائے گا۔

(۱۷) کشتی یا ریل کے سفر میں اگر نماز پڑھنی ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور کھڑا ہونا مشکل ہو یا کھڑے ہونے سے سر جھکاتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر دوران نماز کشتی یا ریل کے گھوم جانے سے قبل کا رخ تبدیل ہو جائے تو نمازی گھوم کر قبلہ رخ ہو جائے۔

(۱۸) عورت کے لیے محرم مرد کے بغیر ایسا سفر کرنا ممنوع ہے۔ مگر اُس محرم کے ساتھ سفر کرنا بھی ممنوع ہے جو شریعت کی پابندی نہ کرنے والا اور خوفِ خدا سے عاری ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :-

لَا يَجِزُ لِامْرَأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ
تَسَافِرَ مَيْسِرَةً يَوْمًا وَلَيْلَةً لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ

(صحیح بخاری)

ترجمہ » جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اُسے جائز نہیں کہ ایک دن رات کی مسافت کا سفر اِس حال میں کرے کہ اُس کے ساتھ کوئی محرم مرد نہ ہو۔

امام مقیم اور مقتدی مسافر

(۱۹) جب کسی مسافر کو مقیم امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھنی ہو تو اس پر امام کی اقتدا لازم ہے یعنی وہ مقیم امام کے پیچھے پوری چار رکعات پڑھے گا چاہے وہ ابتدا ہی سے نماز میں شامل ہوا ہو یا بعد میں کسی رکعت میں شامل ہوا ہو۔ اُسے ہر حال میں مقیم امام کے پیچھے چار رکعات نماز پڑھنی ہوگی ورنہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

امام مسافر اور مقتدی مقیم

(۲۰) اگر کوئی مسافر نماز کی امامت کرے تو اُسے چاہیے کہ نماز سے پہلے اپنے مسافر ہونے کا اعلان کر دے۔ دوسری رکعت کے بعد التحیات میں مقیم مقتدی حضرات «عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ» تک پڑھ کر خاموش ہو جائیں۔ اور جب امام دو رکعات پوری کر کے دائیں جانب سلام پھیرے تو مقیم مقتدی حضرات سلام نہ پھیریں بلکہ اٹھ کر اپنی بقایا دو رکعات علیحدہ علیحدہ پوری کر لیں۔ ایسی صورت میں سجدہ سہو بھی نہیں ہے۔

عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کا طریقہ

عورتیں نماز کی نیت کر کے « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہیں اور « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں لیکن ہاتھوں کو دوپٹے سے باہر نہ نکالیں۔ پھر سینے پر ہاتھ اس طرح باندھیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں پھر مندرجہ بالا طریقے سے مردوں کی طرح ثنا، تعوذ، سورۃ فاتحہ آمین تک اور پھر کوئی سورت یا چند قرآنی آیات پڑھ کر « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے ہوئے رکوع کریں۔ رکوع میں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھیں۔ بازو پہلوؤں سے ملا کر رکھیں اور سروں کے بیچوں میں چار انگلی کا فاصلہ رکھیں یا پھر ٹخنے ملا کر رکھیں۔ رکوع کے بعد « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے ہوئے سیدھی کھڑی ہو جائیں اور پھر « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہہ کر پہلے سجدے میں چلی جائیں اور سجدہ اس طرح کریں کہ ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں اچھی طرح ملا کر کانوں کے برابر زمین پر رکھیں۔ زمین پر ہاتھ دو دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھیں اور دورانِ سجدہ ہاتھ اور ناک دونوں زمین پر لگے ہوئے ہوں۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں مگر پاؤں کھڑے نہ ہوں بلکہ دائیں طرف کو نکال دیں اور اچھی طرح سمٹ کر اور دب کر اس طرح سجدہ کریں کہ پیٹ رانوں سے لگا ہوا ہو اور ہاتھیں پہلوؤں سے ملی ہوئی اور زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ سجدہ میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھ کر « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے ہوئے اٹھ کر سیدھی بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں چلی جائیں۔ پھر پہلے سجدہ کی طرح تسبیح کر کے « اَللّٰهُ اَكْبَرُ » کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوں۔ اس طرح پہلی رکعت پوری ہو گئی۔ پھر دوسری رکعت سورۃ فاتحہ سے شروع کر کے پہلے کی طرح رکوع و سجود کریں اور پھر بائیں سرین پر بیٹھ کر دونوں پاؤں داہنی طرف نکال لیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیں۔ پھر التحیات پڑھیں۔ دو رکعات کی نماز ہو تو مندرجہ بالا طریقے سے التحیات کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیریں۔ اگر زیادہ رکعات کی نماز ہو تو التحیات « عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ » تک پڑھ کر

عورتوں کی نماز کے مسائل

- ① ایسا باریک کپڑا کہ جس سے بدن تھلکے یا سر کے بال نظر آتے ہوں پہن کر نماز نہیں ہوتی۔
- ② سر کے بال کھلے چھوڑ کر یا بائیں کھلی چھوڑ کر نماز نہیں ہوتی۔
- ③ عام حالات میں چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر بوقت ضرورت برقعہ اوڑھ کر یا چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔
- ④ مردوں کی نسبت عورتوں کو فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا مستحب ہے۔

عورتوں کی جماعت

- ① باجماعت نماز ادا کرنا عورتوں پر واجب نہیں ہے۔
- ② عورت کے لیے اذان اور اقامت کہنا ناجائز ہے۔
- ③ عورتوں کے لیے اپنی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اگر وہ جماعت کریں بھی تو امام عورت اگلی صف میں دوسری عورتوں کے درمیان کھڑی ہو۔
- ④ میکیہ اور قرابت میں آواز پت رکھیں۔

مردِ امام کے پیچھے عورتوں کی نماز

- ① کسی تنہا مردِ امام کے پیچھے عورتوں کا نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے درمیان میں پردہ بھی حامل ہو۔
- ② اگر مردِ امام کے پیچھے کوئی اور مرد بھی نماز پڑھنے والا ہو یا مقتدی عورتوں میں امام کی کوئی محرم عورت موجود ہو تو غیر محرم عورت اس مردِ امام کے پیچھے فاصلہ رکھ کر پردے میں نماز پڑھ سکتی ہے۔

③ مرد امام کے پیچھے اگر اُس کی کوئی محرم عورت یا کوئی نابالغ لڑکی نماز پڑھے تو وہ امام کے پیچھے ایک صف کے فاصلے پر کھڑی ہو۔

④ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اچھے دور میں صحابی عورتیں باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں مگر آج کل کے مُفسد دور میں مختلف اندیشوں کے باعث علماء نے عورتوں کے جماعت میں شامل ہونے کو ناپسند فرمایا ہے۔

⑤ اُس نامحرم مرد کے پیچھے کہ جس کے پیچھے کوئی محرم عورت نماز نہ پڑھ رہی ہو کسی تنہا عورت کا نماز پڑھنا درست نہیں ہے چاہے وہ فاصلہ رکھ کر پردہ ہی میں نماز ادا کر رہی ہو۔

خانہ بدوش کی نماز

وہ خانہ بدوش لوگ جو کسی ایک جگہ مقیم ہو کر نہیں رہتے بلکہ آج یہاں اور کل وہاں، چند روز ایک جگہ پر اور چند روز دوسری جگہ پر خیمے وغیرہ لگا کر رہ لیتے ہیں۔ اور پھر آگے چل دیتے ہیں۔ اُن کے لیے حکم ہے کہ وہ مسافر نہیں ہیں اِس لیے وہ قصر نہیں پڑھیں گے بلکہ پوری نماز پڑھیں گے۔ لیکن اگر وہ ایک جگہ سے تین منزل یعنی ۱۱، ۵ میل یا ۱۱ ۱/۲ کلومیٹر یا اِس سے زیادہ مسافت پر جانے کی نیت سے چل پڑیں تو اب وہ مسافر شمار ہوں گے اور وہ دورانِ سفر قصر نماز پڑھیں گے۔ اور اگر دورانِ سفر منزل مقصود پر پہنچ کر پندرہ دن یا اِس سے زیادہ دنوں تک ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو وہ مقیم شمار ہوں گے چاہے وہ کسی جنگل ہی میں کیوں نہ ہوں لیکن اِس میں ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ اُن کے پاس اتنے دنوں کے لیے خوراک موجود ہو۔ اگر اتنے دنوں کی خوراک اُن کے پاس نہ ہو تو محض قیام کی نیت معتبر نہ ہوگی اور وہ مقیم شمار نہ ہوں گے۔

بچوں کی نماز

بچے جب سات سال کی عمر کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھانی جائے۔ اور جب بچے دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو سختی کر کے انہیں نماز پڑھانی جائے۔ ان کے بستر علیحدہ کر کے تنہا سٹلایا جائے۔

① جماعت میں بڑوں کی صف میں بچوں کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ انہیں دوسری صف میں کھڑا کیا جائے۔ بعد میں نمازیوں کے آجانیکے باعث اگر بچے درمیان میں آجائیں تو کوئی حرج نہیں۔

② دوران نماز بچے اگر کھلکھلا کر ہنس پڑیں تو ان کی نماز ٹوٹ جائے گی لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔

③ جب بچے بالغ ہو جائیں تو ان پر تمام احکامات شریعت لاگو ہو جاتے ہیں یعنی ان پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرض ہو جاتے ہیں۔

④ بالغ ہونے کی علامات یہ ہیں:-

- ۱۔ احتلام کا ہونا یا شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا۔
- ۲۔ پندزہ برس کی عمر کا ہو جانا۔
- ۳۔ لڑکی کو حیض آنا یا حاملہ ہو جانا۔

سوار کی نماز

- ① اگر کوئی مسافر ریل گاڑی یا کشتی و بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو۔ اور منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی کسی نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو یا ریل گاڑی سٹیشن پر اتنی دیر نہیں رکتی کہ اتر کر نماز پڑھ لے تو ایسی صورتوں میں چلتی گاڑی یا کشتی یا جہاز میں ہی نماز ادا کر لے۔
- ② مندرجہ بالا حالات میں نماز گھڑے ہو کر اور قبلہ رخ ہو کر پڑھ لے لیکن اگر سر ہلکتا ہو یا گر پڑنے کا اندیشہ ہو یا جگہ تنگ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔
- ③ چلتی ریل گاڑی یا تاکہ یا بس یا کار وغیرہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
- ④ گھوڑا سوار اس صورت میں گھوڑے پر بیٹھ کر ہی نماز ادا کر سکتا ہے کہ جب گھوڑا تھا منے والا دوسرا کوئی شخص موجود نہ ہو اور نہ ہی گھوڑے کو باندھنے کی کوئی چیز موجود ہو اور گھوڑے کے بھاگ جانے کا قوی اندیشہ ہو۔
- ⑤ قافلہ سے بچھڑ جانے کے خوف سے اور دوسری کسی مجبوری کی حالت میں اونٹ کے کجاوے میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔
- ⑥ اگر حالت جنگ میں باقاعدہ نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو اپنی سواری پر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

کاروباری حضرات کی نماز

① کاشت کار، دوکاندار اور تاجر حضرات کے لیے ضروری ہے کہ نماز کے وقت اپنے کاروبار بند کر دیا کریں اور پوری دل جمعی سے باجماعت نماز ادا کیا کریں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مرتبہ نماز کے وقت پر بازار کے لوگوں کو اپنی اپنی دوکانیں بند کر کے نماز کے لیے جاتے دیکھا تو فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت انہی لوگوں کی شان میں وارد ہوئی ہے کہ :-

رَجَالٌ لَا تُلِيهِمُْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

(سُورَةُ التَّوْرَةِ)

یعنی "ان جو ان مزدوں کو یاد الہی سے نہ تو سوداگری روک سکتی ہے اور نہ خرید و فروخت"

② حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ :-

" ایسے لوگ قیامت کے روز حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل کیے جائیں گے "

③ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت ہے کہ :-

" صحابہ کرامؓ جو نہی اذان کی آواز سنتے اپنے کاروبار معطل کر کے اور سب کچھ چھوڑ کر نماز کے لیے مسجد میں چلے جاتے "

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ :-

④ " جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز ادا نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لیے جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑ یا کیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور انسان کا بھیڑ یا شیطان ہے "

(مسئلہ نسائی)

جنگل اور باغ کے اندر نماز

① اگر کسی جنگل میں نماز کا وقت ہو جائے تو نمازی کو چاہیے کہ پہلے اذان کہے۔ اس کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر تکبیر کہے اور پھر امام کی طرح بلند آواز سے نماز پڑھے۔ اُسے نماز باجماعت کا ثواب ہوگا چاہے وہ اکیلا ہی نماز پڑھے۔

② آبادی سے دور تنہا آدمی کے لیے اذان و تکبیر کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

③ کسی جنگل میں اگر ایک سے زیادہ نمازی ہوں تو پہلے اذان کہیں کہ یہ مستحب ہے اور پھر اقامت یعنی تکبیر کہیں یہ سنت متوکلہ ہے۔

④ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ: "جب جنگل میں اذان دینے والے کی آواز جہاں تک پہنچے گی، وہاں تک جو جن و انسان اور شجر و حجر اُس کی آواز سنے گا قیامت کے روز اُس کے ایمان کی گواہی دیں گے"

(صحیح بخاری)

⑤ ایک اور حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ: "اُس کے ساتھ فرشتوں کے اتنے لشکر شامل نماز ہوں گے کہ اُن کا کنارہ نظر نہ آئے گا" (مسند عبد الرزاق)

⑥ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باغوں کے اندر نماز پڑھنے کو پسند فرماتے تھے" (ترمذی)

⑦ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ: "جب کوئی چرواہا کسی پہاڑ کے دامن میں اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے بے حد خوش ہوتا ہے اور اُس کی مغفرت فرمادیتا ہے" (مشکوٰۃ)

بیت اللہ کے اردگرد اس کے اردگرد کی نماز

① بیت اللہ کے اندر جس طرف جی چاہے رخ کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہاں ہر طرف قبلہ ہی کی دیوار سامنے رہتی ہے اور نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کی شرط ہے نہ کہ مشرق و مغرب یا جنوب و شمال کی۔

② بیت اللہ کے اردگرد مطاف میں یا صحن حرم میں بھی کسی خاص سمت میں رخ کرنے کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ وہاں بھی جس طرف جی چاہے اپنا رخ کر لیا جائے۔ اور یہ شرط بھی نہیں کہ امام اور تمام مقتدیوں کا منہ ایک ہی سمت میں ہو۔ بلکہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے اس لیے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے امام کے پیچھے اور دائیں بائیں اور سامنے ہر طرف صفیں قائم کر کے نماز ادا کی جاتی ہے۔ البتہ جس طرف امام ہو اس طرف امام کے آگے کوئی مقتدی خانہ کعبہ کے نزدیک نہ ہو لیکن باقی اطراف میں اگر مقتدی امام کی نسبت بیت اللہ کے زیادہ نزدیک ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ امام کے پیچھے مقتدر ہوں گے۔

ملازمین جہاز کی نماز

- ① بحری جہاز کے ملازمین کا سفر اور راستہ میں ان کے قیام کا انحصار جہاز کے افسر مجاز یا مالکان جہاز کی مرضی پر ہوتا ہے۔ اس لیے جہاز کی روانگی کے وقت سفر کا تعین تین منزل یعنی $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{2}$ یا $\frac{3}{4}$ کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا ہو تو ملازمین جہاز قصر نماز پڑھیں گے۔ اور اگر سفر کا تعین تین منزل سے کم ہو تو مقیم کی طرح پوری نماز پڑھیں گے۔
- ② دوران سفر راستہ میں اگر قیام کرنا پڑے اور پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر نماز پڑھیں گے۔ اور اگر قیام کا فیصلہ پندرہ دن سے زیادہ کا ہو تو دوران قیام پوری نماز پڑھیں گے۔
- ③ ہوائی جہاز کے سفر کے دوران اگر نماز کا وقت ہو جائے اور نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل زمین پر اترنے کا امکان نہ ہو تو کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ناممکن ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لیں لیکن علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ ہوائی جہاز کے مسافر جب زمین پر اتر جائیں تو جہاز کے اندر پڑھی ہوئی نماز دوبارہ پڑھ لیں۔
- ④ ہوائی جہاز کا پائلٹ اپنے مددگار کو ڈیوٹی سونپ کر نماز پڑھ لے۔ اگر مددگار پائلٹ نہ ہو اور زمین پر اترنے کے وقت تک نماز کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اپنی ڈیوٹی کی جگہ پر بیٹھے بیٹھے نماز کی نیت کر لے اور جیسے بھی ممکن ہو نماز کے فرائض و واجبات ادا کر لے چاہے اشاروں سے ہی کرنا پڑے۔
- اگر کوئی ضروری پیغامات لینے دینے کی وجہ سے نماز کا تسلسل ٹوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ معذور ہے۔ اس لیے پیغامات لینے دینے سے فارغ ہونے کے بعد نماز مکمل کر لے۔
- ⑤ بڑی، بحری اور ہوائی سفر کے لیے نماز قصر کے احکامات ایک جیسے ہیں۔

مجبور قیدی کی نماز

اگر کوئی مسلمان گرفتار کی قید میں ہو اور وہ اُسے نماز روزہ نہ کرنے دیں تو اُس صورت میں ایسے مجبور مسلمان قیدی کے لیے احکام یہ ہیں :-

- ① اگر اُسے وضو کی اجازت نہ ہو یا وضو کی سہولت اُسے میسر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ اگر اُسے تیمم کرنے کی بھی اجازت نہ ہو تو تیمم کے بغیر ہی نماز پڑھے۔
- ② اگر گرفتار سے نماز بھی نہ پڑھنے دیں تو ممکن حد تک اشاروں سے نماز پڑھے لیکن آزادی کے بعد ایسی نمازوں کو ٹمائے۔

③ ماہِ رمضان میں اگر باقاعدہ طور پر سحری اور افطار کے ساتھ روزہ رکھنے کی سہولت نہ ہو تو روزہ کی نیت کر لے۔ اگر دن میں اُسے روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو روزہ توڑنے کے بعد بھی کھانے پینے سے گریز کرے۔ اور روزہ دار کی صورت بنا رہے آزادی کے بعد ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا کرے۔

نماز جمعہ

پنج گانہ نماز کے علاوہ بھی چند ایسی نماز میں ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ادا کی جاسکتی ہیں۔ انہیں فرداً فرداً ادا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہیں نماز جمعہ، نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ۔ ان میں سے نماز جمعہ کا وقت ظہر مقرر کیا گیا ہے اور اس میں دو رکعات فرض پڑھی جاتی ہیں۔ اصولی طور پر نماز جمعہ شہر کی مرکزی جامع مسجد میں پڑھانی جانی چاہیے۔ کیونکہ اسلام کے ابتدائی متبرک دور میں نماز جمعہ شہر بھر کی ایک ہی بڑی جامع مسجد میں پڑھی جاتی تھی۔ قرآن مجید میں فرمان الہی ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُعِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۰﴾ (پہ۔ الجمعة۔ ۹۰)

ترجمہ :- اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تمہیں اس کی سمجھ ہو۔

اس فرمان الہی سے واضح ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کتنی اہم نماز ہے، اس آیت مبارکہ میں جس اذان کے سنتے ہی نماز جمعہ کے لیے تیاری کا حکم ہے وہ جمعہ کی پہلی اذان ہے اور اس اذان کے سنتے ہی کاروبار معطل کر کے نماز کے لیے جلدی کی جائے یعنی وہ تمام مشاغل دنیا ترک کر دیئے جائیں جو ذکر الہی سے رکاوٹ کا باعث بنتے ہوں اور جتنا جلدی ہو سکے تیاری کر کے مسجد میں نماز جمعہ کے لیے پہنچا جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے کہ :-

”جمعہ کا دن افضل ترین دنوں میں سے ہے۔ جمعہ کے دن ہی

آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا۔ جمعہ کے دن ہی صورِ قیامت پھونکا جائے گا اور جمعہ کے دن ہی ساری مخلوق فنا کر دی جائے گی۔۔۔ لہذا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور پیش ہوتا ہے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش ہوگا جب کہ آپ کا جسم قبر میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔ یعنی وفات کے بعد قبروں میں ان کے جسم ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہتے ہیں۔

(نسائی، ابن ماجہ، سنن ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ
يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ -

(صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ: جمعہ کے دن میں ایک وقت ایسا بھی ہے کہ اگر اس وقت کسی مسلمان کو حسن اتفاق سے اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت مانگنے کی توفیق مل جائے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتا ہے۔

طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ البتہ اس سے چار قسم کے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ ① بے چارہ غلام جو کسی کی ملکیت ہو۔ ②

عورتیں ۵ نابالغ بچے ۶ بیمار اور معذور افراد۔

(سنن ابی داؤد)

ابو الجعد ضمیریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔
مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُوعٍ تَهَاوَنَهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ۔

(جامع ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ ” جو شخص محض کاہلی و سستی کی بدولت تین جمعے قضا کرے
گا اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دے گا۔“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا ہے کہ:۔

” جو شخص بلا عذر جمعہ کی نماز چھوڑے گا اُسے دقتِ الہی میں
منافق لکھا جائے گا۔“ (مسند شافعی)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

” جمعہ کی نماز ترک کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت سے
باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور
وہ غفلت شعاروں میں سے ہو جائیں گے۔“

(صحیح مسلم)

نماز جمعہ کی شرائط

جمعہ کی نماز ادا کرنا ہر عاقل و بالغ اور تندرست مسلمان مرد پر فرض ہے
لیکن غلاموں، عورتوں، نابالغ بچوں، دیوانوں، مسافروں، بیماروں اور معذوروں پر
فرض نہیں ہے لیکن اگر وہ نماز جمعہ میں حاضر ہو جائیں تو اُن کی نماز ہو جائے گی۔
نماز جمعہ کی چند شرائط ہیں۔ اُن میں سے اگر ایک بھی شرط پوری نہ ہو تو نماز جمعہ

نہ ہوگی۔ وہ شرائط یہ ہیں :-

① شہر یا قصبہ یا شہر کی قسم کا بڑا گاؤں جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں اور شہر کے مضافات کہ جن سے شہر کی ضروریات وابستہ ہوں مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچھریاں، سٹیشن وغیرہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے لیکن چھوٹے گاؤں و قصبات میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اگر دیہات میں جمعہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے اور ظہر کی نماز ان کے ذمہ بقایا ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اگر جاہل عوام دیہات میں نماز جمعہ پڑھتے ہوں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے انہیں روکنے کا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ وہ جو تھوڑا بہت اللہ و رسول کا نام لیتے ہیں اُسے بھی چھوڑ بیٹھیں۔

② وہ شہر یا قصبہ سلطان اسلام یا اُس کے نائب کی ریاست میں شامل ہو۔

③ نماز جمعہ ظہر کے وقت میں پڑھی جائے۔

④ نماز جمعہ سے پہلے جمعہ کا خطبہ عربی زبان میں پڑھا جائے۔

⑤ نماز جمعہ جماعت سے پڑھی جائے اور جماعت میں امام کے علاوہ کم از کم

تین مرد ہوں چاہے وہ مسافر یا بیمار یا گونگے یا آن پڑھ ہی کیوں نہ ہوں۔

⑥ نماز جمعہ پڑھنے کا اذن عام ہو یعنی نماز جمعہ پڑھنے کی جگہ پر آنے والوں

پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ ہر مسلمان بے خوف و خطر وہاں آ سکتا ہو۔ البتہ عورتوں کو روک دینا

اذن عام کے خلاف نہیں ہے کہ ان کے آنے سے فتنہ کا اندیشہ ہے۔

نماز جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرائط ہیں جن میں سے اگر ایک شرط

بھی پوری نہ ہو تو نماز جمعہ فرض نہیں ہے :-

① نمازی شہر میں مقیم ہو۔

② نمازی صحت مند ہو کیونکہ مریض پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

③ نمازی کسی کا غلام نہ ہو کہ غلام پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

④ نمازی سرد ہو۔

⑤ نمازی عاقل ہو۔ مجنون و دیوانہ نہ ہو۔

⑥ نمازی بالغ ہو۔

④ وہ نابینا جو خود کسی راہنمائی کے بغیر مسجد تک نہ جاسکتا ہو اس پر نماز جمعہ فرض نہیں لیکن وہ نابینا جو بلا تکلف گلیوں با داروں میں کسی مدد کے بغیر چل پھر سکتے ہوں اور مسجد تک خود بلا تکلف جاسکتے ہوں ان پر نماز جمعہ فرض ہے۔

⑧ جو شخص کسی جسمانی معذوری کے سبب چلنے پھرنے سے معذور ہو جیسے کہ ایک اپاہج کہ اس پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے لیکن وہ لنگڑا یا فاج زدہ شخص جو مسجد تک جاسکتا ہے اس پر نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے۔

⑨ نمازی قیدی نہ ہو کیونکہ قیدی پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

⑩ نمازی کسی حکمران یا چور یا کسی ظالم سے خوف زدہ نہ ہو۔ کیونکہ اس قسم کے خوفزدہ آدمی پر نماز جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح مفلس قرضدار کو اگر اپنی گرفتاری اور بے عزتی کا کوئی خوف ہو تو اس پر بھی نماز جمعہ فرض نہیں۔

⑪ زبردست بارش و آندھی و اولے یا انتہائی سردی کہ جس سے نقصان و ضرر کا خوف ہو تو نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

مسائل نماز جمعہ

① مریض، مسافر، قیدی یا کوئی اور شخص کہ جس پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔ یہ تمام لوگ جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتے۔ نہ نماز جمعہ سے پہلے اور نہ ہی نماز جمعہ کے بعد۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے کہ شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں یا وہ لوگ جو نماز جمعہ کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے ہوں تو ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اقامت و اذان کے بغیر اکیلے اکیلے ظہر کی نماز پڑھیں۔ ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ جن مسجدوں میں نماز جمعہ نہیں ہوتی انہیں ظہر کے وقت بند رکھا جائے۔

- ② مؤذن خطبہ کی اذانِ امام کے سامنے کھڑا ہو کر کہے۔ امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے خطبہ دے اور دوسرے خطبہ سے پہلے منبر پر چھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائے۔
- ③ امام کے خطبہ کیلئے کھڑے ہونے سے لے کر نماز جمعہ کے اختتام تک کسی قسم کی نماز پڑھنا یا ذکر کرنا یا کسی قسم کی بات چیت کرنا حرام و ممنوع ہے۔ البتہ صاحبِ ترتیب قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی پہلے سے سنت پڑھ رہا ہے تو وہ پوری کر لے۔
- ④ جس طرح نماز میں کھانا پینا اور سلام و جواب وغیرہ حرام ہے، خطبہ میں بھی حرام ہے۔ لہذا دورانِ خطبہ تمام حاضرین پر خاموش ہو کر خطبہ سنانا فرض ہے۔ چاہے حاضرین امام سے کافی دور ہوں اور امام کی آواز ان تک نہیں پہنچتی تو پھر بھی ان پر چپ رہنا واجب ہے۔ کسی ناگوار بات پر ہاتھ یا اشارے سے منع کیا جا سکتا ہے لیکن زبان سے منع کرنا جائز نہیں۔
- ⑤ دورانِ خطبہ تھوٹے سچوں کو شرارتوں پر ڈانٹنا اور جھڑکنا منع ہے۔ ڈانٹنے والا خود گنہگار ہوتا ہے کیونکہ اس پر خاموشی سے خطبہ سنانا فرض ہے۔
- ⑥ دورانِ خطبہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک آجائے تو زبان سے درود شریف پڑھنا درست نہیں۔ البتہ دل میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی صحابی کے نام پر "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا بھی منع ہے۔
- ⑦ اسی طرح خطبہ چاہے جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح کا ہو دورانِ خطبہ زبان سے کسی بھی طرح کے الفاظ بولنے منع ہیں۔ کیونکہ دورانِ خطبہ چپ رہنا فرض ہے۔
- ⑧ جمعہ کا خطبہ عربی زبان میں پڑھا جائے۔ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا سنت کے خلاف اور مکروہ ہے۔ اسی طرح خطبہ میں عربی کے ساتھ کسی اور زبان کو ملانا بھی درست نہیں۔
- ⑨ نماز جمعہ سے پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اور نماز جمعہ کے بعد بھی پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں اور پھر دو رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں۔
- ⑩ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب امام خطبہ کے آخری الفاظ ادا کر رہا ہوتا ہے لوگ

اٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ خوب یاد رکھتے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ جب تک امام تمام خطبہ ششم نہ کر لے نماز کے لیے لوگوں کا اٹھنا جائز نہیں۔

نماز جمعہ کے لیے تیاری

① حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک جمعہ کے خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-
 ”مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو عید بنایا ہے اس لیے جمعہ کے دن غسل کیا کرو، جس کے پاس خوشبو ہو وہ لگا لیا کرے اور اس دن مسواک ضرور کیا کرو۔“

(موطا امام مالک، سنن ابن ماجہ)

② حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

”مہتابارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر استطاعت ہو تو روزمرہ استعمال کے کپڑوں کے علاوہ ایک جوڑا کپڑوں کا جمعہ کے دن کے لیے خاص بنا کر رکھ لو۔“

③ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :-
 ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن کپڑوں کا ایک خاص جوڑا پہنتے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب گھر لوٹتے تو ہم اس جوڑے کو تہہ کر کے رکھ لیتے تھے اور پھر وہ جوڑا اگلے جمعہ کو ہی مکلتا تھا۔“ (طبرانی)

④ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

”جو آدمی جمعہ کے لیے غسل کرے، ممکن حد تک پاکیزگی و صفائی

کا اہتمام کرے، مینسٹر ہو تو تیل و خوشبو لگا کر گھر سے نماز کے لیے نکلے، مسجد میں پہنچ کر احتیاط کرے کہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوتے دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھے، پھر اپنے مقدر کی نماز پڑھے اور جب امام خطبہ پڑھے تو اسے خاموشی اور توجہ سے سُننے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اُس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیانی عرصہ کی اُس کی ساری خطائیں معاف کر دی جائیں گی“ (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-

”رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَمْعَةَ كَيْلِ نَمَازِ كَيْلِ لِي جَانِي سِي سِي سِي نَاشِنِ اَوْر لِي سِي تَرَا شَا كَرْتِي تَحِي“

(مسند بزاز، معجم اوسط طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

نے فرمایا :-

”جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلے آنے والوں کے نام ترتیب وار لکھتے جاتے ہیں۔ جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی مانند غسل کرے اور صاف ستھرا ہو کر پہلی ساعت میں نماز جمعہ کے لیے مسجد میں جائے تو گویا اُس نے اُونٹ کی قربانی کی۔ اور جو دوسری ساعت میں گیا اُس نے گویا گائے کی قربانی کی جو تیسری ساعت میں گیا اُس نے گویا مینڈھے کی قربانی کی۔ جو چوتھی ساعت میں گیا اُس نے گویا راہِ خدا میں مرغی پیش کی۔ اور جو پانچویں ساعت میں گیا اُس نے گویا راہِ خدا میں انڈا پیش کیا۔ اور پھر جب امام نے خطبہ پڑھنا شروع کیا تو ملائکہ اپنا دفتر

سمیٹ کر خطبہ سننے میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بعد میں آنے والے اُس ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔“

(صحیح بخاری و مسلم)

④ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-
 « رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ زیادہ سردی کے موسم میں نماز جمعہ اول وقت میں ادا فرماتے اور زیادہ گرم موسم میں گرمی کی شدت کم ہونے پر ٹھنڈے وقت پر نماز جمعہ ادا فرماتے تھے۔»

(صحیح بخاری)

خطبہ جمعہ (اول)

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى الذَّاتِ عَظِيمِ الصِّفَاتِ سَمِيِّ
السَّمَاتِ كَبِيرِ الشَّانِ ۝ حَلِيلِ الْقَدْرِ رَافِعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ
الْأَمْرِ حَلِيِّ الْبُرْهَانِ ۝ فَخِيمِ الْأَسْمِ عَزِيزِ الْعِلْمِ وَسَمِيعِ
الْحِلْمِ كَثِيرِ الْغُفْرَانِ ۝ جَمِيلِ الشَّنَاءِ جَزِيلِ الْعَطَاءِ مُجِيبِ
الدَّعَاوِ عَمِيمِ الْإِحْسَانِ ۝ سَرِيعِ الْحِسَابِ شَدِيدِ الْعِقَابِ
الْيَوْمِ الْعَذَابِ عَزِيزِ السُّلْطَانِ ۝ وَشَهِدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَخَدَاةُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ ۝ وَشَهِدُ أَنَّ سَيِّدَنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ الْمَبْعُوثُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَ
الْأَحْمَرِ ۝ الْمَنْعُوتُ بِشَرِيحِ الصِّدْرِ وَرَافِعِ الذِّكْرِ ۝ وَصَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ هُمْ خَلَائِفَةُ الْعَرَبِ
الْعَرَبَاءِ خَيْرِ خَلَائِقٍ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ ۝

أَمَا بَعْدُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ وَجِدُوا اللَّهَ فَإِنَّ التَّوْحِيدَ
رَأْسَ الطَّاعَاتِ ۝ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ التَّقْوَى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ ۝
وَعَلَيْكُمْ بِالسُّنَّةِ ۝ فَإِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِي إِلَى الْإِطَاعَةِ وَمَنْ أَطَاعَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ أَرشَدَ وَاهْتَدَى ۝ وَإِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةَ ۝ فَإِنَّ
الْبِدْعَةَ تَهْدِي إِلَى الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ تَعَصَّى اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ ضَلَّ وَعَوَى وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يُبْحِي وَ
الْكِذْبُ يُهْلِكُ ۝ وَعَلَيْكُمْ بِالْإِحْسَانِ ۝ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝
وَلَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۝ فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ وَ
لَا تُحِبُّوا الدُّنْيَا فَتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ إِلَّا وَإِنْ نَفْسًا لَنْ
تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمَلَ رِزْقَهَا ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ

وَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ وَاذْعُوهُ فَإِنَّ
رَبَّكُمْ مُجِيبُ الدَّاعِينَ ۝ وَاسْتَغْفِرُوا لَهُ بِمَدَادِ كُمُ بِأَمْوَالِ
وَبَنِينَ ۝ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمْ
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ
الْعَظِيمِ ۝ وَنَفَعْنَا وَإِنَّا كَمُ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝ اسْتَغْفِرُ
اللَّهُ لِي وَلَكُمْ وَلِلسَّائِرِ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَاسْتَغْفِرُوكَ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ ۝

خطبہ ثانیہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدًا وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ
بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ الْفُسَيْدِ وَمِنْ سَيِّئَاتِ
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ
لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ۝ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ۝ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ ۝
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَ
أَسَدُهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءُ عُمَانُ وَأَقْضَاهُمْ
عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَحَمْرَةُ أَسَدَةُ اللَّهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ ۝

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً
 وَبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا إِلَّا اللهُ اللهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ مِنْ
 بَعْدِي عَرَضًا ۚ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ
 فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ ۚ وَخَيْرُ أُمَّتِي قُرْبِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ
 الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي
 الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
 تَذَكَّرُونَ ۝ فَاذْكُرُونِي أَذْكَرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونَ ۝

عیدین کی نماز

اجتماعی نمازوں میں نمازِ جمعہ کے علاوہ عیدین کی نماز خصوصی اہمیت کی حامل ہے یعنی عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز۔ ان دونوں عیدوں کی نماز ایک بیسی ہی پڑھی جاتی ہے۔ اس میں دو رکعات واجب مع چھ زائد تکبیروں کے پڑھی جاتی ہیں۔ جن کا طریقہ اس طرح ہے :-

- ① پہلے نیت کی جائے۔ یعنی کہا جائے کہ ”میں نے نیت کی دو رکعات نماز واجب عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی ساتھ چھ زائد تکبیروں کے۔ نماز واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف خانہ کعبہ شریف، پیچھے اس امام کے“
- ② پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ہتھیلیوں کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیا جائے اور پھر امام کی اقتدار کرتے ہوئے ”اللہ اکبر“ کہہ کر ہاتھ ناف پر باندھ لیے جائیں۔ پھر ثنا پڑھی جائے اور ثنا پڑھنے کے بعد جب تکبیریں پڑھنے کے لیے امام ”اللہ اکبر“ کہے تو امام کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں پھر دوسری بار امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لے جا کر چھوڑ دیئے جائیں اور پھر تیسری بار امام کے ساتھ دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف پر باندھ لیے جائیں۔
- ③ اب امام تقوٰذ اور تسمیہ آہستہ پڑھ کر بلند آواز کے ساتھ الحمد شریف اور کوئی سورت پڑھے۔ مقتدی خاموش کھڑے رہیں۔ جب امام قرأت سے فارغ ہو کر رکوع و سجود کرے تو مقتدی بھی امام کے ساتھ رکوع و سجود کریں۔
- ④ امام جب پہلی رکعت ختم کر کے دوسری رکعت کے لیے اٹھے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ امام جب دوسری رکعت کی قرأت سے فارغ ہو کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیریں پڑھے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کھلے چھوڑ دیں۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ کھلے چھوڑ دیں۔ اور پھر چوتھی تکبیر ہاتھ اٹھا کر بغیر کہہ کر جب رکوع میں امام جائے تو مقتدی بھی ایسا ہی

کریں۔ اور پھر امام کے ساتھ بقیہ سجود و التیمات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیریں لیکن اسی جگہ پر وقار و اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہیں کیونکہ امام اب دو خطبے پڑھے گا اور مقتدی نماز جمعہ کے خطبہ کی طرح عید کے دنوں خطبے پوری توجہ اور سکون سے سنیں، کیونکہ خطبات عیدین سننا واجب ہے۔ خطبہ کے بعد دعا مانگیں اور پھر مقتدی ایک دوسرے سے عید ملیں۔

⑤ اگر کوئی آدمی نماز عید کی پہلی رکعت میں تین تکبیریں کہنے کے بعد آکر شامل ہو تو وہ نیت کے بعد ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں پڑھ لے اور اگر رکوع کی حالت میں شامل ہو تو گمان کرے کہ اگر تین تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہو جائے گا تو پہلے تین تکبیریں کہہ لے اور پھر رکوع میں شامل ہو ورنہ تکبیریں نہ کہے اور رکوع میں شامل ہو جائے اور حالت رکوع میں تسبیح پڑھنے کی بجائے تین تکبیریں کہہ لے۔

⑥ اگر کوئی شخص نماز عید کی دوسری رکعت میں شامل ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پہلی ٹھوٹی ہوئی رکعت اس طرح پوری کرے کہ پہلے قرأت کرے اور پھر نماز عید کی دوسری رکعت کی طرح تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔

⑦ اگر کوئی شخص نماز عید کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد شامل ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی پوری نماز عید معمول کے مطابق پڑھ کر سلام پھیرے۔

نماز عید کے مسائل

- ① نماز عید پڑھنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے۔
- ② نماز عید کی شرائط بھی وہی ہیں جو نماز جمعہ کے لیے ہیں لیکن نماز جمعہ میں خطبہ شرط ہے جب کہ عیدین کی نماز میں خطبہ شرط نہیں بلکہ سنت ہے۔
- ③ نماز جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے جب کہ عید کا خطبہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا ہے۔
- ④ عیدین کی نماز میں نہ اذان ہے اور نہ ہی اقامت ہے۔

⑤ بغیر کسی شرعی عذر کے عید کی نماز کو چھوڑ دینا گمراہی ہے اور تھوڑے گاؤں میں نماز عید پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

⑥ نماز عید سے پہلے کسی قسم کی نفل نماز پڑھنا مطلق مکروہ ہے چاہے عید گاہ میں ہو یا گھر پر ہو۔ چاہے عید کی نماز پڑھنے والے پر واجب ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی عورت گھر پر چاشت کی نماز پڑھنا چاہے تو وہ بھی نماز عید کی ادائیگی کے بعد پڑھے۔

④ نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ گھر پر پڑھے جا سکتے ہیں۔

⑧ عوام الناس میں سے اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے یا بعد میں عید گاہ میں نماز پڑھتا ہے تو اسے روکا بھی نہ جائے۔

⑨ عید کے دن مندرجہ ذیل کام مستحب ہیں۔

حجامت بنوانا۔ ناخن تراشوانا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اچھے کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ نماز عید سے پہلے پہلے فطرانہ (صدقہ فطر) ادا کر دینا۔ عید گاہ کی طرف پہلے چلا جانا۔ عید گاہ کی طرف پیدل جانا۔ ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ نماز کو جانے سے پہلے چند طاق عدد کھجوریں کھانا یا کوئی اور میٹھی چیز کھانا۔ خوشی کا اظہار کرنا۔ عید کے دن کثرت سے صدقہ دینا۔ عید گاہ کی طرف وقار و اطمینان سے جانا۔ راستے میں نگاہ نیچی رکھنا۔ آپس میں مبارک باد کہنا۔ نماز عید کے بعد ایک دوسرے سے ملنا۔

⑩ عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا جائے چاہے کوئی قربانی کرے یا نہ کرے اور اگر کھا بھی لیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔

⑪ عید الفطر کے لیے راستے میں تکبیر پست آواز سے کہی جائے جبکہ عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے تکبیر کہی جائے۔

⑫ کسی عذر کے باعث اگر نماز عید نہ ہو سکے مثلاً سخت باش کی وجہ سے نماز نہ ہو سکی یا موسم آبر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور چاند ہونے کی گواہی ایسے

وقت میں ملی کہ اُس وقت نماز عید نہیں ہو سکتی تو دوسرے دن نماز عید پڑھی جائے۔ اور اگر دوسرے دن بھی نہ ہو سکی تو عید الفطر کی نماز تیسرے دن نہیں ہو سکتی۔

⑬ عید الاضحیٰ کی نماز کسی عذر کے سبب تیسرے دن بھی بلا کر اہت ہو سکتی ہے۔

⑭ اگر کسی نے عید الفطر کی نماز جان بوجھ کر پہلے دن نہیں پڑھی تو دوسرے دن نہیں ہو سکتی۔

⑮ عید الاضحیٰ کی نماز بغیر کسی عذر کے دسویں کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔

⑯ عید کے دنوں خطبوں کے درمیان امام کا بیٹھنا سنت ہے۔

⑰ عید الفطر کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس وقت پڑھایا کرتے تھے جب

کہ سورج طلوع ہونے کے بعد بقدر دو نیزہ بلند ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز سورج کے بقدر ایک نیزہ پر آنے کے وقت پڑھایا کرتے تھے۔

⑱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

«رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِيدِينَ كِي نَمَازِ كِي لِيْ اَبَادِي

سے باہر عید گاہ میں تشریف لے جاتے۔ پہلے آپ نماز پڑھاتے

اور پھر لوگوں کی طرف رخ فرما کر خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے

اور حاضرین اسی طرح صفوں میں بیٹھے رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وَآلِهِ وَسَلَّمَ لُوْغُوں كُو وَاغَطُو نَصِيْحَتُو فَرَمَاتُو، وَصِيْتُو فَرَمَاتُو

اور احکام سناتے۔ اگر کسی طرف لشکر یا دستہ تیار کر کے

بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اُسے روانہ کر دیتے اور بوقت ضرورت

کوئی خاص حکم بھی جاری فرما دیتے اور پھر میدان عید سے کوٹ

آتے» (صحیح بخاری و مسلم)

⑲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

«رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَارَشَ كِي بَاعَثَ نَمَازِ عِيدِ بِيْنَ

مسجد میں ادا فرمائی، (ابن ماجہ، سنن ابوداؤد)
 حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ :-
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ عید الفطر کی
 نماز کے لیے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ
 کے دن نماز عید پڑھ لینے تک کچھ نہیں کھاتے تھے“

(۲۰)

(جامع ترمذی)

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عید کے دن ہمیں خطبہ دیا اور اُس میں فرمایا کہ :-
 ”آج کے دن ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز عید ادا کریں اور
 پھر یہاں سے واپس جا کر قربانی کریں۔ پس جس نے اس طرح
 عمل کیا اُس نے ہماری سنت کو پایا اور جس نے نماز سے
 پہلے قربانی کر لی اُس کی قربانی نہ ہوئی۔ اُس نے گویا اپنے
 گھر والوں کے لیے بکری ذبح کی ہے“

(۲۱)

(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت جناب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-
 ”ایک مرتبہ میں عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ جو نہی آپ نماز عید سے فارغ
 ہوئے تو آپ کی نگاہ قربانیوں کے گوشت پر پڑی۔ یہ
 قربانیاں نماز عید سے پہلے ہی ذبح کی جا چکی تھیں، تو آپ
 نے فرمایا جن لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کر دی ہے وہ
 اس کی جگہ دوبارہ قربانی کریں“ (صحیح بخاری و مسلم)

(۲۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال تک، ینہ منثورہ

(۲۳)

میں قیام فرمایا اور ہر سال آپ نے قربانی دی۔“

(جامع ترمذی)

(۲۴)

حضرت عنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-
 ”میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی
 کرتے دیکھ کر ان سے پوچھا کہ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ تو انہوں
 نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے
 وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے بھی ایک قربانی کیا
 کروں۔ اس لیے میں ایک قربانی ان کی طرف سے کیا کرتا
 ہوں۔“ (جامع ترمذی)

(۲۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-
 ”ایک مرتبہ کچھ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 عرض کی کہ ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا کہ یہ تمہارے دادا ابراہیم علیہ السلام کی سنت
 ہے۔ انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ان قربانیوں میں ہمارے لیے کیا کچھ رکھا ہے؟ تو آپ نے
 فرمایا، ہر سال کے عوض ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کی، کیا
 اُدن کا بھی یہی حساب ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اُدن والے
 ہانور کی قربانی کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔“
 (مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

تکبیرات تشریح

(۲۶) ۹ ذوالحجہ کے دن فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کے دن کی نمازِ عصر تک
 ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے یہ الفاظ کہنا واجب ہے۔

«اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ

أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ»

اسے تکبیر تشریح کہا جاتا ہے۔ اگر ایام کو تکبیر تشریح کہنا یاد نہ رہے تو مقتدی تکبیر کہنا شروع کر دیں، عورتیں یہ تکبیر آہستہ آہستہ پڑھیں تکبیر تشریح تین بار کہی جائے۔

فطرانہ یعنی صدقہ فطر

① نماز عید الفطر کی ادائیگی سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہر اُس صاحب حیثیت مسلمان پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے لیکن یاد رہے کہ زکوٰۃ کے لیے ایک سال تک صاحب نصاب رہنا ضروری ہے لیکن فطرانہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اُسے صاحب نصاب ہوتے ایک سال گزر گیا ہو بلکہ اگر وہ اُسی روز ہی صاحب نصاب ہو گیا ہو تو اُس پر فطرانہ ادا کرنا واجب ہے۔

② فطرانہ گھر کے تمام افراد کی طرف سے ادا کرنا فرض ہے۔ یعنی اپنی طرف سے، اپنے بیوی بچوں، اپنے ملازمین اور اپنے مہمان کی طرف سے ادا کرنا ہے یعنی اُن سب افراد کی طرف سے ادا کرنا ہے جن کا نان نفقہ اُس کے ذمہ ہو۔

③ فطرانہ ہر مسلمان مرد و عورت پر چاہے وہ آزاد ہو یا غلام ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہو، عاقل ہو یا مجنون ہو۔ خرما یا جو میں سے ایک صاع یا گہوں میں سے نصف صاع مقرر ہے جب تک فطرانہ ادا نہ کر دیا جائے اُس وقت تک روزہ دار کا روزہ آسمان د زمین کے درمیان معلق رہتا ہے۔ فطرانہ کسی صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ یہ نہر وقت ادا کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اگر کبھی ادا نہیں کر سکا تو اب ادا کر دے۔ اگرچہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا سنت طریقیہ ہے۔

④ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط کے مطابق ایک صاع کا وزن تین سو اکیاون (۲۵۱) تولے یعنی ۴۸۴ گرام یا چار کلو ۸۴ گرام ہے۔

⑤ فطرانہ افراد پر مقرر ہے مال پر نہیں۔ اگر کوئی ادا کیے بغیر مر گیا تو اُس کے مال

سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اُس کے وارث بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دیں تو ہو جائے گا یا اگر مرنے سے پہلے اُس نے وصیت کر دی ہو تو اُس کے ترکہ کے تہائی حصہ میں سے ادا کیا جائے گا چاہے اُس کے ورثاء مانیں یا نہ مانیں۔

④ فطرانہ عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے اس لیے اگر کوئی غیر مسلم صبح صادق ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا یا کوئی بچہ پیدا ہو گیا یا کوئی شخص پہلے نادار تھا اب غنی ہو گیا تو ان سب صورتوں میں فطرانہ واجب ہو گیا۔

⑤ فطرانہ بھی اُن مستحق افراد کو دیا جاسکتا ہے جن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں انہیں فطرانہ دینا بھی جائز نہیں۔

خطبہ عید الفطر (اول)

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ
 أَكْبَرُ وَاللَّهُ الْحَمْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمُنِيعِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّانِ ذِي الْفَضْلِ
 وَالْجُودِ وَالْإِحْسَانِ ذِي الْكُرْمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْإِمْتِنَانِ اللَّهُ
 أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ
 الْحَمْدُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ
 أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ الَّذِي أُرْسِلَ حِينَ
 شَاءَ الْكَفْرُ فِي الْبُلْدَانِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
 مَا لَمَعَ الْقَمَرَانِ وَقَعَّابَ الْمَلَوَانِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ الْحَمْدُ أَمَا بَعْدُ فَأَعْلَمُوا
 أَنَّ يَوْمَكُمْ هَذَا يَوْمَ عِيدٍ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ فِيهِ عَوَائِدُ الْإِحْسَانِ وَ
 وَرَجَاءُ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ الْحَمْدُ وَقَدْ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا اللَّهُ
 أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ الْحَمْدُ
 وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ هُمْ تَعْنِي يَوْمَ
 فِطْرِهِمْ بَاهِي بِهِمْ مَلَائِكَتُهُ فَقَالَ يَا مَلَأْتُكَ مَا جَزَاءُ أَحِبِّرِي وَفِي
 عَمَلَةٍ قَالُوا رَبَّنَا جَزَاءُهَا أَنْ يُؤْتِيَ أَحْرَةً قَالَ مَلَأْتُكَ عَيْدِي وَ
 إِمَائِي قَضُوا فِرْيَضِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْبُونَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِي وَ
 جَلَالِي وَكُرْمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لِأَجِيْبَتِهِمْ فَيَقُولُ ارْجِعُوا قَدْ غَفَرْتُ
 لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى

عید الفطر کے خطبہ ثانیہ کے طور پر جمعہ کا خطبہ ثانیہ پڑھ لیا جائے۔

خطبہ عید الاضحیٰ

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ
 أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ لِكُلِّ أُمَّةٍ مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا
 سَمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ الْأَنْعَامِ وَعَلَّمَ التَّوْحِيدَ وَأَمَرَ
 بِالْإِسْلَامِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ
 أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
 وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ الَّذِي هَدَانَا
 إِلَى دَارِ السَّلَامِ قَالَ فَارْجِعُونَ مَغْفُورًا لَكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ مَنْ صَامَ
 رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ اللَّهُ أَكْبَرُ
 اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَ
 كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبِرُ بَيْنَ أَضْعَافِ الْخُطْبَةِ وَبِكَثْرِ
 التَّكْبِيرِ فِي الْخُطْبَةِ الْعِيدَيْنِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
 الرَّجِيمِ - قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى بِاللَّهِ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
 وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ قَامُوا بِأَقَامَةِ الْأَحْكَامِ وَبَدَأُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا لَهُمْ مِنْ كِرَامٍ وَسَلَمٍ تَسْلِيمًا كَثِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ
 اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ
 أَمَا بَعْدُ فَاعْلَمُوا أَنَّ يَوْمَكُمْ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ شَرَعَ لَكُمْ مَا
 فِيهِ مَعَ أَعْمَالٍ أُخْرَى وَبَيْنَ نَبِيَّةٍ وَصِفِيَّةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَجُوبَهَا وَفَضَائِلُهَا وَدُونَ عُلَمَاءِ أُمَّتِهِ مِنْ سُنَنِهِ فِي كِتَابِ الْفِقْهِ

مَسَائِلَهَا بِاللهِ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لِإِلَهِهِ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ
 أَكْبَرُ وَاللهِ الْحَمْدُ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا عَمِلَ
 ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ
 وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ
 الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالأَرْضِ فَيَطْبُؤُا بِهَا نَفْسًا بِ
 اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لِإِلَهِهِ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَاللهِ
 الْحَمْدُ وَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ
 اللهِ مَا هَذِهِ الأَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا
 فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٍ قَالُوا فَالصُّوفُ يَا
 رَسُولَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ
 لِإِلَهِهِ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَاللهِ الْحَمْدُ وَقَالَ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَجَدَ سَعَةً لَانَ يُضْحِي فَلَمْ يُضْحِ فَلَا يَحْضُرُ
 مُصَلًّا نَا اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لِإِلَهِهِ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ
 أَكْبَرُ وَاللهِ الْحَمْدُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ بِالأَضَاحِيِّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ
 الأَضْحَى وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلَهُ وَهَذَا بَعْضُ مِنَ الفَضَائِلِ اعْوُذْ بِاللهِ
 مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ لَنْ يَنَالَ اللهُ لِحُومَهَا وَلَا دِمَاؤها وَلَكِنْ
 يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهُ عَلَى
 مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۝

خطبہ ثانیہ

یہاں جمعہ کا خطبہ ثانیہ پڑھ لیا جائے۔

نماز تراویح

① ماہِ رمضان میں نماز تراویح کا پڑھنا ہر دو مرد و عورت کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کو باجماعت ادا کرنا سنتِ کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر محلہ کی مسجد میں اہل محلہ باجماعت نماز تراویح ادا کریں اور کوئی شخص اپنے گھر میں نماز تراویح پڑھے تو وہ گنہگار نہ ہوگا لیکن اگر تمام اہل محلہ باجماعت نماز تراویح نہ پڑھیں تو تمام اہل محلہ گنہگار ہوں گے۔

② نمازِ عشاء کے بعد سے فجر تک نماز تراویح پڑھنے کا وقت ہے۔
 ③ نماز تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ انہیں دو دو رکعات سے پڑھنا مسنون ہے۔

④ ہر چار رکعات کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لینا مستحب ہے۔ اس وقفہ میں بہتر ہے کہ ذکر اللہ کر لیا جائے۔ خاص کر یہ تسبیح پڑھی جائے :-

سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ ط سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ ط سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ ط سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ ط اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ النَّارِ ط يَا مُجِيبُ يَا مُجِيبُ يَا مُجِيبُ

⑤ دو رکعات کی نیت سے نماز تراویح میں دوسری رکعت میں التحيات کے لیے بیٹھنا مجھول جائے اور تیسری رکعت میں یاد آجانے تو بیٹھ جائیں اور آخر میں سجدہ سہو کر لیں۔ اگر تیسری رکعت میں سجدہ کر لینے کے بعد یاد آئے تو چار رکعات پوری کر لیں۔ آخر میں سجدہ سہو کر لیں۔ اس طرح دو رکعات تراویح ہو جائیں گی اور دو رکعات نفل۔

⑥ اگر نیت دو رکعات نماز تراویح پڑھنے کی تھی اور دوسری رکعت میں التحيات پڑھ کر مجھولے سے کھڑے ہو گئے تو اب یاد آنے پر بیٹھنے کی ضرورت نہیں اب چار رکعات پوری کر لیں۔ یہ چار تراویح ہو گئیں۔ سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔

⑥ اگر کوئی شخص نماز تراویح میں دیر سے شامل ہوا اور اس کی کچھ رکعات رہ گئیں اور وتر کی جماعت شروع ہو گئی تو اسے چاہیے کہ وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اور وتر کے بعد بقیہ تراویح پڑھ لے۔

⑧ اگر کوئی شخص دیر سے آیا اور تراویح کی جماعت ہو رہی ہے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ پہلے اپنی فرض و سنت نماز تنہا پڑھ لے اور پھر تراویح کی جماعت میں شامل ہو جائے اور جو تراویح چھوٹ جائیں وہ وتر کی جماعت کے بعد پڑھ لے۔

⑨ نماز تراویح کھڑے ہو کر پڑھیں کیوں کہ طاقت ہوتے ہوئے بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔

⑩ کئی حضرات محض سُستی اور سہل پسندی کی بدولت امام کے رکوع میں جانے کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو تھبٹ سے جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ شروع ہی سے جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے۔

⑪ تراویح میں اگر قرآن پڑھا جا رہا ہو تو کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ لیا جائے کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے گو کہ یہ کسی سورت کا جزو نہیں ہے لیکن ہر نئی سورت کے آغاز پر جو بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے اُسے دل میں پڑھا جائے بلند آواز سے نہیں بلکہ تمام تراویح میں فقط ایک مرتبہ پڑھ لینا ضروری ہے۔

⑫ حفاظ کرام کو چاہیے کہ تراویح میں قرآن مجید ایسی رفتار سے پڑھیں کہ سننے والے کو ہر لفظ سمجھ میں آجائے اور غلطی پر سامع لقمہ دے سکے۔

⑬ نماز تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے۔

⑭ نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کے دوران اگر اُس کا کوئی حصہ غلطی سے چھوٹ جاتے اور بعد میں یاد آجائے تو بہتر صورت یہ ہے کہ چھوٹے ہوئے حصہ کو پڑھ کر اُس سے آگے کے پڑھے ہوئے حصہ کو دوبارہ پڑھ لے تاکہ تسلسل قائم رہے لیکن اگر

آگے کا پڑھا ہوا حصہ بہت زیادہ ہے اور اس کا دہرانا گراں گزرتا ہے تو اجازت ہے کہ صرف چھوٹے ہونے حصہ کو پڑھ کر آگے سے پڑھنا شروع کر دے۔

نماز خوف

مومن کے لیے نماز کی رخصت کسی حالت میں بھی نہیں رکھی گئی۔ حتیٰ کہ حالت جنگ میں بھی مومن کے لیے نماز پڑھنا ضروری رکھا گیا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فِرْجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا
اللَّهَ ۚ مَا عَلِمْتُمْ مَالَكُمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (پ البقرہ ۲۳۹)

ترجمہ ”پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو کہ جو تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔ مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ
مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا
فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى
لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ
وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَذَٰلِكُمْ كَفْرٌ وَلَوْ تَفْقَهُونَ ۚ مَنْ
أَسْلَحْتِكُمْ وَأَمِيتِكُمْ فِيمَنْ يُلُونَ عَلَيْكُمْ مِيلَةً
وَأَجِدَادٌ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ
كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوا
حِذْرَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

(پ النسا ۱۰۲)

ترجمہ ”اور اے محبوب (صلی اللہ علیک وسلم) جب آپ ان مجاہدوں کے درمیان ہوں اور دوران جہاد انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ ان کا ایک گروہ آپ

کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ساتھ اسلحہ لیے رہے پھر جب وہ سجدہ کر چکے تو پیچھے ہٹ جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ ہوشیار رہے اور اپنا اسلحہ اپنے ساتھ لیے رہے۔ کافروں کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ آپ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے ذرا غافل ہو جائیں تو آپ پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔ اور تمہارے لیے اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو لیکن اپنے بچاؤ کا سامان لیے رہو بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رُواکُن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

مندرجہ بالا کلام الہی میں مسلمانوں کو میدان جنگ میں اُس وقت نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ جبکہ دشمنان اسلام کے حملہ آور ہونے کا خطرہ موجود ہو۔ اُسے شریعت کی اصطلاح میں ”نماز خوف“ کہا گیا ہے۔ نماز خوف ادا کرنے کا مختصر طریقہ یہ ہے، کہ جب دشمن سامنے ہو اور خطرہ ہو کہ اگر سب مسلمان ایک ساتھ نماز پڑھیں تو دشمن حملہ کر دے گا تو امام کو چاہیے کہ مجاہدین اسلام کے دو حصے کر دے۔ ان میں سے اگر ایک گروہ اس بات پر راضی ہو جائے کہ ہم بعد میں نماز پڑھ لیں گے تو اُسے دشمن کے مقابل نگران کھڑا کر دے اور دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد وہ گروہ کہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی، اُس میں سے کوئی امام ہو جائے اور یہ گروہ باجماعت نماز پڑھ لے اور پہلا گروہ نگہبانی کے فرائض سرانجام دے۔ اگر دونوں گروہوں میں سے کوئی گروہ بھی بعد میں نماز پڑھنے پر راضی نہ ہو تو امام ایک گروہ کو دشمن کے مقابل نگران کھڑا کر دے اور دوسرا گروہ امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے تو امام کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے ہی

مقتدی سلام پھیرے بغیر امام کے چھپے سے ہٹ کر نگہبانی کے لیے دشمن کے مقابل چلے جائیں اور پہلے سے نگہبانی کرنے والے گروہ کے لوگ امام کے چھپے آکر نماز پڑھیں جب امام ان کے ساتھ رکعت پوری کر کے سلام پھیرے تو مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ ہٹ کر نگہبانی کے لیے دشمن کے مقابل چلے جائیں یا یہیں اپنی بقایا ایک رکعت پوری کر کے جائیں لیکن یہ لوگ اپنی بقایا رکعت قرأت کے ساتھ پڑھیں گے۔ اس کے بعد وہ گروہ کہ جس نے امام کی اقتداء میں پہلی رکعت پڑھی تھی وہ آجائے اور اپنی دوسری رکعت بغیر قرأت کے پوری کر کے سلام پھیر دے۔

یہ طریقہ دو رکعات والی نماز کا ہے چاہے یہ نماز قصر ہو یا دوسری دو رکعات والی نماز ہو۔ لیکن چار رکعات والی نماز ہو تو ہر گروہ کے ساتھ امام دو دو رکعات پڑھے مغرب کی تین رکعات والی نماز میں امام پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعات پڑھے۔ اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ اگر پہلے کے ساتھ ایک رکعت اور دوسرے کے ساتھ دو رکعات پڑھیں تو نماز نہ ہوگی۔

نماز خوف کے مسائل

① مندرجہ بالا احکام اس صورت میں ہیں کہ جب امام و مقتدی سب مقیم ہوں یا سب مسافر ہوں۔ یا امام تو مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہوں اور اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہوں تو امام ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرے کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے کہ سلام پھیر دے۔ پھر پہلا گروہ آئے اور تین رکعتیں قرأت کے بغیر پڑھ کر نماز مکمل کرے۔

اس کے بعد دوسرا گروہ آئے اور تین رکعات پڑھے۔ لیکن پہلی رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے اور اگر امام مسافر ہے اور مقتدیوں میں بعض مقیم ہیں اور بعض مسافر ہیں تو مقیم مقیم کے طریقے پر عمل کریں اور مسافر مسافر کے طریقے پر عمل کریں۔

② ایک رکعت امام کے چھپے پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابل جانے سے

مراد پیدل جانا ہے۔ سواری پر جائیں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

③ اگر دشمن کا خوف بہت زیادہ ہو اور اس خوف کے باعث سواری سے نہ اتر سکیں تو سواری پر تنہا تنہا اشارہ سے جس طرف بھی مُنہ کر سکیں اسی طرف کر کے نماز پڑھ لیں۔ سواری پر جماعت سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ایک گھوڑے پر دو سواریوں تو پچھلا سوار اگلے سوار کی اقتدار کر سکتا ہے۔ لیکن سواری پر فرض نماز صرف اُس وقت جائز ہوگی جب کہ دشمن اُن کا تعاقب کر رہے ہوں۔ اگر یہ دشمن کے تعاقب میں ہوں تو سواری پر نماز نہیں ہوگی۔

④ نماز خوف میں صرف دشمن کے مقابل چل کر جانا اور وہاں سے امام کے پاس صف میں لوٹ کر آنا یا وضو ٹوٹنے کی صورت میں وضو کے لیے جانا معاف ہے۔ اس کے علاوہ چلنے پھرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر دشمن نے اُسے دوڑایا یا اُس نے دشمن کو بھگایا تو اُس کی نماز ٹوٹ گئی۔ ہاں اگر یہ سواری پر تھا اور دشمن نے اُسے دوڑایا تو نماز نہیں ٹوٹی۔

⑤ اگر یہ سواری پر نہیں تھا لیکن دوران نماز سوار ہو گیا خواہ کسی وجہ سے بھی سوار ہوا تو نماز ٹوٹ گئی۔ اسی طریقے سے لڑنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ ایک تیر پھینکنے یا بندوق کا ایک فائر کرنے کی اجازت ہے۔

⑥ وہ یا میں تیرتے ہوئے اگر کچھ دیر کے لیے اپنے اعضاء کو ساکن کر سکے تو اشارے سے نماز پڑھ لے اور اگر اعضاء کو ساکن نہیں رکھ سکتا تو نماز نہ ہوگی۔

⑦ دوران جنگ تلوار چلا رہا ہے اور نماز کا وقت ختم ہونے پر آ گیا ہے تو تلوار کو مت روکے اور نماز میں تاخیر کر لے اور لڑائی سے فارغ ہو کر نماز پڑھ لے۔

⑧ باغیوں اور اُس شخص کے لیے کہ جس کا سفر کسی گناہ اور نافرمانی کے لیے ہو نماز خوف پڑھنا جائز نہیں۔

⑨ نماز خوف کے دوران خوف جاتا رہا تو باقی نماز امن کی نہی پڑھی جائے۔ اب خوف کی نماز پڑھنا جائز نہیں رہا۔

صراط الصالحین جلد دوم ۲۸۲
نماز خوف کے مسائل

۱۰ - دشمنوں کے چلے جانے کے بعد کسی نے قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر دیا تو اُس کی نماز جاتی رہی۔

۱۱ - نماز خوف میں ہتھیار لیے رہنا مستحب ہے۔

۱۲ - جس طرح دشمن کے خوف کے وقت نماز خوف پڑھنا جائز ہے اسی طرح کسی درندے یا اژدھے کے حملے کا خوف ہو تو اُس وقت بھی نماز خوف پڑھنا جائز ہے۔

موت کا بیان

① جب کسی پر موت کا وقت آتا ہے تو اُس کی سانس اکھڑنے لگتی ہے، ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے، چہرے کی جلد اکڑ جاتی ہے اور دونوں کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں اُسے داہنی کروٹ پر لیٹا کر قبلہ رخ کر دیا جائے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اُسے چپٹ لیٹا کر اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں لیکن اُس کے سر کو پاؤں کی نسبت اُوںچا کر دیں تاکہ اُس کا منہ اور اس کی چھاتی قبلہ کی طرف ہو جائے اور اگر تکلیف کے باعث یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ جس حالت میں ہو اُسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ اور اُس کے پاس بیٹھ کر اُوںچی آواز سے کلمہ طیب اور کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیں تاکہ اُسے بھی کلمہ شریف پڑھنا یاد آجائے اور اُس کی زبان پر آخری کلام کلمہ شریف کا ورد ہو جائے۔ خیال رہے کہ اُسے کلمہ شریف پڑھنے کو نہ کہا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے موت کی سختی کی وجہ سے اُس کی زبان سے کوئی غلط و نازیبا الفاظ نکل جائیں اور وہ آخری وقت میں ایمان کی پُوںچی ہار بیٹھے۔ بہتر ہے کہ اُس وقت اُس کے قریب بیٹھ کر سورتِ یسین پڑھی جائے۔

② موت کے وقت مرنے والے کے پاس حیض و نفاس والی عورتوں کا آنا منع نہیں ہے تاہم جس کا حیض و نفاس تو ختم ہو چکا ہو لیکن ابھی غسل نہیں کیا تو وہ اور جنبی مرنے والے کے پاس مت آئیں۔

③ نزع کے وقت پاس کھڑے ہوتے لوگ مرنے والے کے لیے دُعا لے کر کھڑے رہیں۔

④

جب فوت ہو جائے تو پاک و صاف کپڑے کی ایک چوڑی ٹیٹی جیڑے کے نیچے سے گزار کر سر پر لے جا کر گرہ لگا دیں تاکہ میت کا منہ کھلا نہ رہے۔ اُس کی آنکھیں

بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ اور یہ کام اُس کے گھر والوں میں سے وہ آدمی کرے جو زیادہ نرمی سے کر سکتا ہو۔ بہتر ہے کہ اُس کا باپ یا بیٹا کرے۔

⑤ پھر میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دیں۔

⑥ جب میت کا سارا بدن کسی کپڑے میں چھپا ہوا ہو تو اُس کے قریب تلاوت قرآن اور ذکر اذکار کرنا جائز ہے۔

⑦ اُس کی موت کا اعلان کر دیا جائے تاکہ اُس کی نماز جنازہ میں لوگ کثرت سے شامل ہو سکیں۔

⑧ میت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے لیکن چار پائی یا تخت یا کرسی پر پر بیٹھنا ممنوع بھی نہیں

میت کو غسل دینا

① میت کو غسل دینا فرض کفایہ اس لیے اگر کچھ لوگوں نے میت کو غسل دے دیا تو سب کی طرف سے دے دیا گیا۔

② میت کو غسل اس طرح دیا جائے کہ پہلے اُس تخت یا تختہ کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ خوشبو کی دھوئی دیں جس پر میت کو غسل دینے کا ارادہ ہو اور پھر اُس پر میت کو لٹا کر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کپڑا ڈال دیں۔ پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرے پھر نماز کی طرح کا اس طرح وضو کرے کہ پہلے میت کا منہ دھوئے، پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر میت کے سر کا مسح کرے اور پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ یاد رہے کہ میت کے وضو میں پہلے کلاتیوں تک ہاتھ دھونا پھر گلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ البتہ کسی کپڑے کی پاک دھبی یا تھوڑی سی روئی پانی میں بھگو کر میت کے دانتوں، مسوڑھوں، ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دے۔ اگر میت کے سر پر بال ہوں یا اُس کی داڑھی ہو تو گُل شیردیا صابن یا شمپو وغیرہ یا پھر خالی پانی سے دھوئے

پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے لے کر پاؤں تک بیری کا پانی بہاتے یعنی وہ پانی جس میں بیری کے پتوں کو جوش دیا گیا ہو۔ یہ پانی اتنا بہاتے کہ نیچے تختہ تک پہنچ جائے۔ اگر بیری کا پانی میسر نہ ہو تو خالی سادہ پانی نیم گرم ہی استعمال کر لے۔ پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر بیری کا پانی بہاتے۔ اس کے بعد میت کو ٹیک کے ساتھ بٹھائے اور اس کے پیٹ پر نرمی سے نیچے کو ہاتھ پھیرے۔ اگر میت کے وجود سے کچھ چیز خارج ہو تو اُسے دھو ڈالے۔ اس کے بعد دوبارہ وضو کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور آخر میں کا فور ملا پانی میت کے سر سے لے کر پاؤں تک بہاتے اور پھر کسی کپڑے یا تولیے سے اُس کا بدن پونچھ ڈالے۔

③ میت کے غسل میں سارے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہے۔

④ میت کو غسل دیتے وقت اُس کے ارد گرد پردہ کر دیا جائے تاکہ غسل دینے والوں کے علاوہ اُسے اور کوئی نہ دیکھے۔

⑤ غسل دینے والے کے علاوہ بھی اگر کوئی غسال وہاں موجود ہو تو غسل دینے والا غسل دینے کی اجرت لے سکتا ہے لیکن اگر نہ لے تو افضل ہے اور اگر کوئی دوسرا غسال وہاں موجود نہ ہو تو غسل دینے والا غسل کی اجرت نہیں لے سکتا۔

⑥ غسل دینے والا طہارت سے ہو۔ اگر کسی جنب یا عاتقہ عورت نے غسل دیا تو غسل تو ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے۔ اگر کسی بے وضو نے غسل دیا تو کوئی مضائقہ نہیں، بلا کر بہت غسل ہو جائے گا۔

⑦ غسل دینے والا میت کا قریبی رشتہ دار ہونا چاہیے۔ اگر وہ نہ ہو یا اُسے غسل دینا نہیں آتا تو کوئی امانت دار اور پرہیزگار آدمی غسل دے۔

⑧ غسل دینے والا با اعتماد آدمی ہونا چاہیے تاکہ وہ اچھی طرح غسل دے اور اگر میت میں کوئی عیب دیکھے تو پردہ پوشی کرے اور اگر کوئی خوبی دیکھے تو اُسے بیان کرے۔

⑨ عورت کی میت کو اُس کا شوہر نہ تو ہاتھ لگا سکتا ہے اور نہ ہی اُسے

غسل دے سکتا ہے۔ البتہ اُس کا منہ دیکھ سکتا ہے، اُس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے اور اُس کو قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔

۱۰ کسی جنب یا حیض و نفاس والی عورت کی میت کیلئے ایک ہی غسل واجب ہے۔

۱۱ میت کا بدن اگر اتنا گل گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑتی ہے تو اُسے

ہاتھ لگائے بغیر اُس پر پانی بہا دیا جائے۔

۱۲ غسل دینے کے بعد میت کے کان، منہ یا ناک میں روئی رکھنے میں حرج

تو نہیں مگر نہ رکھی جائے تو بہتر ہے۔

۱۳ میت کے ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال کاٹنا یا اکھیڑنا یا بالوں میں کنگھی کرنا

مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے۔

۱۴ میت کے دونوں ہاتھ لمبے کر کے کروٹوں کے ساتھ رکھیں۔ کسی اور طرح

سے رکھنا درست نہیں۔

۱۵ عورت کی میت کو غسل دینے کے لیے کوئی عورت موجود نہیں تو میت کا تیمم

کرایا جائے تیمم کرانے والا محرم ہے تو ہاتھ سے تیمم کرانے اور اگر غیر محرم ہے تو اپنے

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانے والا اگر اُس کا شوہر نہیں بلکہ اجنبی ہو تو وہ میت

کی کلائیوں کو مت دیکھے۔

۱۶ اسی طرح اگر مرد کی میت کو غسل دینے کے لیے کوئی مرد موجود نہ ہو اور نہ ہی

اُس کی بیوی ہو تو کوئی بھی عورت اُسے تیمم کرادے۔ محرم عورت ہاتھوں سے تیمم کرانے اور

اجنبی عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانے۔

۱۷ میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والا خود بھی غسل کرے۔

میت کو کفن دینا

۱ میت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے۔

② کفن کے تین درجے ہیں :-

① ضرورت ② کفایت ③ سنت

② مردوں کے کفن کے لیے سنت تین کپڑے ہیں :-

① نفاذ ② ازار ③ قمیص

اگر گھروالے اس پر قادر نہ ہوں تو کفن کفایت دے دیں یعنی نفاذ اور ازار۔
اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کفن ضرورت دیا جائے یعنی صرف ایک کپڑا کہ جس سے میت کا سارا بدن
ڈھک جائے چاہے یہ کپڑا پُرانا ہی ہو۔

③ عورتوں کے لیے کفن کے پانچ کپڑے ہیں :-

① کرتہ ② ازار ③ سر بند ④ چادر اور ⑤ سینہ بند۔

اگر اتنا کفن دینے پر گھروالے قادر نہ ہو سکیں تو کفن کفایت دیں جس میں
تین کپڑے ہوتے ہیں۔ ① ازار ② چادر اور ③ سر بند۔ اتنا کفن کافی ہے اس
سے کم دینا مکروہ بھی ہے اور بُرا بھی لیکن اگر مجبوری دلا چاری ہو تو صرف ایک ایسا کپڑا
جو جس سے میت کا سارا بدن ڈھک جائے۔ یہ کفن ضرورت ہے۔

کفن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ :-

إِذَا كَفَّنَ أَحَدَكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفْنَهُ (صحیح مسلم)

ترجمہ "تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو

اچھا کفن دے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا :-

"تم سفید کپڑے پہنا کر وہ یہ تمہارے لیے اچھے ہیں اور انہی

میں اپنے مرلے والوں کو کفنا یا کرو۔" (جامع ترمذی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و

السلام نے فرمایا :-

”زیادہ قیمتی کفن استعمال نہ کیا کرو کیونکہ وہ بہت جلد ختم

ہو جاتا ہے“ (سنن ابی داؤد)

⑤ لفاذ یعنی چادر میت کے قد سے اتنی لمبی ہو کہ دونوں سروں سے باندھی جاسکے۔ اور ازار بند میت کے سر سے لے کر پاؤں تک کی لمبائی کا ہو۔ اور قمیص یا کفنی کی لمبائی گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک ہو اور آگے پیچھے دونوں طرف برابر ہو ایسا نہ کہ آگے یا پیچھے سے ایک طرف کم ہو۔ اور کفنی یا قمیص میں چاک اور آستین نہ ہوں۔ مرد کی کفنی موٹڑھوں سے چیریں اور عورت کی کفنی سینے سے۔ اور ڈھنی تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز ہو۔ سینہ بند پستانوں سے رانوں تک بہتر ہے۔ اگر ناف تک بھی ہو تو درست ہے۔

④ کسم یا زعفران کا رنگا ہوا یا ریشمی کفن مرد کے لیے ممنوع ہے لیکن عورت کے لیے جائز ہے۔

⑥ میت کو کفنانے وقت پہلے کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ خوشبو کی دھوئی دے لیں اس سے زیادہ دھوئی مت دیں۔ اس کے بعد کفن کو اس طرح بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر، پھر تہ بند اور پھر کفنی ہو۔ پھر اس پر میت کو لٹادیں اور کفنی پہنادیں پھر ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگائیں اور ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے اور قدم پر کافور لگائیں۔ پھر ازار یعنی تہ بند لپیٹ دیں۔ پہلے بائیں جانب سے، پھر دائیں جانب سے۔ پھر لفاذ لپیٹ دیں پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے تاکہ داہنا حصہ اوپر رہے اور پھر سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں تاکہ ہوا سے اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر دیں۔ اور پھر کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں۔ اس کے بعد اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لائیں اور نقاب کی طرح منہ پر ڈال دیں کہ سینہ پر رہے اور ڈھنی کی لمبائی نصف پشت سے سینہ تک ہو اور اس کی چوڑائی ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی نو تک ہو۔

⑧ میت کو نہلانے اور غسل دینے کے بعد جنازہ گاہ میں لے جایا جائے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکے۔

جنازہ لے چلنے کے مسائل

① جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے لہذا چاہیے کہ اس عبادت کو ادا کیا جائے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو کندھا دیا۔

② جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی جنازہ اٹھائیں۔ ہر آدمی ایک ایک پایہ اپنے کندھے پر اٹھائے۔ اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے مجبوری ہو تو صرف دو آدمی بھی جنازہ اٹھا سکتے ہیں ایک سر ہانے کی طرف سے اور دوسرا پانٹی کی طرف سے لیکن بلا مجبوری ایسا کرنا مکروہ ہے۔

③ سنت یہ ہے کہ کندھا دینے والا آدمی یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر پائے کے ساتھ دس دس قدم چلے اس طرح کہ پہلے سر ہانے کے دائیں پائے کو کندھا دے پھر دائیں پانٹی کو کندھا دے پھر سر ہانے کے بائیں پائے کو اور آخر میں پانٹی کے بائیں پائے کو کندھا دے اور ہر پائے کو کندھا دے کر دس دس قدم چلے۔ اس طرح کل چالیس قدم چلے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-

”جو شخص جنازہ اٹھا کر چالیس قدم چلے گا اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے“
مزید فرمایا :-

”جو شخص جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے گا، اللہ تعالیٰ اس کی جہتی مغفرت فرمائے گا“

④ جنازہ اس طرح اٹھائیں کہ چار پائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھیں جنازے کو سامان کی طرح گردن یا پیٹھ پر یا چوپائے جانور پر یا گڈے و ٹرائی پر لادنا مکروہ ہے۔

⑤ تھوٹا شیر خوار بچہ یا جس بچے نے ابھی ابھی دودھ پھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو اس کی میت کو اگر ایک آدمی ہاتھ پر اٹھا کر چلے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

⑥ جنازہ میانہ روی سے لے چلیں اور جنازے کو تھکنے نہ لگنے دیں۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے جنازہ کے آگے یا دائیں بائیں نہ چلیں بلکہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔

⑦ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ چلنا ممنوع و ناجائز ہے۔

⑧ جنازہ لے کر چلیں تو سر ہانڈے کی طرف ہو۔

⑨ جنازہ جب تک رکھ نہ دیا جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور جنازہ رکھنے کے

بعد بلا ضرورت کھڑا رہنا درست نہیں۔

⑩ کسی جگہ لوگ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو اس کے لیے کھڑا

ہونا ضروری نہیں۔

⑪ جنازہ اٹھلے جانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے مگر اس وقت جب اور

اٹھانے والے بھی موجود ہوں لیکن اجرت لینے والا ثواب سے محروم رہے گا۔

⑫ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی نیک شخص کے جنازے کے ساتھ جانا افضل نماز

پڑھنے سے افضل ہے۔

⑬ جنازہ کے ساتھ جانے والا نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس نہ آئے بلکہ نماز

جنازہ کے بعد بھی میت کے ورثاء کی اجازت کے بغیر واپس نہ آئے۔ اور دفنانے کے

بعد میت کے ورثاء سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ

① نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر ایک نے بھی نمازِ جنازہ پڑھ لی تو یہ فرض

سب سے ساقط ہو گیا اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوتے۔ نمازِ جنازہ کی فرضیت

کامنکر کافر ہے۔

② نمازِ جنازہ کے لیے جماعت شرط نہیں۔ کوئی ایک بھی جنازہ پڑھے تو

توفرض ادا ہو گیا۔

۳ نمازِ جنازہ کے وجوب کی وہی شرائط ہیں جو دوسری نمازوں کی ہیں یعنی ۱۔ نماز پڑھنے پر قادر ہونا۔ ۲۔ بالغ ہونا۔ ۳۔ عاقل ہونا۔ ۴۔ مسلمان ہونا۔ ۵۔ موت کی خبر ہونا۔

۴ نمازِ جنازہ کی دو شرطیں ہیں :-

- ۱۔ مصلحت کے لحاظ سے یعنی مصلحت کا سنجاست حکمیہ اور حقیقیہ سے پاک ہونا۔ کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا، ستر کا ڈھکا ہوا ہونا، قبلہ رخ ہونا اور
- ۲۔ نیت کرنا۔ نمازِ جنازہ میں نہ وقت بشرط ہے نہ تکبیر تحریمیہ بشرط ہے کیونکہ تکبیر تحریمیہ نمازِ جنازہ کا رکن ہے شرط نہیں۔

۵ ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے خواہ وہ کیسا ہی گنہگار، بدچلن اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب کیوں نہ رہا ہو۔

۶ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی :-

- ۱۔ باغی جو امام برحق کے خلاف ناحق بغاوت کرتے ہوئے مارا جائے۔
- ۲۔ ڈاکو کہ جو ڈاکہ ڈالتے ہوئے مارا گیا اس کو نہ غسل دیا جائے، نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے البتہ حکومت اسلام نے اگر اس ڈاکو پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا ہو تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے اور اگر کسی ڈاکو نے ڈاکہ ڈالا اور نہ وہ کپڑا اگیا اور نہ ہی وہ مارا گیا اور اس کے بعد ویسے ہی مر گیا تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے۔

- ۳۔ جو لوگ بلا وجہ ناحق لڑتے ہوئے مرجائیں تو ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور جو لوگ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہے ہوں اور ان کی لڑائی کے کسی آلے کے لگنے سے موقع پر مرجائیں تو ان کی بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔ ہاں مگر لڑائی کے بعد وہ متفرق ہو جائیں اور اس کے بعد مریں تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

۴۔ جس نے کئی لوگوں کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، اُس کی بھی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔
 ۵۔ شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والے ڈاکو ہیں اگر وہ اس حالت میں مارے جائیں تو اُن کی بھی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

۶۔ جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

۷۔ جو شخص کسی کا مال پھینتے ہوئے مارا گیا اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

۸۔ جو بچہ مردہ پیدا ہوا اُس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

⑤ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اسی طرح جس شخص کو رجم کیا گیا یا جو شخص قصاص میں مارا گیا اُسے غسل بھی دیا جائے اور اُس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔

⑧ میت کا بدن اور کفن پاک ہو۔ بدن کے پاک ہونے کا مطلب ہے کہ اُسے غسل دیا گیا ہو یا غسل ممکن نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو۔ اور کفن پہنانے سے پہلے اُس کے بدن سے اگر نجاست نکلی ہو تو دھو ڈالی گئی ہو اور اگر کفن پہنانے کے بعد نجاست خارج ہوئی ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں۔ اور کفن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاک کفن پہنایا گیا ہو اور بعد میں اگر نجاست خارج ہونے سے کفن آلودہ ہو گیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

⑨ میت کو غسل دیئے بغیر اُس کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو نماز نہیں ہوئی۔ میت کو غسل دے کر دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں اور اگر قبر میں رکھ چکے اور ابھی مٹی نہیں ڈالی تو قبر سے نکال کر غسل دیں اور پھر نماز جنازہ پڑھیں اور اگر قبر میں رکھ کر مٹی بھی دے چکے تو اب میت کو باہر نہ نکالیں بلکہ اب اُس کی نماز جنازہ اُس کی قبر پر پڑھیں۔ کیونکہ بغیر غسل کے پہلی نماز نہیں ہوتی تھی۔ اور چونکہ اب غسل ناممکن ہو گیا لہذا قبر پر پڑھی گئی نماز جنازہ ہو جائے گی۔

⑩ نماز جنازہ کے وقت میت کا موجود ہونا ضروری ہے یعنی یا تو ساری میت

موجود ہو یا میت کا اکثر حصہ موجود ہو یا میت کا نصف حصہ سر سمیت موجود ہو تو نماز جنازہ

پڑھی جلتے درنہ غائبانہ نمازِ جنازہ حنفی مسک میں ناجائز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی شاہِ حبشہ کی نمازِ جنازہ غائبانہ طور پر پڑھی تھی لیکن یہ صرف انہی کی خصوصیت ہے۔

(۱۱) جنازہ زمین پر رکھا جائے تو نمازِ جنازہ ہوگی۔ کسی جانور پر لڈی ہوئی میت کی نمازِ جنازہ نہیں ہوگی۔

(۱۲) جنازہ مصیٰ کے آگے قبلہ کی طرف رکھا جائے۔

(۱۳) نمازِ جنازہ کے دو فرض ہیں :-

۱۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ ۲۔ چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنا واجب ہے۔

نمازِ جنازہ کی چار سنت مؤکدہ ہیں :-

۱۔ امام کا میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہونا۔ ۲۔ ثنا پڑھنا۔

۳۔ درود شریف پڑھنا۔ ۴۔ جنازے کی دعا پڑھنا۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ

(۱۴) جنازہ صف کے درمیان امام کے آگے رکھ دیا جائے یعنی امام میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے۔ مقتدی امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ صفوں کی تعداد طاق ہو مثلاً ایک یا تین یا پانچ یا سات وغیرہ ہوں۔ صفیں سیدھی ہوں اور صفوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو۔ لیکن مقتدیوں کے درمیان جگہ خالی نہ ہو۔ نمازِ جنازہ کی نیت اس طرح کریں :- میں نمازِ جنازہ کی نیت کرتا ہوں جس میں ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور دعا اس میت کے لیے ہے میرا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہے اور اقتدا اس امام کی ہے۔ نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں تک لے جائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثنا پڑھیں۔ ثنا کے بعد امام کے ساتھ اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے دوسری تکبیر اللہ اکبر پڑھیں اور تکبیر کے بعد اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے درود شریف پڑھیں

پھر جب امام تیسری تکبیر پڑھے تو آپ بھی اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے تیسری تکبیر پڑھ کر میت کے لیے دعا پڑھیں۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

ش

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى
جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ۝

دُرُودِ شَرِيفِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
وَسَلَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝

دُعَا بَالِغِ (مَرْدِ وَعَوْرَتِ) كَلَيْهِ

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا
وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأُنْتُنَا ۝ اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى
الْإِسْلَامِ ۝ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ ۝

دُعَا بَالِغِ بَطْنِ كَلَيْهِ

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ
لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا ۝

دُعانا بالغبھی کے لیے

اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا قَرِطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا آجْرًا وَذُخْرًا
اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً ۝

⑮ جس میت کو کسی مجبوری کے تحت نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر تین دن تک یا جب تک اس کی لاش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

⑯ جو شخص دیر سے پہنچے اور نماز جنازہ سے رہ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جائے۔

⑰ جو شخص نماز جنازہ میں درمیان میں شامل ہو تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرے۔

⑱ متعدد میتوں کی نماز جنازہ اکٹھی ہو سکتی ہے۔

⑲ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مطلقاً مکروہ تحریمی ہے چاہے میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض ہوں بہر صورت میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا ناجائز ہے۔

⑳ پھلی صف میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔

㉑ اگر نماز جنازہ کی ثنا اور دُرود شریف کے خاص الفاظ یاد نہ ہوں تو نماز میں پڑھی جانے والی ثنا اور دُرود شریف پڑھ لیں۔ اسی طرح اگر نماز جنازہ والی دُعا یاد نہیں تو کوئی سی دُعا پڑھ لیں۔ یا کم از کم امام کے پیچھے کھڑے ہو کر چار مرتبہ اللّٰہ اکبر کہہ لیں۔

میت کو قبر میں دفن کرنا

① میت کو قبر میں دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ اور میت کو قبر میں اتارتے ہوئے پڑھیں :-

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ ” اللہ کے نام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر“

② قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر اور چوڑائی نصف قد کے برابر اور گہرائی

قد کے برابر یا کم از کم نصف قد کے برابر ہو۔

③ میت کو قبر میں لحد کھود کر یا اس میں لکڑی کے صندوق میں رکھا جائے۔

④ جنازہ کو قبر کے سامنے قبلہ کی طرف رکھا جائے تاکہ جب میت قبر میں

اتاری جائے تو قبلہ کی طرف سے اتاری جائے۔

⑤ قبر کے اندر پکی ہوئی اینٹیں لگانا جائز نہیں۔ البتہ قبر کے باہر سے پکی

اینٹ لگائی جاسکتی ہے۔

⑥ میت کو قبر میں رکھنے کے لیے اس میں اترنے والے لوگ توانا

و تندرست اور نیک اور امین ہوں۔

⑦ بہتر ہے کہ عورت کی میت کو قبر میں اس کے محرم افراد ہی اتاریں۔

⑧ میت کو لحد میں قبلہ رخ کر کے رکھنے کے بعد کچی اینٹوں سے یا تختے

لگا کر بند کر دیں اور پھر سر ہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں پہلی

بار مٹی ڈالتے وقت یہ الفاظ کہیں ”مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ“ یعنی (اس سے ہم لے تم کو پیدا

کیا) دوسری بار یہ الفاظ کہتے ہوئے مٹی ڈالیں ”و فِيهَا نُعِيدُكُمْ“ یعنی (اور اسی میں

تم کو لوٹائیں گے) اور تیسری بار یہ الفاظ کہتے ہوئے مٹی ڈالیں ”و فِيهَا نُخْرِجُكُمْ

تَارَةً أُخْرَى“ (اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)۔

⑨ قبر میں عہد نامہ یا پیر و مرشد کا شجرہ یا کوئی اور دُعا رکھنا جائز ہے اور

اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ میت کے مُنہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر

اس میں رکھ دیں۔ درمختار میں ہے کہ کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے کہ اس سے میت کی

مغفرت کی امید ہے۔ میت کے سینہ پر اور اس کی پیشانی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اور کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ لکھنا جائز ہے اور بہتر ہے کہ

غسل کے بعد کفن پہنانے سے پہلے شہادت کی انگلی سے میت کی پیشانی پر یا تھپاتی پر لکھا جائے۔ کافور یا روشنائی سے نہ لکھیں۔ اسی طرح کفن میں یا میت کی تھپاتی پر تبرک کے طور پر غلاف کعبہ کا ٹکڑا یا پیر و سرشد کا رومال وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

⑩ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ میت کو لحد میں اتار کر سر کی جانب کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات "هُوَ الْمُقَلِّحُونَ" تک پڑھیں اور پھر پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کی آخری آیات "أَمِنَ الرَّسُولُ" سے لے کر سورۃ کے آخر تک پڑھیں۔

⑪ قبر جو کورنہ بنائیں بلکہ اونٹ کی کوہان کی طرح ڈھال والی بنائیں۔ اُس پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا اور اُس پر پھول ڈالنا جائز ہے۔

⑫ قبر تکمیل ہونے پر جب لوگ جائے لگیں تو کوئی آدمی قبر میں میت کو اس طرح تلقین کرے کہ قبر کے سر پر کھڑے ہو کر کہے "اے فلاں بن فلاں" تو قبر میں میت سننے لگی۔ پھر دوبارہ کہے "اے فلاں بن فلاں" تو قبر کا مُردہ کہے گا "ارشاد کر" پھر کہے۔

أَذْكَرَ مَا خَرَجْتَ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّكَ رَضِيَتْ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا۔

ترجمہ: تو اسے یاد کر کہ جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو اس بات پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، ہمارا دین اسلام ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ

کے نبی ہیں اور قرآن ہمارا امام ہے»

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس پر نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ چلو ہم اس کے پاس بیٹھیں کہ جسے لوگ حجت سکھا چکے ہیں»
 ائمہ تابعین فرماتے ہیں کہ جب قبر پر مٹی درست کر چکو اور لوگ واپس چل دیں تو متحجب ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے «یا فلاں بن فلاں! قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (تین بار) قُلْ رَبِّيَ اللَّهُ وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ»

شامی میں ہے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر اذان بلند آواز سے پڑھی جائے تاکہ قبر میں مردہ سُن کر نکیرین کے سوالوں کا جواب دے سکے۔

⑬ قبر پر سے سبز گھاس نہ اکھیڑیں کیونکہ سبز گھاس یا پودے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جس سے قبر پر رحمت اُترتی رہتی ہے اس لیے اہل قبر کو اس سے اُتس ہوتا ہے۔ لہذا سبز گھاس و پودے وغیرہ قبر پر سے اکھیڑنے سے میت کا حق مارا جاتا ہے۔

⑭ سمندر میں بھری جہاز پر دورانِ سفر کسی کا استعمال ہو جائے اور کنارے پر پہنچنا ممکن نہ ہو تو غسل و کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھیں اور پھر میت کو سمندر میں ڈبو دیں۔

زیارتِ قبور

① حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

«میں نے تمہیں پہلے منع کیا تھا لیکن اب زیارتِ قبور کر لیا کہ وہ اس سے دُنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے»
 (سنن ابن ماجہ)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی قبور کے پاس سے گزرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَ
لَكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَفُنَا وَمَخْنُ بِالْآثِرِ۔ (ترمذی)

ترجمہ ”اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری
منفرت فرمائے۔ تم ہم سے پہلے گئے ہو اور ہم تمہارے
پیچھے آنے والے ہیں۔“

(۳) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب
تم قبرستان میں جایا کرو تو اہل قبور سے کہا کرو :-

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنشَاءَ اللَّهِ بَكُمْ لَا حِقُوقَ
نَسَلُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ ”سلام ہو تم پر اہل گھروں میں رہنے والے مومنوں اور مسلمانوں!
اللہ تعالیٰ ہم تم سے آٹنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے
اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔“

(۴) قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک دن زیارتِ قبور کر
لینی چاہیے۔ اس کے لیے سب سے افضل وقت جمعہ کے روز صبح کا وقت ہے۔ اولیاء
کرام کے مزارات پر زیارت کے لیے جانا درست ہے کیونکہ وہ زائرین کو نفع پہنچاتے
ہیں۔

(۵) قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا اور پیشاب وغیرہ کرنا حرام ہے۔

(۶) قبرستان میں جائیں تو کم از کم بسم اللہ شریف، دُرُودِ شَرِيفِ اور اِحْمَدِ شَرِيفِ،
تین مرتبہ قل ہو اللہ شریف اور پھر دُرُودِ شَرِيفِ پڑھ کر قبرستان کے مومنین کو اس کا
ثواب پہنچائیں۔

تعزیت کرنا

① اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ :-

”اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرنے والے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کرامت کا جوڑا پہنائے گا“
(ابن ماجہ)

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”جس نے مصیبت زدہ کی تعزیت کی اُس کے لیے مصیبت زدہ جتنا اجر و ثواب ہے“

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”میت کے اہل خانہ کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے کیونکہ وہ اس حال میں کھانے کی طرف توجہ نہ دے سکیں گے“ (جامع ترمذی)

④ تعزیت کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کے تمام رشتہ داروں سے تعزیت کی جائے۔ البتہ عورتوں سے تعزیت صرف ان کے محرم ہی کریں۔ اور تعزیت ان الفاظ میں کی جائے :-

”اللہ تعالیٰ مرنے والے کی مغفرت کرے، اُسے اپنی رحمت سے ڈھلے۔ آپ لوگوں کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے“

صَوْرَةُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بیٹے کی وفات پر ایک تعزیت نامہ یوں تحریر فرمایا :-

” اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام ا

السلام علیکم! پہلے میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ پر اجر عطا فرمائے، تمہیں صبر عطا کرے اور ہمیں اور تمہیں شکر کرنے کی توفیق بخشے۔ درحقیقت

ہماری جان، ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیات اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا تمہیں خوشی اور عیش کے ساتھ اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کی مرضی ہوئی اپنی امانت کو تم سے واپس لے لیا اللہ تعالیٰ تمہیں خاص نوازش اور رحمت و ہدایت کی صورت میں بڑا اجر دینے والا ہے۔ پس اے معاذ! صبر کرو ایسا نہ ہو کہ گریہ و زاری تمہارے قیمتی اجر کو ضائع کر دے اور پھر تمہیں پچھتا نا پڑے۔ یقین رکھو رونے دھونے سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ ہی اس سے رنج و غم دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔

وَالسَّلَامُ

(معجم کبیر، معجم اوسط، طبرانی)

سوگ اور نوحہ

① میت پر نوحہ کرنا، یعنی مرنے والے کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بلند آواز

سے بیان کرنا جس کو عام زبان میں بین کرنا کہتے ہیں بالکل حرام ہے۔ داویلا کرنا، چیخنا، چلانا، گریبان چاک کرنا، مُمنہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کو بی کرنا، رالوں پر زور زور سے ہاتھ مارنا، زبیریاں رگڑنا اور اسی قسم کی حرکتیں کرنا سخت حرام ہیں۔

② آواز نکال کر رونا منع ہے لیکن دل میں رونا اور آنسو بہانا منع نہیں ہے۔

③ تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ البتہ عورت شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔

④ شوہر کی موت پر طلاقِ بائن کی صورت میں عورت پر جو سوگ واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت زینت اور بناؤ سنگھار کرنا چھوڑ دے۔

⑤ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”جو شخص کسی کی موت پر سر منڈائے یا چلاتے اور کپڑے پھاڑے میں اس سے بُری اور بے تعلق ہوں“
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

⑥ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-
”اے اللہ کے بندو! اپنے مُردے کو تکلیف نہ دو کیونکہ جب تم روتے ہو تو وہ بھی رونے لگتا ہے“

(نقل از بہارِ شریعت)

⑦ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
”اے ابنِ آدم! اگر تو صدمہ کے وقت صبر کرے اور ثواب چاہے تو تیرے لیے جنت کے سوا میں کسی چیز پر راضی نہیں“

(ابن ماجہ)

ہم نماز کے عملی بیان کو یہیں پر ختم کرتے ہیں کیونکہ نماز کے اہم موضوعات زیر بحث آچکے ہیں۔ حالانکہ نمازیں اور بھی ہیں مثلاً تہجد کی نماز، اشراق و چاشت کی نماز،

آدابین کی نماز، کسوف کی نماز، بارش کے لیے نماز، استغفار کی نماز، صلوٰۃ الحاجت، صلوٰۃ التبیح اور استخارہ کی نماز۔ ان تمام نمازوں کی تفصیل فقہ و فضائل کی کتابوں میں موجود ہے۔ لہذا جو حضرات ان نمازوں سے بھی استفادہ حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ان کتابوں سے رجوع کریں۔

روزہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان میں اپنے قرب وصال کی صلاحیت کی نمود و تکمیل کے لیے جو فرائض مقرر فرمائے ہیں، روزہ انہی فرائض میں سے ایک ایسا فرض ہے جس میں صفات بندگی عروج پذیر نظر آتی ہے۔ اس کو فرض قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا
مَعْدُودَاتٍ ۖ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ
يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ
خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن
كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ
فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى
وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ
وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ (پ البقرہ ۱۸۳ تا ۱۸۵)

ترجمہ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تمہیں پرہیزگاری نصیب ہو۔ یہ روزے گننے ہوئے دنوں کے لیے ہیں تو تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھے کہ گنتی پوری کر لے اور جنہیں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت ہی نہ ہو تو وہ

ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور جو اپنی طرف سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اُس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھ سکو تو۔ رمضان کا مہینہ کہ اس میں قرآن نازل ہوا جس میں لوگوں کے لیے ہدایت، راہنمائی اور فیصلہ کن روشن دلیلیں ہیں۔ تو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پاتے، ضرور اُس کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ کر پورے کر لے۔“

ماہِ رمضان کے روزے دینِ اسلام کا نہایت ہی اہم رکن ہیں۔ روزے کو صیام کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ صیام کے معنی ہیں ”رُک جانا، ترک کر دینا“ اور اصطلاحِ شریعت میں ”نفس کی رضا و خوشنودی“ کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر قربان کر دینے کا نام روزہ ہے، نفس کی خواہش و چاہت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ترک کر دینے کا نام روزہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اُس کی ناپسندیدہ اور نافرمودہ باتوں سے رُک جانے کا نام روزہ ہے، شہوات و خواہشات سے صبر کرنے کا نام روزہ ہے۔ اسی لیے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک

دیتا ہوں لیکن روزہ ایسی نیکی ہے جو خاص میرے لیے

ہے اس لیے روزہ کی جزا میں خود ہی دیتا ہوں۔“

یعنی اس نیکی کا اجر بلا حد و حساب ہے۔ چنانچہ فرمانِ الہی ہے:-

إِنَّمَا يُؤْتِي الضُّبُودَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(سُورَةُ الزُّمَرِ - ۱۰)

ترجمہ ”صبر میں استقلال ہے کام لینے والوں کو صبر کا صلہ

بے شمار ہی ملے گا۔“

یعنی اُن لوگوں کے اجر و ثواب کا کوئی حساب و شمار نہیں ہو سکتا جو شہوات و خواہشات سے صبر کرتے ہیں۔

روزہ کی فضیلت کا اندازہ کون کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر آپ کی ذات سے منسوب فرمایا ہے اور وضاحت سے فرمادیا کہ:-

«روزہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا بھی میں خود ہی دوں گا»

اگرچہ ہر عبادت خدا ہی کے لیے ہے لیکن روزہ کی تخصیص فرمادی جس طرح کہ کعبہ کو اپنا گھر کہہ دیا۔ حالانکہ ساری کائنات اور ہر چیز اُسی کی ہے۔ اِس کی وجہ شاید یہ ہے کہ روزے کی حقیقت «ترکِ خواہشِ نفس» ہے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہونے کے باعث بالکل بے ریا باطنی وصف ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان مردود کا لشکر شہوات ہیں اور روزہ شیطان کے اُس لشکر کو شکست دیتا ہے کیونکہ روزے کی حقیقت ہی «ترکِ شہوات» ہے۔ اِسی لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

«شیطان آدمی کے اندر اِس طرح رواں دواں رہتا ہے،

جس طرح کہ خون اُس کے اندر رواں دواں رہتا ہے۔ پس

چاہیے کہ بھوک کے ذریعے اُس کا راستہ تنگ کر دیا جائے»

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:-

«بہشت کا دروازہ کھٹکھٹانے میں تامل نہ کرو۔ پوچھا گیا!

کس چیز سے کھٹکھٹایا کریں؟ فرمایا: بھوک سے»

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ «عبادت کا دروازہ

روزہ ہی ہے»

وہ اِس لیے کہ عبادت میں جاہل ہونے والی چیز شہوات ہیں اور بھرا ہوا

پیش شہوات کو جنم دیتا ہے اور بھوک شہوات کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

” روزہ دار کے ہمنہ کی بوالہ تعالیٰ کے نزدیک بونے مُشک سے خوش تر ہے“

حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے کہ :-

”میرے بندے نے کھانے پینے کی خواہش اور خواہشِ جماع کو میرے لیے ترک کیا ہے تو اُس کا صلہ بھی میں ہی دے سکتا ہوں“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ :-

” روزہ دار کی نیند عبادت ہے، اُس کی سانس تسبیح ہے اور اُس کی دعا مستجاب ہے“

نیز فرمایا کہ :-

”جب ماہِ رمضان آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں شیطان کو بند کر دیا جاتا ہے اور منادی کہنے والا آواز دیتا ہے کہ ”اے طالبِ خیر و برکت آ کہ یہ وقت تیرا ہے اور اے طالبِ شر و رک جا کہ تیرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :-

لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّا أُمَّتِي أَنْ تَكُونَ
السَّنَةَ كُلَّهَا رَمَضَانَ۔ (بیہقی)

ترجمہ ”اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی متمنی ہو جائے“

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دے کر فرمایا :-

”اے لوگو! ایک بہت بڑا مہینہ تم پر سایہ نگر ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے اس کے روزوں کو تم پر فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص کسی نیکی کے ذریعے قُربِ الہی کا طالب ہو، اُس کو اتنا ثواب ہوتا ہے گویا اُس نے فرض ادا کیا۔ جس نے رمضان میں فرض ادا کیا تو اُس کا ثواب اتنا ہے گویا اُس نے دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے۔ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مواسات (درگزر، غم خواری) کا مہینہ ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا روق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص اس ماہ میں روزہ دار کو افطار کرے تو اُس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اُس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے۔ اور اُس کو بھی اتنا ثواب ملتا ہے۔ اس سے روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ نہیں گھٹایا جاتا۔ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم میں سے ہر آدمی کو افطار کرنے کی طاقت نہیں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص کو بھی یہ ثواب عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک عدد کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے کسی کا روزہ افطار کر دے۔ اور جو شخص کسی روزہ دار آدمی کو سیر ہو کر کھانا کھلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو میرے حوض سے اس طرح پلائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے، اس کے درمیان میں بخشش ہے اور اُس کے آخر میں آگ سے نجات ہے۔ جو شخص اس میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کر دے، اللہ تعالیٰ اُس کو بخش دیتا ہے اور آگ

سے آزاد کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے قریب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

أَنَا كُمْرٌ مَضَانٌ شَهْرٌ بَرَكَةٌ يَفْتَاكُمُ اللَّهُ فِيهِ
فِي نِزْلِ الرَّحْمَةِ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيبُ فِيهِ
الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى تَنَافُسِكُمْ فِيهِ وَيَبَاهِي
بِكُمْ مَلَائِكَتَهُ فَأَرُو اللَّهَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَإِنَّ
الشَّقِيَّ مَنْ خَوَّفَ فِيهِ رَحْمَةَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (طبرانی)

ترجمہ: ”مہہارے پاس رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ مہہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، خطاؤں کو معاف فرماتا ہے، دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے، مہہارے تنافس رہا ہی رغبت، اکود دیکھتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیکیاں پیش کرو۔ بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:-

”اولادِ آدم کے ہر نیکی عمل میں اضافہ کیا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے، میں خود ہی اس کی جزا دوں گا کیونکہ روزہ دار اپنی خواہش نفس اور کھانے پینے کو میرے لیے ترک کرتا ہے۔“

روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت کی اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ ڈھال ہے دگنا ہوں سے بچنے کی، پس جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اُس میں بدکلامی اور دنگا فساد نہ کرے، اگر کوئی اُسے بُرا بھلا کہے یا لڑنا چاہے تو اُس سے کہہ دے کہ میں تو روزے سے ہوں۔“ (صحیح بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”رمضان کے ہر شب و روز میں اللہ تعالیٰ کی بارہ سے جہنم کے قیدی رہا کیے جاتے ہیں اور ہر شب و روز میں ہر مسلمان کی ایک دُعا قبول کی جاتی ہے۔“ (براز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:-

”تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی۔ ایک روزہ دار کی دُعا افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی کہ اُس کی دُعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اُپر اٹھا لیتا ہے اور اُس پر آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تیری مدد ضرور کروں گا گو اُس میں کچھ دیر ہو جائے۔“ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
 ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ
 مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا
 وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (مسلم)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے ایمان و احتساب کی
 خاطر رکھے اُس کے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے، جس نے
 ایمان و احتساب کے لیے رمضان کی راتوں میں قیام کیا،
 اُس کے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ:-

»میری امت کو رمضان میں پانچ ایسے اعمال عطا کیے گئے
 ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں ہوئے ① اُن
 کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے ② اُن
 کے لیے دریا کی پھلیاں افطار کے وقت تک دعا کرتی رہتی
 ہیں۔ ③ ہر روز جنت کو اُن کے لیے آراستہ کر کے کہا
 جاتا ہے کہ عنقریب میرے صالح بندے مُتقیین اُٹھانے
 کے بعد تیری طرف آئیں گے۔ ④ اس مہینے میں سرکش
 شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اس لیے وہ رمضان میں
 اُن بُرائیوں تک نہیں پہنچ سکتے جن تک وہ دوسرے
 مہینوں میں پہنچتے ہیں۔ ⑤ رمضان کی آخری رات میں
 روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا آخری رات لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا:
 نہیں بلکہ مزدور کو کام ختم ہونے پر مزدوری دی جاتی ہے۔ (زیہتی)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:-

”منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم منبر کے نزدیک ہو گئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر چڑھتے ہوئے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا ”آمین“ پھر دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا ”آمین“ پھر تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا ”آمین!““
 خطبے سے فارغ ہو کر جب آپ منبر سے اترے تو ہم نے پوچھا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے قبل کبھی نہیں سنی گئی۔ فرمایا کہ اس وقت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اس کی مغفرت نہ ہو سکی۔ میں نے کہا ”آمین“ جب میں دوسرے درجہ پر پہنچا تو انہوں نے کہا ”ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا“ میں نے کہا ”آمین!“ اور جب میں نے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا ”ہلاک ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اُسے جنت میں داخل نہ کرایا“ میں نے کہا ”آمین“

(صحیح بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.
 (مسلم)

ترجمہ » جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ کی آگ سے دور کر دیا۔ «

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - (ترمذی)

ترجمہ » جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق بنا دیتا ہے جس طرح کہ زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ «

روزے کا باطن

طہارت و نماز کی طرح روزے کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے جس کے متعلق سیدنا غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

» روزہ دو قسم کا ہے، ایک شریعت کا روزہ ہے اور دوسرا طریقت کا روزہ ہے۔ شریعت کا روزہ یہ ہے کہ دن میں کھانے پینے اور جماع کرنے سے پرہیز کیا جائے، جب کہ طریقت کا روزہ یہ ہے کہ انسان ظاہری اور باطنی طور پر رات دن اپنے اعضاء کو شریعت میں حرام اور ممنوعہ باتوں اور دیگر تمام بُرائیوں سے باز رکھے۔ اگر وہ بُرے افعال میں سے کسی ایک کا بھی متکرب ہوگا تو اس کا روزہ طریقت باطل ہو

جائے گا۔ شریعت کے روزے کا صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک ایک وقت مقرر ہے لیکن روزہ طریقت دائم تمام عمر کے لیے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ » بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جن کو روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا« اس لیے کہا گیا ہے کہ » کتنے ہی روزے دار ہیں جو افطار کرنے والے ہیں اور کتنے ہی افطار کرنے والے ہیں جو روزے سے رہتے ہیں« یعنی کتنے ہی روزیدار ہیں جو کھانے پینے سے پرہیز رکھتے ہیں لیکن برائیوں سے باز نہیں آتے۔ ان کے روزوں کا ثواب نہیں بحقیقت میں روزے دار وہی ہیں جو بُرے کاموں سے بچتے ہیں اور کسی کو اذیت نہیں دیتے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ » روزہ میری خاطر ہے اور میں ہی اُس کی جزا دوں گا« حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ » روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت کی خوشی اور دوسری رویت کی خوشی« اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے نصیب کرے۔ اہل شریعت فرماتے ہیں کہ افطار سے مراد غروبِ آفتاب کے وقت کھانا پینا ہے اور رویت سے مراد عید کا چاند دیکھنا ہے۔ لیکن اہل طریقت نے فرمایا ہے کہ افطار سے مراد » جنت میں داخل ہو کر اُس کی نعمتوں سے روزہ طریقت افطار کرنا ہے« اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور آپ کو بھی ان نعمتوں سے سیراب فرمائے اور رویت سے مراد » قیامت کے دن بستر کی آنکھوں سے

جمالِ الہی کا نظارہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے۔

اور ”روزہ حقیقت“ سے مراد ”دل کا ماسویٰ اللہ کو ترک کر دینا اور سیر کا غیر اللہ کے مشاہدہ کی محبت سے پاک ہو جانا ہے“ حدیثِ قدسی میں فرمانِ الہی ہے :-

إِلَّا لِسَانَ سِرِّي وَأَنَا سِرُّكَ.

ترجمہ ”السان میرا راز ہے اور میں اُس کا راز ہوں“

پس جو راز اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اُس کا میلان کسی غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ اُس کے لیے دنیا و آخرت میں ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی محبوب، کوئی مرغوب اور کوئی مطلوب نہیں ہے۔ اگر وہ غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو روزہ حقیقت ناسد ہو جاتا ہے۔ روزہ حقیقت کی تصانیہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت ترک کر کے دنیا و آخرت میں پھر اسی ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور شوق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے“ (نقل از متر الاسرار)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ :-

روزے کے تین درجے ہیں۔ ① عوام کا روزہ، ② خواص کا روزہ، ③ خواص الخاص کا روزہ۔ عوام کے روزہ کو بعد میں بیان کیا جائے گا۔ پہلے خواص الخاص کے روزے کو بیان کیا جاتا ہے۔ خواص الخاص کا روزہ اعلیٰ ترین درجے کا روزہ ہے، وہ یوں کہ خدائے حق تعالیٰ کے سوا دل کو تمام اندیشوں سے پاک و صاف کر کے اپنے آپ کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کے پُر ذکر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا

ظاہر و باطن کی ہر چیز سے روزہ رکھا جائے۔ یعنی غیر اللہ کو مکمل طور پر ترک کر دیا جائے۔ ایسا روزہ رکھنے والا ذکر اللہ یا ذکر اللہ سے متعلق کسی چیز کے علاوہ اور کوئی بات زبان پر نہیں لاتا۔ اور اگر لاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی دنیاوی غرض کے بارے میں غور و فکر کرے تو اس کا روزہ باقی نہیں رہتا، اگرچہ روزہ عوام میں یہ مباح ہے اور اس سے عوام کا روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن خواص انخاص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ اگر وہ دنیاوی فکر راہ دین میں مددگار ہو تو روزہ برقرار رہتا ہے کیونکہ اُسے دنیاوی فکر کہا ہی نہیں جاسکتا۔ ورنہ ایسا روزہ دار اگر دن کے وقت یہ تدبیر کرنے لگے کہ روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیے تو اس تدبیر کو اُس کے گناہوں میں لکھ دیا جاتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس رزق کو پہنچانے کا اُس سے وعدہ کر رکھا ہے اُسے اُس پر سختہ یقین ہی نہیں ہے۔ اس قسم کے روزہ دار کا درجہ انبیاء اور صدیقوں کا ہے، ہر کوئی اس درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ خواص کا روزہ یہ ہے کہ اپنے اعضاء کو نہ صرف کھانے پینے اور جماع سے بچانے بلکہ اس کے علاوہ بھی تمام بُری باتوں سے محفوظ رکھے۔ خواص کا روزہ چھ باتوں سے مکمل ہوتا ہے:-

①۔ غیر اللہ کی طرف رغبت دلانے والی ہر چیز سے آنکھ کو بچانا، خاص طور پر شہوت انگیز چیز سے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے "آنکھ شیطانوں کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے اور خوفِ الہی کے باعث اس سے دُور

رہنے والے کو خلعتِ ایمانی سے نوازا جاتا ہے جس کی جلالت اُس کا دل ہی محسوس کر سکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں روزہ کو توڑ دیتی ہیں۔ ۱۔ تھوٹ۔ ۲۔ چغلی۔ ۳۔ نکتہ چینی۔ ۴۔ تھوٹی قسم اور۔ ۵۔ شہوت بھری آنکھ۔

②۔ زبان کو بیہودہ باتوں سے محفوظ رکھنا اور ایسی باتوں میں دل لگائے رکھنا جو اُسے بیہودہ بگو اس سے بچاتے رکھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر اللہ اور تلاوت میں مشغول رہا جائے ورنہ یادہ گوئی سے تو خاموشی بہتر ہے اور مناظروں میں الجھنا یا بحث و تکرار میں پڑنا بجائے خود نقصان دہ قسم کی بے ہودہ گوئی میں شامل ہے اور غیبت اور تھوٹ سے تو بعض علماء کے نزدیک عوام کا روزہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔

③۔ کانوں کو ایسی باتیں سننے سے بچا یا جانے جن کا سننا جائز نہیں کیونکہ جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں۔ اور سننے والا کہنے والے کے برابر کا شریک ہوتا ہے اور غیبت و تھوٹ کے گناہ میں اُس کا حصہ دار ہوتا ہے۔

④۔ تمام اعضاء کو ناشائستہ حرکات سے بچانا کیونکہ جو کوئی روزہ کی حالت میں بھی حرکاتِ بد سے باز نہیں آتا، اُس کی مثال ایسے بیمار کی سی ہے جو میوہ کھالے سے تو پرہیز کرتا ہے لیکن زہر کھا لیتا ہے۔ کیونکہ گناہ زہر کی مانند ہے اور طعام غذا ہے جس کا بہت زیادہ کھانا اگرچہ نقصان دہ ہے تاہم اپنی اصل میں تو وہ زہر نہیں ہے۔

⑤۔ افطار کے وقت حرام اور شائبہ اشیاء نہ کھائے

ورنہ روزے کا اصل مقصد حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ روزے کا اصل مقصد تو شہوات کو کمزور کرنا ہے۔ اور جب دونوں وقت خوب جی بھر کر طرح طرح کی غذائیں کھائی جائیں تو شہوت کمزور ہونے کی بجائے بڑھے گی۔ حالانکہ جب معدہ خالی نہ ہوگا تو دل کیوں کر صاف ہوگا؟ بلکہ سنت یہ ہے کہ روزہ دار دن کو زیادہ دیر تک نہ سوتا رہے تاکہ ضعف اور جھوک کو اپنے آپ میں محسوس کر سکے۔ اور رات کو جب تک مھوڑا کھا کر جلدی نہ سو جائے تو نماز شب کیسے ادا کرے گا؟ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ « اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا دشمن بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ اور کوئی نہیں »

⑥ — افطار کے بعد اس خوف اور امید میں نہ گھلنا کہ

نہ معلوم روزہ قبول بھی ہوا ہے یا نہیں؟

پس ان تمام باتوں سے تجھے یہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص روزہ رکھنے سے فقط یہ مراد لیتا ہے کہ بس کھانا پینا ترک کر دینا ہی اس ضمن میں کافی ہے تو اس کا روزہ ایک بے جان جسم کی مانند ہے۔ کیونکہ جو شخص نماز مغرب کے بعد ہی آئندہ کے کھانے کی تدبیر کرنے لگے اور اپنی شہوت کو وہ کچھ بہیم پہنچانے میں لگا رہے جس کا وہ تقاضا کرتی ہے تو اس کی شہوت مضبوط تر ہوگی نہ کہ ضعیف تر۔ ایسی حالت میں اس بندہ شہوت کو روح روزہ کیوں کر حاصل ہوگی؟

(نقل از کیمیائے سعادت)

عوام کے روزہ کے متعلق ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ وہ عام آدمی

جسے صرف روزے کے ظاہر سے واقفیت ہے اور وہ بے چارہ پیارے روزہ رکھتا ہے تو وہ اپنے روزہ کے حسن کو قائم رکھ سکے۔

روزہ کے فرائض

ماہِ رمضان کے روزہ میں چھ فرض ہیں :-

① ماہِ رمضان کے چاند کو تلاش کرنا۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ چاند پورا تین کا ہے یا انتہیں^{۲۹} کا ہے۔

② روزہ رکھنے کی نیت کرنا۔ دل میں روزہ رکھنے کے مضبوط ارادہ کو نیت کہتے ہیں۔ نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ نیت کا وقت غروبِ آفتاب سے لے کر دوال سے پہلے دوپہر تک ہے۔

③ باہر سے کوئی چیز ارادۂ روزہ دار کے اندر نہ جائے۔ اندر سے مراد وہ جگہ ہے جو کسی چیز کی قرار گاہ ہو۔ مثلاً دماغ، پیٹ، معدہ اور مثانہ وغیرہ۔ اگر بلا ارادہ کوئی چیز اس کے اندر پہنچ جائے مثلاً اڑتی ہوئی مکھی یا عیار یا گلی کا پانی جو تاؤ تک پہنچ جائے تو کوئی نقصان نہیں۔

④ اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرنا۔

⑤ کسی طریق سے بھی ایسا قصد نہ کرنا کہ جس سے منی خارج ہو سکتی ہو۔

⑥ ارادۂ قے نہ کرنا۔

روزہ کی سنتیں

روزہ کی سنتیں پانچ ہیں :-

① سحری دیر سے کھانا۔

② افطار میں جلدی کرنا۔

③ سخاوت کرنا، صدقہ دینا اور کھانا تقسیم کرنا۔

- ④ قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرنا۔
 ⑤ مسجد میں انعکاف کرنا خاص طور پر آخری دس راتوں کے دوران۔

روزہ کے مسائل

① رات کے آغاز سے لے کر طلوعِ فجر تک روزے کی نیت کرتے وقت
 اِن الفاظ کا ادا کرنا مستحب ہے:-

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

یعنی ”میں نے کل ماہِ رمضان کا روزہ رکھنے کی نیت کی“

② اگر پہلے روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا پہلے رمضان کے آغاز کا شک تھا کہ

ہوگا بھی یا نہیں اور بعد میں دن چڑھے روزہ ہونے کا یقین ہو گیا، یا ویسے ہی دن چڑھے
 روزہ رکھنے کا ارادہ بن گیا تو ان سب صورتوں میں اگر ابھی تک کھایا یا کچھ نہیں تو زوال
 سے پہلے پہلے روزہ رکھ لینے کی نیت کر لینے سے روزہ ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں
 روزہ رکھنے کی نیت کرتے وقت اِن الفاظ کا ادا کرنا مستحب ہے:-

نَوَيْتُ اَنْ اَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

یعنی ”میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج کے دن کا روزہ رکھنے
 کی نیت کی“

لیکن یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ ”میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں“ ورنہ

روزہ نہ ہوگا۔

③ رات کو طلوعِ فجر سے پہلے کسی وقت یا سحری کھاتے وقت روزہ

رکھنے کی نیت کرنا مستحب ہے۔ سحری کھانا بذاتِ خود روزہ رکھنے کی نیت سے چاہے
 رمضان کے روزے کی سحری ہو یا غیر رمضان کے روزے کی ہو۔ لیکن اگر سحری کھاتے
 وقت روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو سحری کھانے سے روزے کی نیت نہ ہوگی۔

④ رمضان کے تمام روزوں کے لیے اکٹھی ایک ہی دن نیت کر لینا درست

نہیں بلکہ ہر دن کے روزے کے لیے الگ نیت کرنا لازمی ہے۔

⑤ یہ ضروری نہیں کہ رمضان کے ادا روزوں میں "فرض" کہہ کر نیت کی جلتے صرف روزے کی نیت کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ مریض کے بارے میں ہے کہ اگر وہ رمضان کا روزہ رکھنا چاہے تو نیت کرتے وقت "فرض" کا تعین کرے۔ یہ اس لیے کہ مریض پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔ وہ اگر فرض کا تعین کیے بغیر ویسے ہی روزے کی نیت کرے یا نفل روزہ رکھنے کی نیت کرے تو اس کا روزہ رمضان کا روزہ نہ ہوگا۔ اسی طرح رمضان کے قضا روزے رکھتے وقت "فرض" کی نیت کرنا لازمی ہے۔

⑥ کسی مسافر یا مریض نے رمضان شریف میں اگر کسی واجب یا نفل روزے کی نیت کی تو اس کا روزہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ رمضان کا روزہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے نفل یا واجب یا کسی اور قسم کے روزے کی تخصیص نہیں کی بلکہ ویسے ہی روزہ رکھنے کی نیت کی تو اس کا روزہ رمضان کا روزہ ہوگا۔

⑦ یہ تینوں روزے یعنی رمضان کا فرض روزہ، نفل روزہ اور نذر کا معین روزہ خالی روزے کی مطلق نیت سے ہی ہو جاتے ہیں، خاص اُنہی کی نیت ضروری نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص نہ تو مریض ہے اور نہ ہی مسافر، اور وہ رمضان میں کسی اور واجب روزے کی نیت کر لے تو اس کا وہ روزہ رمضان ہی کا فرض روزہ ہوگا۔

⑧ رمضان کے مہینے میں اگر کوئی فرض روزے کی بجائے کسی اور نفل یا واجب روزے کی نیت کر کے روزہ رکھتا ہے تو اس کا وہ روزہ رمضان کا فرض روزہ ہی ہوگا کوئی اور روزہ نہ ہوگا کیوں کہ رمضان میں صرف رمضان کا فرض روزہ ہی صحیح ہے اور کوئی روزہ صحیح نہیں۔

⑨ نفل روزہ نیت کر کے رکھ لینے سے واجب ہو جاتا ہے اگر کوئی رکھ کر اسے توڑ دیتا ہے تو اس روزے کی قضا اس پر واجب ہو جائے گی۔

⑩ اگر کوئی رات کو روزہ رکھنے کی نیت کر لیتا ہے لیکن طلوع فجر سے پہلے

پہلے روزے کی نیت توڑ دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اُس پر قضا واجب نہیں۔
 (۱۱) روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اس لیے طلوع فجر سے پہلے وہ
 تمام کام کرنے جائز ہیں جنہیں روزے کی حالت میں کرنا منع ہے۔

مسائل چاند دیکھنے کے متعلق

(۱) شعبان کی ۲۹ تاریخ کو اگر رمضان کا چاند نظر آجائے تو صبح کو رمضان کا روزہ رکھا جائے۔ اگر اس تاریخ کو چاند نہ نکلے یا آسمان پر بادل پھلتے ہوئے ہوں اور چاند نظر نہ آیا ہو تو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا ہے یا نہیں تو صبح کو روزہ نہ رکھا جائے۔ بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کیے جائیں۔

(۲) مطلع ابراؤد ہونے کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو رمضان کا چاند اگر نظر نہ آسکا تو صبح کو نفل روزہ مت رکھو۔ لیکن اگر کسی نے ہر ہفتہ میں کسی دن کو مخصوص کر کے اُس دن روزہ رکھنے کا معمول بنا رکھا ہو اور اتفاق سے صبح وہی دن آتا ہو تو وہ نفل روزہ رکھ لے۔ اور اگر رمضان ہونے کی خبر کہیں سے آگئی تو اُس کا نفل روزہ رمضان کا ادا روزہ شمار ہوگا۔ نفل نہ رہے گا۔

(۳) مطلع ابراؤد ہونے کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو رمضان کا چاند نظر نہ آسکے تو صبح کو زوال کے وقت تک کچھ نہ کھایا پیا جائے تاکہ اگر کہیں سے چاند نظر آجانے کی خبر آجائے تو نیت کر کے روزہ رکھ لیا جائے اور خبر نہ آنے کی صورت میں زوال کے بعد کھانا پینا شروع کر دیا جائے۔

(۴) ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو صبح کو قضا کا یا نذر کا یا کفارہ کا روزہ بھی نہ رکھا جائے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور اگر کسی نے قضا یا نذر یا کفارہ کا روزہ رکھ لیا اور کہیں سے چاند دیکھ لینے کی خبر آگئی تو اُس کا یہ رکھا ہوا روزہ رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور اُسے قضا یا نذر وغیرہ کا روزہ پھر سے رکھنا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی خبر نہیں آئی تو اُس کا وہی روزہ ہوگا جس کی اُس نے نیت کی تھی۔

⑤ مطلع گرد آلود ہے یا ابر آلود ہے اور اُس کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا لیکن کوئی دیندار و پرہیزگار مرد یا عورت اگر چاند دیکھ لینے کی گواہی دے دے تو رمضان کا چاند دیکھنے کی یہ گواہی مکمل ثبوت ہے اور رمضان کا روزہ اُس گواہی پر رکھا جائے۔

⑥ اگر عید کا چاند ابر آلود یا گرد آلود موسم کی وجہ سے نظر نہ آیا تو ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں چاہے وہ کتنا ہی پرہیزگار و دیندار کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر دو پرہیزگار و دیندار مرد عید کے چاند کو دیکھ لینے کی گواہی دے دیں تو اعتبار کر لیا جائے۔ انہی طرح عید کے چاند کے لیے ایک پارسا مرد اور دو پارسا عورتوں کی گواہی معتبر مانی جائے۔ اکیلی عورتوں کی گواہی معتبر نہیں چاہے وہ تعداد میں چار ہی کیوں نہ ہوں اور وہ کتنی ہی پاکباز کیوں نہ ہوں۔

⑦ جو آدمی نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے، نہ تہوٹ بولنے اور گناہ کرنے سے پرہیز کرتا ہے اور نہ ہی کسی اور معاملے میں شریعت کی پابندی کرتا ہے، اُس کی گواہی کا اعتبار نہ کیا جائے چاہے وہ جتنی قسمیں بھی کھا ڈالے۔ ایسے تین چار آدمی اگر مل کر بھی گواہی دیں تو اُن کا اعتبار نہ کیا جائے۔

⑧ عوام میں مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چار تاریخ ہوتی ہے اُس دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے۔ شریعت میں ایسے ڈھکوسلے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا رمضان کا چاند دکھائی نہ دے تو روزہ مت رکھیں۔

⑨ مطلع بالکل صاف و شفاف ہو تو فقط دو چار آدمیوں کی گواہی سے چاند کا دیکھ لیا جانا نہ مانا جائے۔ بلکہ جب تک لوگوں کی اکثریت چاند کا دیکھ لیا جانا بیان نہ کرے رمضان یا عید کا چاند تسلیم نہ کیا جائے۔

⑩ کہنے کو ہر کوئی کہہ رہا ہو کہ چاند دیکھا جا چکا ہے لیکن یہ گواہی کوئی نہیں دیتا کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے تو چاند کا دیکھ لیا جانا تسلیم نہ کیا جائے۔

⑪ اگر کوئی رمضان کا چاند اکیلا دیکھتا ہے اور کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود نہیں اور وہ آدمی شریعت کی رو سے معتبر بھی نہیں تو اُس کی گواہی سے شہر والے روزہ نہ رکھیں لیکن وہ خود روزہ رکھے۔ اس صورت میں اگر اُس نے تیس روزے پورے کر لیے لیکن عید کا چاند

صراط الصالحین جلد دوم ۳۲۴ روزہ کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا
 دکھائی نہیں دیا تو وہ اکتیواں روزہ بھی رکھے اور اگلے دن دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔
 ⑫ عید کا چاند اکیلا دیکھنے والا شخص چونکہ شریعت میں معتبر نہیں اس لیے عید کا چاند
 دیکھ لینے کے باوجود عید نہ منائے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے بلکہ دوسرے لوگوں
 کے ساتھ روزہ رکھے۔

روزہ کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا

- ① بھول چوک کر کھاپی لینے یا مباشرت کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کھانا پینا ایک
 مرتبہ ہو یا کئی مرتبہ، تھوڑا ہو یا زیادہ اگر بھول چوک کر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔
- ② کوئی بھول چوک کر کھاپی رہا ہو تو دیکھنے والے کو چاہیے کہ روزہ دار اگر ناتواں
 و کمزور ہے اور وہ روزہ سے تکلیف اٹھاتا ہے تو اسے روزہ یاد نہ دلاتے بلکہ اسے کھانے
 پینے دے اور اگر روزہ دار تندرست و توانا ہے اور روزے کی تکلیف برداشت کر لے کی
 اس میں ہمت ہے تو اسے روزہ یاد دلانا واجب ہے۔
- ③ سوتے ہوئے خواب میں مباشرت کرنے یا احتلام ہونے کی صورت میں
 روزہ نہیں ٹوٹتا۔
- ④ تیل لگانے، سرمہ لگانے اور خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ
 روزہ مکروہ ہوتا ہے۔
- ⑤ مرد عورت کا روزے کی حالت میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانا، پیار کرنا،
 اکٹھے لیٹنا درست ہے لیکن اگر اس سے جذبات مشتعل ہو کر مباشرت کرنے پر اکسائیں
 تو مکروہ ہے۔
- ⑥ خوشبو کی دھونی کو ارادہ سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ ایسی خوشبو
 کہ جس میں دھواں نہ ہو اسے سونگھنا منع نہیں ہے۔
- ⑦ دانتوں میں کھائی ہوئی خوراک کا کوئی ذرہ مچھنا ہوا تھا اور روزہ دار اسے خلال
 سے نکال کر منہ سے باہر نکال لے بغیر کھا گیا تو اس کے لیے حکم ہے کہ اگر وہ ذرہ چنے کے

روزہ کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا

دانے سے چھوٹا تھا تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر چنے کے دانے کے برابر یا اس سے بڑا تھا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اور اگر غلال کر کے ایک دفعہ منہ سے باہر لے آیا اور پھر اسے کھالیا تو چاہے وہ ذرہ مقدار میں تھڑتا تھا یا بڑا، ہر دو صورتوں میں روزہ اس سے ٹوٹ گیا۔

۸) تھوک نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۹) رات کو غسل کرنا واجب ہو گیا لیکن غسل نہ کیا اور دن کو کسی وقت غسل کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، بلکہ اگر دن بھر بھی غسل نہ کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ غسل نہ کر لے گا گناہ اس کے ذمہ ہے۔

۱۰) ناک کے ریشے یا بلغم یا منہ کی رال نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۱) سوتے وقت منہ میں پان دبا ہوا رہ گیا اور طلوع فجر کے بعد آنکھ کھلی تو پان منہ میں تھا تو روزہ نہیں ہوا۔ قصار کھنا لازم ہے۔

۱۲) روزہ یاد ہونے کے باوجود گلی کرتے وقت پانی حلق سے نیچے چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اس کی قضا واجب ہے۔

۱۳) ارادے کے بغیر قے ہو جانے تو روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے قے زیادہ ہو یا تھوڑی۔ مگر ارادۂ قے کی تو اگر قے منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر سے تھوڑی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۴) تھوڑی سی قے آئی اور بلا ارادہ خود ہی حلق میں ٹوٹ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر جان بوجھ کر اپنے ارادہ سے حلق میں ٹوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۱۵) اگر کوئی شخص پتھر یا کسی دھات کا ٹکڑا نگل گیا حالانکہ وہ چیز نہ تو کھانے کی تھی اور نہ ہی بطور دوا استعمال میں آتی تھی تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔ اور اگر اس نے ایسی چیز نگل لی جو یا تو کھانے کے طور پر استعمال ہوتی ہو یا صرف دوا کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہو تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

۱۶) اگر روزہ دار مرد و عورت نے مباشرت کی یا ابھی سرد کی سپاری عورت کے اندر گئی لیکن انزال نہیں ہوا کہ اس فعل کو ختم کر دیا تو دونوں حالتوں میں روزہ بھی ٹوٹ گیا

صراطِ الصّالحین جلد دوم ۳۲۶ روزہ کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا

اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔ اسی طرح اگر مرد نے عورت کے پانچانے کی جگہ سپاری کا برابر اندر کر دیا تو عورت و مرد دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا اور ان پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔

(۱۷) روزہ توڑ ڈالنے پر کفارہ صرف اُس صورت میں واجب ہوتا ہے جب کہ روزہ رمضان شریف میں ہو۔ رمضان شریف کے روزے کے علاوہ اور کسی روزے کو توڑ دینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے وہ روزہ رمضان شریف کے روزے کی قضا ہی کیوں نہ ہو اور وہ جس طرح بھی توڑا گیا ہو۔

(۱۸) ناس لینے، کان میں تیل ڈالنے یا جلاب میں عمل لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جس کے لیے صرف قضا واجب ہے۔ کفارہ نہیں ہے۔ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۹) روزے کی حالت میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل ڈالنا منع ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا واجب ہو جاتی ہے۔

(۲۰) دائی نے کسی ضرورت کے تحت عورت کی پیشاب کی جگہ کے اندر انگلی ڈالی یا اُس نے خود اپنی انگلی ڈالی، پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی باہر نکال کر پھر اندر کر دی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اگر پہلی دفعہ نکالنے کے بعد دوبارہ اندر نہیں کی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ لیکن اگر پہلی مرتبہ اندر کرتے وقت انگلی پانی سے یا کسی اور چیز سے بھگی ہوئی تھی تو پہلی ہی دفعہ انگلی اندر کرنے سے روزہ ٹوٹ گیا۔

(۲۱) منہ سے نکلنے والے خون کو تھوک کے ساتھ نکل جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر خون کی مقدار تھوک سے کم ہے اور خون کا ذائقہ حلق میں معلوم نہیں ہوتا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲۲) زبان سے کوئی چیز چکچک کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کسی بد مزاج شوہر کی بیوی شوہر کے خوف کی وجہ سے سالن کا نمک پانی درست رکھنے کے لیے سالن چکچک سکتی ہے۔ اس کے لیے مکروہ بھی نہیں۔

(۲۳) اگر کوئی روزہ دار کسی بچے کو کوئی چیز اپنے منہ میں چبا کر کھلاتا ہے تو مکروہ ہے لیکن کسی مجبوری اور لاچارگی کی بنا پر ایسا کرنے میں کراہت نہیں۔

(۲۴) منجن سے دانت مانتھنا یا کوئلہ چبا کر دانت مانتھنا مکروہ ہے۔ اس دوران اگر کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ سواک سے دانت صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں چلے سواک کسی بھی طرح کا ہو۔

(۲۵) بے ہوش پڑی ہوئی عورت یا غافل سوئی ہوئی عورت سے کسی مرد نے جماع کر لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس پر صرف قضا واجب ہے لیکن مرد پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

(۲۶) کوئی بھول کر کوئی چیز کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس طرح میرا روزہ ٹوٹ چکا ہے اور اس وجہ سے پھر وہ قصدا کھاپی لے تو اب اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر اس کی قضا واجب ہوگی۔ کفارہ نہیں۔

(۲۷) اگر کوئی قے آنے پر یہ سمجھ بیٹھے کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے اور اس وجہ سے وہ کھانا پینا شروع کر دے تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر صرف قضا واجب ہے۔

(۲۸) سرمہ لگانے، تیل ڈالنے یا قصدا کھلوانے پر یہ سمجھ لینا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے اور اس وجہ سے پھر وہ قصدا کھاپی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔

(۲۹) ماہ رمضان میں اگر اتفاقاً کسی کا روزہ ٹوٹ جائے تو وہ بقیہ سارے دن میں کچھ نہ کھائے پیئے۔ اس پر سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

قضا روزے کے مسائل

(۱) کسی وجہ سے ماہ رمضان کا ایک روزہ یا کئی روزے ٹوٹ گئے یا پھوٹ گئے ہوں تو رمضان کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو ان کی قضا رکھ لے۔ بلا وجہ قضا رکھنے میں دیر کرنا گناہ ہے۔

② روزے کی قضا رکھتے وقت یہ ضروری نہیں کہ روزے کے دن یا تاریخ کا نام لے کر نیت کی جائے بلکہ فقط اتنا ہی ارادہ کافی ہے کہ فلاں رمضان کے روزوں کی قضا رکھنی ہے۔

③ قصاروزے کی نیت رات ہی کو کر لینا ضروری ہے۔ اگر طلوع فجر کے بعد نیت کی تو قضا غلط ہوگئی اور وہ روزہ نفل ہوگیا۔ قضا کا روزہ دوبارہ رکھے۔

④ کفارے کے روزے کا یہی حکم ہے کہ اس کی نیت رات ہی کو طلوع فجر سے پہلے پہلے ہی کر لی جائے ورنہ کفارے کا روزہ نہ ہوگا۔

⑤ قضا شدہ روزے یکے بعد دیگرے اکٹھے بھی رکھے جاسکتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے کیے کے مختلف دنوں میں بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

⑥ ایک رمضان کے قصاروزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ اگلا رمضان آگیا تو اب نئے رمضان کے اداروزے رکھے جائیں اور عید کے بعد پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا ادا کرے۔

⑦ رمضان کے مہینے میں اگر کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور ایک دن سے زیادہ بے ہوشی رہے تو بے ہوشی کے پہلے دن کو پھوڑ کر دوسرے دنوں کی قضا اس کے ذمہ ہوگی۔ بے ہوشی کے پہلے دن کی واجب نہیں کیونکہ اس دن کا روزہ اس کی نیت کی بدولت درست ہوگیا وہ بھی اس صورت میں کہ اگر اس کے حلق سے کوئی دوا یا خوراک وغیرہ نہ اتاری گئی ہو۔ بصورت دیگر اس دن کی قضا بھی واجب ہو جائے گی۔

⑧ رات کو بے ہوش ہو جانے والے روزہ دار کا بھی وہی حکم ہے کہ جس رات بے ہوشی واقع ہوئی اس دن کی قضا واجب نہیں۔ لیکن بے ہوشی میں گزرنے والے باقی تمام دنوں کی قضا واجب ہوگی۔ البتہ اگر اس رات اس کی نیت صبح کا روزہ رکھنے کی نہیں تھی یا صبح کو کوئی دوا یا کوئی اور چیز اس کے حلق سے نیچے اتاری گئی تو اس دن کا روزہ بھی اسے قضا رکھنا پڑے گا۔

⑨ سارے رمضان شریف میں بے ہوش رہنے والے پر بھی قضا رکھنا لازم ہے البتہ اگر کوئی بالکل ہی حواس کھو بیٹھے اور مجنون و دیوانہ ہو جائے تو اس رمضان کے کسی

بھی روزے کی قضا اُس کے ذمہ نہیں ہے۔ لیکن اگر رمضان میں کسی دن اُس کا جنون ختم ہو جائے اور اُس کے ہوش ٹھکانے آجائیں تو اب روزے رکھنا شروع کر دے اور جتنے دن جنون میں گزرے اُن کی قضا بھی رکھے۔

نذر کاروزہ

① جب کوئی شخص اس قسم کی نذر مانتا ہے کہ "یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں فلاں دن کاروزہ رکھوں گا" تو اس صورت میں اگر اُس کا وہ کام ہو جائے تو اُس پر نذر مانے ہوئے روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا اور روزہ نہ رکھنے پر گنہگار ہوگا۔ ایسا روزہ رکھتے وقت رات سے نیت کرنا بھی درست ہے اور اگر رات کو نیت نہیں کی تو پھر صبح زوال سے ایک گھنٹہ پہلے بھی نیت کر لے تو درست ہے اور نذر ادا ہو جائے گی۔

② اگر کسی نے اس طرح منت مانی کہ "یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ایک یا دو یا پانچ روزے رکھوں گا" یا کام کی شرط لگائے بغیر ایسا کہہ دیا کہ میں اتنے روزے رکھوں گا تو ایسی نذر کے روزے رکھتے وقت رات کو نیت کرنا شرط ہے۔ اگر رات کو نیت نہ کی اور صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو یہ روزہ نفل شمار ہوگا۔ نذر کاروزہ نہ ہوگا۔

③ کسی مخصوص دن کاروزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب وہ دن آیا تو فقط اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آج میرا فلاں نذر کاروزہ ہے۔ یا یہ کہ اُس دن نفل روزے کی نیت کر لی تو تب بھی اُس کا وہ روزہ نذر کاروزہ ہوگا۔ لیکن اگر اُس مخصوص دن کو اُس نے قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کاروزہ رکھنا بھول گیا یا نذر کاروزہ اُسے یاد تو تھا مگر جان بوجھ کر اُس نے قضا کا روزہ رکھ لیا تو اُس کا وہ قضا روزہ ہی ہوگا، نذر کاروزہ نہ ہوگا۔ اُسے نذر کاروزہ پھر سے رکھنا پڑے گا۔

نفل روزہ

- ① نفل روزے کی نیت کرتے وقت اگر یوں کہہ دیا جائے کہ میں نفل روزہ رکھتا ہوں یا فقط اتنا کہہ دے کہ میں روزہ رکھتا ہوں دنوں صورتوں میں نیت درست ہے۔
 - ② نفل روزے کی نیت دن کے دوران وقت زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک کی جاسکتی ہے بشرطیکہ ابھی تک کچھ کھایا یا پیا بھی نہ ہو۔
 - ③ نفل روزہ رمضان شریف میں نہیں رکھا جاسکتا۔ رمضان کے سوا جب جی چاہے نفل روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ البتہ سال بھر میں پانچ دنوں میں روزے رکھنا حرام ہے۔ وہ پانچ دن یہ ہیں :-
 - عید الفطر کا دن اور عید قربانی کی دسویں تاریخ سے لے کر تیرہویں تاریخ تک۔ ان دنوں میں کسی بھی قسم کا روزہ حرام ہے۔ چاہے نذر کا روزہ ہو یا قضا و کفارے کا روزہ ہو۔
 - ④ نفل کا روزہ نیت کر لینے کے بعد واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ دن میں دوپہر سے پہلے نیت کی ہو۔ اگر رات کو نیت کی گئی ہو واجب نہیں ہوتا۔ طلوع فجر سے پہلے نیت توڑی جاسکتی ہے۔ نفل روزہ توڑنے پر اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔
 - ⑤ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔ اگر اس نے بغیر اجازت نفل روزہ رکھ لیا اور شوہر تڑوانا چاہے تو توڑ دے اور پھر اس کی اجازت ہی سے اس کی قضا رکھے۔
 - ⑥ محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ :-
- ”جو کوئی یہ روزہ رکھے گا اس کے گذشتہ سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے“
- لیکن یاد رہے کہ صرف دسویں محرم کو روزہ رکھنا مکروہ ہے اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھے کہ یہ مستحب ہے۔

④ عید الاضحیٰ کے شروع چاند سے نوں تک برابر روزے رکھنا بے حد ثواب کا کام ہے خاص کر نوں تاریخ کے روزے کی بڑی فضیلت ہے کہ نوں کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے پھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

⑤ ہر ماہ کی تیر ہویں چود ہویں اور پندرہ ہویں تاریخ کو روزے رکھنا گویا سال بھر برابر روزے رکھنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ روزے رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر دو شنبہ (اتوار) اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے۔

مسائلِ سحری

① روزہ رکھنے کی خاطر رات کو طلوع فجر سے پہلے پہلے جو کچھ کھایا جاتا ہے اسے "سحری" کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی سحری کھایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

② حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہان ہے کہ۔

”سحری کھایا کرو کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے“ (ترمذی)

③ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:-

”جماعت، شریک اور سحری ان تینوں میں برکت ہے“ (طبرانی)

④ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے“

(ابوداؤد، ترمذی)

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

» سحری کھا کر دن کے روزے پر استعانت کرو اور قیلوہ کر کے رات کے قیام پر استعانت کرو« (بیہقی)

⑥ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

» سحری تمام کی تمام برکت ہے، اسے نہ چھوڑنا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لیا کرے، کیونکہ سحری کھانے والوں پر فرشتے درود بھیجتے ہیں«

⑦ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

» تین شخصوں کے کھانے پر اللہ اللہ حساب نہیں ہوگا۔ ۱۔ رزقِ مہل سے روزہ رکھنے والا۔ ۲۔ سحری کھانے والا اور۔ ۳۔ سرحد پر گھوڑا تیار رکھنے والا« (طبرانی کبیر)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ سحری کھانا سنت ہے۔ اگر بھوک نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کھانے کو جی نہ کرتا ہو تو کم از کم ایک دو چھوہارے ہی کھالیے جائیں یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالی جائے۔ اور کچھ نہ ہی تو کم از کم سحری کی نیت سے ایک دو گھونٹ پانی ہی پی لیا جائے۔ اس طرح سنت پر بھی عمل ہو جائے گا اور اہل کتاب کی مخالفت بھی۔

⑧ سحری دیر سے کھانا مستحب ہے لیکن اس میں وقت کے اہتمام کا خطرہ نہ ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ سحری کا وقت ختم ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے ختم کر لی جلتے۔

⑨ اگر سحری کے وقت آنکھ نہ کھل سکی اور طلوع فجر کے بعد جاگ آئی تو کچھ کھائے پیے بغیر ہی روزہ رکھ لیا جائے۔

⑩ اگر غسل کرنا واجب ہے اور وقت اتنا ہے کہ اس میں یا تو غسل کیا جاسکتا ہے یا سحری کھائی جاسکتی ہے تو نماز کی طرح وضو کر کے سحری کھالی جائے اور اس کے بعد غسل کر لیا جائے:-

①① نیند سے دیر میں بیدار ہونے پر گمان ہوا کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے اور اس خیال سے سحری کھالی اور بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی ہے تو روزہ نہیں ہوا لیکن بہتر ہے کہ سارا دن روزے داروں کی طرح رہے۔ اس روزے کی صرف قضا واجب ہے۔

①② سورج کے ڈوب جانے کے گمان سے روزہ کھول لیا لیکن درحقیقت سورج نہیں ڈوبا تھا تو اس روزہ کی صرف قضا واجب ہے۔ یہ احتیاط کرے کہ بقیہ وقت میں روزہ داروں کی طرح رہے۔

①③ دیر ہو گئی اور صبح ہو جانے کا اندیشہ پڑ گیا تو شبہ میں کھانا پینا مکروہ ہے اگر ایسے وقت میں کھاپی لیا اور پھر معلوم ہو گیا کہ صبح ہونے کے بعد کھایا پیا گیا ہے تو اس روزہ کی قضا رکھی جائے۔ اور کچھ معلوم نہ ہو سکا، صرف شبہ ہی شبہ رہا تو قضا واجب نہیں۔ وہی روزہ ہو گیا۔ ہاں اگر احتیاطاً قضا رکھ لی جائے تو اور بات ہے۔

①④ سورج غروب ہو جانے پر فوراً روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ دیر سے افطار کرنا مکروہ ہے۔

①⑤ مطلع آبر آلود ہونے کی صورت میں روزہ قدرے دیر سے کھولا جائے۔ گھڑی وغیرہ پر بھی اعتماد نہ کیا جائے۔ جب تک سورج غروب ہونے کی دل نہ گواہی دے روزہ کھولنا درست نہیں۔ جب سورج غروب ہونے میں شبہ رہے، روزہ افطار کرنا جائز نہیں۔

افطاری کے مسائل

① سارا دن روزہ سے رہنے کے بعد غروبِ آفتاب پر دن بھر کے ترک شدہ امور کو دوبارہ کرنے یعنی کھانا پینا وغیرہ اختیار کرنے کا نام افطاری ہے۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

”جب رات اس طرف سے آئی شروع ہو جائے، دن اس طرف سے پلٹنا شروع کر دے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا“

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

”اپنے بندوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پسند وہ شخص ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے“

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :-

”دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کیا کرتے تھے“ (ابن ماجہ)

⑤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-

”جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، وہ مہلانی پر رہیں گے“ (بخاری شریف)

⑥ ویسے تو رزقِ حلال میں سے جو چیز بھی میسر آجائے اس سے روزہ افطار

کر لیا جائے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تازہ کھجور سے روزہ افطار فرماتے۔ اگر تازہ کھجور

دستیاب نہ ہوتی تو چھوہاروں سے افطار فرمایتے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوتے تو پانی کے ایک

دو گھونٹ پی کر روزہ افطار فرمالتے تھے۔

④ یوں بھی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے قبل تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرمالتے تھے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی سے افطار فرمایا کرتے تھے۔

⑧ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

”جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اُسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ اُس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی پاک ہے“

⑨ حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روزہ افطار فرماتے وقت یہ الفاظ ادا فرماتے تھے :-

اللَّهُمَّ لَكَ صُيِّمْتُ وَعَلَى رِشَاقِكَ أَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ ”اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا“

⑩ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”جس نے حلال و پاکیزہ کھانے یا پانی سے کسی کا روزہ افطار کر لیا تو فرشتے ماہِ رمضان کے وقتوں میں اُس کے لیے بخشش کی دُعا مانگتے رہتے ہیں۔ اور جبریل علیہ السلام لیلۃ القدر میں اُسکی بخشش کی دُعا مانگتے ہیں“ (طبرانی)

⑪ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

”جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرتا ہے یا کسی غازی کو سامانِ جہاد مہیا کرتا ہے تو اُسے بھی اتنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے“ (نسائی)

(۱۲) افطار کا صحیح وقت ہو جانے پر روزہ جلدی افطار کر لینا چاہیے۔ افطاری میں اتنی دیر نہ کی جائے کہ ستارے نظر آنے لگیں کیونکہ اس قدر دیر کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔

کفارہ کے مسائل

(۱) اگر کوئی روزہ دار ماہ رمضان کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دیتا ہے تو اس پر کفارہ لازم آجاتا ہے۔ کفارہ ادا کرنے کے تین طریقے ہیں :-

۱- غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔ آج کل اس طرح کفارہ ادا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آج کل غلام یا لونڈی رکھنے کا رواج نہیں ہے۔

۲- لگاتار ساٹھ روزے رکھنا۔

۳- اگر ساٹھ روزے نہ رکھے جاسکیں تو پھر ساٹھ مسکینوں کو صبح شام دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

(۲) روزوں کی صورت میں کفارہ اس طریقے سے ادا کیا جاسکتا ہے کہ لگاتار یکے بعد دیگرے ساٹھ روزے رکھے جائیں۔ اگر درمیان میں ایک روزہ کا بھی ناغہ ہو جائے تو نئے سرے سے دوبارہ ساٹھ روزے رکھے جائیں۔ البتہ عورت کے حیض کے دنوں میں جتنے روزے پھوٹ جائیں ان سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ حیض کے فوراً بعد پھر روزے شروع کر کے ساٹھ روزے پورے کر لیے جائیں تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یعنی حیض سے پہلے اور بعد والے روزے ملا کر کل ساٹھ روزے پورے ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران نفاس کا زمانہ آجائے تو کفارے کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور پھر نئے سرے سے پورے ساٹھ روزے رکھنے واجب ہوں گے۔

(۴) اسی طرح اگر کفارے کے روزوں کے درمیان ماہ رمضان آجائے تو

کفارے کے روزے چھوڑ کر رمضان کے روزے رکھے جائیں اور رمضان کے بعد نئے سرے سے پورے ساٹھ روزے لگاتار رکھ کر کفارہ پورا کیا جائے۔

⑤ ایک ہی رمضان میں اگر ایک سے زیادہ روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

⑥ اگر کسی پر ایک کفارہ واجب ہو اور وہ ابھی ادا نہیں کر پایا تھا کہ دوسرا کفارہ واجب ہو گیا تو ایسی صورت میں دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ چاہے یہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں۔ بشرطیکہ روزہ فاسد ہونے کی وجہ جسنی فعل نہ ہو۔ کیونکہ مباشرت اور جماع کے باعث جتنے روزے فاسد ہوں ان میں سے ہر ایک کا کفارہ الگ الگ ادا کرنا ہوگا۔

⑦ اگر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرنا ہو تو یہ خیال رکھا جائے کہ مساکین پوری عمر کے ہوں۔ اگر چھوٹی عمر کے بچوں کو کھلایا تو ان کے بدلے پوری عمر کے مساکین کو کھلایا جائے۔

⑧ محتاجوں کو کھلایا جانے والا کھانا اپنے گھر کے عام معیار کا ہو اس معیار سے کم کا کھانا نہ دیا جائے۔

⑨ یہ ضروری نہیں کہ مسکینوں کو کھانا کھلانے میں تسلسل رکھا جائے اس میں یہ اختیار ہے کہ ایک ہی وقت میں ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیا جائے یا متفرق طور پر کھلا دیا جائے۔

⑩ اگر ایک وقت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا اور دوسرے وقت میں ان کے سوا دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ پہلے یا پچھلے مسکینوں کو پھر ایک وقت کا کھانا کھلایا جائے۔

⑪ اگر ایک ہی محتاج کو ساٹھ دن تک صبح شام کھانا کھلا دیا تو ایسے طرح بھی کفارہ ادا ہو جائے گا لیکن بہتر ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو بیک وقت کھانا کھلایا جائے۔

⑫ اس طرح بھی کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر سوا دو سیر

گندم یا اُس کی قیمت دے دی جائے اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھانا کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دے دے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیس مساکین کو دو دن صبح شام کھانا کھلا دے۔ مطلب یہ ہے کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کر دے۔

روزہ توڑ دینے کے جواز

اتفاقی حالات کے تحت مندرجہ ذیل صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے:-

- ① اچانک کوئی شدید قسم کا دورہ پڑ گیا یا ایسا عارضہ ہو گیا کہ جس میں جان چلے جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا یا کوئی حادثہ ہو گیا اور موت کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ایسی تمام صورتوں میں روزہ توڑ دیا جائے تو جائز ہے۔
- ② اچانک کسی ایسی بیماری کا حملہ ہو گیا جس میں جان جانے کا تو کوئی خطرہ نہ ہو لیکن یہ ایشہ ہو کہ اگر روزہ توڑ کر اُس کا علاج نہ کیا گیا تو بیماری خطرناک صورت اختیار کر لے گی تو اس صورت میں بھی روزے کا توڑ دینا جائز ہے۔
- ③ اگر کسی کو بھوک پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو روزہ توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔
- ④ کسی حادثہ کی وجہ سے حاملہ عورت یا اُس کے پیٹ کے بچے کی جان کا خطرہ پیدا ہو جائے تو روزہ توڑا جاسکتا ہے۔
- ⑤ کسی کو سانپ وغیرہ ڈس لے اور اُس کی جان چلے جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیا جائے۔
- ⑥ جسم میں کمزوری بھتی لیکن رمضان کا روزہ چھوڑنا گوارا نہ کیا اور روزہ رکھ لیا لیکن دن میں جان پر بن آئی یا مرض شدت اختیار کر گیا تو روزہ توڑ دیا جائے۔

روزہ نہ رکھنے کے جواز

مندرجہ ذیل حالات میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن ان کی قضا ضروری

ہوتی ہے:-

① اگر روزہ رکھنے سے بیمار کو اپنی بیماری میں اضافے کا، یا صحت میں تاخیر ہو جانے کا یا صحت مند کو بیمار ہو جانے کا یا کسی خادمہ کو ناقابل برداشت کمزوری کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں۔ بعد میں کسی موافق صورت حال میں قضا رکھ لیں۔ یاد رہے کہ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں:-

۱۔ ظاہری نشان ۲۔ ذاتی تجربہ اور ۳۔ کسی دیندار مسلمان ماہر معالج کی رائے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ کسی کافر یا بدکار و ناقابل اعتماد معالج یا ڈاکٹر کے کہنے سے یا اپنے ناقص دہم و گمان سے روزہ نہ رکھنا گناہ کا کام ہے۔ اور اگر روزہ رکھ کر ان غیر معتبر وجوہات کی بنا پر توڑ دیا تو کفارہ لازم آیا۔

② حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر روزے سے شدید نقصان کا صحیح اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔

③ عورت کو حیض نفاس آجائے تو اس کا روزہ خود بخود ٹوٹ گیا۔

④ کسی عورت کا پورے دس دن رات کے بعد حیض ختم ہوا تو اگلے دن کا روزہ رکھے۔ اگر دس دن رات سے کم وقت میں حیض ختم ہوا اور طلوع فجر ہونے میں اتنا وقت باقی ہے کہ نہانے کے بعد تھوڑا سا وقت بچ رہے گا تو چاہے اس نے غسل کیا یا نہ کیا، وہ روزہ رکھے اور اگر وقت تنگ ہو اور غسل کے بعد طلوع فجر ہو چکے تو روزہ نہ رکھے۔

⑤ بھوک و پیاس کی شدت سے ہلاکت کا صحیح اندیشہ ہو یا نقصان عقل کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔

روزے کا فدیہ

① جن لوگوں کو کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو انہیں اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں لیکن فی روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کریں۔ فدیہ یہ ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک محتاج یا مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دیں یا صدقہِ فطر کے برابر غنہ یا اس کی قیمت دے دیں۔

② فدیہ دینے کے بعد اگر فدیہ دینے والے میں اتنی قوت و طاقت آگئی کہ اب روزہ رکھ سکتا ہے تو وہ روزوں کی قضا رکھے۔ اس کا دیا ہوا فدیہ نفل صدقہ ہو گیا۔

③ بعض کمزور حضرات ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ماہِ رمضان کے لگاتار روزے تو نہیں رکھ سکتے مگر بیچ میں ایک دو دن ناغہ کر کے رکھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اتنے روزے رکھنا فرض ہے جتنے وہ رکھ سکتے ہوں اور بقایا روزے اپنے موافق موسم میں رکھ لیں۔

④ جو معمر خواتین و حضرات گرمیوں میں تو روزے نہیں رکھ سکتے مگر سردیوں میں رکھ سکتے ہیں تو ان پر سردیوں میں روزے رکھنا فرض ہے۔

⑤ اگر کوئی شخص مرتے وقت اپنے ذمہ قضا روزوں کا فدیہ ادا کر لے کی وصیت کر جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے ترکہ میں سے ہر اصدقہ سے فدیہ ادا ہو سکتا ہے تو فدیہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر فدیہ کی رقم ترکہ کے ایک تہائی مال کی قیمت سے زیادہ بنتی ہے تو فدیہ ادا کرنا صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ جب مرنے والے کے وارث برضا و رغبت اس کی اجازت دے دیں۔ لیکن اس صورت میں بھی نابالغ بچوں کی اجازت معتبر نہیں۔

⑥ اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو لیکن اس کے وارث اپنی طرف سے اس کے چھوڑے ہوئے روزوں اور نماز کا فدیہ ادا کر دیں تو اچھی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و بخشش سے کام لے کر قبول فرمائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ غفور رحیم ہے۔

اعتکاف

ایک مقررہ مدت کے لیے دُنیا کے بکھڑوں سے علیحدگی اختیار کر کے قُربِ الہی کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کی یادِ دل میں بسا کر کسی آباد مسجد میں بیٹھ رہنے کو شریعتِ مطہرہ کی اصطلاح میں اعتکاف کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خالص عبادت ہے جو یوں تو ہر وقت ادا کی جا سکتی ہے لیکن عام طور پر یہ ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں ادا کی جاتی ہے اور اس مدت میں یہ سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر کسی بستی یا محلے میں اگر ایک آدمی بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے یہ سنت ادا ہو گئی اور اگر کوئی ایک شخص بھی اعتکاف میں نہ بیٹھا تو سارے محلے یا بستی والے گنہگار ہوئے۔ اگر کسی محلے کی مسجد میں کسی باہر کے آدمی نے بھی اگر اعتکاف کیا تو پھر بھی اہل محلہ کی طرف سے یہ سنت ادا ہو گئی۔

ارکانِ اعتکاف

- اعتکاف کے چار رکن ہیں جن کے نہ ہونے سے اعتکاف نہیں ہوتا۔
- ① نیت: نیت کیے بغیر اعتکاف نہ ہوگا۔ بعض ائمہ کے نزدیک نیت اعتکاف کا رکن نہیں بلکہ شرط ہے۔ لیکن اگر شرط بھی ہو تو ہے ضروری۔
 - ② معتکف کا موجود ہونا کہ معتکف کے بغیر اعتکاف کیسا؟
 - ③ اعتکاف مسجد میں کرنا، مسجد کے بغیر کسی اور جگہ اعتکاف نہیں ہو سکتا۔
 - ④ معتکف کا مسجد کے اندر رہنا، دورانِ اعتکاف اگر معتکف مسجد کے اندر نہ رہے تو اعتکاف نہ ہوگا۔

اعتکاف کی شرائط

اعتکاف کی شرائط یہ ہیں :-

- ① معتکف مسلمان ہو، غیر مسلم اعتکاف نہیں کر سکتا۔
- ② اعتکاف کرنے والے کا عاقل ہونا، دیوانہ اور ہوش و حواس سے عاری بے عقل اعتکاف نہیں کر سکتا۔
- ③ واجب اور سنت اعتکاف میں روزے سے ہونا، روزہ رکھے بغیر نہ تو واجب اعتکاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی سنت اعتکاف ہو سکتا ہے۔
- ④ عورت مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتی۔ وہ اپنے گھر میں اعتکاف کرے۔
- ⑤ عورت اگر اعتکاف کرے تو حیض و نفاس سے پاک ہونا اس کے لیے شرط ہے۔
- ⑥ معتکف کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں، سمجھ دار نابالغ بچہ بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف تین قسم کا ہوتا ہے۔ یعنی واجب، سنت اور نفل یا مستحب۔

① واجب اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے جو منت ماننے سے واجب ہوتا ہے یا سنت اعتکاف ٹوٹ جانے سے واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹوٹ جانے والے سنت اعتکاف کی قضا واجب ہوتی ہے۔

② سنت اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے جو ہر رمضان شریف میں ۲۱ دین رات کے آغاز سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک کیا جاتا ہے۔ یہ اعتکاف اس لیے سنت کہلاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرے میں یہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

③ نفل اعتکاف

یہ اعتکاف ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔

اعتکاف کی ان تینوں قسموں کے مسائل علیحدہ علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں :-

واجب اعتکاف

اگر کوئی شخص دل سے ارادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی زبان سے عرض کرتا ہے کہ "یا اللہ! اگر میری فلاں حاجت پوری ہو جائے تو میں فلاں دن کا یا اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا" تو اس پر اعتکاف کرنا واجب ہو گیا۔ اس طرح کی منت میں اگر دنوں یا تاریخوں کی تخصیص کی گئی تو انہی مقرر شدہ دنوں یا تاریخوں میں اعتکاف کرنا واجب ہو گا۔ اگر نہ کرے گا تو قضا لازم آئے گی۔ اور اگر منت مانتے وقت دنوں یا تاریخوں کی تخصیص کیے بغیر فقط یہ کہا گیا کہ اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا تو اس قسم کا اعتکاف جب چاہے کر سکتا ہے۔

اگر منت مانتے وقت اس طرح کہا کہ "انشاء اللہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا" تو اس طرح منت کا اعتکاف واجب نہیں ہو گا کیوں کہ اس طرح منت ماننا ہی درست نہیں۔

واجب اعتکاف کے مسائل

- ① روزہ رکھے بغیر واجب اعتکاف قطعاً نہیں ہوتا۔
- ② منت مانتے وقت اگر نیت صرف دن کے اعتکاف کی تھی تو طلوع فجر سے پہلے پہلے مسجد میں جا کر معتکف ہو جائے اور غروب آفتاب پر اعتکاف ختم کر دے اور اگر دل میں نیت چوبیس گھنٹے کے اعتکاف کی تھی یا ایسی تخصیص کے بغیر فقط ایک دن کی نیت تھی تو دو دنوں صورتوں میں غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں جا کر اعتکاف میں بیٹھ جائے اور دوسرے غروب آفتاب پر اعتکاف ختم کر دے۔
- ③ فقط رات کے اعتکاف کی منت ہوتی ہی نہیں کیوں کہ منت کے اعتکاف میں روزہ رکھنا شرط ہے اور رات کا روزہ ہوتا ہی نہیں۔

- ④ دو یا دو سے زیادہ دنوں کی منت میں راتیں خود بخود شامل ہوں گی۔
- ⑤ اگر منت دو یا دو سے زیادہ دنوں کی تھی مگر نیت صرف دن میں اعتمکاف کرنے کی تھی تو صرف دن کا اعتمکاف کرے۔

⑥ دو یا دو سے زیادہ دنوں کے اعتمکاف کی نذر کی صورت میں ہر روز یکے بعد دیگرے پلاناغہ اعتمکاف کنا واجب ہے۔ درمیان میں اگر ناغہ ہو گیا تو نئے سرے سے دوبارہ اعتمکاف کرنا ہوگا۔ ہاں اگر نیت ہی لگاتار دنوں کی نہ ہو بلکہ متفرق دنوں میں اعتمکاف کرنے کی ہو تو پھر وقفے کے ساتھ اعتمکاف کیا جاسکتا ہے۔

⑦ واجب اعتمکاف اگر پورا نہ کیا جاسکے تو اس کا فدیہ دے دیا جائے جو واجب اعتمکاف کے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا یا اس کی قیمت ادا کرنا ہے۔ اگر نذر ماننے والا واجب اعتمکاف کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو در ثناء اس کا فدیہ ادا کریں۔

سُنّتِ اعتمکاف

یہ اعتمکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے طور پر ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں کیا جاتا ہے کیونکہ روزوں کی فرضیت کے وقت سے لے کر آخری دم تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اعتمکاف پورے اہتمام سے فرمایا ہے۔ یوں تو یہ اعتمکاف رمضان کے کسی بھی عشرے میں کیا جاسکتا ہے لیکن سنت صحیح یہ ہے کہ آخری عشرے میں کیا جائے۔ بیویں روزے کے دن غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں جا کر اعتمکاف کی نیت کر لی جائے۔ اس دن کا روزہ مسجد ہی میں انظار کیا جائے۔ اور پھر عید کا چاند دکھائی دیئے جانے پر اعتمکاف ختم کیا جائے۔

مسائل

① یہ اعتمکاف اس مسجد میں کیا جائے جس میں پنجگانہ نماز اور نماز تراویح باعتم

ہوتی ہو اور بہتر وہ مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہو۔

② اعتکاف کے دوران معتکف مسجد کی حدود میں رہے۔ بغیر شرعی ضروریات کے مسجد کی حدود سے باہر نہ جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد معلوم کر لینی چاہئیں۔ مسجد کا کمرہ، اس کا برآمدہ اور اس کا صحن سب مسجد میں شامل ہوتا ہے۔ مسجد کے ساتھ کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو مسجد کی ضروریات کے لیے مختص ہوتا ہوتا ہے لیکن شرعی طور پر مسجد میں شمار نہیں ہوتا، جیسے وضو کرنے کی جگہ، غسل خانہ، استنجا کرنے کی جگہ، مسجد کی سیڑھیاں، امام کا حجرہ، مسجد کی محراب، مسجد کا مینارہ وغیرہ۔ ان جگہوں پر مسجد کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس لیے شرعی غدد کے بغیر ان جگہوں پر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

③ وضو کرنے کی جگہ مسجد کی حدود میں شامل نہیں ہوتی چاہے وہ مسجد سے بالکل ملحق ٹونٹیوں کی صورت میں ہو یا مسجد کے صحن میں وہ درود تالاب یا حوض کی صورت میں ہو۔ اور بعض مساجد میں وضو کرنے کی وہ جگہ کہ جہاں وضو کرتے وقت بیٹھا جاتا ہے، حدود مسجد میں شامل ہوتی ہے، اس لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے یہ سب معلومات حاصل کر لینی چاہئیں۔

④ بعض مساجد میں بچوں کی پڑھائی کے لیے سینچہ جگہ بنی ہوتی ہے یا مسجد کی صفیں، دریاں اور دیگر سامان رکھنے کی جگہ بنی ہوتی ہے تو اگر بنانے والوں نے اسے مسجد کی حدود میں شامل کیا ہو تو وہاں جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

⑤ معتکف رفع حاجت کے لیے، وضو و غسل کے لیے، بوقت مجبوری کھانا لانے کے لیے، یا اپنی مسجد میں نماز جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسری مسجد میں نماز جمعہ کے لیے حدود مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ لیکن عذر ختم ہونے پر فوراً مسجد میں واپس آجائے۔

⑥ اگر مسجد کے ساتھ لیٹرین وغیرہ نہ ہو تو کہیں باہر یا اپنے گھر کی لیٹرین تک رفع حاجت کے لیے جاسکتا ہے۔ یا اگر مسجد کے ساتھ لیٹرین تو ہو لیکن اتنی غلیظ ہو کہ ادھر

رُخ بھی نہ کیا جاسکتا ہو یا جس میں کپڑوں کے ناپاک ہونے کا قوی امکان ہو گھر کی لیٹرین میں جا سکتا ہے اور اگر اُس کے گھر بھی ایک سے زیادہ ہوں تو قریب ترین گھر تک جائے۔ اور راستہ میں نہ اپنی مرضی سے ٹھہرے اور نہ کسی کے ٹھہرانے سے ٹھہرے اور نہ کسی سے حال احوال پوچھے۔ البتہ راستے میں کسی کو سلام کر سکتا ہے اور سلام کا جواب بھی دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ راستہ میں اگر کوئی اُسے روکنا چاہے تو کہہ دے کہ میں اعتکاف میں ہوں اور پھر چل دے۔

④ گھر میں رفع حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو کر سکتا ہے۔

⑧ اعتکاف میں شوقیہ غسل کی اجازت نہیں کہ جب جی چاہا نہ ہالیا اس طرح کا نہانا اعتکاف میں جائز نہیں۔ البتہ اگر احتلام ہو جائے یا گرمی کی شدت کے باعث وجود میں تلخی اور بے چینی و گھبراہٹ پیدا ہو جائے یا جسم سے میل کچیل کی بدبو آنے لگے تو یہ صورت میں غسل کرنا جائز ہے اور اس کے لیے مسجد کی حدود سے باہر بھی جا سکتا ہے، مگر مسجد سے ملحقہ غسل خانے میں غسل کرنا چاہیے اور اگر مسجد سے ملحقہ غسل خانہ نہ ہو تو نزدیک ترین حمام یا اپنے گھر تک غسل کے لیے جا سکتا ہے۔

⑨ سردیوں کے اعتکاف میں اگر احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے شدید تکلیف ہونے کا خطرہ ہو تو معتکف کو چاہیے کہ مسجد کی دیوار یا صحن سے تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر سے گرم پانی منگوا کر مسجد کے غسل خانے میں غسل کرے یا گھر پر جا کر غسل کرے۔ لیکن گھر پر غسل کرنے میں یہ احتیاط برتے کہ جب غسل کے لیے گھر پہنچے تو غسل خانے میں پہلے سے گرم پانی موجود ہو۔ اور اگر مسجد کے قریب کوئی گرم حمام ہو تو وہاں جا کر غسل کرے۔ ان تمام صورتوں میں غسل کرنے کے بعد فوراً مسجد میں واپس آجائے۔

⑩ اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا درست نہیں۔ کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر سال اعتکاف فرمایا لیکن اس دوران آپ نے جمعہ کا غسل کبھی بھی نہ فرمایا اور نہ جمعہ کے غسل کے لیے کبھی مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ البتہ مسجد میں رہ کر کئی کونے میں بیٹھ کر پانی کے ٹب میں غسل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ غسل کے پانی کے چھینٹے

مسجد کی حدود میں نہ گریں۔

⑪ صوفیائے کرام کے نزدیک اعتکاف میں غسل جنابت کے علاوہ اور کوئی غسل

جائز ہی نہیں کیونکہ اعتکاف میں بندہ ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں حضور کی حالت میں ہوتا ہے اور حضور کی میں ننگا ہونا آداب کے خلاف ہے۔

⑫ جن مسجدوں میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہو کہ جہاں معتکف خود تو مسجد کے

اندر ہے مگر وضو کا پانی مسجد سے باہر گریے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اگر وضو کی جگہ حدود مسجد سے دور ہو تو کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگو کر مسجد کے کنارے بیٹھ کر اس طرح وضو کرے کہ خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی باہر گریے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو باہر مجبوری باہر بھی جاسکتا ہے۔

⑬ جس مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو اس مسجد کا معتکف نماز جمعہ ادا کرنے کے

لیے کسی قریبی جامع مسجد میں جاسکتا ہے لیکن احتیاط کرے کہ خطبہ سے صرف اتنا پہلے جائے کہ وہاں پہنچ کر چھ یا چار رکعات پڑھ سکے۔ اور نماز جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد معتکف وہاں سنتیں پڑھ سکتا ہے مگر چاہیے کہ وہاں ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اگر کوئی معتکف ٹھہر بھی جائے تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ کیونکہ آخر وہ مسجد ہی میں ٹھہرا ہے۔

⑭ اگر کوئی معتکف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی مسجد سے کسی دوسری جامع مسجد

میں چلا جائے اور وہاں جا کر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لیے ٹھہر جائے تو اس کا اعتکاف تو پورا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہے۔

⑮ چاہیے کہ جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے اور اگر کسی

شدید مجبوری کی وجہ سے وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے تو چاہیے کہ کسی دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کر لیا جائے۔ بشرطیکہ راستے میں کہیں نہ ٹھہرے۔ ایسی مجبوری کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مسجد منہدم ہو جائے یا معتکف کو زبردستی وہاں سے نکال دیا جائے یا اسے جان و مال کے جانے کا شدید خطرہ پیدا ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

مفسداتِ اعتکاف

مندرجہ ذیل امور سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے :-

① اعتکاف کے دوران مباشرت کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے :-

وَلَا تَبَايَسُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

(پ البقرہ ۱۸۷)

ترجمہ: "اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو کر و

تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو"

② معتکف اگر دورانِ اعتکاف مُرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اس کے دوبارہ اسلام لانے پر اعتکاف کی قضا اس کے ذمہ ہوگی۔

③ دورانِ اعتکاف نشہ آور چیز استعمال کرنے پر اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

④ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے چاہے روزہ نہ بھی ٹوٹے

کچھ علماء کے نزدیک جھوٹ و غیبت جیسے کبار سے اعتکاف تو فاسد نہیں ہوتا تاہم تقویٰ کے خلاف ہے۔

⑤ جنون و بے ہوشی کے مسلسل دورے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

⑥ حیض و نفاس کے آنے سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔

⑦ غیر شرعی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر نکلنے پر اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

⑧ شرعی ضرورت سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے پر اعتکاف ٹوٹ

جاتا ہے۔

⑨ کسی بھی وجہ سے اگر روزہ ٹوٹ جائے تو اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

⑩ اگر بھول کر بھی معتکف حدودِ مسجد سمجھ کر ایسی جگہ چلا گیا جو دراصل مسجد کی حد میں

نہیں تھی تو پھر بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔

⑪ اگر معتکف اذان دینے کی خاطر مسجد کے مینار پر چڑھ جائے تو اعتکاف نہیں

ٹوٹے گا بشرطیکہ مینار پر چڑھنے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو۔ لیکن اگر مینار پر چڑھنے کا راستہ مسجد سے باہر ہو اور معتکف اسی باہر والے راستے سے مینار پر چڑھا تو اعتکاف ٹوٹ گیا۔

⑫ ایسے حجرے کہ جو حدودِ مسجد میں شامل نہ ہوں، اُن میں چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ مسجد سے متصل ایسے حجرے کہ جن میں نمازی عام طور پر پنجگانہ نماز پڑھتے رہتے ہیں، اُن میں چلے جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ بعض مساجد کے ساتھ کھیلنے کے وسیع دالان ہوتے ہیں جن میں نماز پنجگانہ تو ادا نہیں کی جاتی مگر عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

اعتکاف کی قضا

① مسنون اعتکاف جس وجہ سے بھی ٹوٹ جائے، اُس کے لیے حکم ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے، صرف اسی دن کی قضا واجب ہوگی، پورے عشرے کی نہیں۔ اور قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو باقی کے کسی دن غروبِ آفتاب سے نکلنے غروبِ آفتاب تک قضا کی نیت کر کے اعتکاف کر لیا جائے۔ اگر اسی رمضان میں قضا اعتکاف کا وقت نہ ہو تو عید الفطر کے بعد کسی دن بھی روزہ رکھ کر ایک دن کا اعتکاف کر لیا جائے۔ یہ قضا اگلے رمضان میں بھی کی جاسکتی ہے لیکن خواہ مخواہ اتنی دیر کرنا سود مند نہیں۔

② اگر کسی وجہ سے مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو معتکف کو اختیار ہے کہ مسجد سے اُٹھ کر باہر چلا جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ بقایا دنوں کے لیے نفل اعتکاف کی نیت کر کے بیٹھا رہے اور اگر ایک مرتبہ مسجد سے باہر نکل جائے اور پھر نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں آجائے تو یہ بھی بہتر ہے۔

③ اگر اعتکاف تھا ہی ایک دن کا اور وہ بھی ٹوٹ گیا تو اُس کی قضا اس طرح ہے کہ اگر دن کو ٹوٹا تو صبح صادق ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں آکر روزہ رکھے اور سارا دن مسجد میں اعتکاف سے رہے اور غروبِ آفتاب پر اعتکاف ختم کر دے اور اگر

صراط الصالحین جلد دوم ۳۵۰ اعتکاف توڑ دینے کی اجازت
 رات کو ٹوٹا تو شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں آکر قضا اعتکاف شروع کر دے
 رات بھر مسجد میں رہے، دن کا روزہ رکھے اور اگلے دن غروب آفتاب پر اعتکاف ختم
 کر دے۔

اعتکاف توڑ دینے کی اجازت

مندرجہ ذیل حالات میں اعتکاف توڑ دینے کی اجازت ہے :-

① دورانِ اعتکاف ایسی شدید بیماری کا حملہ ہو جائے کہ جس کا علاج ہسپتال لے
 جانے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑا جاسکتا ہے۔ معمولی قسم کی بیماری کے بہانے اعتکاف نہ
 توڑا جائے۔

② ماں باپ بیوی بچوں میں سے کوئی جان لیوا قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہو
 جائے اور گھر میں ایسا کوئی مرد موجود نہیں جو اس کی خبر گیری اور علاج معالجہ کا بندوبست کر
 سکے تو معتکف کو اعتکاف توڑ کر اس کی تیمارداری کرنے کی اجازت ہے۔

③ ماں باپ بیوی سچے بہن بھائی میں سے اگر کوئی اچانک فوت ہو جائے
 تو اس کی تجہیز و تکفین کے لیے اعتکاف توڑ دینا جائز ہے۔ اسی طرح مُرشد کی اچانک
 وفات پر بھی اعتکاف توڑا جاسکتا ہے۔

④ اگر کسی معتکف کو کوئی زبردستی مسجد سے نکال دے یا پولیس گرفتار کر کے
 لے جائے تو اعتکاف توڑا جائے گا مگر معتکف گنہگار نہ ہوگا۔

نفل اعتکاف

① نفل اعتکاف کے لیے نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ ہی کوئی مدت بھٹوٹے
 سے وقت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں کا فرمان ہے کہ جب مسجد میں داخل
 ہوا کرو تو بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے ان الفاظ سے اعتکاف کر لیا کرو۔

”کَوَيْتٌ سَلَّتْ لِإِعْتِكَافٍ۔ یعنی میں نے نیتِ اعتکاف کی نیت کی“

اس طرح جب تک آپ مسجد میں رہیں گے، آپ اعتکاف سے رہیں گے۔ یہ خیال رکھیں کہ مسجد میں داخلہ کے وقت پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس طرح جب تک آپ مسجد میں رہیں گے آپ پر مسجد کے اندر کھانا پینا اور سونا جائز رہے گا۔

② رمضان شریف کے آخری عشرے میں اگر دس دنوں سے کم اعتکاف کی نیت ہوگی تو یہ اعتکاف نفلی ہوگا۔

③ نفل اعتکاف صرف اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بندہ مسجد میں رہتا ہے۔ مسجد سے نکلنے ہی اس کا اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔

④ نفل اعتکاف میں بھی اگر کسی نے مقررہ دنوں یا وقت کی نیت کی تو اسے چاہیے کہ نیت کردہ وقت یا دنوں تک اعتکاف میں رہے لیکن اگر اس سے پہلے ہی اعتکاف ختم کر کے مسجد سے باہر نکل آئے تو اس کا کوئی حرج نہیں۔ اسے صرف اسی قدر اعتکاف کا ثواب ہوگا جتنی دیر کے لیے وہ مسجد میں رہے گا۔

⑤ اگر کوئی چند دن کے نفل اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوا اور کچھ وقت کے بعد اس سے کوئی ایسا کام ہو گیا کہ جس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا اعتکاف پورا ہو گیا اس پر کوئی قضا بھی واجب نہیں۔ جتنی دیر تک مسجد میں اس کا اعتکاف قائم رہا۔ اس وقت تک اسے اجر ملے گا۔

خواتین کا اعتکاف

① خواتین کے لیے بھی اعتکاف میں بیٹھنا بڑی سعادت کا کام ہے لیکن خواتین مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتیں۔ ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں وہ کوئی جگہ منتخب کر لیں جہاں بیٹھ کر وہ آسانی سے اعتکاف کر سکیں۔ منتخب جگہ کو عبادت گاہ کے علاوہ سونے کے لیے بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

② وہ خاتون اعتکاف میں بیٹھی جو گھر کے کام کاج سے فارغ ہو۔ یعنی گھر میں اور خواتین موجود ہوں تو گھر میں کام کاج سنبھالے رہیں۔

③ خاتون کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف میں نہ بیٹھنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاوند وظیفہ زوجیت کے بغیر چند دن نہ گزار سکتا ہو اور اعتکاف کی پابندی کے باعث بیوی کے پاس نہ جانے کی صورت میں بُرائی میں مبتلا ہو جائے اور جب خاوند بیوی کو اعتکاف میں بیٹھنے کی اجازت دے بیٹھی تو پھر اجازت کو منسوخ کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا۔

④ دورانِ اعتکاف اگر عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اگر اعتکاف واجب تھا تو پاک ہو جانے پر بقایا دنوں کا اعتکاف پورا کر لے اور اگر اعتکاف سنت تھا تو قضا پوری کرنا ضروری نہیں۔

⑤ رفعِ حاجت اور وضو کے لیے معتکفہ اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتی ہے۔ اسی طرح شدید گرمی کی وجہ سے بھی گھر والوں کے سو جانے پر اس جگہ پر جا کر محوِ عبادت ہو سکتی ہے جہاں اُسے گرمی سے سکون ملے۔

⑥ معتکفہ کو دورانِ اعتکاف اپنے مرد سے بوس و کنار کرنا وغیرہ منع ہے۔

لیلۃ القدر

ماہِ رمضان میں ایک رات ایسی بھی ہے کہ جسے تمام رمضان پر فضیلت حاصل ہے اور اُس کی شان میں فرمانِ الہی ہے :-

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ خَيْرٌ مِّنْ
أَلْفِ شَهْرٍ ۗ تَنزِيلُ الْمَلَايِكَةِ وَالزُّجُجِ
فِيهَا يَأْذِنُ سَرَّاهِمُ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۗ
سَلَامٌ فَذٰلِكَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (نہ)

ترجمہ » بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شبِ قدر میں اتارا اور تجھے کیا معلوم کہ شبِ قدر کیلئے؟ شبِ قدر (ایسی رات ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور ارواحِ قدسیہ مارے عالمِ امر سے اترتے ہیں۔ (اس طرح) ساری رات میں طلوعِ فجر تک سلامتی ہی سلامتی چھائی رہتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق شبِ قدر وہ بابرکت و بزرگ رات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سورتھیں، برکتیں اور قُربتیں انسان کو ایک ہزار عام راتوں کے قیام میں نصیب ہو سکتی ہیں، اُن سے بدرجہا بہتر اور وافر رحمتیں، برکتیں اور قُربتیں اس اکیلی رات کے قیام سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ بندے کو قیام کرنا آتا ہو۔ کیوں کہ اس رات کو جاگنے والے تو کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں لیکن اس سے صحیح طور پر فیضیاب ہونے والے قلیل ہوتے ہیں۔ بقول سلطانِ العارفین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ۔

ہک جاگن، ہک جاگ نہ جانن، ہک جاگدیاں ہی متے ہو
ہک سستیاں جاواصل ہوتے ہک جاگدیاں ہی نمٹھے ہو

کیا ہو یا جے گھگھو جاگے جیہڑا لیندا ہے ساہ آٹھے ہو
میں قربان تنہاں توں یا حضرت بابو جنہاں کھوہ پریم دیے جتے ہو

دوسرے اس رات میں اللہ تعالیٰ کے نیک و پاک باندوں کی حوصلہ افزائی کے لیے خطابِ معصیت سے پاک نوری فرشتے اور ارواحِ قدسیہ عالمِ اُسر کی نورانیت سے موزن ہو کر زمین پر اترتے ہیں اور ذکر اللہ میں مشغول عابدین سے مصافحہ کرتے ہیں۔ تیسرے اس رات میں نورانیت کا اہل زمین پر اتنا غلبہ نازل ہوتا ہے کہ اُس کی بند و کیفیت ساری رات سلامتی ہی سلامتی چھائی رہتی ہے۔ اور تمام رات طلوعِ فجر تک فرشتے اور ارواحِ قدسیہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور عبادت گزار بندوں کو سلام کرتے رہتے ہیں لیکن نوری مخلوق کے پیش کردہ سلاموں سے لطف آندوز وہی لوگ ہوتے ہیں جو ماہِ رمضان سے صحیح فیض حاصل کر کے اپنے باطن کو روشن کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شبِ قدر کے بارے میں کثرت سے احادیثِ مبارکہ وارد ہیں جن میں سے چند ایک کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:-
"شبِ قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اُس بندے کے حق میں دُعا گوہتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ذکر اللہ میں مشغول ہوتا ہے۔ عید کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر سے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اُس مزدور کا صلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں کہ ہمارے پروردگار اُس کا صلہ یہ ہے کہ اُس کی پوری مزدوری ادا کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندوں کے میری طرف سے عائد کردہ فرض ادا کر دیا ہے اور اب وہ دُعا کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر میری طرف آئے ہیں۔ مجھے اپنی عزت

و عظمت، اپنی سخاوت، اپنی شان اور اپنے مقام کی سر بلندی کی قسم، تم گواہ رہو کہ میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اور بندو! جاؤ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر لوگ بس حالت میں لوٹ کر آتے ہیں کہ وہ سنجھے ہوئے ہوتے ہیں“

(ماخوذ از سنی فضائل اعمال)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۲)

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبرائیل ملائکہ کا ایک گروہ ساتھ لے کر زمین پر جاؤ۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام ایک سبز تھنڈا لے کر ملائکہ کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور کعبہ کی چھت پر اس تھنڈے کو گاڑ دیتے ہیں۔ پھر فرشتے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چہ سو بازو ہیں جن میں سے دو کبھی نہیں کھلتے مگر شبِ قدر میں یہ دونوں بازو کھل کر مغرب و مشرق سے سجاؤ ذکر جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ ہر کھڑے بیٹھے نمازی یا ذکر سے سلام و مصالحت کرو اور جب وہ دعا مانگیں تو تم اس پر آمین کہو۔ اس پر فرشتے ہر اس مسلمان کو سلام پیش کرتے ہیں جو جاگتا ہو، کھڑا ہو، بیٹھا ہو، نماز پڑھتا ہو یا ذکر اللہ میں محو ہو۔ صبح ہونے پر جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ اے فرشتو! اب چلو۔ وہ

پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومن بندوں کی حاجات کے بارے کیا حکم فرمایا ہے؟ وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحمت کی اور اُن سب کے گناہ بخش دیئے مگر چار قسم کے آدمیوں کے گناہ نہیں بخشے۔
۱۔ ہمیشہ شراب پینے والا۔ ۲۔ اپنے والدین کا نافرمان۔ ۳۔ رشتہ منقطع کرنے والا۔ ۴۔ ناحق قتل کرنے والا۔

(ماخوذ از سنی فضائل اعمال)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رمضان کے آنے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ
خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حُرْمَتِهَا فَقَدْ حُرِّمَ
الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرٌ إِلَّا مَحْرُومٌ.

(ابن ماجہ)

ترجمہ ”تم پر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو فضیلت میں (ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس رات (میں فیضیاب ہوئے) سے محروم رہ گیا، وہ گویا تمام مہلاتوں سے محروم رہ گیا اور اس (رات) کی برکتوں سے وہی شخص محروم رہتا ہے جو حقیقتاً محروم ہی ہو۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۴) لے فرمایا:-

تَحَدُّدُ اللَّيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَيْلِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَّلِ
مِنْ رَمَضَانَ - (بخاری شریف)

ترجمہ ”لیلة القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق

راتوں میں تلاش کرو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

⑤

نے فرمایا:-

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ - (بخاری شریف)

ترجمہ: جو شخص ایمان و احتساب کی خاطر لیلۃ القدر میں قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

بزرگانِ دین کی اکثریت نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو لیلۃ القدر کی رات قرار دیا ہے۔ تاہم اس کی تلاش اول تو تمام ماہ رمضان میں کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو آخری عشرے میں اسے تلاش کیا جائے خاص کر طاق راتوں میں۔

واللہ اعلم بالصواب

اس بابرکت رات کو محض گپ شپ یا ایک مسجد سے دوسری مسجد تک پھرتے پھرنے یا ٹوہنی بے دلی سے مختلف قسم کے ذکر اذکار میں نہ گزار دیا جائے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی دائمی حضوری کے حصول کی خاطر پوری دل جمعی سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں کر کے گزارنا چاہیے۔ اور خاص کر یہ دُعا وردِ زبان و دل رہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں بھی حسنہ (اپنا قرب وصال) عطا فرما، اور آخرت میں بھی اپنے قرب و اعمال میں رکھ اور ہمیں (ہجر و فراق کی) آگ کے عذاب سے بچا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے گناہوں کی معافی ان الفاظ میں مانگنی چاہیے۔
اللَّهُمَّ إِنَّكَ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ هُنَا يَا عَفُورٌ
يَا عَفُورٌ يَا عَفُورٌ۔

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو معاف فرمائے والا ہے اور معاف
 کر دینے کو پسند فرماتا ہے پس میری خطاؤں کو بھی معاف فرما
 دے اے معاف فرما دینے والے! اے معاف فرما دینے
 والے! اے معاف فرما دینے والے!

زکوٰۃ

زکوٰۃ بھی دینِ اسلام میں نماز و روزہ کی طرح کا ایک لازمی رکن ہے بشرطیت کی اصطلاح میں زکوٰۃ مومنوں کے مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے غریب، مسکین اور نادار مومنوں کے لیے مقرر فرما دیا ہے جسے سال گزرنے پر مقرر شدہ نصاب کے تحت اُس کے حق داروں کو دیا جاتا ہے

قرآن مجید میں عموماً جہاں نماز کا حکم ہے وہاں زکوٰۃ کا حکم بھی اُس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کی فرضیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرُّسُلَ

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ (پٹ النور ۵۶)

ترجمہ "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زکوٰۃ اتنا اہم فرضیہ ہے کہ قرآن مجید میں جاہجا مختلف ترغیبات کے ذریعے اِس کا حکم فرمایا، کبھی اسے مومنین کے لیے ہدایت کی خوشخبری قرار دیا، کبھی زکوٰۃ دینے والوں کو فلاح کا مشردہ سنا یا، کبھی انہیں رحمتِ خداوندی کا حقدار ٹھہرایا، کبھی اسے مومنوں کے مال میں اضافے کا ذریعہ بتایا، کبھی زکوٰۃ دینے والوں کو بے خوف و بے غم ہونے کی اطلاع دی، کبھی انہیں اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہرایا، کبھی انہیں جنت الفردوس کا وارث قرار دیا، اور کبھی انہیں نصرتِ خداوندی کا پیغام دیا۔ غرض مومنوں کو ہر طریقے سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر مائل کیا۔ مثلاً

① هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ○ الَّذِينَ يُقِيمُونَ

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

يُوقِنُونَ ○ (پٹ النمل ۳۰۲)

ترجمہ "ہدایت و خوشخبری ہے اُن مومنوں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (پ لقمان ۴، ۵)

ترجمہ "جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

③ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَأَنَا كَتِّبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ (پ الاعراف ۱۵۶)

ترجمہ "اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے پس میں اُسے اُن لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے

ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔"

④ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْطَعِفُونَ ۝ (پ الروم ۳۹)

ترجمہ "اور جو زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کے قریب وصال کی خاطر

دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں۔"

⑤ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَدًّا وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(پ البقرہ ۲۷۷)

ترجمہ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ اختیار کیے اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دیتے رہے، اُن کے لیے اُن کے رب کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اور اُن کے لیے نہ کچھ خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم!“

④ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (پ النہار ۱۶۲)

ترجمہ ”اور نمازیں پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو وہی ہیں جن کو عنقریب بہت بڑا اجر دیا جائے گا۔“

⑤ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝... أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (پ المؤمنون ۳۴، ۱۰، ۱۱)

ترجمہ ”اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں... وہی لوگ اُن ارثوں میں سے ہوں گے جو جنت الفردوس کے وارث ہیں اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔“

⑥ وَلَيُنصَّرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِن مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۝ (پ الحج ۴۰، ۴۱)

ترجمہ ”اللہ تعالیٰ اُس کی مدد ضرور کرے گا جو اُس کے دین کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب قوت والا ہے اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں حکومت عطا کر دیں تو

وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، اور معرفتِ حق تعالیٰ

کی تلقین کریں گے اور بُرائی سے روکیں گے۔“

مس ایک طرف زکوٰۃ دینا اور زکوٰۃ دینے والوں کو سراہا گیا ہے تو دوسری طرف بُخل کرنے والوں اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کی مذمت بھی کی گئی ہے اور انہیں طرح طرح سے ڈرایا دھمکایا بھی گیا ہے۔ مثلاً

① وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنْتُمْ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ
مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (پ آں عمران ۱۸۰)

ترجمہ ”اور جو بخل کرتے ہیں اُس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے، اُسے ہرگز اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ اُن کے لیے بُرا ہے۔ عنقریب وہ مال کہ جس میں انہوں نے بخل کیا تھا (اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کیا تھا)، قیامت کے دن اُن کے گلے کا طوق ہوگا۔“

② إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا الَّذِينَ
يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا
أَنْتُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا
مُهِينًا (پ النساء ۳۷)

ترجمہ ”بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی اترانے والا اور بڑائی مارنے والا جو خود بھی بخل کرے اور دوسروں کو بھی بخل کا سبق دے۔ اور اللہ نے جو اُسے اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپاتے اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

③ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۗ تَوْمَ
يُخْفَىٰ عَلَيْهِمَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكَلِّمُهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ
وَوَطْهُورُهُمْ ۗ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْهَمُونَ
فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

(پہا التوبہ ۳۳، ۳۵)

ترجمہ: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور کسے اللہ
کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں خود بخبری سنا دو دردناک
عذاب کی جس دن وہ تپا یا جلے گا جہنم کی آگ میں، پھر اس
سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں۔ یہ ہے
وہ جسے تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب مزا چکھو اپنے
اس جوڑے ہوئے خزانے کا۔

ب جس طرح کلام اللہ میں رکوة دینے والوں کو بشارتیں اور نہ دینے والوں کو وعیدیں
سنائی گئی ہیں، اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی یہ دونوں مضامین بیان فرمائے گئے ہیں
مثلاً:-

① حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا:-

”تم اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔ تم
انہیں اس بات کی گواہی کی طرف بلانا کہ اللہ کے سوا اور کوئی
معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔
اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں تو انہیں خبر دینا کہ تحقیق اللہ نے
ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے
بھی تسلیم کر لیں تو انہیں خبر دینا کہ اللہ نے ان پر رکوة فرض
کی ہے، ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے بیروں

میں بانٹی جائے۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کے اچھے مال سے بچنا اور مظلوم کی پکار سے ڈرنا کہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا“ (بخاری شریف)

②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :-
 ”زکوٰۃ دے کر اپنے مال کو مضبوط قلعے میں محفوظ کر لو، اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کیا کرو اور مصیبت کے نزول پر دعا و عاجزی سے مدد مانگو“ (ابوداؤد)

③

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-
 ”جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُس سے شر کو دور بٹھا دیا“ (مسند رک، حاکم)

④

حضرت عمار ابن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

”اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو شخص ان میں سے تین ادا کرے گا وہ اُسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک کہ پوری چار ادا نہ کرے۔ اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، ماہِ رمضان کا روزہ اور بیت اللہ کا حج۔“

(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

⑤

وسلم نے فرمایا :-

”جو شخص پانچ وقت کی نمازوں کو پابندی سے ادا کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کیا کرے اور کبیرہ گناہوں سے خود کو بچائے رکھے، اُس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ سلامتی

کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ (نسائی)

⑥ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو مانتا ہے اُسے

چاہیے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ دے۔“ (طبرانی)

④ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”متمہارے ایمان کی تکمیل اس بات سے ہے کہ تم اپنے

مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔“ (بخاری)

⑤ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں اور زکوٰۃ دیں

زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ (طبرانی)

⑨ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔“ (طبرانی)

⑩ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:-

”جو شخص مجھے چھ چیزوں کی حفاظت کی ضمانت دے، میں

اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ میں نے عرض کی کہ یا رسول

اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ کون سی چھ چیزیں ہیں؟ تو فرمایا:

”نماز، زکوٰۃ، دیانت داری، شرمگاہ، پیٹ اور زبان۔“

(طبرانی)

① حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

”جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اُس کے مال کو قیامت کے دن سانپ بنا کر اُس کی گردن میں ڈال دے گا“
(ترمذی)

زکوٰۃ کی حقیقت

سیدنا غوث الاعظم شیخ محمد عبدالقادر حیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:۔
”زکوٰۃ دو طرح کی ہے، زکوٰۃ شریعت اور زکوٰۃ طریقت۔ زکوٰۃ شریعت سے مراد یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو کمائی کرے، وہ جب حد نصاب کو پہنچ جائے تو اُس میں سے ہر سال وقت معینہ پر جو مال اُتر دے شرح نصاب جمع ہو، اُس کو احکام شریعت کے مطابق حقداروں میں تقسیم کرے۔

اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ آخرت کی کمائی و آخرت کے لیے کیے گئے اعمالِ صالحہ سے فقراء و دین اور وہ مساکین کہ جن کے پاس آخرت کے لیے زادِ عمل نہیں، اُن میں تقسیم کرے۔ قرآن مجید میں اِس زکوٰۃ کو صدقہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔
إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ۔

ترجمہ ”صدقات تو فقراء کے لیے ہی ہیں“

کیونکہ وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جائے ہیں۔ اور اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اِن کو قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ زکوٰۃ

دائمی ہے اور اس سے مراد "ایصالِ ثواب کرنا" ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر گنہگاروں کو آخرت کی کمائی کا ثواب بخش دیا جاتا ہے تو ان کے گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور اُس کی اپنی نیکیوں میں سے اُس کی اپنی ذلت کے لیے کوئی ثواب باقی نہیں رہتا چنانچہ وہ خود بالکل مفلس ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ سخاوت اور افلاس کو پسند فرماتا

ہے اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

الْمُفْلِسُ فِي أَمَانِ اللَّهِ تَعَالَى فِي الدَّارِثِينَ -

ترجمہ: مفلس دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی امان میں رہتا ہے۔
اسی لیے حضرت رابعہ عدوی رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: "الہی دُنیا میں میرا جو حصہ ہے وہ تو کافروں کو عطا کر دے اور عقبے سے جو میرا حصہ ہے وہ مومنوں کو عطا فرما دے، میں دنیا سے تیرے ذکر کے سوا کچھ نہیں چاہتی اور عقبی میں صرف تیرے دیدار کی طالب ہوں۔"

پس جس بندے کی جان و مال اپنے مولا کے لیے وقف ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کو ایک نیکی کے بدلے دس ویسی نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثْلِهَا -

ترجمہ: جو ایک نیکی لائے، اُس کے لیے اُس جیسی دس ہیں۔
زکوٰۃ طریقت کے یہ معنی بھی ہیں کہ قلب کو نفسانی صفات سے پاک کیا جائے۔ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَنُضًا عَفْوًا

لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔

ترجمہ ”ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تاکہ اللہ اُس کے لیے بہت زیادہ بڑھادے“

نیز فرمایا:-

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا۔

ترجمہ ”وہ یقیناً مراد پا گیا جس نے اُس کو پاک کر لیا“ یعنی (نفس کو بُرائیوں سے پاک کر لیا۔)

اس دائرہ میں قرض سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُس کی رضا جوئی کے لیے احسانِ جملائے بغیر اعمالِ صالحہ کی دولت سے اُس کی مخلوق میں خیرات کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى۔

ترجمہ ”اپنے صدقات کو احسانِ جملہ کر اور دکھ دے کر باطل نہ کر لیا کرو“

یعنی اپنے صدقات کے عوض دنیا طلب نہ کرو ورنہ تمہارے صدقات ضائع ہو جائیں گے۔ پس اس قسم کا اتفاق (ریاکاری اور مطلب براری کی آرزو کے بغیر اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال) ہی درحقیقت اللہ کی راہ کا خرچ ہے اور اسی کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔

ترجمہ ”تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب و مرغوب چیز کو خرچ نہیں کرو گے“

(نقل از متر الاسرار)

حضرت امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-
 وہ واضح ہو کہ نماز کی طرح زکوٰۃ کی بھی ایک صورت ہے اور ایک
 رُوح ہے۔ جو شخص زکوٰۃ کی رُوح اور حقیقت سے بے خبر
 ہے، اُس کی زکوٰۃ بھی ایک بے رُوح صورت ہوگی۔ زکوٰۃ
 کے اسرار تین ہیں :-

اول یہ کہ خلق کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر مامور کیا گیا ہے۔
 اور کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اس بات کا مدعی نہ ہو کہ
 اُسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے لیکن اس کا اصل مطلب یہ
 ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہ ہونی
 چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
 وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَاتُ
 تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ
 إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
 فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الْهَاطِقِينَ ○ (سُورَةُ التَّوْبَةِ ۲۴)

ترجمہ محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیں کہ اگر تمہارا
 باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا
 قبیلہ، تمہارا کما یا ہوا مال و کسب اور تجارت جس میں
 نقصان کا تمہیں اندیشہ ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات،
 تم کو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اُس کی راہ میں جہاد
 کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ
 اللہ تعالیٰ اپنا (سزا و عذاب کا) حکم بھیج دے۔ اور اللہ تعالیٰ

حکمِ عدولی کرنے والے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا،
 اور کوئی مومن ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ نہ کرتا ہو کہ
 وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور سمجھتا ہے
 کہ واقعی وہ اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ لہذا ان کے اس دعویٰ
 کے ثبوت کی ضرورت پیش آجاتی ہے تاکہ ہر کوئی اپنے بیجا صل
 دعویٰ پر مغرور و نازاں نہ ہو بیٹھنے۔ اور مال و دولت چونکہ
 آدمی کے محبوبوں میں سے ایک محبوب ہے۔ لہذا آدمی کو اس
 کے ذریعے آزمایا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ "اگر تو اپنے
 دعویٰ محبت میں سچا ہے تو آ! اور اللہ کی دوستی کی راہ میں
 اس ایک محبوب ہی کو ذرا قربان کر کے تو دکھائے" پس جو لوگ
 اس راہ سے آگاہ ہو گئے وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔
 ایک گروہ صدیقیوں کا ہے کہ جو کچھ پاس تھا قربان کر دیا۔ اور
 کہا کہ نصاب کے مطابق دو سو درہم میں سے صرف پانچ درہم
 دینا تو بخیلوں کا کام ہے، ہم پر تو یہی واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ
 کی دوستی پر وہ سب کچھ تیار کر دیں جو ہمارے پاس ہے جیسا
 کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ سارا مال و
 اسباب اٹھا لائے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے پوچھا کہ اپنے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو
 کہا کہ "خدا اور اس کا رسول"۔

اور ایک گروہ وہ تھا کہ جنہوں نے آدھا مال دیا، جیسے کہ
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آدھا مال لائے اور جب ان سے
 پوچھا گیا کہ بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو کہا کہ اتنا ہی
 جتنا کہ یہاں لایا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا، ”تم دونوں کے درجوں میں بھی وہی فرق ہے جو تمہارے کلمات میں ہے“ اس دوسرے گروہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو بیک وقت سب کچھ خرچ نہیں کرتے اور نہ اس کی طاقت ان میں ہوتی ہے لیکن وہ ہمیشہ خیال رکھتے ہیں اور فقیروں کی حاجت روائی کے منتظر رہتے ہیں اور کسی نہ کسی وجہ سے خیرات کرتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو درویشوں کے برابر تصور کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ دینے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو درویش بھی ان کے ہاں چلا آئے، اُسے اپنے بال بچوں کے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جن میں اس سے زیادہ استطاعت نہیں ہوتی کہ نصاب کے مطابق اپنے مال میں سے مقرر شدہ زکوٰۃ دے دیں۔ وہ صرف زکوٰۃ کے فریضہ کی ادائیگی پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور زکوٰۃ کے حکم کو خوشی خوشی پلاتا خیر بجالتے ہیں اور درویشوں پر کسی طرح کا احسان نہیں دھرتے۔ اگرچہ زکوٰۃ دینے والوں کا یہ آخری (یعنی کمترین) درجہ ہے۔

اور وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صاحبِ نصاب بنایا ہے لیکن اُس کا دل دوسو درہم میں سے صرف پانچ درہم بھی راہِ خدا میں دینے کی اجادت نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کی دوستی و محبت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہے، وہ محبتِ الہی سے بالکل محروم ہے۔

ویسے جو شخص نصاب کے مطابق زکوٰۃ دینے سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتا تو دوستی اُس کی بھی بہت ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے وہ سب سے بخیل دوست ہے۔

زکوٰۃ کے اسرار میں سے دوسرا بھیدہ دل کو سُجھل کی نجاست سے پاک کرنا ہے کیونکہ دل میں سُجھل کا ہونا ایک نجاست ہے جو اُسے قُربِ حقِ تعالیٰ کے لائق نہیں رہنے دیتی۔ دل اُس وقت تک سُجھل کی نجاست سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مالِ راہِ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔ چنانچہ زکوٰۃ سُجھل کی نجاست کو ایسے ہی دُور کر دیتی ہے جیسے کہ پانی ظاہری نجاست کو دھو ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہے کیونکہ اُن کے مراتب کو لوگوں کے مال کی مُیل سے محفوظ رکھنا لازمی ہے۔

زکوٰۃ کا تیسرا بھیدہ یہ ہے کہ اس سے شکرِ نعمت بجالانا دیکھا جائے۔ چونکہ مال بھی ایک نعمت ہے جو مسلمان کے حق میں دُنیا و آخرت کی راحت کا باعث ہے اس لیے جس طرح نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی گویا جسم کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اسی طرح زکوٰۃ وہ شکر ہے جو نعمتِ مال پر ادا کیا جاتا ہے تاکہ جب کوئی مومن اس نعمت کی وجہ سے اپنے آپ کو بے نیاز پلے اور اپنے جیسے کسی دوسرے مومن کو خستہ حالت میں دیکھے تو چاہے کہ اپنے آپ سے یہ کہے کہ ”وہ بھی میری ہی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، پس شکر ہے اُس سے پاک ذات کا جس نے مجھے بے نیاز کر دیا اور اُس کو میرا محتاج بنا دیا، کیوں نہ میں اُس سے نیک سلوک کروں کہ ممکن ہے کہ یہ میری آزمائش ہی ہو، اور اگر میں اس میں پورا نہ اُتوں تو تو ہو سکتا ہے کہ مجھے اُس جیسا بنا دیا جائے اور اُس سے میری طرح بنا دیا جائے۔“

پس ہر کسی پر لازم ہے کہ زکوٰۃ کے ان اسرار کو پہچانے تاکہ اُس کی عبادت صورتِ بے معنی بن کے نہ رہ جائے۔“

زکوٰۃ دینے کے آداب

• اگر کوئی چاہتا ہو کہ اُس کی عبادت بے روح عبادت کی بجائے زندہ عبادت ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ سات آداب کو ملحوظ رکھے۔

① پہلا ادب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے میں جلدی کرے اور بیشتر اِس کے کہ وہ لازماً اُس پر واجب ہو جائے، خود ہی ادا کر دیا کرے اور سال کے دوران ہی ادا کر دیا کرے کہ اِس سے تین فائدے حاصل ہوں گے۔

② عبادت سے رغبت کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا یعنی واجب ہو جانے کے بعد دینا تو سبب کے خود ضرورت کے تحت ہوگا۔ کیونکہ اگر اُس وقت بھی نہ دے تو قابلِ سزا و عقاب ٹھہرے گا، لہذا اُس وقت دینا تو خوف کی بنا پر ہوگا نہ کہ دوستی کی بنا پر، اور بُرا بندہ وہی تو ہوتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے خوف کی وجہ سے کرتا ہے جس میں محبت یا دوستی کو دخل نہیں ہوتا۔

③ دوسرے یہ کہ درویشوں کے دل کو جلد تر خوش کرنے کا موجب ہوگا اور ناگہانی خوشی کے باعث وہ اور بھی زیادہ اخلاص کے ساتھ اُس کے حق میں دعا کریں گے اور کون نہیں جانتا کہ درویشوں کی دعا تمام مصائب و آفات سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک حصار کا کام دیتی ہے۔

③ تیسرے یہ کہ زمانے کے حادثات و اتفاقات سے بچ جائے گا کیونکہ زمانے میں آفات و خرابیوں کے سوا دھرا ہی کیا ہے؛ لہذا ہو سکتا ہے کہ اُس پر کوئی اُفتاد آ پڑے اور وہ اُس نیکی سے محروم ہی رہ جائے۔ پس جب دل میں نیکی کی رغبت ظہور پذیر ہو تو اُسے رحمتِ خداوندی سمجھے اور جلدی کرے کہ ایسی رغبت کے فوراً بعد ہی شیطان بھی حملہ آور ہو جاتا ہے۔

② دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ بیک وقت دینے کا خیال ہو تو محرم کے مہینے میں دے کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے۔ اور سال کی ابتداء بھی اسی مہینے سے ہوتی ہے۔ یا پھر ماہِ رمضان میں دے کیونکہ وقتِ جنِ قدر شریف تر ہو گا، اُسی قدر ثواب بھی کئی گنا زیادہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان میں کوئی بھی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور تمام کا تمام مال راہِ خدا میں خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

③ تیسرا ادب یہ ہے کہ زکوٰۃ پوشیدہ طور پر دے اور اعلانیہ نہ دے تاکہ ریا سے دور اور اخلاص سے قریب رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ "پوشیدہ طور پر دینے جانے والے صدقہ کو بالطنی اعمال میں شمار کیا جاتا ہے اور ظاہری طور پر دیے گئے صدقہ کو ظاہری اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی زبان سے بھی یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں چیز خیرات میں دی تو اُس کے ظاہری و باطنی دونوں اعمال سے کاٹ کر اُسے ریاکاری کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے" لہذا اگر کچھ بر ملا دیا جائے تو ریا کا جذبہ دل میں

پیدا ہونے لگتا ہے، اور اس طرح اگر بخل ٹوٹ بھی جائے تو بخل سے کہیں زیادہ بدتر چیز «ریا»، پرورش پانے لگتی ہے اور یہ ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ریا سے یکسر مامون و محفوظ ہو جائے اور اپنے دل سے ریا کو بالکل ہی دور کر چکا ہو اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے اعلانیہ صدقہ دینے سے دوسرے لوگ اُس کی پیروی کریں گے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں اُن کی رغبت بڑھے گی تو ایسے شخص کا اعلانیہ و بر ملا صدقہ دینا ہی افضل ہے کیونکہ یہ اُن لوگوں میں سے ہوتا ہے جن کے نزدیک تعریف و مذمت دونوں برابر ہوتے ہیں۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ صدقہ دوسروں کو سنا کر نہ دے تاکہ احسان جتلا کر دینے سے وہ ضائع نہ ہو جائے کیوں کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

«لے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرت کو برباد مت کرو»

یہاں ایذا پہنچانے سے مراد «درویش کا دل دکھانا» ہے۔ مثلاً اس طریق سے کہ اُس سے ٹرش رُوئی سے پیش آئے یا پیشانی پر بل ڈالے یا بہت اگڑا کر بات کرے اور اُسے درویش ہونے اور سوال کرنے کے باعث ذلیل سمجھے اور اُسے حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ناں! ناں! وہ یہ حماقت نہ کرے کہ خود کو امیر سمجھ کر یہ خیال کرے کہ اُسے درویش پر فضیلت حاصل ہے۔ اُسے جاننا چاہیے کہ درویش مالدار سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا»

ایسی صورت میں افضل درویش ہے یا وہ ہے؟ خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف و فضیلت کا ثبوت یہ دلیل ہے کہ اس دنیا میں امیر کو دنیا کے مال و دولت کی خاطر رنج و محنت میں مشغول کر دیا اور اس سر دردی کے باوجود اس کا حصہ فقط اتنا ہے کہ جو کچھ وہ کھاپی لیتا ہے یا پہن لیتا ہے۔ لیکن اس پر واجب کر دیا ہے کہ وہ درویش کی ضروریات کا خیال رکھے اور اسے اس کی ضرورت کے مطابق دیا کرے۔ گو یا امیر کو اس دنیا میں درویش کا سخت مزدور مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی خاطر کمایا کرے۔

⑥ چٹا ادب یہ ہے کہ زکوٰۃ دے کر درویش پر اپنے صدقہ کا حمانہ نہ دھرے کیوں کہ احسان جتنا دراصل جہالت ہے۔ وہ یوں کہ احسان جتنا نادل کی وہ صفت ہے کہ جس کے سخت احسان جتانے والا یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ اس نے درویش کے ساتھ گویا بہت بڑی نیکی کی ہے۔ چنانچہ وہ صدقہ دیتا ہی اس خیال سے ہے کہ درویش اس کا احسان مند ہو جائے اور اس کا فرما بنبردار بن جائے۔ اس کا یوں خیال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہ توقع رکھتا ہے کہ درویش اس کی بہت زیادہ خدمت کرنے لگے اور اس کے احکام کی تعمیل پر کمر بستہ رہے اور اسے سلام کر لے میں ہمیشہ پہل کیا کرے اور ہر حال میں اس کا بے حد احترام کرے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی درویش سے بن متوقع امور میں کوئی کسر باقی رہ جائے تو یہ امیر بے حد متعجب ہوتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ دیکھو اس فقیر کو میں نے اتنا دیا لیکن یہ مجھ سے گستاخانہ پیش

آ رہا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ نیکی امیر نے نہیں کی تھی بلکہ درویش نے امیر کے ساتھ نیکی کی تھی کہ اُس کا دیا ہوا صدقہ اُس نے قبول کر کے اُسے دوزخ کی آگ سے بچالیا تھا اور اُس کے دل کو بخل کی سنجاست سے پاک کر دیا تھا، ورنہ جو بخل اُس کے باطن میں تھا اور جو مال اُس کے ہاتھ میں تھا وہ اُس کی ہلاکت اور پلیدی کا موجب تھا، درویش نے لے کر اُسے اُن دونوں خرابیوں سے بچالیا۔ پھر احسان کس کا؟ یقیناً درویش کا کہ جس نے امیر کو دو آفتوں سے نجات دلائی۔ پس امیر کو درویش کا احسان مند ہونا چاہیے نہ کہ اُلٹا احسان جتانے لگے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

«صدقہ پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ کرم میں جاتا ہے اور اُس کے بعد درویش کے ہاتھ میں جاتا ہے»

پس جب دینے والا اللہ تعالیٰ کو دیتا ہے تو احسان کیسا؟ درویش کی حیثیت تو محض اللہ تعالیٰ کے نائب کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لیتا ہے۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ زکوٰۃ میں وہ مال دے جو اُس کے تمام مال میں سے بہترین اور حلال تر ہو کیونکہ جس شے میں ذرا سا شبہ بھی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قُرب کے لائق نہیں ہوتی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَخْبِيْثَ مِنْهُ تَنَفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِيَابِهِ
اِلَّا اَنْ تَقْمِضُوْا فِيْهِ ط (پ البقرہ ۲۶۷)

ترجمہ: اور ناکارہ ردی چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ

واللہ کی راہ میں) دو تو اُس میں سے دو، حالانکہ اگر وہ ناکارہ چیز، تمہیں یعنی پڑے تو کبھی قبول نہ کرو، یہ الگ بات ہے کہ تم چشم پوشی کر جاؤ۔“

یعنی جس چیز کو لیتے ہوئے تمہیں کراہت آتی ہو اُسے اللہ کی خاطر کیوں دیتے ہو؟ اگر عام معاملات میں گھر کی بدتر چیز کو مہمان کے آگے رکھنا مہمان کی توہین کے مترادف ہے تو بدترین چیز کو اللہ کے نام پر دینا کیوں کر روا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بدترین چیز تو اللہ کے نام پر دے دی جائے اور بہترین چیز اُس کے پیدا کیے ہوئے بندوں کے لیے سنبھال کر رکھی جائے ایسا صدقہ دینا گویا کراہت سے دینا ہے، خوشی سے نہیں اور اگر صدقہ میں دل کی خوشی شامل نہ ہو تو اُس کے قبول نہ ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ « ایک درہم (کے برابر اچھی چیز) صدقہ میں دینا ہزار درہم سے افضل ہے پس لازم ہے کہ بہتر چیز صدقہ میں دی جائے اور دل کی خوشی سے دی جائے۔»

(اخذ و نقل از کیمیائے سعادت)

زکوٰۃ کی ظاہری صورت

زکوٰۃ کی ظاہری صورت «نصابِ زکوٰۃ، مصارفِ زکوٰۃ، عشر اور مسائلِ زکوٰۃ» کے عنوانات سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

لہذا سب سے پہلے نصابِ زکوٰۃ کو بیان کیا جاتا ہے۔

نصابِ زکوٰۃ

مال و دولت کی وہ خاص معینہ حد اور مقدار جس پر کہ زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اُسے اصطلاحِ شریعت میں «نصابِ زکوٰۃ» کہا جاتا ہے اور جس شخص کے پاس نصاب کے مطابق مال و دولت موجود ہو اُسے «صاحبِ نصاب» کہا جاتا ہے۔ جب تک مال بقدرِ نصاب نہ ہوگا، زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیوں کہ نصاب سے کم مال و دولت پر زکوٰۃ فرض نہیں کی گئی۔ مختلف نوع کے مال کا نصاب بھی مختلف ہے۔ مثلاً

① — سولے کالواں زکوٰۃ

ساڑھے سات (۷۱) تولے یعنی ۸۷.۲۷ (سواستاسی) گرام

② — چاندی کا نصابِ زکوٰۃ

ساڑھے باون (۵۲) تولے یعنی ۶۱۱ (چھ سو گیارہ) گرام

③ — مالِ تجارت کا نصابِ زکوٰۃ

اتنا مال کہ جس کی قیمت چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہو۔

④ — اونٹ کا نصابِ زکوٰۃ

پانچ عدد ساتھ اونٹ

⑤ — گائے بھینس کا نصابِ زکوٰۃ

تیس (۳۰) عدد ساتھ گائے یا بھینس

⑥ — بھیر بکری کا نصابِ زکوٰۃ

چالیس (۴۰) عدد ساتھ بھیریں یا بکریاں

جانوروں کو جنگل میں چرنے کے لیے چھوڑ دینے کو اسامت کہتے ہیں اور سانہ

ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کو اس غرض سے جنگل میں چھوڑا گیا ہو کہ وہ خوب موٹے تانے

ہوں۔ ان کی نسل بڑھے اور ان کے دودھ میں اضافہ ہو۔ ان جانوروں سے مراد بھیر بکریاں

گائے بھینس اور اونٹ ہیں۔ گھر میں رکھ کر کھلانے پلانے سے جانور ساتھ نہیں ہوتا۔ اگر

چھ ماہ جنگل میں چرایا اور چھ ماہ گھر میں پالا تو جانور سائمہ نہ ہوگا۔ سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرایا تو سائمہ ہوگا۔ اسامت کرتے وقت یہ نیت کرنا شرط ہے کہ یہ جانور محض اسامت میں یا تجارت کا مال ہیں۔ کیونکہ اسامت اور مال تجارت کا نصاب علیحدہ علیحدہ ہے۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ

سونا چاندی خواہ زیوروں کی شکل میں ہوں، برتنوں کی شکل میں ہوں، اینٹوں کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں ہوں، ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہناتے؟
انہوں نے کہا، نہیں! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر
ان کی زکوٰۃ دیا کرو“ (ترمذی)

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ چاندی کا نصاب $\frac{1}{5}$ ۵۲ تولے یعنی ۶۱۱ گرام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس لیے دو سو درہم چاندی برابر ہے $\frac{1}{5}$ ۵۲ تولے کے اور یہ برابر ہے ۶۱۱ گرام کے۔ جس کسی کے پاس اتنی چاندی ہو وہ اس کا چالیسواں حصہ یعنی $\frac{1}{4}$ فیصد زکوٰۃ میں دے یا اس کی قیمت دے دے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”میں نے سواری کے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے۔ اس لیے تم چاندی کی زکوٰۃ اگر وہ چالیس درہم میں سے ایک درہم لیکن ۱۹۹ پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جب دو سو درہم پوسے ہو جائیں تو ان پانچ درہم زکوٰۃ ہے“ (ترمذی)

سونے کا نصاب ۲۰ مثقال یعنی ۸۷.۲۷ گرام ہے اس لیے زکوٰۃ میں یا تو اس کا $\frac{1}{20}$ فی صد (چالیسواں حصہ) سونا وزن کر کے دے دیں یا اس کی قیمت دے دیں۔

اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی علیحدہ علیحدہ نصاب سے کم موجود ہو تو قیمت لگا کر دونوں کو ملا کر دیکھیں اور سونے یا چاندی جس کا بھی نصاب پورا ہوتا ہو اسی کے حساب سے زکوٰۃ دے دیں۔

اگر سونا یا چاندی نصاب سے زیادہ ہو تو اس کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ نصاب کی زکوٰۃ نکال لیں پھر نصاب سے زیادہ اگر نصاب کا پانچواں حصہ بنتا ہو تو اس کا چالیسواں حصہ بھی زکوٰۃ کے لیے نکال لیں۔ اگر زائد مال نصاب کے پانچویں حصے سے کم ہو تو نصاب سے اوپر والے مال پر زکوٰۃ نہ نکالیں۔ اسی طرح ہر پانچویں حصہ زائد پر زکوٰۃ نکالتے جائیں۔ مثال کے طور پر:-

۲۰۰ درہم چاندی پر زکوٰۃ = ۵ درہم چاندی

۲۳۹ " " " " = ۵ درہم چاندی

(۲۰۰ درہم نصاب ہے اور اس سے اوپر ۳۹ درہم پر زکوٰۃ نہیں)

۲۴۰ درہم چاندی پر زکوٰۃ = ۵ + ۱ = ۶ درہم چاندی

(۲۰۰ درہم نصاب سے اوپر پورے چالیس درہم ہونے پر ایک درہم زکوٰۃ ہے)

۲۷۹ درہم چاندی پر زکوٰۃ = ۶ درہم چاندی

۲۸۰ " " " " = ۶ + ۱ = ۷ درہم چاندی

۳۱۹ " " " " = ۷ درہم چاندی

۳۲۰ " " " " = ۷ + ۱ = ۸ درہم چاندی

یعنی ۲۰۰ درہم نصاب چاندی سے اوپر پورے چالیس درہم چاندی پر ایک درہم چاندی زکوٰۃ بڑھتی جائے گی چالیس سے کم پر نہیں۔

کھوٹ ملے سونے چاندی کا کھوٹ اگر کل کا نصف سے کم ہے تو کل پر

سونے چاندی کا اطلاق ہوگا۔ اور اگر کھوٹ نکال لیا جائے تو پھر خالص سونے یا چاندی کا اپنا نصاب ہے۔ زیورات میں موتی و جواہرات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہی دوسری دھاتوں کے زیورات پر زکوٰۃ ہے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ

تجارت یا فروخت کے ہر قسم کے مال پر زکوٰۃ فرض ہے، چاہے مال تجارت جانوروں کی صورت میں ہو یا برتنوں یا فرنیچر کی صورت میں ہو یا آلات و مشینری کی صورت میں یا ادویات کی صورت میں ہو یا کپڑے کی صورت میں ہو، خواہ کسی بھی قسم اور نوعیت کا مال ہو، اگر وہ برائے فروخت رکھا ہوا ہے تو سال گزرنے پر اُس کی زکوٰۃ دینی فرض ہے، چاہے مال کی صورت میں زکوٰۃ ادا کر دی جائے یا قیمت کے حساب سے ادا کر دی جائے اگر قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ دی جائے گی تو زکوٰۃ فرض ہونے کے وقت مقامی بازار کی قیمت کے حساب سے ہوگی۔ جانوروں کی صورت میں ہر قسم کے جانور مراد ہیں بشرطیکہ وہ برائے فروخت ہوں۔

اگر مال تجارت نصاب زکوٰۃ سے کم ہے لیکن نقد روپیہ یا سونا چاندی موجود ہے تو سب کو ملا کر دیکھا جائے کہ اگر مجموعہ نصاب کے مطابق ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہے۔

خرید و فروخت میں استعمال ہونے والے معاون و مددگار سامان پر زکوٰۃ نہیں ہے مثلاً الماریاں، شوکیں، فرنیچر، پنکھے، ہیٹر، ایئر کنڈیشنر یا دوکان کے سامان سجاوٹ پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ تو صرف فروخت کیے جانے والے سامان پر ہے۔ کرایہ پر دی جانے والی ہر چیز مثلاً مکانات و دکانات و کراگری، دریاں، مٹی وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں۔ لیکن اُن سے حاصل ہونے والی کرایہ کی آمدنی پر زکوٰۃ ہے بشرطیکہ وہ آمدنی سال بھر پاس رہے۔

اُونٹوں کی زکوٰۃ

پانچ سائز اُونٹوں پر زکوٰۃ = پورے ایک سال یا زیادہ عمر کی ایک بکری یا بکرا

۹ " " " " " " " " = " " " " " " " " " " " "

۱۰ " " " " " " " " = " " " " " " " " " " " "

۱۲ " " " " " " " " = " " " " " " " " " " " "

۱۵ " " " " " " " " = " " " " " " " " " " " "

۲۵ اُونٹوں تک ہر پانچ اُونٹوں پر ایک بکری یا بکرا بڑھاتے جاتے ہیں اور

جب پورے ۲۵ اُونٹ ہو جائیں تو پھر بکری یا بکرا سنہیں دیا جائے گا بلکہ "بنتِ مخاض" زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ بنتِ مخاض اُونٹ کی اُس بچی کو کہتے ہیں جو عمر میں پورے ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو۔ ۲۵ اُونٹوں تک بنتِ مخاض زکوٰۃ میں دی جائے گی۔

اگر اُونٹ ۲۶ عدد سے لے کر ۴۵ عدد تک ہوں تو اُن کی زکوٰۃ میں "بنتِ

لبون" دی جائے گی۔ بنتِ لبون اُونٹ کی اُس بچی کو کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں لگی ہو۔

۴۶ سے ۶۰ اُونٹوں تک کی زکوٰۃ ایک "حقہ" ہے۔ حقہ اُس اُونٹنی کو کہتے

ہیں جو اپنی عمر کے تین سال پورے کر کے چوتھے سال میں لگی ہو۔

۶۱ سے ۷۵ اُونٹوں تک کی زکوٰۃ ایک "جدعہ" ہے۔ جضعہ وہ اُونٹنی ہے

جس کی عمر پورے چار سال ہو کر پانچویں سال میں لگ چکی ہو۔

۷۶ سے لیکر ۹۰ اُونٹوں تک کی زکوٰۃ دو عدد "بنتِ لبون" ہیں۔

۹۱ سے لیکر ۱۲۵ اُونٹوں تک کی زکوٰۃ دو عدد "حقہ" ہیں۔

اگر اُونٹوں کی تعداد مزید بڑھ جائے تو زکوٰۃ کا ابتدائی حساب پھر سے شروع

کر کے ساتھ ملاتے جاتے ہیں یعنی ۱۲۵ اُونٹوں پر زکوٰۃ دو عدد حقہ اور ایک بکری یا بکرا ہوگا۔

۱۳۰ پر دو حقتہ اور دو بکریاں

۱۳۵ پر دو حقتہ اور تین بکریاں

۱۴۰ پر دو حقتہ اور چار بکریاں

۱۴۵ پر دو حقتہ اور ایک بنت لبون

۱۵۰ پر تین حقتہ زکوٰۃ ہوگی۔

اگر اونٹوں میں مزید اضافہ ہو جائے تو پھر اُدسیر نو زکوٰۃ کا ابتدائی حساب ساتھ ملائے جائیں۔

گائے بھینس کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کے معاملے میں گائے اور بھینس ایک ہی حکم میں آتی ہیں۔ ان دونوں کا نصاب اور شرح ایک ہی ہے۔ گائے اور بھینس اگر ملی جلی ہوں تو زکوٰۃ اُس جانور سے ادا کی جائے گی جو تعداد میں زیادہ ہوں گے۔ مثلاً اگر گائیں، بھینسوں سے زیادہ ہوں گی تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہوں گی تو زکوٰۃ بھینسوں سے دی جائے گی اور اگر گائیں اور بھینسیں تعداد میں برابر ہوں تو اختیار ہے کہ چاہے گائے دے دے، چاہے بھینس دے دے۔

۳۰ عدد سے کم گائے بھینس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ پوری ۳۰ عدد گائے بھینس پر ان کا ایک بچہ جو عمر میں پورے ایک سال کا ہو چکا ہو زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔
۳۱ سے ۳۹ عدد گائے بھینس پر زکوٰۃ اُن کا ایک سالہ بچہ ہے۔
۴۰ سے لیکر ۵۹ عدد گائے بھینس پر زکوٰۃ اُن کا دو سالہ بچہ ہے۔
۶۰ عدد گائے بھینسوں پر زکوٰۃ اُن کے ایک ایک سال کے دو بچے ہیں۔
۶۰ سے اوپر ہر ۳۰ پر ایک سالہ بچے کا اضافہ ہوگا اور ہر چالیس پر دو سالہ بچے کا اضافہ ہوگا۔

مثال کے طور پر ۷۰ عدد گائیوں پر دو نصاب ہوں گے ایک تیس عدد کا،

دوسرا ۴۰ عدد کا۔ اس لیے ۷ گائیوں کی زکوٰۃ دو بچے زکوٰۃ میں دینے ہوں گے ایک بچہ ایک سالہ اور ایک بچہ دو سالہ۔

۸۰ عدد گائیوں پر ۴۰، ۴۰ کے دو نصاب لاگو ہوں گے۔ یعنی ۸۰ گائیوں کی زکوٰۃ دو عدد دو سالہ بچے ہوں گے۔

اسی طرح ۹۰ عدد گائیوں پر ۳۰، ۳۰ کے تین نصاب لاگو ہوں گے یعنی ۹۰ گائیوں پر تین عدد ایک سالہ بچے زکوٰۃ میں دینے ہوں گے۔

بکریوں کی زکوٰۃ

بھٹیر، بکری، دُنْبہ، بکرا ایک ہی حکم میں ہیں لہذا جہاں بکری کا لفظ آئے گا، وہاں یہ سب مراد ہوں گے۔ ۴۰ عدد سائمہ بکریوں پر زکوٰۃ فرض ہے، ۴۰ عدد سے کم بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اگر ۴۰ عدد سائمہ بکریاں کسی شخص کے پاس ایک سال تک رہ جائیں تو اس پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔

۴۰ عدد سے ۱۲۰ عدد بکریوں پر صرف ایک بکری زکوٰۃ ہے۔

۱۲۱ عدد سے ۲۰۰ عدد بکریوں پر دو بکریاں زکوٰۃ ہے۔

۲۰۱ عدد سے ۳۰۰ عدد بکریوں پر تین بکریاں زکوٰۃ ہے۔

۳۰۱ عدد سے ۴۰۰ عدد بکریوں پر چار بکریاں زکوٰۃ ہے۔

پھر اس کے بعد ہر ۱۰۰ پر ایک بکری زکوٰۃ اضافہ کرتے جائیں۔

زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جانور کم از کم سال بھر عمر کے ہوں۔ اگر سب کے سب ایک سال کی عمر سے کم عمر کے ہوتے تو ان پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔ البتہ اگر ان میں سے صرف ایک بھی پورے سال کی عمر کا ہو تو پھر سب کو سال بھر کا تصور کیا جائے گا۔ اس لیے ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

عشر

لفوی طور پر عشر کے معنی «دسواں حصہ» ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں عشر اس زکوٰۃ کو کہا جاتا ہے جو زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار پر فرض کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرِ مَعْرُوشَاتٍ
وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ
مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ طَلَعُوا مِنْ شَجَرَةٍ إِذَا
أَثْرَوْنَا اللَّهُ يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

(پہ الا انعام ۱۲۲)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیے باغ کہ کچھ تو زمین پر بچھے ہوئے ہیں اور کچھ بچھے ہوئے نہیں ہیں۔ اور پیدا کیے کھجور اور کھیتی جس میں رنگ برنگے کھانے ہیں اور پیدا کیے زیتون اور انار جو کسی معاملے میں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور کسی معاملے میں ایک دوسرے سے الگ الگ۔ تو جب وہ پھل لے آئیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جس دن کٹائی ہو، اس کا حق (زکوٰۃ) ادا کرو۔ اور اسراف نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اتفاق رائے سے مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مبارکہ عشر کی فرضیت

سے متعلق ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و

السلام نے فرمایا :-

”جس زمین کو آسمان نے یا چشموں نے سیراب کیا یا جسے نہر کے

پانی سے بلا معاوضہ سیراب کیا جاتا ہو، اس پر عشر ہے اور

جس زمین کو جانور پر لا کر پانی دیا جاتا ہو، اس میں نصف

عشر ہے“

ائمہ فقہ کا فرمان ہے کہ بارش سے سیراب ہونے والی زمین یا چشموں، پہاڑی

نہر کی نالوں اور کسی نہر سے بلا معاوضہ سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ کل پیداوار کا

دسواں حصہ ہے۔ لیکن کنوئیں کے ڈول یا چرخی سے سیراب ہونے والی زمین، خریدے ہوئے

پانی سے سیراب ہونے والی زمین، بار برداری کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین، ٹیوب

دیل کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین یا حکومت کے آبیانہ والی نہروں سے سیراب

ہونے والی زمین کی پیداوار پر کل پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

عشر کی فرضیت کے لیے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ مجنون و نابالغ کی زمین کی

پیداوار پر بھی عشر فرض ہے۔ اور عشر ہر فصل پر فرض ہے چاہے سال میں جتنے فصل بھی ہوں

اور پیداوار کی مقدار جتنی بھی ہو، اس پر عشر فرض ہے۔ پیداوار زیادہ ہو یا کم ہر حال میں اس کی

زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ عشر زمین کی کل پیداوار کا دینا فرض ہے۔ پیداوار میں سے کسی قسم کے مصارف

نہیں کاٹے جائیں گے۔ ہر قسم کی پیداوار پر عشر ہے، چاہے پیداوار اناج میں سے ہو یا پھلوں

اور پھولوں میں سے ہو یا میوہ جات و سبزیات میں سے ہو بلکہ عشری زمین کے شہد پر بھی

عشر فرض ہے۔

عشر زمین کو کاشت کرنے والے کے ذمے ہے، کاشت کار خواہ مالک ہو

یا سزاغ ہو یا ٹھیکیدار ہو۔

پھلوں اور میووں کی زکوٰۃ ان کے پکنے پر ہی لی جاسکتی ہے۔ پھل و میوے اگر

پکنے سے پہلے ضائع ہو جائیں تو ان پر کوئی زکوٰۃ لاگو نہیں ہوگی۔

زمین کے درخت یا درختوں سے نکلنے والی گوند پر عشر فرض نہیں ہے۔ زمین

کی ایسی پیداوار کہ جس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا مثلاً گھاس، نرکل، جھاؤ وغیرہ پر بھی

عشر فرض نہیں۔ اور اگر ان سے منافع حاصل کیا جاتا ہو تو ان پر بھی عشر فرض ہے۔ گھر کے صحن وغیرہ میں کاشت کی جانے والی چیزوں پر عشر فرض نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف

اللہ تعالیٰ نے صدقہ و زکوٰۃ کے مال کی تقسیم کے متعلق ایک حکم نامہ جاری کرتے

ہوئے فرمایا :-

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَرِجَى
سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (سُورَةُ التَّوْبَةِ ۶۰)

ترجمہ ”بے شک صدقات (مالِ زکوٰۃ) فقراء اور مساکین کے لیے ہیں اور عاملینِ زکوٰۃ (زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر حضرات) کے لیے ہیں اور اسلام کی طرف مائل افراد کی تالیفِ قلب کے لیے ہیں اور غلاموں کی گردنیں آزاد کرانے کے لیے ہیں اور قرضداروں کے لیے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ہیں اور مسافر کے لیے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے“

اس حکم نامے میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو زکوٰۃ لینے کا مستحق

قرار دیا ہے :-

① پہلی قسم میں فقراء آتے ہیں۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور نہ وہ کوئی کسب کر سکتا ہو۔ جس کے پاس پورے دن کی خوراک موجود ہو اور اس کے جسم پر کپڑے بھی پورے ہوں وہ فقیر نہیں ہے۔ اور اگر اس کے پاس نصف دن کی خوراک سے زیادہ خوراک

نہیں اور نہ ہی اُس کے تن کے کپڑے پورے ہیں تو وہ فقیر ہے۔ اگر وہ کسی ہتھیار یا آلے سے کسب کرنا جانتا ہو مگر اُس کے پاس آلہ و ہتھیار نہیں ہے تو وہ تب بھی فقیر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی طالب علم ہے اور وہ روزی کمانے کا ہنر بھی جانتا ہے مگر روزی کمانے سے اُس کی تعلیم کا حرج ہوتا ہے تو وہ طالب علم بھی فقیر ہے۔ اس قسم کا اصلی فقیر اگر نہ مل سکے تو کسی عیال دار درویش کو تلاش کیا جائے اور اُس کے بچوں کو فقیر تسلیم کر کے اُس کو مالِ زکوٰۃ کا حصہ ادا کیا جائے۔

② دوسری قسم مساکین کی ہے۔ اور مسکین وہ ہے کہ جس کی آمدنی اُس کے اخراجات سے کم ہو، خواہ اُس کے پاس مکان دیکڑے اور گھر بلیو سامان موجود ہو۔ لیکن اگر ایک سال کا خرچ اُس کے پاس نہ ہو اور اُس کا ذریعہ معاش اُس کی کفالت کو پورا نہ کر رہا ہو تو اُس کو مالِ زکوٰۃ میں سے اتنا دینا روا ہے کہ جس سے اُس کی سال بھر کی کفالت ہو جائے اور اگر اُس کے گھر میں اُس کی ضرورت سے زیادہ چیزیں موجود ہوں تو وہ مسکین نہیں ہے انہیں بیچ کر اپنا گزارہ کرے۔

③ تیسری قسم عاملینِ زکوٰۃ ہے یعنی وہ افراد جن کے ذمے زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم ہو وہ بھی اپنی مزدوری (تنخواہ) مالِ زکوٰۃ میں سے لے سکتے ہیں، لیکن ہاشمی سید کو تنخواہ مالِ زکوٰۃ میں سے نہ دی جاتے کہ مالِ زکوٰۃ ہاشمی سید پر حرام ہے وہ اس لیے کہ مالِ زکوٰۃ مومنوں کے مال کی میل کچیل ہے۔ لہذا ہاشمی سادات کے شرف کو اس میل کچیل سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی طرح کافروں کو بھی زکوٰۃ کا مال قطعاً نہ دیا جائے کہ وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ انہیں مومنوں کی میل ہی عطا کی جائے۔ عاملِ زکوٰۃ اگر غنی بھی ہو تو اُسے مالِ زکوٰۃ میں سے تنخواہ لینا جائز ہے۔

④ چوتھی قسم مؤلفِ قلوب کی ہے۔ یہ وہ باحمت لوگ ہوتے ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اُن کی دل جوئی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اُن کا حصہ رکھ دیا ہے۔ اس طرح وہ اسلام کے ضابطہ جیسا کہ اپنانے میں کئی پریشانیوں سے بچ جاتے ہیں علاوہ ازیں اُن کو اسلام میں خوشحال دیکھ کر دوسرے غیر مسلم اسلام کی طرف راغب

ہوتے ہیں۔

⑤ پانچویں قسم اُن غلاموں اور لونڈیوں کی ہے جو اپنے مالک سے خود کو خرید کر قسط وار آزاد کر رہے ہوتے ہیں۔ اُن کو مالِ زکوٰۃ میں سے حصّہ دے کر آزاد کرایا جاسکتا ہے۔

⑥ چھٹی قسم اُن قرضداروں کی ہے جو کسی نیک یا اصلاحی مقاصد کے لیے خرچ کرتے کرتے مقروض ہو چکے ہوں اور وہ قرضہ ادا کرنے سے معذور ہوں۔ البتہ یہاں بھی دیکھا جائے کہ قرضدار ہاسخی سادات میں سے نہ ہو۔

⑦ ساتویں قسم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی ہے۔ ان میں ہر قسم کے مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مالِ زکوٰۃ کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے چاہے مجاہد زبان کے ذریعے جہاد کر رہا ہے یا قلم کے ذریعے، تلوار سے یا بھاگ دوڑ کی محنت سے۔ مطلب یہ کہ دینِ حق کے قیام و استحکام، اُس کی اشاعت و تبلیغ اور اُس کی ریاست کی حفاظت و دفاع کے لیے تمام کوششیں جہاد کہلاتی ہیں اور ان کوششوں میں مصروف حضرات مجاہدین ہیں۔ اور جن مجاہدین کو بیت المال سے کچھ نہ ملتا ہو خواہ وہ امیر ہی کیوں نہ ہوں وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ کم از کم زادِ سفر اُن کو زکوٰۃ سے ادا کیا جائے۔

⑧ مستحقینِ زکوٰۃ کی آٹھویں قسم میں وہ مسافر شامل ہے جس کے پاس زادِ راہ ختم ہو چکا ہو یا کم ہو چکا ہو۔ مسافر چاہے بنیادی طور پر امیر اور خوش حال ہو لیکن دورانِ سفر اگر مالی امداد کا محتاج ہو گیا ہو تو مالِ زکوٰۃ سے اُس کی مدد کر دی جائے۔ زکوٰۃ کا مستحق ثابت کرنے کے لیے اگر کوئی خود کو فقیر یا مسکین بتائے تو اُس کی بات کو مان لینا روا ہے جب تک کہ اُس کا تھوٹ بولنا قطعی ثابت نہ ہو جائے اگر مسافر سفر پر نہ جائے اور مجاہد جہاد پر نہ جائے تو اُن کو دیا ہوا مالِ زکوٰۃ واپس لے لیا جائے۔

صحیح مستحقِ زکوٰۃ کی تلاش میں پانچ قسم کے لوگوں کو ترجیح دی جائے تو

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :-

«طعام پر ہیزگاروں کو دینا چاہیے»

اس لیے زکوٰۃ کے لیے کوئی پرہیزگار و مستحق درویش یا فقیر تلاش کیا جائے، تاکہ

مالِ زکوٰۃ اُس کی عبادت و طاعت میں معاون و مددگار ثابت ہو۔

② زکوٰۃ لینے والا کوئی طالب علم ہو تاکہ مالِ زکوٰۃ اُس کے حصولِ علم میں معاون و

مددگار ثابت ہو۔

③ زکوٰۃ لینے کے لیے مستحق شخص کو تلاش کیا جائے جس نے اپنی مفلسی و ناداری

کو تجمل و بے نیازی کے پردے میں چھپا رکھا ہو اور زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے باوجود زکوٰۃ

لینے میں عار محسوس کرتے ہوئے سوال نہ کرتا ہو۔

④ زکوٰۃ کے لیے ایسے مستحق افراد کو تلاش کیا جائے جو عیال دار یا بیمار ہوں،

کیونکہ زکوٰۃ لینے والا جتنا زیادہ محتاج اور خستہ حال ہوگا، دینے والے کو اتنا ہی زیادہ

ثواب ہوگا۔

⑤ ایسے غریب افراد جو زکوٰۃ دینے والے کے رشتہ دار ہوں تو ایسے لوگوں

کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔

اور اگر کوئی حاجت مند مندرجہ بالا تمام صفات کا حامل ہو یا بیشتر صفات

اُس میں پائی جاتی ہوں تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا سب سے بہتر و افضل ہے کیونکہ ایسے لوگوں

کی دعائیں دینے والے کے لیے حصار کا کام دیتی ہیں۔

زکوٰۃ و صدقات کی عجیب و غریب رمز

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ بندوں کو مال کا محتاج بنا دیا ہے اور کچھ کو بہت

سارا مال عطا فرمایا ہے، لیکن محتاج انہی کو بنایا ہے جن پر لطف و کرم زیادہ کرنا مقصود تھا کہ

وہ معاملاتِ دنیا سے فارغ ہو کر قُربِ الہی کی خاطر عبادت میں مصروف رہیں اور دنیا داری

کا کام بوجھ اور محنت و مشقت اور اُس کی حفاظت کی عام ذمہ داری امیروں پر ڈال دی اور انہیں حکم دے دیا کہ وہ اُس کے عزیز بندوں کو اُن کی ضروریات کے مطابق بہم پہنچاتے رہیں تاکہ اللہ کے وہ عزیز بندے کاروبارِ دُنیا سے آزاد اور یک سو ہو کر ذکرِ الہی میں مشغول رہ سکیں۔ جس طرح دُنیا کے بادشاہ جن لوگوں کو ہر وقت اپنی خدمت میں حاضر رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں کسبِ دُنیا سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور کسانوں، مزدوروں اور اہل بازار کو بے گاری بنا کر اور اُن سے ٹیکس وغیرہ لے کر اپنے ان مصاحبین کو تنخواہیں دیا کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے مقربین کو کسبِ دُنیا سے بے نیاز رکھنے کے لیے کاروباری حضرات اور مال دار لوگوں سے انہیں ٹیکس دِلواتا ہے۔ وہ اپنے خواص کی تمام عوام سے خدمت کرواتا ہے۔ اُس نے امیروں اور مالدار لوگوں کو اپنے محبوب درویشوں اور فقیروں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ وہ مالداروں سے لے کر اپنی بارگاہ کے مقبول مصاحبین کو دیتا ہے۔ مالدار اپنا مال اپنے مالک و خالق کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور درویش و فقراء اللہ کے ہاتھ سے لیتے ہیں۔ مالداروں کا فقراء پر کوئی احسان نہیں ہے کیونکہ مالداروں سے فقراء کو دلوانے والا اللہ ہے۔ اس لیے فقراء اللہ ہی کا احسان مان کر اُس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:-

”جو کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرے تم بھی جواب میں اُس کے ساتھ نیکی کرو۔ اور اگر نیکی نہ کر سکو تو اُس کے حق میں اس قدر دُعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اُس کا بدلہ پوری طرح ادا کر چکے ہو۔“

اس لیے فقراء کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب انہیں کچھ دیا جاتا ہے تو وہ دینے والے کے حق میں اس طرح دُعا گو ہوتے ہیں:-

”پاک کرے اللہ تعالیٰ تیرے دل کو نیکو کاروں کے دل کی طرح، تیرے اعمال کو نیکو کاروں کے اعمال کی طرح، اور رحمت کے تیری روح پر شہیدوں کی روح کی طرح۔“

زکوٰۃ کے ضروری مسائل

- ① کسی صاحبِ نصابِ آدمی کے مال پر زکوٰۃ اُس وقت فرض ہوتی ہے کہ جب مال اُس کے پاس ایک سال تک باقی رہے۔ اور اگر مال ایک سال سے کم عرصہ اُس کے پاس رہے تو اُس پر زکوٰۃ دینا واجب نہیں۔
- ② اگر کسی کے پاس بقدرِ نصابِ مال ہو، کچھ عرصہ کے بعد مال نصابِ زکوٰۃ سے کم ہو جائے اور سال کے اتمام تک نصاب سے کم ہی رہے تو اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
- ③ اگر کوئی سال کے اول و آخر میں تو صاحبِ نصاب رہے مگر سال کے درمیانی عرصہ میں صاحبِ نصاب نہ رہے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- ④ اگر کسی صاحبِ نصاب کا سارا مال ضائع ہو جائے یا کسی صورت میں اُس کے پاس سے جاتا رہے اور کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ صاحبِ نصاب ہو جائے تو جب سے وہ دوبارہ مالدار ہوا ہے تب سے اُس کا سال شروع کیا جائے گا اور سال ختم ہونے پر اُسے زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔
- ⑤ اگر کوئی صاحبِ نصاب تو ہے لیکن جتنا مال اُس کے پاس ہے اتنے مال کا وہ قرضدار بھی ہے تو اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔
- ⑥ اگر کسی قرضدار کے پاس اتنا مال ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی وہ صاحبِ نصاب رہے گا تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- ⑦ کسی صاحبِ نصاب مالدار کے مال میں سال کے اتمام تک مزید اضافہ ہو جائے تو اُس کے سارے مال پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔
- ⑧ گھریلو سامان مثلاً کھانے پکانے، پینے پلانے، کپڑے دھونے، سونے بیٹھنے اور رہنے سہنے کا تمام سامان اور پہننے کے کپڑے، رہنے سہنے کا مکان وغیرہ سب پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے چاہے سامان کتنا ہی زیادہ ہو اور چاہے وہ استعمال ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔

⑨ کسی عورت کا اپنے شوہر کے ذمہ واجب الادا حق مہر ہو اور کبھی اُسے ملجائے تو جب سے اُسے ملے گا اُس وقت سے سال شمار کر کے پورا سال ہونے پر اُس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

⑩ اگر کوئی صاحبِ نصاب مالدار سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اگر وہ صاحبِ نصاب مالدار تو نہیں لیکن اُسے کہیں سے مال ملنے کی امید ہے اور اِس امید پر وہ زکوٰۃ دے دیتا ہے تو یہ درست نہیں۔ زکوٰۃ نہ ہوگی۔

⑪ اگر کوئی مالدار آدمی کسی سال کی پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن اگر بعد میں کسی سال اُس کے مال میں اضافہ ہو جائے تو اضافہ شدہ مال کی زکوٰۃ اُسے دینی ہوگی۔

⑫ کسی مالدار پر زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی اور ابھی اُس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی کہ اُس کا سارا مال چوری ہو گیا یا کسی اور ذریعے سے جاتا رہا تو زکوٰۃ معاف ہو گئی۔ لیکن اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اپنی مرضی سے اُسے ضائع کر دیا تو زکوٰۃ معاف نہ ہوگی۔

⑬ زکوٰۃ فرض ہو جانے کے بعد اگر کوئی اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کر دے تو زکوٰۃ معاف ہو گئی۔

⑭ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد اگر کسی کا کچھ مال چوری ہو گیا یا اُس نے خود خیرات کر دیا تو بقیہ یا بیچ جانے والے مال زکوٰۃ ہوگی۔

⑮ زکوٰۃ کا مال کسی مستحق کو دیتے وقت زکوٰۃ دینے کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

⑯ نیت کے بغیر کسی فقیر کو مال زکوٰۃ دے دیا تو جب تک فقیر نے وہ مال خرچ نہیں کیا، اس وقت تک نیت کر لے تو زکوٰۃ ادا ہوگی اور اگر فقیر خرچ کر چکا تو زکوٰۃ دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

⑰ اگر کوئی زکوٰۃ دینے کی نیت سے مال زکوٰۃ علیحدہ کر لیتا ہے تو فقیر کو دیتے وقت اگر زکوٰۃ دینے کی نیت نہ کر سکے تو تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگی۔

۱۸) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو سب مال ایک ہی مستحق کو دے دے چاہے تو کئی مستحقوں میں بانٹ دے، چاہے ایک ہی مرتبہ دے دے، چاہے تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف اوقات اور مختلف دنوں میں دے دے۔

۱۹) بہتر تو یہ ہے کہ ایک مستحق کو کم از کم اتنا تو دے کہ اُس کا ایک دن کا گزارہ ہو جائے۔

۲۰) ایک ہی مستحق کو اتنا مال دے دیا کہ جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو گئی لیکن مکروہ ہے۔

۲۱) اگر کسی قرض مانگنے والے کو بظاہر قرض دے مگر دل میں زکوٰۃ کی نیت کر کے مال زکوٰۃ میں سے دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی چاہے زکوٰۃ والا اُسے قرض ہی سمجھتا رہے۔

۲۲) دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت کر کے مال زکوٰۃ کسی مستحق کو انعام میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

۲۳) اپنے کسی مقروض کو زکوٰۃ کی نیت سے قرض معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مقروض کو پہلے زکوٰۃ دے اور پھر اس سے قرض مانگ لے۔

۲۴) کسی اور کو مال زکوٰۃ دے کر کہہ دیا کہ تم میری طرف سے مستحقین کو زکوٰۃ دے دو تو وہ اگر زکوٰۃ دیتے وقت نیت نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔

۲۵) اگر آپ نے کسی کو دس روپے دیئے کہ تم میری طرف سے کسی کو زکوٰۃ میں دے دو تو اگر آپ کے دیئے ہوئے روپے اُس کے پاس موجود ہوں اور وہ زکوٰۃ دیتے وقت اپنی ملکیت کے دس روپے دے دیتا ہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی لیکن اگر آپ کے دیئے ہوئے روپے تو وہ خرچ کر دے اور پھر اُن کے بدلے اپنی جیب سے وہ دس روپے زکوٰۃ میں دے دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اور اگر آپ کے روپے پاس ہونے کے باوجود اُس نے اُن کے بدلے اپنی جیب کے روپے زکوٰۃ میں دے دیئے مگر یہ نیت نہ کی کہ آپ کے روپے بدلے میں رکھے گا تو تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۲۶) اگر آپ نے کسی کو رقم دیئے بغیر کہہ دیا کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دینا

صراطِ الصالحین، جلد دوم ۳۹۶ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

اُس نے زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، لیکن وہ آپ سے وصول کر لے۔

(۲۷) اگر آپ کے حکم و اجازت کے بغیر کسی نے آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو نہ تو وہ زکوٰۃ ادا ہوئی اور نہ وہ آپ سے مانگنے کا حقدار ہے۔

(۲۸) اگر آپ نے کسی کو زکوٰۃ دینے کے لیے رقم دی۔ اب اُسے اختیار حاصل ہے کہ وہ خود کسی کو زکوٰۃ دے دے یا کسی اور کے ذمے یہ کام لگا دے، اور وہ آدمی اگر اپنے مال باپ یا کسی اور رشتہ دار کو مستحق دیکھ کر زکوٰۃ دے دے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ لیکن اگر وہ خود مستحق زکوٰۃ ہے تو وہ اپنے آپ نہیں لے سکتا۔ البتہ اگر آپ نے رقم دیتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جیسا چاہو کر لینا اور جسے چاہو دے دینا تو وہ آپ بھی لے سکتا ہے۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

(۱) مالِ زکوٰۃ اپنے والدین، اور اپنی اولاد کو نہیں دیا جاسکتا۔ والدین سے مراد مالِ باپ، دادی دادا، پردادی پردادا، نانی نانا، پرنانی پرنانا وغیرہ ہیں اور اولاد سے مراد بیٹیاں، بیٹے، پوتیاں پوتے، پڑپوتیاں پڑپوتے، دُوبھتیاں ددبھتے، پڑدوبھتیاں پڑدوبھتے وغیرہ ہیں۔

(۲) مندرجہ بالا رشتہ داروں کے علاوہ جتنے رشتہ دار ہیں، اُن کو زکوٰۃ دینا جائز بھی ہے اور صلہِ رحمی بھی ہے۔ مثلاً بہن بھائی اُن کی اولاد، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اور اُن کی اولاد: سوتیلی مالِ باپ، ساس، خسر وغیرہ سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔

(۳) کسی مال دار باپ کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی لیکن بالغ اولاد اگر مستحق زکوٰۃ ہو تو اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۴) وہ نابالغ بچہ کہ جس کا والد مالدار نہیں ہے لیکن اُس کی والدہ مالدار ہے تو اُس بچے کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۵) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد چاہے وہ سادات یعنی سید ہوں

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

یا علوی اہلوان ہوں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عمارت بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو زکوٰۃ اور ہر قسم کا نوا صدقہ دینا ناجائز ہے۔ واجب صدقہ سے مراد، نذر کا صدقہ، کفارہ کا صدقہ، عشر اور صدقہ فطر ہے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی خیرات دی جاسکتی ہے۔

⑥ شریعت میں جو شخص بقدر نصاب مال رکھتا ہو وہ مالدار ہے، اُسے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

④ رہنے پہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، گھر ملو نو کر چاکر، گھر میں استعمال میں آنے والا ہر قسم کا سامان، پڑھنے سمجھنے کی کتابیں وغیرہ سب گھر ملو اسباب میں شامل ہے۔ یہ اسباب چاہے جتنی بھی قیمت کا ہو اس کے ہونے سے کوئی مالدار نہیں ہے، اس لیے اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

⑧ اگر کسی کے پاس چند مکانات یا دوکانیں ہیں جن کے کرایہ سے اُس کی گزر بسر ہوتی ہو یا کچھ زرعی رقبہ ہے جس کی آمدنی پر اُس کا گزارہ ہے لیکن افرادِ خانہ کی کثرت کی وجہ سے تنگ دستی کا شکار ہے اور اُس کی ملکیت میں کچھ ایسا مال بھی نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو تو اُس کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

⑨ کسی کے پاس کچھ نقد رقم ہو لیکن جتنی رقم کا وہ مالک ہے اتنی ہی رقم کا مقروض ہے تو اُسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اگر قرضے کی رقم کم ہے تو دیکھو کہ قرضہ کی رقم نکال کر جو رقم اُس کے پاس بچتی ہے وہ نصابِ زکوٰۃ سے کم ہے تو بھی اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

⑩ کسی کافر کو زکوٰۃ یا کوئی اور واجب صدقہ دینا ناجائز ہے۔ البتہ دوسری خیرات اُسے دی جاسکتی ہے۔

⑪ مالِ زکوٰۃ سے مسجد بنوانا، کسی مُردے کے کفن دفن کا بندوبست کرنا،

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

مردے کی طرف سے اُس کا قرضہ ادا کرنا یا کوئی اور نیک کام کرنا ہرگز درست نہیں۔

(۱۲) گھر کے نوکروں اور خدمت گاروں کو بھی اگر وہ مالدار نہیں ہیں تو زکوٰۃ

دی جاسکتی ہے لیکن اُس کا حساب تنخواہ میں نہ کیا جائے بلکہ تنخواہ کے علاوہ زکوٰۃ دی جائے اور انہیں زکوٰۃ کی نیت سے انعام کے طور پر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۱۳) رضاعی ماں یا رضاعی بچے کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جس بچے کو اپنی ماں

کے علاوہ کوئی اور عورت اگر دودھ پلانے تو وہ بچہ دودھ پلانے والی عورت کا رضاعی بیٹا ہے اور وہ اُس کی رضاعی ماں ہے۔

(۱۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے اتنا حق مہر لینا ہے کہ جس کے بل جانے پر وہ

مالدار ہو سکتی ہے لیکن اگر اُس کا خاوند غربت کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا، یا عورت نے اُسے معاف کر رکھا ہے یا وہ جان بوجھ کر اُسے ادا کرتا نہیں تو اُس عورت کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر عورت کو یقین ہو کہ مطالبہ کرنے پر اُس کا خاوند فوراً اُس کا حق مہر ادا کر دے گا تو اس عورت کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

(۱۵) اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق

زکوٰۃ نہیں تھا تو کوئی بات نہیں زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ ہاں زکوٰۃ لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ مال زکوٰۃ واپس کر دے۔

(۱۶) کسی کو مستحق زکوٰۃ سمجھ کر زکوٰۃ دے دی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ لینے والا

کافر تھا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ دوبارہ ادا کرے۔

(۱۷) کسی نے اندھیرے میں کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی لیکن بعد میں معلوم

ہوا کہ لینے والا فرد اُن رشتہ داروں میں سے ہے جنہیں زکوٰۃ دینا ناجائز ہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے اور میں غیر مستحق ہوں تو اُسے چاہیے کہ وہ مال لوٹا دے۔

(۱۸) جس پر شبہ ہو کہ وہ مالدار ہے یا محتاج تو اُسے زکوٰۃ نہ دی جائے۔

(۱۹) مال زکوٰۃ تقسیم کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے مستحق رشتہ داروں کا

عراط الصالحین جلد دوم ۳۹۹ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے
خیال رکھا جائے۔ لیکن بہتر ہے کہ انہیں یہ بتاؤ کہ یہ مال زکوٰۃ ہے۔

۲۰) ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر
میں زیادہ مستحق رشتہ دار رہتے ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح کارِ دین میں مصروف
دوسرے شہر کے مستحقین کو مالِ زکوٰۃ بھیجنا بھی مکروہ نہیں ہے۔

حج

حج کے معنی ”زیارت کرنا“ اور ”ارادہ کرنا“ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں حج ایک مخصوص عبادت کا نام ہے جو بیت اللہ اور میدانِ عرفات میں ادا کی جاتی ہے۔ عبادتِ حج ہر اس صاحبِ استطاعت مسلمان مرد و عورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو عاقل و بالغ و تندرست اور آزاد ہو اور بیت اللہ شریف پہنچ سکتا ہو۔ حج دینِ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا تارک اور شرعی عذر کے بغیر کوئی نہیں دیر کرنے والا سخت گنہگار، فاسق و فاجر اور مردود الشہادت ہے۔
یعنی اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے،

فرضیتِ حج کے بارے میں فرمانِ الہی ہے :-
 اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا
 وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۗ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مِّمَّا
 اٰتٰنَا اِبْرٰهِيْمَ ۗ وَ مَن دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَ لِلّٰهِ عَلَى
 النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ
 وَ مَن كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورہ آل عمران ۹۶، ۹۷)

ترجمہ ”بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا وہ مکہ میں ہے اور وہ بڑا برکت والا اور تمام جہانوں کے لیے مرکزِ ہدایت و راہنمائی ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں (جن میں سے ایک نشانی) مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔ جو اس گھر میں داخل ہو گیا وہ امن پا گیا۔ اور اللہ کی طرف سے ان لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔“

جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جو کوئی
اسے نہ مانے تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے
نیاز ہے۔

مزید فرمان الہی ہے :-

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ
فَلَا رَفْتٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفَعَّلُوا
مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۖ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۝

(پ البقرہ ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے جانے پہچانے چند مہینے ہیں۔ تو جو شخص ان میں
حج کی نیت کرے تو دوران حج نہ تو وہ کوئی بے حیائی کی بات
(عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ) کرے، نہ کوئی گناہ کرے
اور نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کرے۔ اور تم جو بھی نیکی کا کام کرو
تو اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے۔ اور تم اپنا زادِ راہ ساتھ لے کر چلو،
لیکن (خوب یاد رکھو) کہ سب سے بہتر زادِ راہ تقوا ہے،
اس لیے اے اہل شعور! مجھ سے ڈرتے رہو۔

دین اسلام میں حج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

① ”جو شخص اس حالت میں سرے کہ استطاعت کے باوجود

اُس نے حج نہ کیا ہو تو اُسے کہہ دو کہ وہ یہودی ہو کر سرے یا

نصرانی، اللہ تعالیٰ کو اُس سے غرض نہیں۔“

② ”جس نے حج کیا اور پھر اپنے جسم کو فسق و فجور سے آلودہ نہ

ہونے دیا، زبان کو بے ہودہ اور ناشائستہ باتوں سے پاک

رکھا تو وہ تمام گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو گیا جیسا کہ پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔

۳ ”بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ اُن کا کفارہ سوائے عرفات نہیں کھڑا ہونے کے ادا نہیں ہو سکتا۔“

۴ ”شیطان کو کسی اور دن اتنا ذلیل و خوار نہ پاؤ گے جتنا کہ وہ روزِ عرفات میں ذلیل و حقیر ہوتا ہے کیونکہ اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔“

۵ ”اگر کوئی شخص حج کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے، اور راستے میں مرجاتا ہے تو قیامت تک ہر سال ایک حج اور عمرہ کا ثواب اُس کے حساب میں لکھا جاتا ہے، اور اگر کوئی مکہ یا مدینہ میں مرجاتا ہے تو اُس سے نہ تو کوئی باڈپرس ہوگی اور نہ ہی کوئی حساب لیا جائے گا۔“

۶ ”اِس سے بڑھ کر شدید گناہ اور کوئی سہیں کہ کوئی میدانِ عرفات میں کھڑا ہو کہ یہ سوچے کہ اُس کی مغفرت نہیں ہوئی۔“

۷ ”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ خُدا کے بندے حج کے لیے اِس گھر کی زیارت کرتے رہیں گے اور اگر کبھی بندوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی تو فرشتے بھیج کر یہ تعداد پوری کر لی جائے گی۔“

۸ ”قیامت کے دن خانہ کعبہ کو دلہن کی طرح سجایا جائے گا اور اُس کی باقاعدہ جلوہ آرائی ہوگی، جس جس شخص نے حج کیا ہوگا، وہ اُس کے گرد طواف کرے گا اور اُس کے پردوں کو ہاتھ لگائے گا، حتیٰ کہ کعبہ کو جنت میں لے جائیں گے اور

اُس کے ہمراہ تمام حاجی بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
 ”کسی سواری پر جانے والے حاجیوں سے فرشتے مصافحہ کرتے
 ہیں اور پیدل چلنے والے حاجیوں سے فرشتے گلے ملتے
 ہیں“

⑨

”سوار حاجی کے لیے اُس کی سواری کے ہر قدم پر ستر
 نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور پیدل چلنے والے حاجی
 کے لیے اُس کے ہر قدم پر سات سو (۷۰۰) نیکیوں کا ثواب
 لکھا جاتا ہے“

⑩

حاجی اور مجاہد اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے
 دُعا مانگیں تو اُن کی دُعا قبول فرماتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے
 مغفرت طلب کریں تو اُن کی بخشش فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ)
 ”قیامت کے دن حاجی اپنے چار سو قریبی رشتہ داروں
 کی شفاعت کرے گا۔ اور حاجی اپنے گناہوں سے اس طرح
 پاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ اُس دن پاک تھا جس دن اُس
 کی مال نے اُسے جہنم دیا تھا“

⑪

⑫

”حرام مال سے حج کرنے والا جب یہ عرض کرتا ہے ”لَبَّيْكَ
 اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 ”لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَايَكَ وَحَجَّكَ مَرْدُودٌ عَلَيْكَ“
 یعنی ”نہ تیری لبیک قبول ہے نہ تیری سعدیاک قبول ہے
 اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا جاتا ہے“

⑬

إِذَا لَقِيتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَامْرُؤٌ
 أَنْ يَسْتَفِيرَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ
 لَهُ۔ (مسند امام احمد۔ بردایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

⑭

ترجمہ » جب تم حاجی سے ملو تو اُسے سلام کرو، اُس سے مصافحہ کرو، اور اُس سے اپنے حق میں دُعا کرو اور اِس سے پہلے کہ وہ اپنے مکان کے اندر داخل ہو، اِس لیے کہ اُس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔«

⑮ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرِفْثْ وَكَمْ يَفْسُقُ رَجَعَكُمْ يَوْمَ
وَلَدَاتِهِ أُمَّةً - (بخاری)

ترجمہ » جس شخص نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر حج کیا (اِس طرح کہ) نہ تو اُس نے جماع کیا اور نہ ہی اُس نے کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اپنے گھر کو اِس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے گویا کہ اُس کی مال نے اُسے ابھی جنم دیا ہے۔«

⑯ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ
وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.
(جامع ترمذی)

ترجمہ » حج اور عمرے یکے بعد دیگرے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر (تنگدستی) اور گناہوں کو اِس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح کہ بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی کثافت کو ختم کر دیتی ہے اور ایسے پاکیزہ اور مقبول حج کا ثواب جنت کے علاوہ اور کوئی نہیں۔«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا شَقَمَاتٍ فِي طَرِيقِهِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَجْرَ الْغَازِيِّ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ عَنِ الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (بیہقی)

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ یا جہاد کی نیت سے نکلا اور راستے میں مر گیا تو قیامت کے دن تک اس کیلئے حج یا عمرہ یا غازی کا ثواب لکھا جاتا ہے گا۔

ظاہری حج اور باطنی حج

دوسرے ارکانِ اسلام نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج کی بھی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی صورت ہے۔ ان دونوں صورتوں کے بیان میں سیدنا غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں:-

«ایک حج شریعت ہے اور دوسرا حج طریقت ہے۔ حج شریعت یہ ہے کہ شرائط و ارکان کے ساتھ حج کیا جائے، حتیٰ کہ حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ اگر شرائط حج کی ادائیگی میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو ثواب حج بھی ناقص ہو جاتا ہے اور حج فاسد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-
وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ۔

ترجمہ: «اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پورا کرو»
حج شریعت کی شرائط یہ ہیں:-

- ① احرام باندھنا ② مکہ شریف میں داخلہ ③ طواف
- ④ قدم ⑤ وقوف عرفہ ⑥ مزدلفہ میں شب بسری ⑦

منیٰ میں قربانی کرنا ⑤ بیت الحرام میں داخلہ ⑧ طوافِ کعبہ، خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا ⑨ آبِ زم زم پینا ⑩ مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت واجب الطواف پڑھنا۔ ان شرائط کی ادائیگی کے بعد وہ سب باتیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی حالت میں ممنوع ہیں۔ اس حج کی جزاء دوزخ سے رہائی اور اللہ کے قہر سے امان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔

ترجمہ ”جو اس میں داخل ہو گیا وہ آمن پا گیا“

اور آخر میں طوافِ صدر یعنی بیت اللہ سے رخصت ہونے کے وقت کا طواف ہے اور اس کے بعد وطن کو واپسی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ حج نصیب کرے۔ آمین۔

حج طریقت میں سامانِ سفر یعنی زادِ راہ اور سواری یہ ہے کہ سب سے پہلے کسی صاحبِ تلقین مُرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیت کر کے اُس سے تلقین (باطنی تعلیم) حاصل کرے اور پھر زبان کے ساتھ دائمی ذکر اللہ کرے اور ذکر اللہ کی حقیقت اور مقصد کو مد نظر رکھے یعنی تفکر کے ساتھ ذکر اللہ کرے، اور ذکر اللہ سے مراد کلمہ توحید ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا زبانِ ذکر ہے اور پھر جب دل دندہ ہو جائے تو باطنی ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے حتیٰ کہ پہلے صفاتی اسماء کے دائمی ذکر سے اپنے باطن کا تصفیہ کرنے تاکہ کعبۂ سترِ جلالِ الہی صفاتی الوار کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔

”میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتمکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے خوب صاف ستھرا رکھو“

ظاہری کعبہ کا صاف ستھرا رکھنا مخلوق میں سے ان لوگوں کے لیے ہے جو طواف کرنے والے ہیں لیکن باطنی کعبہ کی صفائی معائنہ خالق کے لیے ہے، اُس ذاتِ پاک کا جلوہ دیکھنے کے لیے۔ صفائی و پاکیزگی کا بہترین اور موزوں ترین طریقہ یہ ہے کہ باطنی کعبہ کو ماسوائے اللہ سے پاک و صاف کیا جائے پھر مدحِ قدسی کے ثور سے احرام باندھا جائے، پھر کعبہ قلب میں داخل ہوا جائے، پھر طوافِ قدوم یعنی اسم اللہ ذات کا دائمی ذکر کیا جائے، پھر عرفاتِ قلب کی طرف روانگی اور اس میں وقوفِ اسم ”ہو“ اور اسم ”حق“ کے دائمی ذکر کی صورت میں کیا جائے، پھر اسم ”حی“ اور اسم ”قیوم“ کے جمیع ذکر کی صورت میں باطنی مزدلفہ یعنی فواد (باطنی دل) میں آئے، پھر باطنی منیٰ یعنی مقامِ ستر کی طرف متوجہ ہو کر اس میں قیام کرے اور اسم ”قہار“ کے دائمی ذکر سے نفسِ مطمئنہ کی قربانی کرے اسم ”قہار“ باعثِ قتل ہے اور حجاباتِ کفر کو ختم کر لے والا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

الْكَفْرُ وَالْإِيمَانُ مَقَامَانِ مِنْ ذَرَايَةِ الْعَرْشِ وَهُمَا حِجَابَانِ بَيْنَ الْعَبْدِ وَسَرَّيْهِ أَحَدُهُمَا أَسْوَدُ وَالْآخَرُ أَبْيَضُ۔

ترجمہ ”کفر اور ایمان عرش سے پرے دو مقامات ہیں جو بند اور اس کے رب کے درمیان دو حجابات ہیں۔ ان میں سے

ایک تیاہ ہے اور دوسرا سفید ہے، "نفس مطمئنہ کی قربانی کے بعد "حلق" یعنی برٹنڈانے کا عمل ہے اور حج طریقت میں اس سے مراد "ردیح قدسی" (حقیقتِ انسانیہ) کو اٹھویں اسمِ اصول کے دائمی ذکر کے ذریعہ صفاتِ بشری سے پاک و صاف کرنا ہے، اس کے بعد نویں اسمِ اصول کے دائمی ذکر کے ذریعہ حرمِ سر میں داخلہ ہے۔ اس کے بعد اُس مقام میں پہنچے جہاں اعکاف والوں کو چشمِ بصیرت سے دیکھے اور دسویں اسمِ اصول کے دائمی ذکر کے ذریعے مقامِ قرب و انس میں اعکاف کرے، پھر ٹاکیف و تشبیہ اُس بے نیاز اور بلند شان والے پروردگار کے جلال کا نظارہ کرے پھر گیارہویں اسمِ اصول اور چھ اسماءِ فروعات کے دائمی ذکر کو لازم کرے تاکہ حج طریقت کا وہ طوافِ مکمل ہو جائے جو بمنزلہ اُس طواف کے ہے جو حجِ شریعت میں خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے سے ادا ہوتا ہے، پھر مقامِ قرب میں بارہویں اسمِ اصول کے پیلے سے بدستِ قربت شراباً طہراً پیئے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا" ترجمہ "اور ان کے رب نے انہیں پاکیزہ شراب پلائی" اس پر حاجی طریقت کا حجابِ دوئی اٹھ جاتا ہے اور وہ ذاتِ الہی کو اسی کے نور سے بے حجابانہ دیکھتا ہے اور اس کا کلامِ حروفِ آواز کے واسطے کے بغیر بنتا ہے۔ اس کی بُرائیاں اسماءِ توحید کی تکرار سے نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: "وَمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ" ترجمہ: "جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک اعمال کیے تو اللہ تعالیٰ اُس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا" اور پھر جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کیا ہوا تھا وہ اس پر حلال ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ نفس کی چالبازوں سے آزاد ہو کر خوف و غم سے مامون ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

الْاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ترجمہ: جان لو کہ اولیاء اللہ پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم ہے (اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم سے ہمیں بھی یہ مرتبہ نصیب کرے۔) آمین

اب وہ طوافِ صدر کرتا ہے یعنی جملہ اسماء کا ذکر بار بار کرتا ہے اور پھر بارہویں اسمِ اصول کا دائمی ذکر اپنا کر اپنے اصلی وطن "عالمِ قدس یعنی عالمِ لاہوت" کی طرف لوٹتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم (اچھی صورت) پر بنایا ہے۔

مندرجہ بالا سب تاہذات ایسی ہیں کہ جو عقل میں بھی سما جاتی ہیں اور انہیں زبان سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے آگے کا جو معاملہ ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اُس کے متعلق بتلایا نہیں جاسکتا کیونکہ وہ عقل و فہم سے بالا ہے، جو صلے اُس کی گنجائش نہیں رکھتے اور مخازن میں اُس کی سمائی نہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الْعُلُوْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ۔

ترجمہ: "بے شک علوم میں سے ایک علم ایسا ہے کہ جس کی ہیئت کو پوشیدہ رکھا گیا ہے، اور اُسے صرف اللہ والے ہی جانتے ہیں۔"

جب وہ اُس علم کے واسطے سے کلام کرتے ہیں تو اہلِ عزت اُس کا انکار نہیں کرتے۔ عارفِ علم کی تہہ کو پہنچتا ہے اور اُس کا کلام اُس کے حال کے مطابق ہوتا ہے جب کہ عالم

صرف سطحی علم رکھتا ہے، لہذا وہ اپنے علم کے مطابق گفتگو کرتا ہے، عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کو اُس کا غیر نہیں جانتا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔

ترجمہ » اور وہ نہیں پاتے اُس کے علم سے مگر وہ جتنا چاہے «

یعنی وہ انبیاء اور اولیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے نوازا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ مجیدوں کو جانتا ہے اور اُس کو بھی جانتا ہے جو اُس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے «

(اخذ ونقل از بستر الاسرار)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:-

» آدمی کو پیدا ہی اس طرز پر کیا گیا ہے کہ وہ جب تک اپنے تمام اختیارات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے اپنی سعادت کے کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ اپنے نفس کی پیروی میں اپنے اختیارات کو استعمال کرنا اُس کی ہلاکت کا سبب ہے، کیونکہ آدمی جب تک اپنے اختیارات پر رہتا ہے، اُس کا کوئی عمل بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ نفس کی موافقت اور مطابقت میں ہوتا ہے، اور اُس کا کوئی معاملہ بھی بندے کی طرح نہیں ہوتا حالانکہ اُس کی سعادت طاعت و بندگی ہی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی امتوں کو رہبانیت اور سیاحت کا حکم دیا گیا تھا، یہاں تک کہ اُن کے امتی لوگوں سے علیحدہ ہو کر دور کہیں پہاڑوں پر نکل جاتے تھے اور ریاضت و مجاہدہ میں مستغرق رہتے

تھے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے دین میں رہبانیت و سیاحت کیوں نہیں ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

”ہمیں اس کے بدلے جہاد اور حج کا حکم دیا گیا ہے“
 پس اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے جو اس امت کو حج کا حکم دیا ہے تو اسی لیے کہ اس سے بھی مقصود مجاہدہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو اپنے ساتھ نسبت کا شرف عظیم بخشا اور دنیاوی بادشاہوں کے دربار کے مثل بنا کر اس کے اطراف اور جوانب کو قابل احترام قرار دیا اور وہاں پر شکار کرنے یا درخت کاٹنے کو حرام قرار دیا اور اس کی عظمت و حرمت کے لیے شاہی درباروں کے میدانوں کی طرح میدان عرفات کو حرم کے بالکل سامنے بنا دیا تاکہ چار دانگ عالم سے لوگ جوق در جوق خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آیا کریں، حالانکہ وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور گھر میں رہنے سے پاک و منزه ہے۔ لیکن آدمی کی فطرت ہے کہ جب اس پر دوست کی محبت کا جذبہ غالب آتا ہے تو اسے دوست سے نسبت رکھنے والی ہر چیز پیاری لگنے لگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے اس سے منسوب خانہ کعبہ کو پیار کرنے لگتے ہیں اور اسی شوق و آرزو میں اپنے اہل و عیال اور مال اور وطن کو پس پشت ڈال کر جنگل و بیابان کے خطرات کو برداشت کرتے ہوئے عاجزانہ طور پر اس سے نسبت رکھنے والے

خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ اور اس عبادت میں ان کو ایسے افعال کا حکم دیا گیا ہے جنہیں عقل نہیں سمجھ سکتی۔ مثال کے طور پر عقل کو کیا خبر کہ کنکر یا پھینکنا یا صفا و سروہ میں دوڑتے پھرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ اس لیے ہے کہ جو بات عقل میں آسکتی ہے اس کے ساتھ نفس کو برابر تعلق رہتا ہے۔ نفس کو معلوم ہوتا ہے کہ عقل کیا کام کر رہی ہے؟ اور کس غرض سے کر رہی ہے؟ لیکن کمال بندگی یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک کے حکم کا پابند ہو، چاہے وہ حکم اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ پھر پھینکنا اور سعی کرنا اسی پلاچون و چرا تعمیل حکم کی زندہ مثال ہے۔ ان احکام کا بجالانا صرف بندگی کی بنا پر ہوتا ہے ورنہ عقل کے بس میں ہو تو دلیلوں میں اُلجھا کر رکھ دے۔ لہذا حج سے اس بات کی تربیت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ اپنے مولا کے سامنے اس حالت میں رہے کہ اس کے وجود میں طلبِ مولا کے سوا کسی اور چیز کا نام و نشان موجود نہ ہو اور احکامِ خداوندی کی سجا آوری میں اس کی عقل اور طبیعت کو سرِ مُودخل نہ ہو۔“

حج کی عبرتیں

” حج سے حاصل ہونے والی عبرتیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صورت و جہت کے لحاظ سے حج کے سفر کو آخرت کے سفر کی مانند بنایا ہے۔ وہ یوں کہ حج کے سفر سے خدا کے گھر میں حاضر ہونا مقصود ہے۔ لہذا اس سفر حج کے احوال و وقتاً

سے سفرِ آخرت کے احوال کو یاد کرنا چاہیے۔ مثلاً اپنے اہل و
عیال اور دوستوں اور عزیزوں کو وداع کرتے وقت خیال
کرنا چاہیے کہ یہ وداع موت والے وداع کی مانند ہے اور
جس طرح سفر پر روانگی سے قبل تمام دنیاوی معاملات سے
فارغ ہو کر گھر سے نکلنا لازم ہے، اسی طرح خیال کرنا چاہیے
کہ عمر کے اہتمام پر سفرِ آخرت کے لیے دل کو اس دنیا کی ہر
شے اور ہر خواہش سے پاک کر لینا ہو گا ورنہ سفرِ آخرت
خراب ہو جائے گا۔ جس طرح سفرِ حج کے لیے ہر طرح کا
ضروری زادِ راہ تیار کیا جاتا ہے اور ہر طرح کی احتیاط برتی
جاتی ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں عین جنگل و بیابان میں
بے سرو سامانی کا شکار ہونا پڑے، اسی طرح خیال کرنا
چاہیے کہ بیابانِ قیامت تو اور بھی زیادہ وسیع و عریض
اور بے حد ہولناک ہے اور اُس میں توشہ کی ضرورت
دنیاوی بیابان سے کہیں زیادہ ہے۔ جس طرح سفرِ حج پر
ردانگی کے وقت ایسی چیزوں کو ساتھ لے جانے سے گریز
کیا جاتا ہے جن کے جلد خراب ہو جانے کا احتمال ہو، اسی
طرح یہ خیال بھی کرنا چاہیے کہ ریا و تقصیر کی آمیزش والی
طاعت و عبادت زادِ آخرت کے لائق نہیں ہے۔ اسی
طرح سواری پر بیٹھتے وقت اپنے جنازے کو یاد کیا جائے۔
اور یہ روزِ ترہ کے کپڑے اتار کر دو سفید چادروں پر مشتمل
احرام باندھتے وقت کفن کو یاد کیا جائے کہ سفرِ آخرت کا
لباس بھی دنیاوی لباس کے برعکس ایسی ہی دو چادروں
پر مشتمل ہوتا ہے۔

اور جب جنگل و بیاباں کے خطرات و تکالیف سامنے آتی ہیں تو منکر نیکر، قبر کی زندگی اور قبر کے عذاب کو یاد رکھا جائے کہ لحد سے لے کر حشر تک ایک مہیب جنگل راہ میں پڑتا ہے جس میں خطرات و آفات بے شمار پیش آتی ہیں اور جس طرح راہبر و محافظ کے بغیر بیاباں کی آفتوں سے سلامتی کے ساتھ گزرنا محال ہے، اسی طرح قبر کی ہولناکیوں سے بلا راہبر و محافظ سلامتی سے گزرنا ممکن نہیں، اور وہ راہبر و محافظ مُرشدِ کامل و طاعتِ خداوندی ہے، جس طرح جنگل و بیاباں اہل و عیال و دستوں، عزیزوں کے بغیر تنہا عبور کرنا ہے اسی طرح قبر میں بھی یکہ و تنہا رہنا ہے۔

اور «لتیک» کہتے ہوئے خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا کا جواب دے رہا ہوں کیوں کہ قیامت میں بھی ایسی ہی ندا کا جواب دینا ہوگا، اس لیے اسی ہول کو اپنے اُپر طاری کر کے لتیک لتیک کہا جائے۔

اور طوافِ وسیعی کے دوران اُن بے چاروں کا خیال کیا جائے جو اپنی کسی غرض کی خاطر دنیاوی بادشاہوں کے درباروں کا چکر کاٹتے ہوئے منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح موقع ملے تو اپنی عرضداشت پیش کر سکیں۔ تو یہی صفا و مڑہ کی مثال بھی سوچی جاسکتی ہے۔

اور میدانِ عرفات میں لوگوں کا قیام، دنیا کے تمام خطوں سے آئے ہوئے طرح طرح کے لوگوں کا اجتماع، ہر کسی کا اپنی اپنی زبان میں دعائیں مانگنا وغیرہ میدانِ قیامت کی مانند ہے جہاں تمام مخلوق کا اجتماع ہوگا اور ہر کوئی نفسی نفسی

کے عالم میں ہوگا اور دُعاؤں کی رد و قبول کا خوف اُس پر طاری ہوگا۔

اور پتھر و کنکریاں پھینکنا اس غرض سے ہے کہ ایک طرف تو خالص بندگی کا اظہار ہو جائے اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا ہو جائے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں ابلیس اُن کے پاس آیا تھا اور انہیں شبہ میں ڈال کر اُن کو درغلانے کی کوشش کی تھی اور جواب میں اُن سے پتھر کھائے تھے۔ پس اگر تیرے دل میں یہ خیال گزرے کہ ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تو شیطان تھا لیکن میرے سامنے کیا ہے جو نہیں خواہ مخواہ پتھر مارتا پھروں؟ تو جان لے کہ یہ خیال بجائے خود شیطان کا پیدا کردہ ہے، پس اُس پر پتھر مارتا کہ اُس کی کمر ٹوٹ جائے، کیونکہ اُس کی کمر اسی طرح توڑی جاسکتی ہے۔ تاکہ تو ایک فرمانبردار بندہ بن جائے اور وہی کرے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور اپنے تصرف کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور یہی سمجھ کہ یوں پتھر مارتا تو نے واقعی شیطان کو زک پہنچائی ہے۔

جب حاجی اس حالت میں تمام ارکانِ حج ادا کرتا ہے تو وہ حج کے ظاہر و باطن کے نُور سے فیضیاب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(اخذ و نقل از کمیائے سعادت)

احکام حج

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے مطابق حج کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مسائل کا جاننا بے حد ضروری ہے۔

① ارکان حج

حج کے لیے کچھ افعال مقرر ہیں جنہیں ارکان کہا جاتا ہے۔ ان کے بغیر حج درست نہیں ہوتا اور وہ یہ ہیں :-

- ① احرام باندھنا۔ ② بیت اللہ شریف کا طواف کرنا۔
- ③ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔
- ④ عرفات میں وقوف کرنا۔
- ⑤ ہر عمل کو اُس کے مقررہ وقت میں کرنا۔
- ⑥ ہر عمل کو اپنے مقررہ مقام پر کرنا۔
- ⑦ تمام اعمال ترتیب سے کرنا۔

② واجبات حج

مندرجہ ذیل باتیں حج میں واجب ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی ایک چھوٹ جائے تو ایک بکرے کی قربانی لازم آجاتی ہے۔

- ① میقات سے احرام باندھ کر گزرنا۔
- ② صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔
- ③ سعی کی ابتداء صفا سے کرنا۔
- ④ معذوری نہ ہو تو سعی کا پیدل کرنا اور طواف کے بعد کرنا۔

۵ دن میں وقوفِ عرفہ کرنے کی صورت میں غروبِ آفتاب تک وقوف کرنا اور
دقوف میں رات کا کچھ حصہ بھی شامل کرنا۔

۶ عرفات سے واپسی میں امام کی اتباع کرنا۔

۷ مزدلفہ میں کھڑھنا۔

۸ مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب و عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھنا۔

۹ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ کو تینوں جہروں پر تین دن کنکریاں مارنا۔

۱۰ جمرہ عقبیٰ پر پہلے دن کنکریاں حلق سے پہلے مارنا۔

۱۱ ہر دن کی رمی کا اسی دن کرنا۔

۱۲ سر کے بالوں کا کترانا یا منڈانا اور یہ حرم شریف میں قربانی کے دنوں میں کرنا۔

۱۳ حجِ قرآن اور حجِ تمتع والے کو قربانی کرنا۔

۱۴ قربانی کا حرم شریف میں قربانی کے دنوں میں کرنا۔

۱۵ عرفات سے واپسی پر طوافِ زیارت (طوافِ افاضہ) کا اکثر حصہ ایامِ حج میں ہونا۔

۱۶ طوافِ حطیم کے باہر سے ہونا۔

۱۷ طواف کا داہنی طرف سے شروع کرنا یعنی بیت اللہ شریف طواف کرنے

والے کے بائیں طرف رہے۔

۱۸ معذوری نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا۔

۱۹ طواف با وضو ہو کر کرنا۔

۲۰ دورانِ طواف ستر کا چھپا ہوا ہونا۔

۲۱ طواف کے بعد دو رکعات نماز پڑھنا۔ اگر نہ پڑھی جاسکے تو دم رکبے کی قربانی،

واجب نہیں۔

۲۲ رمی، قربانی، سر منڈانے اور طواف کرنے میں ترتیب کا قائم رکھنا یعنی پہلے

رمی کرنا، پھر غیر مفرد قربانی کرنا، پھر سر منڈانا اور پھر طواف کرنا۔

۲۳ طوافِ صدر کرنا یعنی میقات سے باہر سے آنے والوں کا طوافِ رخصت

کرنا، خیف و نفاس والی عورت پر یہ طواف واجب نہیں ہے۔
 (۲۲) وقوفِ عرفہ سے سر منڈانے تک جماع نہ کرنا۔

حج کی سنتیں

حج کی چند اہم سنتیں مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) طوافِ قدوم۔ میقات کے باہر سے آنے والا حاجی مکہ شریف میں داخل ہو کر بیت اللہ شریف کا جو پہلا طواف کرتا ہے اُسے طوافِ قدوم کہتے ہیں۔ یہ طواف مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے مگر تمتع والے کے لیے سنت نہیں ہے۔

(۲) طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا۔

(۳) طوافِ قدوم اور طوافِ فرض میں سر دلوں کا رمل کرنا۔

(۴) صفادِ سرودہ کے درمیان دو میلِ اختر ہیں، اُن کے درمیان دوڑنا۔

(۵) ساتویں ذوالحجہ کو مکہ شریف میں، نویں ذوالحجہ کو عرفات میں اور گیارہویں ذوالحجہ

کو منیٰ میں امام حج کا خطبہ پڑھنا۔

(۶) آٹھویں ذوالحجہ کو مکہ سے منیٰ جانا اور نویں ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا۔

(۷) سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات جانا۔

(۸) وقوفِ عرفہ کے لیے غسل کرنا۔

(۹) عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات گزارنا اور پھر سورج طلوع ہونے

سے پہلے ہی منیٰ کو چل دینا۔

(۱۰) دس اور گیارہ ذوالحجہ کے بعد والی دو راتیں منیٰ میں گزارنا۔ اگر تیرہویں ذوالحجہ

کو بھی منیٰ میں رہنا ہو تو بارہویں ذوالحجہ کے بعد والی رات بھی منیٰ میں گزارنا۔

(۱۱) وادیِ محصب (الطح) میں ٹھہرنا خواہ تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو۔

مندرجہ بالا سنتوں کے علاوہ جو اعمال ہیں وہ مستحب ہیں۔

حج کی قسمیں

حج اور عمرہ مکہ شریف میں بیٹا اللہ کے علاوہ اور کسی بگڑ نہیں کیا جاسکتا۔ حج کے لیے ذوالحجہ کے پانچ دن مقرر ہیں۔ ان پانچ دنوں کے علاوہ اور کسی دن حج نہیں ہو سکتا لیکن عمرہ حج کے ان پانچ دنوں کے علاوہ سال بھر میں ہر وقت ہو سکتا ہے۔ حج و عمرہ ملا کر نہایت افضل قرار دیا گیا ہے۔

حج تین قسم کا ہوتا ہے :-

① حج انسراد

جس حج کے ساتھ عمرہ نہ ملایا جائے وہ حج افراد کہلاتا ہے۔

② حج قران

حج کے ہینوں میں حج اور عمرہ ایک ہی احرام سے ادا کرنے کو قران کہتے ہیں۔ قران کرنے والے حاجی کو قارن کہا جاتا ہے۔ قران میں بظاہر ایک ہی احرام ہے، مگر حکماً دو احرام ہیں اس لیے قارن سے اگر کوئی قصور سرزد ہوا تو دو قصور شمار کیے جائیں گے اور ہر دو قصور کی الگ الگ سزا ہوگی۔ قران میقات کے باہر سے آنے والے کے لیے ہے، میقات کے اندر تک میں رہنے والے کے لیے نہیں ہے۔ قران کے عمرہ کے لیے اشرف حج میں عمرہ کرنا شرط ہے۔ اشرف حج سے پہلے عمرہ کیا تو قران نہ ہوگا، بلکہ میں رہنے والے شخص کو اشرف حج میں عمرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے بشرطیکہ اُس سال حج کا ارادہ رکھتا ہو۔ اگر حج کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو نکتہ کار رہنے والا اشرف حج میں فقط عمرہ کر سکتا ہے مطلب یہ کہ حج کے ہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو جمع کرنے کی اجازت صرف اُس شخص کو ہے جو میقات کے باہر سے حج کرنے آئے۔

قارن اگر میقات سے احرام باندھتے وقت حج و عمرہ دونوں کی نیت

اکٹھی کر لے تو وہ احرام میں داخل ہو جائے گا اور اس پر احرام کی تمام پابندیاں لازم ہو جائیں گی۔ اس احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا جس میں اضطباع اور رمل دونوں کرے گا۔ اس کے بعد ایک اور طواف کرے گا جو طوافِ قدوم ہو گا اور یہ طواف واجب ہے اور پھر اسی احرام میں تمام اعمالِ حج ادا کرے گا۔ اور قربانی کے بعد سر مُنڈا کر احرام کھولے گا۔

③ حج تمتع

حج تمتع یہ ہے کہ عمرہ اور حج ایک ساتھ اس طرح کرے کہ عمرہ کا احرام الگ باندھا جائے اور حج کا احرام الگ باندھا جائے۔ یعنی پہلے احرام باندھ کر عمرہ کرنے اور پھر احرام کھول دے اور ان ساری چیزوں سے استفادہ کرے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو گئی تھیں۔ اور پھر دوبارہ احرام باندھ کر حج کرے۔ اس حج میں چونکہ عمرے اور حج کے درمیان وقفے میں احرام کھول کر حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانا نصیب ہو جاتا ہے اس لیے اسے حج تمتع کہتے ہیں۔ اس حج میں بھی قرآن کی طرح قربانی واجب ہے اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ تین روزے دوران حج قربانی کے دن سے پہلے رکھنے ہوتے ہیں اور سات روزے حج کی ادائیگی کے بعد رکھنے ہوتے ہیں۔

حج تمتع بھی میقات سے باہر کے لوگوں کے لیے ہے۔ میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے حج تمتع اور قرآن مکروہ تحریمی ہے۔ حج تمتع میں طوافِ قدوم مسنون نہیں ہے البتہ طوافِ زیارت میں رمل کرنا ہوتا ہے۔ حج تمتع والے حاجی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عمرے اور حج کے درمیان امام نہ کرنے یعنی عمرے کا احرام کھولنے کے بعد اپنے گھر والوں میں نہ جا اترے۔ البتہ اگر وہ قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے تو امام کر سکتا ہے حج تمتع حج افراد سے افضل ہے۔ حج تمتع میں ضروری ہے کہ عمرے کا طواف زمانہ حج میں کیا جائے۔

اصطلاحات حج

چند الفاظ حج اور عمرہ ہیں اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً :-

الشہر حج

حج کے مہینوں کو اشہر حج کہا جاتا ہے۔ ان مہینوں میں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ شوال کا پورا مہینہ، ذیقعد کا پورا مہینہ اور ذوالحجہ کا پہلا نصف مہینہ۔

میقات

مکہ کے چاروں طرف مخصوص مقامات مقرر ہیں جنہیں میقات کہا جاتا ہے باہر سے آنے والا حاجی احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے نہیں جاسکتا۔ اگر کوئی حاجی میقات سے احرام باندھے بغیر گزر جائے اور اندر کی حدود میں جا کر احرام باندھے تو اس پر ایک بکرے کی قربانی لازم آجاتی ہے۔ میقات میں رہنے والے کو میقاتی کہتے ہیں۔

آفاقی

میقات کے باہر سے آنے والے حاجی کو آفاقی کہتے ہیں۔

احرام

حج و عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھتے ہوئے دو چادروں پر مشتمل ایک مخصوص لباس پہننے کو احرام کہتے ہیں۔ احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں۔

اضطباع

طواف کرتے وقت احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لینے کو اضطباع کہا جاتا ہے۔

حرم

شہرِ مکہ کے چاروں طرف ایک مخصوص علاقہ مقرر کیا ہوا ہے اُسے حرمِ کعبہ کہا جاتا ہے۔ حرمِ کعبہ میں شکار کھیلنا، درخت کاٹنا، گھاس کاٹنا، کسی کو ایذا دینا وغیرہ ممنوع ہے۔

حِلّ

حرمِ کعبہ اور میقات کے درمیانی علاقے کو حِلّ کہتے ہیں۔ اس علاقے میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرمِ کعبہ کے اندر حرام ہیں۔ حِلّ میں رہنے والے کو حِلّی یا اہلِ حِلّ کہتے ہیں۔

مَدْعٰی

مسجدِ حرام اور مکہ کے قبرستانِ جنتِ المعلیٰ کے درمیان ایک مقام ہے، جہاں مکہ میں داخلے کے وقت دُعا مانگنا مستحب و افضل ہے۔ اس مقام کو مدْعٰی کہا جاتا ہے۔

بابُ التَّلَام

مسجدِ حرام کے ایک دروازے اور مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دروازے کو بابُ التَّلَام کا نام دیا گیا ہے۔

مسجدِ حرام

خانہ کعبہ کے چاروں طرف ایک مسجد ہے جس میں پڑھی گئی ایک نماز کسی اور جگہ پڑھی جانے والی نماز سے ایک لاکھ درجہ افضل قرار دی گئی ہے۔ اس مسجد کو مسجدِ حرام کہا جاتا ہے۔

طوافِ قدوم

خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں۔ مگر میں داخلے کے بعد جو پہلا طواف کیا جاتا ہے اُسے طوافِ قدوم یا طوافِ تحیہ کہا جاتا ہے۔ ایک طواف میں سات چکر لگائے جاتے ہیں۔ چکر کو شوٹ کہا جاتا ہے۔

مطاف

خانہ کعبہ کے چاروں طرف طواف کرنے والی جگہ کو مطاف کہا جاتا ہے۔

زَمَل

طواف کے پہلے تین چکروں میں چھاتی تان کر کندھے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز چلنے کو زَمَل کہا جاتا ہے۔

حجرِ اسود

یہ ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں زمین سے تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر نصب ہے۔ طواف کی ابتداء اسی پتھر کے سامنے سے کی جاتی ہے۔

خانہ کعبہ کے رکن

خانہ کعبہ کے شمال مغربی کونے کو رکنِ شامی، جنوب مغربی کونے کو رکنِ یمانی، شمال مشرقی کونے کو رکنِ عراقی کہا جاتا ہے اور جنوب مشرقی کونے کو رکنِ اسود کہا جاتا ہے۔

استلام

دورانِ طواف ہر چکر میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے عمل کو استلام کہا جاتا ہے۔

حطیم

یہ وہ خطّہ زمین ہے جو خانہ کعبہ کی شمالی طرف خانہ کعبہ سے بلا ہوا ہے۔ دراصل یہ خطّہ زمین خانہ کعبہ کا حصّہ ہے مگر اسلام سے قبل جب قریش نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تو مالی تنگی کی وجہ سے اس جگہ کی تعمیر چھوڑ دی تھی۔ اس خطّہ زمین میں جو داخل ہو جاتا ہے وہ گویا خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔

میزابِ رحمت

یہ خانہ کعبہ کی چھت کا حطیم کی طرف والا سنہری رنگ کا پرنا ہے۔ دورانِ بارش اس پرنا لے سے رحمت کا پانی گرتا ہے۔ اس پرنا لے کے نیچے کھڑے ہو کر جو دعا مانگی جائے اُسے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

مکتبہ

حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کی درمیانی دیوار کو مکتبہ کہا جاتا ہے اس سے لپٹ کر دعا مانگنا سنت ہے۔ اس جگہ پر مانگی ہوئی دعا مقبول ہوتی ہے۔

مقام ابراہیم

یہ وہ مقام ہے جہاں وہ پتھر نصب ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔

زم زم

مسجد حرام میں یہ اُس پاکیزہ پانی کا کنواں ہے جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے شیر خوارگی کے زمانہ میں اُن کے پاؤں کے نیچے سے جاری ہوا تھا۔ اس پانی کو آب زم زم کہا جاتا ہے۔

صفا و مروہ

یہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو خانہ کعبہ کے قریب واقع ہیں صفا پہاڑی خانہ کعبہ کے جنوب کی طرف ہے اور مروہ شمال مشرقی جانب ہے۔ ان دو پہاڑیوں پر سعی کی جاتی ہے۔

سعی

صفا و مروہ کے درمیان ایک مخصوص طرز میں دوڑنے کو سعی کہا جاتا ہے سعی میں سات پھیرے لگائے جاتے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کی جاتی ہے۔ سعی کرنے کی جگہ کو سعی کہا جاتا ہے۔

میلین اخضرین

یہ سبز رنگ کے دو ستون ہیں جو صفا و مروہ کے درمیان نصب ہیں۔ ان ستونوں کے درمیان تیز رفتار سے سعی کی جاتی ہے۔

عرفات

یہ ایک وسیع میدان ہے جو مکہ کے مشرق میں دس میل کے فاصلہ پر جبل رحمت کے قریب واقع ہے۔ اس میدان میں حاجی ۹ ذوالحجہ کو دوپہر کے بعد وقوف عرفہ کا رکن ادا کرتے ہیں۔ جبل رحمت عرفات کا وہ پہاڑ ہے جس پر حج کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

منیٰ

یہ بھی ایک میدان ہے جو حدودِ حرم میں مکہ کے مشرق میں تین میل کے فاصلہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں حاجیوں کو تین دن ٹھہرنا پڑتا ہے رمی اور قربانی اسی میدان میں کی جاتی ہے۔

حلق و قصر

سر کے بال مُنڈوانے کو حلق اور کتروانے کو قصر کہتے ہیں۔

مسجدِ صخرا

میدانِ عرفات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقوف کی جگہ پر بنی ہوئی مسجد کا نام ہے۔ اس میں قیام کرنا افضل ہے۔

مزدلفہ

یہ ایک وسیع میدان ہے جو منیٰ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حاجی حضرات عرفات سے واپسی پر یہاں ٹھہر کر مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

مسجدِ نمبرہ

میدانِ عرفات کی یہ وہ وسیع مسجد ہے جہاں ۹ ذوالحجہ کو ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ حج کا خطبہ اسی مسجد میں پڑھا جاتا ہے۔

مشعر الحرام

یہ ایک مسجد ہے جو مُزدلفہ میں ہے۔ اس کے علاوہ مُزدلفہ میں واقع ایک پہاڑ جبلِ قزح کو بھی مشعرِ حرام کہا جاتا ہے۔

وادیِ محتر

یہ ایک میدان ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ یہ میدان مُزدلفہ سے متصل ہے۔ اس میں ٹھہرنا ممنوع ہے بلکہ اس میدان سے دوڑ کر نکلنے کا حکم ہے۔

رمیِ جمار

منیٰ میں تین مختلف مقامات پر اونچے اونچے چمڑے یعنی ستون بنے ہوئے ہیں جن پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کنکریاں مارنے کے عمل کو رمی کہتے ہیں۔ منیٰ میں موجود مسجدِ خیف کے پاس جو ستون سے اُسے حجرتہ الاولیٰ کہتے ہیں۔ اُس سے اگلے ستون کو حجرتہ الوسطیٰ اور اُس سے اگلے ستون کو حجرتہ الاخریٰ یا حجرتہ عقبیٰ کہا جاتا ہے۔

مسجدِ خیف

یہ ایک بہت وسیع مسجد ہے جو منیٰ کے شمال میں اُس مقام پر تعمیر

صراط الصالحین جلد دوم ۴۲۸ اصطلاحات حج
کی گئی ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کے موقع پر پڑاؤ کیا تھا۔

منحر

منیٰ میں وہ مخصوص مقام جہاں پر جانوروں کو قربان کیا جاتا ہے۔ قربانی کو
نحر کہا جاتا ہے۔

ہدی

قربانی کا وہ جانور جسے حاجی لوگ احرام باندھ کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

بدنہ

قربانی کی گائے یا اونٹ کو بدنہ کہتے ہیں۔

تقلید

قربانی کے جانور کے گلے میں نشان کے طور پر پٹہ باندھنے کو تقلید کہتے ہیں۔

جبل نور

منیٰ کے راستے میں واقع وہ پہاڑ جبل نور کہلاتا ہے جس میں غارِ حرا ہے
اسی غار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی بار وحی نازل ہوئی تھی۔

جبل ابوقیس

صفا کے نزدیک یہ وہ پہاڑ ہے جس پر چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا واقعہ
ظہور پذیر ہوا تھا۔ اسی پہاڑ پر مسجد بلال ہے۔

طوافِ زیارت

یہ وہ طواف ہے جو دس ذوا الحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوا الحجہ تک کیا جاتا ہے۔ یہ طواف حج میں فرض ہے اس لیے اسے طواف حج یا طواف فرض اور طواف رکن بھی کہا جاتا ہے۔ دس ذوا الحجہ کو یہ طواف کرنا افضل ہے۔

طوافِ وداع

یہ وہ طواف ہے جو حج کے بعد نبیۃ اللہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔ یہ طواف آفاقی پر واجب ہوتا ہے۔

طوافِ عمرہ

یہ طواف عمرہ میں فرض ہے۔ اس طواف میں اضطباع اور رمل بھی کیا جاتا ہے اور طواف کے آخر میں صفا و مروہ پر سعی بھی کی جاتی ہے۔

ذم

حج و عمرہ کے دوران واجبات میں غلطی کی سزا کے طور پر ایک بکرے کی قربانی دینے کو ذم کہا جاتا ہے۔

اعمال حج

حج کے پانچ دن ہیں۔ پہلا دن ۸ ذوالحجہ ہے اور آخری دن ۱۲ ذوالحجہ ہے۔ ۸ ذوالحجہ کو سورج کے طلوع ہونے کے بعد تمام حاجی احرام کی حالت میں حج کی نیت کر کے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔ مکہ کے رہنے والے اور حج تمتع کرنے والے ۸ ذوالحجہ کو نماز فجر کے بعد سٹون طریقے سے مسجد حرام میں احرام باندھتے ہیں (مفرد اور قارن تو پہلے ہی احرام میں ہوتے ہیں) اور پھر طواف کرتے ہیں۔ پھر نماز طواف پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد احرام کے دو نفل ادا کرتے ہیں اور پھر حج کی نیت ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي
نَوَيْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلَّهِ تَعَالَى لَبَيْكَ بِحَاجَةٍ -

ترجمہ » اے اللہ میں حج کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، اسے مجھ پر آسان فرما دے اور اسے مجھ سے قبول فرما لے۔ میں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر حج کی نیت کی ہیں حاضر ہوں حج کیلئے «
قارن ان الفاظ سے نیت کرتے ہیں:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَيَسِّرْهُمَا لِي
وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي نَوَيْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَأَحْرَمْتُ
بِهِمَا مُخْلِصًا لِلَّهِ تَعَالَى «

نیت کے بعد آواز بلند تین مرتبہ ان الفاظ میں تلبیہ پڑھی جاتی ہے:-
لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ
إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.

تلبیہ پڑھتے ہی حج کا احرام شروع ہو جاتا ہے اور احرام کی تمام پابندیاں

لاگو ہو جاتی ہیں۔ تلبیہ و درود و ذکر اللہ اور دعائیں مانگتے ہوئے پیدل یا سواری سے منی پہنچا جاتا ہے۔ منی پر نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

اللَّهُمَّ هَذَا مِنِّي فَأَمِّنْ عَلَيَّ بِهَا مَنَنْتُ بِهَا
عَلَىٰ أَوْلِيَاءِكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ منی ہے، یہاں مجھ پر بھی وہ احسان فرما جو تو نے اپنے اولیاء پر کیا ہوا ہے۔

منی میں پہنچ کر وہاں کی مسجد خیف میں ظہر سے لے کر نویں ذوالحجہ کی فجر تک کی پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ منی میں یہ پانچ نمازیں پڑھنا اور رات قیام و عبادت میں گزارنا سنت ہے۔ اگر رات کو کسی مجبور کی سے سونا بھی پڑے تو باوجود غم ہو کر سویا جاتا ہے۔ مگر ہونا یہ چاہیے کہ یہ رات ذکر اللہ میں گزار لی جائے اور یہاں تلبیہ بھی کی جائے۔

منی سے عرفات کو روانگی

حج کے دوسرے دن یعنی ۹ ذوالحجہ کو مسجد خیف میں فجر کی نماز کے بعد تلبیہ و ذکر اللہ کرتے کرتے جب سورج سامنے کے پہاڑ شبر پر سے دکھائی دینے لگتا ہے تو حاجی منی سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ دورانِ سفر تلبیہ و ذکر اللہ و دعائوں کی کثرت کی جاتی ہے تاکہ فضول گفتگو نہ ہو۔

جبلِ رحمت نظر آنے پر تلبیہ و ذکر اللہ اور دعائوں میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ عرفات ایک بہت وسیع میدان ہے جہاں حج کا سب سے بڑا رکن و قوف عرفات ادا کیا جاتا ہے۔ اس میدان کی حدود متعین ہیں اور انہیں نشان لگا کر واضح کر دیا گیا ہے۔ اس میدان کے کنارے پر مسجد نمبرہ واقع ہے جس کی مغربی دیوار کی دوسری جانب وادیِ لطن عرفہ ہے جو عرفات میں شامل نہیں ہے۔ اس وادی میں قوف کرنا منع ہے۔ یوں تو میدانِ عرفات میں کہیں بھی قوف کیا جاسکتا ہے مگر جبلِ رحمت کے قریب قوف کرنا مستنون اور افضل ہے۔

عرفات میں وقوف کی خاطر غسل کرنا، ہر وقت وضو سے رہنا، دونوں خطبے سننا، ظہر و عصر کی دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا اور نمازوں کے فوراً بعد موقف میں جانا افضل ہے۔
 وقوفِ عرفہ کا وقت ۹ ذوالحجہ کے روز زوالِ سورج سے لے کر ۱۰ ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے اور نویں ذوالحجہ کے روز غروبِ آفتاب تک وقوف کرنا واجب ہے۔ غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نکلنے پر دم لازم آجاتا ہے۔

وقوف کا طریقہ

سنتِ طریقے سے وقوف کرنا اس طرح ہے کہ دوپہر کے وقت وقوف کی نیت سے غسل کیا جائے۔ غسل نہ ہو سکے تو وضو کر لیا جائے اور پھر مسجدِ منبرہ میں زوال کے بعد ظہر کی چار سنتیں پڑھی جائیں۔ پھر وہاں حج کا خطبہ ہوتا ہے جسے سن کر باجماعت نمازِ ظہر پڑھی جائے۔ نمازِ ظہر کے سلام کے فوراً بعد نمازِ عصر کی تکبیر پڑھی جائے اور پھر نمازِ عصر باجماعت ادا کی جائے۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کسی قسم کی بات چیت سخت ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ سنتیں پڑھنا بھی منع ہے۔

ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں ملا کر اکٹھی پڑھنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط

مقرر ہیں۔

- ① ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کا ہونا۔
- ② حدودِ عرفات کے اندر ہونا۔
- ③ احرامِ حج سے ہونا۔
- ④ نمازوں کا باجماعت ہونا۔
- ⑤ سربراہِ مملکت یا اس کے نائب کا وہاں موجود ہونا۔
- ⑥ پہلے ظہر کی نماز اور بعد میں عصر کی نماز کا ہونا۔
- ⑦ مقیمِ امام کا قصر نہ کرنا۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ظہر اور عصر کی نمازیں

اپنے اپنے وقت پر پڑھی جائیں۔

قبلِ رُخ کھڑے ہو کر وقوف کرنا افضل ہے۔ بہتر ہے کہ سارا وقت کھڑے ہو کر وقوف کیا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو اکثر وقت کھڑے ہو کر وقوف کیا جائے۔ اور ہاتھ پھیلائے عاجزی و انکساری اور خشوع و خضوع سے تلبیہ کی جائے، تسبیح و تہلیل، توبہ و استغفار، دُعا و ذکر اللہ، حمد و ثنا اور درود شریف وغیرہ کا ورد کیا جائے۔ یہاں بارگاہِ الہی میں ہاتھ پھیلائے جتنی بھی تضرع و زاری کی جائے کم ہے کہ یہاں توبہ و استغفار کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت پاک تھا۔

اس وقت کے لیے کئی مسنون دُعا ہیں کتابوں میں درج ہیں آپ کو جو دعائیں پسند ہوں وہ دُعا ہیں مانگیں۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ظاہر و باطن میں ہر دم کا دائمی قرب و وصال اور بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی حضوری طلب کریں۔

حضورِ غلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ عرفہ کے دن دورانِ وقوف میری پسندیدہ و بہترین وہ دُعا ہے جو مجھ سے پہلے کے انبیاء پڑھتے رہے ہیں اور وہ دُعا یوں ہے :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔
اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَ
فِي بَصَرِي نُورًا اللَّهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَ
وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ دَسَائِصِ الصَّدْرِ
وَسِتَاتِ الْأَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَ
شَرِّ مَا تَهْبُتُ بِهِ الرِّيَّاحُ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کہ وہ واحد و لا شریک ہے، بادشاہی اسی کی ہے، حمد اسی کی ہے اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور بھر دے، میرے کانوں اور میری آنکھوں میں نور بھر دے۔ اے اللہ! میرے سینے کو (اپنی رحمت کے لیے) نشادہ فرما دے اور میرے کاموں کو مجھ پر آسان فرما دے۔ میں دل کے دوسلوں، کام کی پرانگندگی اور قبر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں رات اور دن کی چیزوں کے شر سے اور ہوائے زمانہ سے متحرک شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

دوقوف عرفہ میں مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں ان سے بچنا چاہیے :-

- ① ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھ لینے کے بعد موقف میں جانے میں دیر کرنا۔
- ② موقف میں غروب آفتاب تک وقوف کے علاوہ کسی اور کام مثلاً کھانے پینے میں مشغول رہنا یا اسی قسم کی اور دنیاوی باتیں کرنا۔
- ③ عرفات سے مزدلفہ جانے کے لیے غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ دینا۔

- ④ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی یا عشاء کی نماز عرفات میں پڑھ لینا۔
- ⑤ غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنا سخت ممنوع ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر لیا تو اسے چاہیے کہ فوراً حدود عرفات کے اندر واپس آجائے اور پھر غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ جانے کے لیے نکلے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر دم واجب ہو جائے گا۔

نویں ذوالحجہ کے زوال کے بعد سے دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق تک جو شخص عرفات میں وقوف نہ کر سکا، اس کا حج نہ ہو سکا، اب اس پر اگلے سال حج

قیامِ مزدلفہ

وقوفِ عرفہ سے فارغ ہو کر غروبِ آفتاب کے فوراً بعد حدودِ عرفات سے نکل کر مزدلفہ پہنچنا ہوتا ہے کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ
فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ
الْحَرَامِ وَادْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ۔ (پ البقرہ ۱۹۸)

ترجمہ ”تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو
تو جب عرفات سے پلٹو تو مشعرِ حرام کے پاس ذکر اللہ کیا کرو
اور اُس کا ذکر اس طرح کرو جیسے اُس نے تمہیں ہدایت فرمائی“

مزدلفہ میں کسی جگہ بھی ٹھہرا جا سکتا ہے مگر مشعرِ حرام کے پاس ٹھہرنا افضل
ہے۔ مشعرِ حرام قزح پہاڑی کے پاس ایک مقام ہے۔ وہاں مشعرِ حرام ہے جہاں پہنچتے
ہی مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت سے یکے بعد دیگرے
اکٹھی ادا کی جاتی ہیں۔ مزدلفہ میں پہنچنے کے بعد نمازیں پڑھنے میں تاخیر کرنا درست نہیں۔
کوشش کریں کہ نمازیں باجماعت ادا ہوں۔ پہلے نمازِ مغرب کی جماعت اور بعد میں نمازِ
عشاء کی جماعت۔ نمازِ مغرب قضا نہیں بلکہ ادا پڑھی جاتی ہے۔ ان دونوں نمازوں کی جماعت
کے درمیان سنتیں مت پڑھیں بلکہ عشاء کی جماعت کے بعد مغرب و عشاء کی سنتیں اور
وتر پڑھیں۔

اگر امام کے ساتھ جماعت میں شامل نہ ہو سکو اور بعد میں اپنی قیام گاہ پر
باجماعت یا الگ الگ نمازیں پڑھنی پڑیں تو بھی مغرب و عشاء کی دونوں نمازوں کو ملا کر
اکٹھا پڑھیں۔

مزدلفہ میں فجر تک رات گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ یہ رات عبادت میں

گزاری جاتے کہ اس رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت سے افضل ہے۔ اس رات میں حقوق العباد میں کوتاہیوں کی معافی مانگی جائے۔

وقوفِ مزدلفہ

مزدلفہ میں وقوف کرنا واجب ہے۔ یہاں وقوف کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق سے لے کر روشنی پھیلنے تک ہے اس لیے اس وقت میں جو شخص مزدلفہ میں سے گزر گیا اس کا وقوف ہو گیا لیکن سنت طریقہ کا وقوف یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے ہی وضو کر کے تیاری کر لیں جب طلوع فجر ہو جائے تو اول وقت میں اندھیرے اندھیرے ہی فجر کی نماز جماعت سے ادا کر لیں اور پھر طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے تک وقوف کر لیں اور اس میں نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ تلبیہ، ذکر اللہ، تسبیح و تہلیل، دعائیں اور درود شریف کا ورد کرتے رہیں۔ دعاؤں میں حقوق العباد کی کوتاہیوں کی معافی کو خاص طور پر مد نظر رکھیں کیونکہ اس موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ دعا منظور ہوتی تھی جو آپ نے اپنی امت کے لیے حقوق العباد میں غفلت کی معافی کے لیے مانگی تھی اور شیطان نے کفِ افسوس ملتے ہوئے اپنے سر میں مٹی ڈالی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شیطان کی اس ذلت و ناکامی پر خندہ زن ہوتے تھے۔

طلوع فجر سے پہلے جو شخص مزدلفہ سے چلا جائے تو اس کا وقوف نہیں ہوا اس لیے اس پر ایک دم لازم آجاتا ہے البتہ بیمار یا عورت یا ناتواں و کمزور بوڑھے کو ہجوم کے باعث ضرر کا قوی اندیشہ ہو اور وہ طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے نکل جائے تو اس کے لیے معافی ہے اور اس پر دم بھی واجب نہیں۔ نیز طلوع فجر کے بعد نماز سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ چھوڑنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

منیٰ کو روانگی

دس ذوالحجہ کو سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے

روانہ ہوا جاتا ہے۔ مزدلفہ سے چلتے وقت کسی پاک جگہ سے رمی کے لیے خرما کی گٹھلی کے برابر چھوٹی چھوٹی کنکریاں چُن کر دھولیں اور اپنے پاس رکھ لیں۔ مزدلفہ سے منیٰ کو آنے کے لیے مازنین سے آنا پڑتا ہے۔ مازنین دو پہاڑیوں کے درمیان تنگ راستے کو کہتے ہیں۔ تمام راستے میں تلبیہ و ذکر اللہ کرتے رہو اور جب منیٰ میں پہنچ جاؤ تو پھر یہ دُعا مانگو:-

اللَّهُمَّ هَذَا مِنِّي قَدْ أَتَيْتُهَا وَأَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ
عَبْدِكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهِ
عَلَىٰ أَوْلِيَاءِكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحِرْمَانِ
وَالْمَصِيبَةِ فِي دِينِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي بَلَّغَنِي مِنِّي سَالِمًا مَعَانًا.

ترجمہ: اے اللہ! یہ منیٰ ہے۔ میں یہاں تک پہنچا ہوں میں
اتیر بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ میں یہاں تیری
جناب میں اس س انعام و اکرام کا سوال کرتا ہوں، جو تم
نے یہاں اپنے اولیاءِ کرام پر کیا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ
سے پناہ مانگتا ہوں محرومیوں سے اور دینی مصیبت سے
اے سب رحم کرنے والوں سے سب سے زیادہ رحم کرنے
والے۔ حمد ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے مجھے سلامتی
و عافیت سے منیٰ میں پہنچایا۔

دس ذوالحجہ کو منیٰ میں پہنچنا، حجرہ عقبیٰ پر رمی کرنا، پھر قربانی کرنا اور پھر
سُرمندہ وانا یا بال کُتروانا واجب اور سنت ہے اور اسی روز طوافِ زیارت کرنا افضل
ہے۔

منیٰ میں سب سے پہلے حجرہ عقبیٰ پر رمی کی جاتی ہے جس کا مسنون وقت
طلوعِ آفتاب سے زوالِ آفتاب تک ہے لیکن زوال سے غروبِ آفتاب تک بھی جائز

ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد رمی کرنا مکروہ مگر بیماریوں، ضعیفوں اور عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے رمی کر لی جائے تو واجب ادا ہو جاتا ہے مگر یہ مکروہ ہے۔

رمی کرنا

رمی کرنے کا سنون طریقہ یہ ہے کہ حجرہ سے تھوڑے فاصلہ پر اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ منہ حجرہ کی طرف ہو، منیٰ دائیں طرف ہو اور کعبہ بائیں طرف ہو۔ تلبیہ کرنا چھوڑ دیں اور ”بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہتے ہوئے دائیں ہاتھ سے ایک کنکری حجرہ پر ماریں۔ اس طرح یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریں۔ رمی کے لیے کنکریاں چننے وقت خیال رہے کہ پتھر توڑ کر کنکریاں بنانا، مسجد سے یا کسی ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ بڑے پتھروں اور ناپاک کنکریوں سے رمی کرنا مکروہ ہے اسی لیے تو کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے۔ اسی طرح حجرات کے قریب کی استعمال شدہ کنکریوں سے رمی کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ مردود کنکریاں ہوتی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جن لوگوں کا حج قبول ہو جاتا ہے ان کی پھینکی ہوئی کنکریوں کو اٹھالیا جاتا ہے اور جن کا حج قبول نہیں ہوتا ان کی پھینکی ہوئی کنکریاں وہیں پر پڑی رہتی ہیں۔ رمی کرنے کے موقع پر یہ دعا مانگنا مستحب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ رَعْمًا لِلشَّيْطَانِ رِضًا لِلرَّحْمٰنِ
اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا
ذُنْبًا مَغْفُورًا۔

ترجمہ ”اللہ کے نام سے کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ میں رمی کرتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور رحمن کو راضی کرنے کے لیے۔ اے اللہ! میرے حج کو قبول فرما، میری

کوشش کو منظور فرما اور میرے گناہوں کو معاف فرما!

رمی کر لینے کے بعد وہاں دعا کے لیے مت ٹھہریں کہ یہ خلاف سنت ہے اس لیے رمی کرنے کے بعد ذکر اللہ کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ میں آکر قربانی کا انتظام کریں۔ حجرۂ عتبیٰ کی رمی ہی سے تلبیہ بند کریں۔ دس ذواحجہ کے روز والی رمی اگر رات کو بھی نہ ہو سکی تو اس کی قضا اور دم دونوں واجب ہو جاتے ہیں۔ رمی کرتے ہوئے حجرے کی جڑ پر کنکری مارنا مستحب ہے۔ کنکری کا حجرے کو لگنا ضروری نہیں لیکن کنکری کا حجرے کے گرد بنی ہوئی دیوار کے اندر گرنا لازمی ہے۔ دیوار کے باہر گرنے والی کنکری کی جگہ اور کنکری ماری جائے۔ ساتوں کنکریاں ایک بار مارنا درست نہیں کہ اسے ایک ہی کنکری شمار کیا جاتا ہے۔

شرعی طور پر معذور آدمی اپنے نائب کے ذریعے رمی کر داسکتا ہے لیکن نائب کا اپنی رمی سے فارغ ہو لینا ضروری ہے۔

قربانی

رمی سے فارغ ہونے پر قربانی دی جاتی ہے۔ قربانی کے جانوروں میں اونٹ ہو تو پورے پانچ سال کا ہو، گائے ہو تو پورے دو برس کی ہو اور بھیڑ بکری ہو تو پورے ایک سال کی ہو۔ یہ قربانی ہر حاجی پر واجب ہے چاہے کوئی امیر ہو یا غریب کیونکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ البتہ مفرد کے لیے یہ قربانی مستحب ہے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اگر حاجی امیر بھی ہو اور مقیم بھی ہو تو اس پر حج کی قربانی کے علاوہ عید الاضحیٰ کی قربانی بھی واجب ہے۔ بہتر ہے کہ قربانی اپنے ہی ہاتھوں سے کی جائے۔ جانور کو قبلہ رخ لٹا کے اور خود بھی قبلہ رخ کھڑے ہو کر "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكْبَرُ" پڑھتے ہوئے چھری چلائی جائے حتیٰ کہ گردن کی چاروں رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ مت کاٹا جائے۔ جانور کے ٹھنڈا ہونے پر اس کی کھال اتاری جائے۔ گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ کو ذبح کیا جاتا ہے لیکن

اُونٹ کو سخر کیا جاتا ہے یعنی اُسے کھڑا کر کے اس کے سینے میں گلے کی انتہا پر نیزہ مارا جاتا ہے۔

قارن اور تمتع اگر غریب ہوں اور قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو قربانی کے بدلے اُن پر دس روزے رکھنے واجب ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تین روزے ۹ ذواحجہ سے پہلے رکھ لیں اور باقی سات روزے آیام حج کے بعد رکھیں۔ اگر انہوں نے ۹ ذواحجہ سے پہلے روزے نہ رکھے تو اُن پر قربانی کرنا واجب ہوگا اور اگر اب بھی انہوں نے قربانی نہ کی اور حلق یا قصر کروا کر احرام کھول دیا تو اُن پر دو دم واجب ہو جائیں گے ایک دم قربانی نہ کرنے کا اور دو ہلہ دم قربانی سے پہلے حلق یا قصر کروانے کا۔

حلق یا قصر

دسویں ذواحجہ کو قربانی کے بعد حلق یا قصر کروانا یعنی سر منڈوانا یا بال کٹوانا واجب ہے البتہ عورتوں کے لیے سر منڈوانا حرام ہے۔ اُن پر قصر ہے اور وہ یہ ہے کہ کم از کم ایک چوتھائی سر کے بال لمبائی میں انگلی کے ایک پورے کے برابر کٹائے جائیں۔ اس سے کم قصر نہ تو عورت کے لیے جائز ہے اور نہ ہی مرد کے لیے جائز ہے۔ حلق یا قصر کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اس لیے حلق یا قصر سے پہلے ناخن اور لبیں وغیرہ کٹوانا منع ہے۔ حلق سے پہلے ایسا کرنے پر ایک دم لازم آجائے گا کیونکہ حلق سے پہلے حالت احرام قائم ہوتی ہے۔

قربانی اور حلق منیٰ میں سنت ہے اور حدودِ حرم میں واجب ہے۔ حدودِ حرم سے باہر حلق کرانے پر دم واجب ہو جائے گا کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر واجب ہے۔ اس سے کم پر دم واجب ہو جاتا ہے۔

حلق کے بعد حاجیوں پر احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے احرام کی حالت میں ممنوعہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور ظوافِ زیارت

کے بعد عورت بھی حلال ہو جاتی ہے لیکن اگر عمرہ کا احرام ہے تو حلق کے بعد ہی عورت حلال ہو جاتی ہے۔ حج کا حلق منیٰ میں اور عمرہ کا حلق مکہ میں سنت ہے اور حدودِ حرم میں واجب ہے حلق یا قصر کے بالوں کو دفن کر دینا بہتر ہے۔

حلق یا قصر کرتے وقت قبلہ کے رخ بیٹھ کر دائیں جانب سے شروع کر لیا جائے۔ اس موقع پر یہ تکبیر پڑھی جائے:-

اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

حلق و قصر کے بعد کا وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

طوافِ زیارت

دسویں ذوالحجہ کو طوافِ زیارت کرنا حج کا آخری رکن ہے۔ اس طواف کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اس طواف کو طوافِ رکن یا طوافِ فرض یا طوافِ افاضہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طواف کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا نَادِيَهُمْ وَلِيَطُوفُوا
بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○ (پا کج ۲۹)

ترجمہ: پھر اپنا میل کچل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں
اور اس آزاد گھر کا طواف کریں یا

اس طواف کا افضل وقت دسویں ذوالحجہ کو حلق و قصر کے بعد ہے۔ لیکن بارہویں ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے یہ طواف کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت تک اگر یہ طواف نہ کیا جاسکا تو اس کا ادا کرنا بدستور فرض رہے گا اور اس کا دم بھی دینا ہوگا لیکن حیض و نفاس والی عورت چونکہ پاک ہوتے بغیر طواف نہیں کر سکتی اس لیے وہ حیض و نفاس سے پاک ہو لینے کے بعد یہ طواف کر لے۔ اس

صورت میں اس پر دم لازم نہ ہوگا۔ جب تک یہ طواف نہ کر لیا جاتے بیوی سے بوس و کنار و مباشرت حرام ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس پر دم واجب ہو جائے گا۔

اس طواف کا سنت طریقہ تو یہ ہے کہ حلق و قصر کے بعد احرام کھول دیا جائے اور اس کے بعد یہ طواف کیا جائے۔ اگر حج کی سعی اور رمل پہلے کر چکے ہوں تو پھر اس طواف میں نہ تو رمل ہوگا اور نہ ہی بعد میں صفا و سروہ کی سعی ہوگی اور اگر پہلے حج کی سعی اور رمل نہ کیا ہو تو اب اس طواف میں رمل اور سعی کرنا ہوگی۔

طواف زیارت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو جب حلق یا قصر سے فارغ ہو لیں تو احرام کھول دیں۔ نہ ہادھو کر سِلے ہوئے کپڑے پہنیں، قربانی کا گوشت کھائیں اور دُعاؤں میں مشغول ہو کر مکہ مکرمہ میں جا کر مسجد حرام میں داخل ہو جائیں دستور کے مطابق طواف شروع کر دیں۔ سات پھیرے مکمل کر لینے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعات نماز طواف ادا کریں، پھر ملتزم پر آکر دُعا مانگیں، پھر زم زم کا پانی پئیں، پھر مطاف کے نزدیک دو رکعات نفل پڑھیں۔ اس کے بعد رات کا قیام منیٰ میں ہوگا کیونکہ منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ قیام کرنا مکروہ ہے۔ دسویں کے علاوہ گیارہویں اور بارہویں کی رات بھی منیٰ میں گزارنا سنت ہے۔ اگر تیرہویں کی رات بھی منیٰ میں گزارنا چاہیں تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے کوٹھ نہ کرو۔

کوشش کریں کہ قیام منیٰ کے دوران ہر نماز باجماعت مسجد خیف میں ادا ہو۔ دسویں ذوالحجہ کو یہ چار عبادتیں اس ترتیب سے کریں کہ پہلے جمرہ عقبیٰ کی رمی ہو پھر قربانی ہو پھر حلق ہو اور پھر طواف زیارت ہو۔ اس ترتیب کے خلاف کرنے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ جمرہ عقبیٰ کی رمی کے بعد قربانی و حلق و قصر اور طواف زیارت اسی تاریخ یعنی دسویں ذوالحجہ کو کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ بارہویں ذوالحجہ تک بھی یہ کام کر لے جائز ہیں۔

گیارہویں ذوالحجہ کو جمرات کی رمی

گیارہویں ذوالحجہ کو نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد تینوں جہروں کی رمی کرنا واجب ہے۔ گیارہویں کی رمی کا اصل وقت تو زوال سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ البتہ اگر طلوعِ فجر سے پہلے پہلے کہلی جاتے تو رمی تو ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی سوائے عورتوں، بیماروں اور کمزور ضعیفوں کے۔ طلوعِ فجر کے بعد گیارہویں کی رمی کا وقت فوت ہو گیا۔ لہذا اس کی قضا اور دم دونوں واجب ہو گئے۔

سب سے پہلے جمرہٴ اولیٰ پر رمی کی جائے۔ اس سے فارغ ہو کر آگے بڑھ کے بائیں طرف ہٹ کے قبلہ کے رخ کھڑے ہو جائیں اور کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر اس طرح حمد و ثنا و ذکر اللہ و توبہ و استغفار میں مشغول رہیں کہ ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ اس حالت میں سورہٴ بقرہ پڑھنے کی دیر تک یا پون بیچارہ پڑھنے کی دیر تک یا کم از کم بیس آیات پڑھنے کی دیر تک مشغول رہیں۔

جمرہٴ اولیٰ کی رمی اور دعا سے فارغ ہو کر جمرہٴ وسطیٰ کے پاس آجائیں اور اس جمرہ پر بھی حسبِ دستور سات کنکریوں سے رمی کریں اور پھر کچھ فاصلے پر ہٹ کر یہاں بھی کچھ دیر کے لیے دعاؤں اور ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔

اس کے بعد جمرہٴ عقبیٰ پر جا کر حسبِ سابق رمی کریں اور پھر فوراً دعائیں اور ذکر اللہ کرتے ہوئے اپنی جائے اقامت پر آجائیں کیوں کہ وہاں دعا کے لیے ٹھہرنا خلافِ سنت ہے۔

بارہویں ذوالحجہ کی رمی

جس نے اب تک طوافِ زیارت نہیں کیا ہے پہلے وہ مکہ مکرمہ جا کر طوافِ زیارت کر آئے کیوں کہ آج کے بعد طوافِ زیارت میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس دن بھی تینوں جہروں پر سات سات کنکریوں سے رمی کرنا واجب ہے۔ پہلے دو جہروں پر کی رمی

کے بعد کچھ دیر دُعا کے لیے ٹھہرنا ہے لیکن آخری جہرے پر رمی کے فوراً بعد اپنی قیام گاہ پر لوٹ آنا سنت ہے۔ یہاں بھی رمی کا وقت زوال سے غروبِ آفتاب تک ہے اور غروب سے طلوعِ فجر تک مکہ وہ وقت ہے اور طلوعِ فجر کے بعد تو ادا کا وقت فوت ہو گیا، اب قضا و دم دونوں واجب ہو گئے۔

اُس روز کی رمی کے بعد غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مکہ چلے جانے کا اختیار ہے لیکن غروب کے بعد جانا مکہ وہ ہے اور اگر تیر ہویں ذوالحجہ کی صبح مٹی میں ہو گئی تو اب تیر ہویں کو بھی تینوں جہروں کی رمی واجب ہو گئی، بغیر رمی کیے جانے والے پر دم واجب ہو جائے گا۔ تیر ہویں ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد ہر طرح کی رمی کا وقت ختم ہو جاتا ہے چاہے ادا رمی ہو یا قضا رمی ہو۔

مکہ مکرمہ کو واپسی

منیٰ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ کو واپس آجائیں۔ واپسی پر راستہ میں جنتِ اعلیٰ کے قریب مہتاب میں تھوڑی دیر ٹھہر کر دُعا مانگیں۔ یہاں کی دُعا بھی مقبول ہوتی ہے مہتاب میں دُعا کے لیے تھوڑی دیر ٹھہرنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں عشاء کی نماز پڑھیں اور پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر مکہ مکرمہ میں آجائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا ہے۔

آفاقی کے لیے اب بھی حج کا ایک اور واجب طواف باقی ہے جسے طوافِ وداع کہتے ہیں اور یہ مکہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔

۱۲. ذوالحجہ کے بعد اب جتنے دن بھی مکہ مکرمہ میں قیام کرنا پڑے ان میں زیادہ سے زیادہ عمرے اور نفل طواف کرتے رہیں کہ آفاقیوں کے لیے نفل طواف نفل نمازوں سے افضل ہیں۔ خاص کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عمرہ کریں، اپنے پیرو مشد کے لیے، اپنے والدین کے لیے، اپنے لیے اور دیگر احباب کے لیے اور جتنے بھی ہو سکیں عمرے اور طواف کر لیں، جی بھر بھر کر دم رزم پیئیں، حطیم کعبہ میں نفل پڑھیں، چچ اسود کو

بوسے دیں، ملتزم سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگیں، مکہ شہر کے متبرک مقامات کی زیارتیں کریں اور کعبہ شریف کو بار بار دیکھیں اور دعائیں مانگیں۔

طوافِ وداع

یہ طواف صرف آفاقیوں پر اُس وقت واجب ہے جب انہیں اپنے وطن کے لیے روانگی کرنی ہوتی ہے۔ اس طواف میں نہ تو اضطباع ہوتا ہے اور نہ ہی رمل و سعی ہوتی ہے۔ یہ طواف کر لینے کے بعد کسی وجہ سے دوبارہ مکہ مکرمہ میں قیام کرنا پڑ جائے تو دوبارہ طوافِ وداع کرنا مستحب ہے۔ حیض و نفاس والی عورت پر یہ طواف واجب نہیں۔ اگر وہ طہر تک انتظار کر سکتی ہے تو کر لے اور پھر یہ طواف کرے ورنہ وہ باب الوداع پر کھڑی ہو کر دعاؤں میں مشغول اشک بار آنکھوں سے خانہ کعبہ الوداعی زیارت کر کے رخصت ہو جائے۔

طوافِ وداع کا طریقہ یہ ہے کہ طوافِ وداع کی نیت کر کے حجرِ اسود کا استلام کریں اور پھر طواف شروع کریں۔ طواف کے سات چکر مکمل کر کے مقامِ ابراہیم پر دو رکعات نمازِ طواف پڑھیں، پیٹ بھر کر آبِ زم زم پیئیں بھی اور چہرے اور بدن پر ملیں بھی۔ زم زم پیتے ہوئے بار بار کعبہ شریف کی زیارت بھی کرتے رہیں۔ پھر کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ کو بوسہ دیں۔ اور یہ دعا پڑھیں :-

السَّائِلُ بِبَابِكَ يُسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوفِكَ وَ
يُرْجُوا رَحْمَتَكَ.

ترجمہ: اے اللہ! تیرے در پر کھڑا ہوا میں تیرا سوالی ہوں اور تجھ سے تیرے فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔

اس کے بعد ملتزم پر حاضری دیں۔ دیوارِ کعبہ سے لپٹ لپٹ کر روئیں، توبہ و استغفار کریں اور درود و دعائیں پڑھیں، پھر حجرِ اسود کا استلام کریں، بوسہ دیں،

اور یہ دعا پڑھ کر رخصت ہو جائیں :-

يَا يَمِينُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ إِنِّي أُشْهِدُكَ وَكَفَى بِاللَّهِ
شَهِيدًا ط إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهِدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا أُوَدِّعُكَ هَذِهِ الشَّهَادَةَ
لِتَشْهَدَ لِي بِمَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمَ
الْفَزَعِ إِلَّا كَبْرًا اللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى ذَلِكَ
وَأَشْهِدُكَ مَلَائِكَتَكَ الْكِرَامَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلَهُ
إِخْرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَإِنْ جَعَلْتَ
نُعِرْضُنِي مِنْهُ الْجَنَّةَ الْقُرْبَى.

ترجمہ » اے اللہ کی زمین میں یمن الہی! میں تجھے گواہ بنانا
ہوں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں، کہ
اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
اللہ کے رسول ہیں۔ میں تیرے پاس اس شہادت کو بطور
امانت رکھتا ہوں تاکہ قیامت کے دن جو کہ بڑی گھبراہٹ
کا دن ہوگا تو میرے لیے اس کی گواہی دینا۔ اے اللہ!
میرے اس حج کو اپنے محترم گھر کی آخری حاضری نہ بنانا اور
اگر ایسا ہے تو پھر مجھے اس کے بدلے جنتِ قرب عطا فرمانا،

بیت اللہ سے رخصتی کے وقت کعبہ کی طرف منہ کر کے زیارت کر کے اٹھ
پاؤں بیت اللہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اور اس کے فراق میں آنسو
بہاتے ہوئے باب الوداع سے رخصت ہوں کہ اس دروازے سے رخصت ہونا سنت
ہے۔ باہر آکر حسبِ توفیق صدقہ و خیرات کریں۔

طوافِ وداع کر کے چل دیئے اور پھر کسی وجہ سے ٹھہر گئے لیکن قیام
کی نیت نہ تھی تو یہی طواف کافی ہے اور اگر روانگی کے وقت پھر سے طواف کر لیا تو یہ

مستحب ہے۔

اگر کوئی آفاقی طوافِ وداع کیے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا گیا اور میقات سے باہر ہو گیا تو اس پر دم دینا واجب ہو گیا۔ لیکن دم دینے کے لیے واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ وہیں پر دم ادا کر دے۔ اور واپس آئے تو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، عمرہ ادا کرے اور پھر طوافِ وداع کرے۔ اب اس پر کوئی دم واجب نہیں۔ اسی طرح اگر میقات سے باہر نکلا تو واپس آکر طوافِ وداع کر لے۔

آدابِ حج

آدابِ سفر

- ① سفر حج خالصِ رضائے الہی کے حصول کی خاطر ہونا کہ ریاکاری اور دکھاوے کی خاطر ہو۔
- ② سفر حج اختیار کرنے سے پہلے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے والدین اگر خدمت کی مجبوری کی وجہ سے اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت کو مقدم رکھا جائے۔
- ③ سفر حج اختیار کرنے سے پہلے توبہ کر لی جائے اور اس توبہ پر قائم رہا جائے۔
- ④ جن حقوق العباد کی ادائیگی ممکن ہو، انہیں ادا کر دیا جائے ورنہ حقدار سے معافی طلب کی جائے۔ قرض اور امانتیں ادا کر دی جائیں۔
- ⑤ اہل و عیال کے لیے عرصہ حج کے جملہ اخراجات اور ضروریات زندگی کا مکمل انتظام کر لیا جائے۔
- ⑥ سفر حج پر روانگی سے پہلے عزیز واقارب، دوستوں اور ہمسایوں سے مل کر ان سے اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کر لی جائے اور ان سے اپنے حق میں دعائے خیر کرائی جائے۔
- ⑦ اگر دو یا دو سے زیادہ عازمین حج شریک سفر ہوں تو وہ آپس میں ایک کو امیر منتخب کر لیں کہ یہ سنت ہے۔
- ⑧ تمام عازمین حج کو حج کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب، سفدات، محرمات اور مکروہات سے مکمل طور پر واقف ہونا چاہیے تاکہ فریضہ حج

پوری صحت کے ساتھ ادا ہو سکے۔

⑨ گھر سے روانگی کے وقت دو رکعت نفل پڑھ لیے جائیں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، ہو سکے تو اس مسجد میں بھی دو رکعت نفل پڑھ لیے جائیں جس میں روزانہ نماز پڑھتے ہیں۔

⑩ گھر سے نکلنے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نُّزَلَّ اَوْ اَوْتَزَلَ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نُجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدًا۔

ترجمہ: اسم اللہ کی برکت اور اللہ کی مدد سے، میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ نہیں ہے کوئی طاقت نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی مگر اللہ کی توفیق سے۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہم لغزش کریں یا ہمیں لغزش میں مبتلا کیا جائے یا ہم گمراہ ہوں یا ہمیں گمراہ کیا جائے یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم جہالت میں پڑیں یا جہالت ہم پر مسلط کی جائے۔

گھر سے نکلیں تو آیۃ الکرسی، اذ جاء نصر اللہ، اور چاروں قل شریف بمعہ اول و آخر بسم اللہ شریف پڑھ لیں۔ بوقتِ رخصت احباب سے ملتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

اَسْتُوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ۔

ترجمہ: ”میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تمہارا دین و ایمان اور تمہارے اعمال کو۔“

⑪ تمام راستے میں ذکر اللہ کا شغل اپنائے رکھیں اور نمازوں کی پابندی رکھیں۔

آدابِ احرام

- ① احرام پہننے سے پہلے حجامت بنوانا، لبس ترشوانا، ناخن کٹوانا، غیر ضروری بال صاف کرنا، خوب مل کر نہانا اور اگر نہانا ممکن نہ ہو تو وضو کرنا ہر مرد و عورت کے لیے مستحب ہے خواہ عورتیں حیض و نفاس سے ہی کیوں نہ ہوں۔
- ② غسل و وضو کے بعد سرد پہلا ہوا لباس بمعہ دستلے، موزے اور جرابیں وغیرہ اتار دیں اور احرام کی دونی چادریں اس طرح زیب تن کریں کہ ایک چادر کا تہ بند بنائیں اور دوسری کو بدن پر اوڑھ لیں لیکن سر اور منہ کو کھلا رہنے دیں۔ طواف سے پہلے اضطباع مت کریں کہ یہ خلاف سنت ہوگا۔ احرام کے لیے اُن سے قبل اور تو لیے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔
- ③ اس کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو سر ڈھانپ کر احرام کے دو نفل پڑھ لیں۔ اس موقع پر سر اس لیے ڈھانپنا چاہیے کہ ابھی احرام شروع نہیں ہوا۔
- ④ احرام کے نفلوں کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد جس قسم کا حج و عمرہ کرنا مقصود ہے اُس کی نیت قبلہ رخ بیٹھ کر دل اور زبان سے کریں اور نیت کے بعد تلبیہ پڑھیں۔ تلبیہ پڑھتے ہی احرام شروع ہو جائے گا۔ تلبیہ پڑھے بغیر محض نیت سے احرام شروع نہیں ہوتا۔ تلبیہ کے الفاظ اس طرح ہیں :-

لَبَّيْكَ ۞ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۞ لَبَّيْكَ ۞ لَا شَرِيْكَ لَكَ
 لَبَّيْكَ ۞ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ ۞ وَالْمُلْكُ لَكَ
 لَا شَرِيْكَ لَكَ ۞

ترجمہ میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، بے شک حمد و نعمت و ملک تیرے ہی لیے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔“

⑤ احرام باندھ لینے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ کہنا فرض ہے اور ایک بار سے زیادہ کہنا سنت ہے۔

⑥ احرام باندھنے کے بعد سے لے کر دسویں ذوالحجہ کو پہلے حجرے کی رمی تک ہر بلندی پر پڑھنے کے دوران، ہر نشیب میں اترنے کے دوران، ہر قافلے سے ملنے کے دوران اور ہر نماز سے فارغ ہو لینے کے بعد ہر صبح و شام تلبیہ کا ورد جاری رکھیں۔

تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

⑦ تین بار تلبیہ کہنا مستحب ہے، دورانِ تلبیہ گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ البتہ سلام کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ :-

”جب کوئی مسلمان تلبیہ کہتا ہے تو اُس کے ارد گرد کی تمام چیزیں، کیا پتھر، کیا درخت اور کیا مٹی کے ڈھیلے پڑھنے والے کے ساتھ تلبیہ کرنے لگتے ہیں اور تلبیہ کا یہ سلسلہ تمام زمین پر پھیل جاتا ہے“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید ارشاد ہے کہ :-

”جو محرم تمام دن غروبِ آفتاب تک تلبیہ کرتا رہتا ہے اُس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدا ہونے کے وقت گناہوں سے پاک تھا“

تلبیہ کر لینے کے بعد ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگنا مستحب ہے :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضْوَانَكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِرِحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ ”اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا اور جنت کا سوال

کرتا ہوں اور تیری رحمت کے دامن میں جہنم کی آگ سے پناہ
چاہتا ہوں۔“

عورتوں کا احرام اُن کے سِلے ہوئے روزمرہ کے کپڑے ہیں، اُن کے لیے
حیض و نفاس کی حالت میں بھی احرام باندھنا جائز ہے۔ عورتیں اپنے روزمرہ کے سِلے
ہوئے کپڑے پہن کر اپنے سر کو دوپٹے سے ڈھانپ لیں لیکن چہرہ کھلا رکھیں۔ عورتیں
احرام کی حالت میں بھی دستا نئے، جرابیں اور زیور وغیرہ پہن سکتی ہیں۔ احرام کے باقی
سب احکام اور پابندیاں عورتوں پر بھی مُردوں کی طرح لازم ہیں۔

مَحْرَمَاتِ احرام

احرام کی حالت میں یہ باتیں حرام و ممنوع ہیں :-

- ① مُردوں کے لیے سِلا ہوا کپڑا پہننا۔
- ② منہ یا سر کو کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانپنا۔
- ③ کپڑوں یا بدن پر خوشبو لگانا۔
- ④ خوشبودار رنگ میں ایسے رنگے ہوئے کپڑے پہننا جن سے خوشبو آتی ہو۔
- ⑤ خوشبودار چیز جیسے زعفران، کونگ یا الائچی وغیرہ کھانا یا خوشبودار چیز اپنے
لباس میں رکھنا۔
- ⑥ خوشبودار صابن استعمال کرنا۔
- ⑦ بدن یا بالوں پر تیل لگانا۔
- ⑧ مہندی و خضاب وغیرہ لگانا۔
- ⑨ جماع کرنا، عورت سے بوس و کنار کرنا۔
- ⑩ عورتوں کے سامنے شہوت بھری فحش گفتگو کرنا۔
- ⑪ فسق و فساد اور گناہ والے کام کرنا۔
- ⑫ خود شکار کرنا یا شکار میں کسی کی مدد کرنا۔

- ۱۳ اپنے یا کسی دوسرے کے ناخن کاٹنا۔
 ۱۴ بدن کے کسی حصے کے بال اکھیڑنا یا کاٹنا، کسی دوسرے کے بال کاٹنا،
 مونڈنا یا اکھیڑنا۔
 ۱۵ ٹنڈی مارنا، اپنے جسم یا کپڑے کی جوں مارنا یا جوتیں مارنے کی غرض سے
 اپنے سر یا داڑھی پر جوتیں مارنے والی دوا لگانا۔

مکروہاتِ احرام

- احرام کی حالت میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔
- ۱ بدن کی میل اتارنا یا میل اتارنے کی غرض سے نہانا اور جسم کو صابن وغیرہ سے دھونا۔
 - ۲ کنگھی کرنا، سر کو اس طرح کھجوانا کہ بال اکھڑنے یا جوں کے گرنے یا مرنے کا اندیشہ ہو۔
 - ۳ سیلا ہوا کپڑا کندھوں پر ڈالنا۔
 - ۴ خوشبودار کپڑا اوڑھنا۔
 - ۵ کسی خوشبودار چیز کو یا عطر وغیرہ کو یا خوشبودار پھل کو جان بوجھ کر سونگھنا۔
 - ۶ منہ یا ناک کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا یا منہ یا سر پر پٹی باندھنا۔
 - ۷ بلا عذر جسم کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھنا۔
 - ۸ تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھے منہ لیٹنا۔

احرام کی مندرجہ بالا پابندیوں کے خلاف کرنے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ حج کا فرض تو ادا ہو جاتا ہے لیکن حج ناقص ہو جاتا ہے۔

آداب بیت اللہ

جب مکہ شہر میں داخل ہوں تو اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اس متبرک شہر کی زیارت کا شرف بخشا ہے اور درود شریف پڑھتے ہوئے یہ دُعا مانگیں :-

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي بِهَا قَرَارًا وَاسْرَافِي رِزْقًا حَلَالًا
ترجمہ: اے اللہ! مجھے اس بابرکت شہر میں قرار اور رزق
حلال عطا فرما۔

توبہ، استغفار، ذکر اللہ، درود شریف اور تلبیہ کی کثرت کریں جنتِ اعلیٰ کے قریب مزارات پر فاتحہ پڑھیں اور مقامِ مدعی پر اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کے لیے مغفرت اور آخری کامیابیوں کی دعائیں مانگیں۔ اور پھر تین بار
اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ کر اول و آخر درود شریف پڑھتے ہوئے یہ
دُعا مانگیں :-

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ
رِقْنَا عَذَابَ النَّارِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ
مَا سَأَلَكَ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَاعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا سَأَلَكَ لَمْ يَمْنَهُ نَبِيُّكَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں دنیا میں اپنا قرب و وصال عطا فرما۔
اور آخرت میں بھی اپنے قرب و وصال سے بہرہ ور فرما
اور ہجر و فراق کی آگ کے عذاب سے بچا۔ اے اللہ! میں
تجھ سے وہ خیر (قرب و وصال کی برکت) مانگتا ہوں جو تجھ

سے تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی اور
میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان چیزوں کے شر سے کہ جن کے
شر سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیری پناہ چاہی ہے
مگر شریف میں پہنچ کر پہلے اپنی جائے قیام کو تلاش کریں اور اپنے سامان
کو محفوظ کر کے پورے اطمینان اور سکونِ قلب کے ساتھ عجز و انکساری سے سر جھکائے تلبیہ
و ذکر اللہ درود شریف کا ورد کرتے ہوئے مسجد حرام کی طرف جائیں اور درود شریف پڑھ کر
بابِ السلام سے دایاں پاؤں مسجد حرام کے اندر رکھ کر داخل ہوتے ہوئے «اللَّهُمَّ افْتَحْ
لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» پڑھیں۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر جو پہلی پہلی نظر خانہ کعبہ پر پڑے
تو تین بار «لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ» اور اول و آخر درود شریف پڑھ کر اپنی محبوب
ترین دعا مانگیں کہ اس وقت کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ ویسے یہ دعا مانگنا بھی مستحب
ہے۔

اللَّهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا
وَمَهَابَةً وَزِدْ مِنْ حَجَّجِهِ وَاعْتَمِرِيْهِ تَكْرِيمًا وَتَعْظِيمًا
وَتَشْرِيفًا وَبِرَّاطِ اللَّهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ
حَتَّى نَارِ بَنِي السَّلَامِ اَعُوذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الْكُفْرِ
وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضَيْبِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ: اے اللہ! تو اپنے اس گھر کی شرافت، عظمت،
بزرگی اور رعب کو زیادہ کر اور جو اس کا حج اور عمرہ کرے
تو اس کی بزرگی، عظمت، شرافت اور نیکیوں کو بھی زیادہ
کر۔ اے اللہ! تیرا نام سلام ہے اور تیری بارگاہ سے
سلامتی ہی سلامتی حاصل ہوتی ہے، ہمیں سلامتی کے ساتھ
زندہ رکھ، نہیں اس گھر کے رب کی پناہ مانگتا ہوں کفر سے،
تنگدستی و محتاجی سے، دل کی تنگی سے اور عذابِ قبر سے»

مسجد حرام میں تہیۃ المسجد کے نفل نہیں پڑھے جاتے کیوں کہ حج و عمرہ کی نیت سے اس مسجد میں آنے والوں کے لیے تہیۃ المسجد طواف ہے اور طواف یہاں کا پہلا ضروری عمل ہے۔ لیکن مسجد حرام میں داخلے کے وقت اگر نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا خطبہ پڑھا جا رہا ہو تو اس میں شریک ہو جائیں اور بعد میں طواف کریں۔

آدابِ طواف

طوافِ بیتِ اللہ شریف کے ارد گرد سات چکر لگانے کا نام ہے بیتِ اللہ کے اندر نہیں بلکہ بیتِ اللہ کے باہر طواف کیا جاتا ہے لیکن یہ خیال رکھا جائے کہ حطیم سے باہر ہو کر چکر لگائے جائیں کیونکہ حطیم خانہ کعبہ کے اندر کا حصہ ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :-

”جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حج کے لیے مکہ شریف میں تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا، بیتِ اللہ کا طواف کیا، حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور پھر دائیں طرف کو چلے اور پہلے تین چکروں میں رمل کیا، آپ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی، دورانِ طواف اُس چھڑی کو حجرِ اسود سے لگا کر بوسہ دیتے تھے“ (بخاری و مسلم)

بیتِ اللہ شریف کا طواف نماز پڑھنے کی طرح کا عمل ہے مگر طواف میں گفتگو منع نہیں ہے۔ البتہ ناجائز گفتگو سے اجتناب ضروری ہے۔

حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام دونوں جنت کے یا قوت ہیں، اللہ نے اُن کے نور کو ڈھانپ دیا ہے ورنہ مشرق و مغرب کی ہر چیز اُن کے نور سے روشن رہتی۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

”اللہ کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجرِ اسود کو اس طرح اٹھائے گا کہ اُس کی آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور اس کی زبان ہوگی جس سے یہ بات چیت کرے گا، جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا، اُس کے حق میں گواہی دے گا“

طواف کی مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ ایک طوافِ نذر بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ طواف ہے کہ جس کی کسی نے منت مانی ہو۔ مثلاً یہ کہ کسی نے یوں منت مانی کہ اے اللہ! اگر تو میری یہ مُراد پوری کر دے تو میں شکرانے کے طور پر بیت اللہ شریف کا طواف کروں گا۔ اگر اُس کی مُراد پوری ہو گئی تو اُس پر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا واجب ہو گیا۔ اس طواف کو طوافِ نذر کہا جاتا ہے۔ یہ طواف کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں وقت کے تعین کی قید نہیں ہے۔ البتہ اگر منت مانتے ہوئے وقت کا تعین کر دیا گیا تھا تو معین شدہ وقت میں ہی یہ طواف کیا جائے گا۔ منت کے طواف میں رمل اور اضطباع نہیں ہے۔

آداب طواف میں نماز کی طرح جسم و لباس کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا شرط ہے۔ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ اور حج تمتع والے جو پہلا طواف کرتے ہیں وہ عمرہ کا طواف ہوتا ہے جو واجب ہے اس لیے اُس کے شروع کرنے پر تلبیہ بند کر دی جائے۔ طواف میں نیت فرض ہے اور رمل، اضطباع اور حجرِ اسود و رکنِ میمانی کا استلام سنت ہے۔ رمل اور اضطباع صرف مردوں کے لیے ہے۔ رمل بھی صرف پہلا اُس طواف میں ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو۔ طواف کا ہر چکر حجرِ اسود سے شروع ہو کر حجرِ اسود پر ختم ہوتا ہے۔ حجرِ اسود کا استلام طواف کے آغاز اور اختتام پر سنتِ مؤکدہ ہے اور درمیان کے ہر چکر کے آغاز میں مُتَحَب ہے۔ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دو نفل پڑھنا واجب ہے۔

دورانِ طواف مسنون دعائیں پڑھی جاتیں اگر اور کوئی دُعا یاد نہ ہو تو درود شریف پڑھا جائے کہ یہ ایک کامل دُعا ہے۔ طواف کرتے ہوئے اگر دُعا ٹوٹ جائے تو نئے سرے سے دُعا کر کے اُسی جگہ سے طواف شروع کر دیا جائے جہاں سے چھوڑا تھا۔ طواف کرتے ہوئے دُنیاوی گفتگو، بد نظری اور دوسروں کو ایذا رسانی سے مکمل پرہیز کیا جائے ورنہ گناہ ہو گا۔

عورتوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ مردوں سے مزاحمت کرتے ہوئے

حجرِ اسود کو بوسہ دیں یا رکنِ یمانی کو چھوئیں یا خانہ کعبہ کے قریب ہوں۔

طواف کرنے کا سنت طریقہ

طواف کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ طواف کے شروع میں اضطباع کر لیں یعنی اوپر والی چادر کو دائیں لہلہ کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں پلے بائیں کندھے پر اس طرح ڈالیں کہ ایک کنارہ چھائی پر اور دوسرا کنارہ پشت پر آجائے اور دایاں کندھا ٹنگا رہے۔ اب اگر تو یہ عمرہ کا طواف ہے تو تلبیہ کہنا بند کر دو۔ اگر حج تمتع کا احرام ہے تو بھی یہ عمرہ ہی کا طواف ہے اس لیے اس میں بھی تلبیہ نہ کہو۔ اگر حج افراد کا احرام ہے تو یہ طوافِ قدم ہے اس کے آغاز میں بھی تلبیہ بند کر دیں۔ اور اگر حج قرآن کا احرام ہے تو یہ بھی عمرہ کا طواف ہے لیکن اس میں تلبیہ کہنا بند نہ کریں۔ اس کی تلبیہ حجرۃ العقبیٰ کی رمی شروع کرتے وقت بند کی جائے گی۔

اضطباع کر لینے کے بعد حجرِ اسود کے سامنے سے ذرا ہٹ کر رکنِ یمانی کی طرف اس طرح قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں کہ تمام حجرِ اسود دائیں جانب ہو۔ اس طرح کھڑے ہو کر طواف کی نیت کرتے ہوئے پڑھیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ طَوَافَ الْبَيْتِكَ الْمَكْرَمِ فَيِّرُهُ
لِي وَتَقْبَلَهُ مِنِّي۔

ترجمہ اللہ! میں نے تیرے محترم گھر کے طواف کا
ارادہ کر لیا ہے، تو اس کو میرے لیے آسان کر دے
اور مجھ سے اس کو قبول فرمائے۔

اب اسی طرح قبلہ رخ رہتے ہوئے اپنی دائیں جانب حجرِ اسود کی طرف چلیں حتیٰ کہ حجرِ اسود بالکل مقابل آجائے۔ یہاں کھڑے ہو کر کانوں تک اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ حجرِ اسود کی طرف رہے۔ حجرِ اسود کے مقابل آنے سے پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا لینا مکروہ ہے۔

ہاتھ اٹھا کر یہ الفاظ پڑھو :-

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ -

ترجمہ » اسم اللہ کی برکت سے کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ تمام تعریفیں
اللہ ہی کے لیے ہیں اور درود و سلام ہوں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر۔

یہ کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اور حجرِ اُسود کا اس طرح بوسہ لیں کہ دونوں ہتھیلیاں
حجرِ اُسود پر رکھی ہوں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر آواز پیدا کیے بغیر چومنا چاہئے۔ تین بار
اسی طرح بوسہ دیں۔ اگر ہجوم کی زیادتی کے باعث منہ لگا کر حجرِ اُسود کو بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو
اپنے دونوں ہاتھوں کو حجرِ اُسود سے مس کر کے ہاتھوں کو بوسہ دے ڈالیں اور منہ پر ہاتھ
پھیر لیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو ایک ہی ہاتھ سے حجرِ اُسود کو چھو کر بوسہ دے لیں۔ اگر یہ بھی
ممکن نہ ہو تو ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی چیز کو حجرِ اُسود سے مس کر کے چوم لیں۔ اور اگر یوں بھی
نہ ہو سکے تو حجرِ اُسود کے بالمقابل جہاں بھی کھڑے ہو سکیں وہاں کھڑے ہو کر کھلی ہتھیلیوں
سے اس طرح اشارہ کریں گویا کہ ہتھیلیوں کو حجرِ اُسود پر رکھ رہے ہوں۔ اس کے بعد ہتھیلیوں
کو چوم لیں۔ حجرِ اُسود کو چومنے کے ان سب طریقوں کو استلام کہتے ہیں۔ خیال رکھیں کہ
لوگوں کو دھکیل کر استلام نہ کریں بلکہ جگہ نہ ہو تو اشارہ ہی سے استلام کر لیں کیوں کہ
استلام کرنا سنت ہے جب کہ ترک ایذا واجب ہے۔ استلام کرتے ہوئے رونا سنتِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے یہاں رورو کر دُعا مانگو۔

طواف کرتے ہوئے احتیاطاً اپنے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے درمیان تین
قدم کا فاصلہ رکھیں تاکہ آپ کو خانہ کعبہ کا قُرب بھی حاصل رہے اور آپ کا کپڑا بھی
خانہ کعبہ سے نہ لگے۔

طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں۔ ہجوم کے باعث اگر رمل نہ ہو
سکے تو کوئی حرج نہیں مگر رُک کو نہیں برابر چلتے رہو، جب موقع مل جائے رمل شروع کر دیں۔

صراط الصالحین جلد دوم ۴۶۱ طواف کرنے کا سنت طریقیہ
جب ملتزم کے سامنے آجائیں یہ دعا پڑھیں :-

اللَّهُمَّ هَذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْأَمْنُ
أَمْنُكَ وَهَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَأَجِرْنِي
مِنَ النَّارِ اللَّهُمَّ قِنِّعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي وَبَارِكْ لِي
فِيهِ وَاخْلُفْ عَلَيَّ مَحَلَّ غَائِبَةٍ بِخَيْرٍ وَلَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

ترجمہ "یا اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور تیرا
امن ہی اصل امن ہے، یہ مقام دوزخ کی آگ سے پناہ
لینے کا مقام ہے اس لیے مجھے دوزخ سے پناہ دے
دے۔ اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے مجھے اس
پر قانع کر دے اور اس میں مجھے برکت دے دے اور ہر
غائب پر میری کار سازی خیر کے ساتھ فرما۔ نہیں کوئی معبود
اللہ کے سوا، وہ واحد لا شریک ہے، حکومت اسی کی ہے،
تعریف بھی اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

جب رکن عراقی پر پہنچیں تو یہ دعا پڑھیں :-
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشَّقَاقِ
وَمَسَادِي الْأَخْلَاقِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ
وَالْوَالِدِ۔

ترجمہ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شک سے، شرک
سے، باہمی مخالفت اور جھگڑوں سے، اخلاقی برائیوں سے،
اور مال و اولاد میں بُرے انقلاب سے۔"

جب میزاب رحمت کے سامنے آئیں تو یہ دعا پڑھیں :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَا يَزُولُ وَبِقِيَامًا لَا يَنْفَدُ
وَمِرَافَقَةً بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ أَظِلَّنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا
ظِلُّكَ وَأَسْقِنِي لِكَاسِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلِّمْ شُرْبَةً لَا أَظْمَأُ بَعْدَهَا أَبَدًا.

ترجمہ ”اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قوی ایمان کا سوال کرتا
ہوں جو زائل نہ ہو، ایسا یقین مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور تیرے
نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔
اے اللہ! میں تیرے سایہ دار عرش کے نیچے سایہ کی جگہ مانگتا
ہوں اس دن کہ جس دن تیرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ
نہ ہو گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ایسے
شربت کا جام پینا چاہتا ہوں کہ جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے“
جب رکنِ شامی کے سامنے آئیں تو یہ دعا پڑھیں :-

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حِجَابًا بُرُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا وَذَنْبًا
مَغْفُورًا وَتِجَارَةً لَنْ تَبُورًا يَا عَزِيزُ يَا غَفُورُ.

ترجمہ ”اے اللہ! میرے لیے اس حج کو حجِ مبرور کر دے،
میری سعی کو مشکور کر دے، میرے گناہوں کو مغفور کر دے
اور میری اس تجارت میں خسارہ نہ کر۔ اے غالب اے
بخشنہارا!“

جب رکنِ یمینی کے سامنے آئیں تو اس کو دونوں ہاتھوں سے یا صرف
دائیں ہاتھ سے چوم لیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو چھری وغیرہ لگا کر یا اشارہ کر کے اسے چوم
لیں اور یہ دعا پڑھیں :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ وَ

صراط الصالحین جلد دوم ۲۶۳ طواف کرنے کا سنت طریقہ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

ترجمہ ”اے اللہ! میں تجھ سے گناہوں کی معافی اور دنیا و آخرت
میں عافیت و سلامتی مانگتا ہوں“

پھر جب رکنِ یمنی اور حجرِ اسود کے درمیان مستحبات میں آئیں تو یہ دعا پڑھیں
کہ یہاں شہزاد فرشتے بھی دعا پڑھتے ہیں :-

رَبَّنَا اِنْتَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ -

ترجمہ ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں حسنہ (اپنا قرب و
وصال) عطا فرما اور آخرت میں بھی اپنے قرب و وصال میں
رکھنا اور سحر و فراق کی آگ کے عذاب سے بچا“

اس کے بعد حجرِ اسود کے سامنے پہنچنے پر طواف کا ایک چکر (شوط) مکمل ہو
جائے گا اب پہلے کی طرح حجرِ اسود کا استلام کر کے طواف کے باقی چکر پورے کریں۔
سات چکر ہو جانے پر طواف پورا ہو جائے گا۔ طواف کے اختتام پر ساتویں چکر کے خاتمے پر
پھر حجرِ اسود کا استلام کریں۔ طواف کے دوران ہر چکر پر جب بھی حجرِ اسود کے سامنے آئیں
تو ”بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ“ پڑھ کر جس طرح بھی ممکن ہو استلام کریں۔
کیوں کہ طواف میں ہر چکر نماز کی رکعت کی طرح ہوتا ہے کہ جیسے ہر رکعت تکبیر کہہ کر شروع
کی جاتی ہے اسی طرح طواف کا ہر چکر بھی تکبیر سے شروع کیا جاتا ہے۔

مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر نفل پڑھنا

طواف سے فارغ ہونے کے بعد اگر وقتِ کراہت نہ ہو تو مقامِ ابراہیم
علیہ السلام پر ”وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ حُصْلٰی“ پڑھ کر دو رکعت نماز
طواف واجب اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں ”قل یا ایتھا الکافر دن“ اور
دوسری رکعت میں ”قل ہو اللہ احد“ پڑھی جائے۔ یہ نماز پڑھنے سے پہلے اضطباع کو

ختم کر دیں کہ اضطباع صرف طواف کے دوران ہوتا ہے ورنہ نماز مکروہ ہو جائے گی۔ اس نماز کے دوران مقام ابراہیم علیہ السلام آپ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان رہے اور اس کے پڑھنے کی بہترین جگہ خلف مقام ہے۔ اگر ہجوم کے باعث خلف میں جگہ نہ مل سکے تو کعبہ کے اندر یا حطیم میں میزاب کے نیچے یا پھر حطیم میں جہاں جگہ ملے یا بیت اللہ کے قرب میں یا پھر بقیع مسجد حرام میں یا پھر تمام مکہ میں یا پھر حرم کی زمین میں ادا کر لیں لیکن حرم کی سرزمین سے باہر ادا کرنا مکروہ ہے۔

بہر طواف کے بعد دو رکعات نماز طواف پڑھنا واجب ہے خواہ طواف کسی بھی قسم کا ہو اور یہ نماز طواف کے فوراً بعد پڑھی جائے۔ بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ کئی طواف کر کے سب طوافوں کی نمازیں اکٹھی پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہے تو طواف پر طواف کر لو کہ وقت مکروہ میں طواف کیا جاسکتا ہے اور وقت مکروہ گزر جانے کے بعد بہر طواف کی دو دو رکعات علیحدہ علیحدہ پڑھ لیں۔

ملتزم کی حاضری

اب ملتزم پر آکر دُعا مانگیں کہ یہ قبولیتِ دُعا کا مقام ہے۔ یہاں اپنا پیٹ اور رخسار دیوار سے لگا کر خانہ کعبہ کی دیوار سے چمٹ جائیں اور اپنے ہاتھوں اور ہتھیلیوں کو طول میں اُونچا کر کے دیوار سے لگا دیں۔ بائیں ہاتھ حجرتِ سود کی طرف عرض یا طول میں خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ چپکا دیں اور گڑگڑا کر اور رورور کر دُعا مانگو، ہو سکے تو یہ دُعا بھی مانگو :-

يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّي نِعْمَةً أَنْعَمْتَ
بِهَا عَلَيَّ.

ترجمہ: اے واجد! اے ماجد! اپنی بخشی ہوئی نعمت کو مجھ سے زائل نہ کر۔

اُعادوں کے اول و آخر ثنا و درود شریف پڑھیں۔

آبِ زَمِ زَمِ پینا

مکرم کی حاضری سے فارغ ہو کر چاہِ زم زم پر جانا مستحب ہے۔ وہاں خوب پیٹ بھر کر آبِ زم زم پینا چاہیے۔ زم زم کا پانی قبلہ رخ کھڑے ہو کر اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر تین سالنوں میں پینا سنت ہے۔ آبِ زم زم پی کر «الحمد للہ»، پڑھیں اور سچا ہوا پانی چہرے اور بدن پر مل لیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ آبِ زم زم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَ
عَمَلًا مَقْبُولًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم، گشادہ رزق، مقبول عمل اور ہر قسم کی بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

محرماتِ طواف

طواف میں یہ باتیں حرام و ممنوع ہیں :-

- ① وضو کے بغیر طواف کرنا۔
- ② جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں طواف کرنا۔
- ③ بلا ستر یا برہنہ ہو کر طواف کرنا۔
- ④ بلا عذر سواری پر یا گھٹنوں کے بل طواف کرنا۔
- ⑤ خانہ کعبہ کو دائیں ہاتھ کی طرف رکھ کر الٹا طواف کرنا۔
- ⑥ حطیم کے اندر سے طواف کرنا۔
- ⑦ سات پھیروں سے کم طواف کرنا۔

مکروہاتِ طواف

طواف میں یہ باتیں مکروہ ہیں :-

- ① ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا۔
- ② فضول باتیں کرنا، خرید و فروخت کرنا، بلند آواز سے دعائیں مانگنا، فضول اشعار پڑھنا۔
- ③ جس طواف میں رمل و اضطباع ہو، ان کا ترک کرنا۔
- ④ حجرِ اسود کا استلام نہ کرنا۔
- ⑤ بلا وجہ طواف کے پھیروں میں وقفہ کرنا۔
- ⑥ خطبہ یا فرض نماز کی جماعت کے وقت طواف کرنا۔
- ⑦ ایک طواف کی نماز پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا۔ البتہ مکروہ وقت میں یہ پابندی نہیں ہے۔
- ⑧ دورانِ طواف کوئی چیز کھانا۔
- ⑨ پیشاب یا پاخانہ یا ہوا کی حاجت ہوتے ہوئے طواف کرنا۔
- ⑩ طواف کے دوران سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، کوئی مسئلہ پوچھنا یا بتلانا، حمد و ثنا والے اور نعتیہ اشعار پڑھنا جائز ہے۔

آدابِ سعیِ صفا و مروہ

صفا و مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ ایک سعی میں سات پھیرے ہوتے ہیں اور ہر پھیرے کو شوط کہتے ہیں۔ سعی کے لیے صفا کی پہاڑی پر آکر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ الْجَزَّوَعْدَةُ وَنَصْرَ
عَبْدَاهُ وَهَزْمَ الْأَحْزَابِ وَحْدَهُ.

ترجمہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اُس کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں، وہ بیکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے، حکومت اُسی کی ہے، حمد کے لائق وہی ہے وہی جلانے والا اور وہی مارنے والا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس ایک ذات کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اُس اکیسے نے دشمن کے لشکروں کو شکست دی،

یہ دعائیں مرتبہ مانگیں اور درمیان میں اور دعائیں بھی مانگتے جائیں۔ گروہِ شیطین پر غلبہ اور اُس کی شکست کی دعائیں بھی مانگیں۔

دُعائیں پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ پھر دل و زبان سے سعی کی

نیت کریں :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الشَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَادِ الْمَرْوَةَ لِيَسِّرَهُ
لِي وَتَقَبَّلَهُ مِنِّي.

ترجمہ: اے اللہ! میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی نیت
کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان کر دے اور اس کو
میری طرف سے قبول فرمائے۔

یہ نیت کر کے صفا سے مروہ کی طرف چلیں، میلین اخضرین کے قریب پہنچ
کر درمیانی رفتار سے دوڑنا شروع کر دیں لیکن دوسروں کو تکلیف نہ ہونے دیں۔ پہلے
سبز ستونوں سے لے کر دوسرے سبز ستونوں تک دوڑیں اور دوڑتے وقت اللہ
تعالیٰ سے رحم و بخشش و منظوری کی دعائیں کرتے جائیں جب سبز ستونوں سے گزر
جائیں تو دوڑنا بند کر کے عام رفتار سے چلنا شروع کر دیں اور ساتھ ساتھ کلمہ توحید بھی
پڑھتے جائیں۔ جب مروہ پر پہنچیں تو سیڑھیوں پر چڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں اور
صفا کی طرح یہاں بھی ہاتھ اٹھا کر تسبیح و تہلیل، حمد و ثنا اور درود دعائیں پڑھ لیں۔
اس طرح سعی کا ایک چکر (شوط) پورا ہو گیا۔ اس طرح کرتے ہوئے پورے سات چکر
(شوط) پورے کریں۔ سات چکر پورے کرنے پر سعی مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ
مسجد حرام میں آجائیں اور مطاف کے نزدیک دو رکعات پڑھیں کہ یہ سنت ہے۔

طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرنے میں بلا عذر دیر کرنا مکروہ اور خلاف
سنت ہے۔ طواف حج اور طواف عمرہ دونوں میں سعی کرنا واجب ہے اور سعی کا طواف
کے بعد ہونا شرط ہے۔ طواف سے پہلے سعی نہیں کی جاسکتی خواہ یہ سعی عمرہ کی ہو یا حج کی ہو۔
البتہ اگر حج کی سعی وقوف عرفات کے بعد کی جائے تو احرام کھول کر سعی کرنا سنت ہے۔
اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا واجب ہے۔ پاکیزہ لباس و بدن کے ساتھ با وضو
سعی کرنا سنت ہے۔

طواف کے بعد اگر سعی کرنا ہو تو حجر اسود کا استلام کر کے باب الصفا کے
راستے سعی کو جانا مستحسن و مستحب ہے۔ سعی کی ابتداء صفا سے کرنا اور اس کے ساتوں

پھیرے بلا وقفے درپے کرنا سنت ہے۔ البتہ اگر سعی کے دوران نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے یا جنازہ آجائے توسعی کو وہیں پر چھوڑ کر جماعت کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ نماز کے بعد جہاں سے سعی چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دیں۔

دوران سعی ذکر اللہ، دعائیں، توبہ و استغفار اور تکبیر و تہلیل میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور فضول باتوں، بدکلامی، بد نظری اور دوسروں کو ایذا رسانی سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

مکروہات سعی

سعی کے دوران یہ باتیں مکروہ ہیں :-

- ① طواف کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا۔
- ② ستر فرض نہ ہونا۔
- ③ بلا عذر سواری پر سوار ہو کر سعی کرنا۔
- ④ صفا و مروہ پر نہ چڑھنا۔
- ⑤ مردوں کا میلین اخضرین کے درمیان سعی میں بلا عذر نہ دوڑنا۔
- ⑥ خرید و فروخت کرنا، دوسروں کو ایذا دینا، بد نظری و بدکلامی کرنا، ادھر ادھر فضول دیکھنا۔
- ⑦ پھیروں کے درمیان بلا عذر وقفہ و تاخیر کرنا۔
- ⑧ جماعت نماز یا جنازہ میں شامل ہونے، قصائے حاجت اور وضو کے لیے وقفہ جائز ہے۔

علاوہ ازیں کھانے پینے کے لیے بھی تھوڑا سا وقفہ کرنا جائز ہے۔

جو باتیں طواف میں جائز ہیں وہ سعی میں بھی جائز ہیں۔

تکمیل عمرہ کے لیے سرمٹہ وانا

اس طواف سعی کے بعد عمرہ اور حج تمتع والے مرد سرمٹہ وایا کتروا کر حرام

کھول دیں کہ اُن کا عمرہ ہو گیا۔ عورتیں صرف ایک پوسے کے برابر بال کتروائیں۔ اس کے بعد ۸ ذوالحجہ کو احرام باندھیں اور حج کے جملہ افعال ادا کریں۔

قارن کا عمرہ تو ادا ہو گیا لیکن قارن اور مفرد کا اس طواف و سعی کے بعد احرام بدستور قائم و باقی ہے اس لیے احرام کی تمام پابندیاں اُن پر ابھی تک لاگو ہیں۔ وہ تلبیہ پڑھتے ہوئے ایام حج کا انتظار کریں۔ یہ طواف مفرد کے لیے طوافِ قدم ہے اور سعی حج کی ہے۔ مفرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ یہ سعی طوافِ زیارت کے بعد کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ قارن کو اس طواف و سعی کے بعد طوافِ قدم بھی کرنا ہوگا اور اگر چاہے تو اس طوافِ قدم کے بعد حج کی سعی بھی کر سکتا ہے۔

احکام جنایات

جنایت سے مراد وہ فعل ہے جو حدودِ حرم میں یا حالتِ احرام میں حرام ہو کر گناہ ہو جائے۔ ایسے گناہ کی معافی کے لیے شریعت میں کچھ سزا یا تہرانہ مقرر ہے جسے کفارہ کہا جاتا ہے۔

دورانِ حج حالتِ احرام میں یہ فعل یا گناہ قصداً ہو یا بھول چوک سے ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر ہو، نیند میں ہو یا بیداری میں ہو، ہوش میں ہو یا بے ہوشی میں ہو، گناہ کا علم ہو یا نہ ہو ہر حال میں اس کا کفارہ لازم ہے۔

اگر یہ فعل غلطی یا بھول چوک یا کسی شرعی عذر کی بنا پر ہو تو اس کا گناہ تو نہیں مگر کفارہ ضرور ہے لیکن اگر یہ فعل بلا عذر و جان بوجھ کر کیا گیا ہو تو گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی ہے اور اگر اس نیت سے یہ فعل جان بوجھ کر کیا کہ کفارہ دے دوں گا سخت گناہ ہے اس لیے اس میں توبہ و استغفار بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔

شرعی عذر سے مراد بیماری، شدید گرمی یا شدید سردی، زخم، پھوٹے، جوئی اور تکلیف دہ اور مشقت والے اسباب ہیں۔ ان کے سوا اور کسی سبب کو "شرعی عذر" نہیں کہا جاسکتا۔

جو جرم شرعی عذر کے باعث ہو اُسے غیر اختیاری جنایت کہتے ہیں اور جو جرم شرعی عذر کے بغیر ہو اُسے اختیاری جنایت کہتے ہیں۔

اختیاری جنایت میں شریعت کی مقرر شدہ جزا ادا کرنا واجب ہے جبکہ غیر اختیاری جنایت میں اگر دم واجب ہو تو شریعت نے یہ آسانی دے رکھی ہے کہ اگر چاہیں تو دم دے دیں یا دم کے بدلے چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کے برابر ہر ایک کو ایک صدقہ دے دیں یا ان کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں یا اُس کے بدلے تین روزے رکھ لیں۔ روزے رکھنے کی صورت میں وقت اور مقام کی پابندی نہیں ہے جہاں چاہیں

اور جب چاہیں یہ روزے رکھ لیں البتہ زیادہ تاخیر درست نہیں۔ اور اگر یہ جنائت ایسی ہے کہ اس کی جزا میں ایک صدقہ واجب ہے تو اس میں بھی اختیار ہے کہ چاہیں تو صدقہ دے دیں اور چاہیں تو ایک روزہ رکھ لیں۔

جنائت کے کفارے اس طرح ہیں :-

①—بُذْنہ

اس سے مراد ایک عدد اُونٹ یا ایک عدد گائے کی قربانی ہے۔

②—دَم

اس سے مراد ایک عدد بھیڑ بکری کی قربانی یا گائے کا ساتواں حصہ ہے۔

③—صدقہ

«مطلق صدقہ» نظر آنے کی مقدار ہے اور «کچھ صدقہ» مٹھی بھر گندم وغیرہ ہے

④—قیمت

حالتِ احرام میں یا حدودِ حرم میں خشکی کے جنگلی جانور کو شکار کر لینے پر اس جانور کی قیمت دینا واجب ہے۔

قارن پر احرام کی جنائت میں دو کفارے واجب ہیں کیوں کہ اس کے دو احرام ہیں، ایک حج کا اور دوسرا عمرے کا۔ البتہ بلا احرام میقات سے گزرنے کا ایک ہی کفارہ ہے۔ اس کے سوا حج و عمرہ کی باقی جنایتوں میں قارن پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔

بُذْنہ یا دَم واجب ہو جائے تو جانور کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا لازمی شرط ہے اور اس کا گوشت صرف محتاجوں مسکینوں کا حق ہے، نہ تو آپ خود کھا سکتے ہیں اور نہ ہی

امیروں اور دوست احباب کو کھلا سکتے ہیں۔ اور جانور کی قیمت کا صدقہ کر دینا بھی جائز نہیں ہے۔ ان جانوروں کے لیے وہی احکام و شرائط ہیں جو قربانی کے جانوروں کے بارے میں ہیں۔

احرام کی جنائت یہ ہیں :-

①۔ احرام کے بغیر میقات سے گزرنا

آفاقی کے لیے احرام باندھے بغیر میقات سے گزرنا جائز نہیں۔ بھول کر گزرنے پر یا تو وہ واپس لوٹ آئے اور احرام باندھ کر میقات سے گزرے یا واپس نہ لوٹے اور وہیں پر احرام باندھ لے تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو وہ گنہگار بھی ہوا اس لیے دم کے ساتھ ساتھ توبہ استغفار بھی کرے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنے والے یا تو احرام باندھ کر جہاز میں سوار ہوں یا جہاز سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے جہاز ہی کے اندر احرام باندھ لیں کیوں کہ ہوائی جہاز میقات سے گزر کر جہاز اترتا ہے بصورت دیگر دم دینا واجب ہوگا۔

②۔ خوشبو لگانا

حالت احرام میں جسم یا لباس پر خوشبو لگانا حرام ہے۔ خوشبو تھوڑی ہو یا زیادہ، پورے جسم پر ہو یا جسم کے کسی حصے پر ہو تو دم واجب ہے۔ اگر معمولی مقدار میں خوشبو جسم کے تھوڑے سے حصے پر لگائی تو صدقہ لازم ہے۔ اگر خوشبو شرعی عذر کے باعث لگائی تو زیادہ خوشبو کی صورت میں ایک دم دینے یا چھ مسکینوں محتاجوں کو فطرانہ کی مقدار کے برابر ایک صدقہ دینے یا تین روزے رکھنے میں سے کوئی ایک کفارہ دینے کا اختیار ہے۔ اور اگر خوشبو معمولی تھی اور جسم کے تھوڑے سے حصے پر لگائی تو صدقہ دینے یا ایک روزہ رکھنے کا اختیار ہے۔ اگر تھوڑی تھوڑی خوشبو چند اعضاء کو لگائی جو بل کر بڑے عضو کے برابر ہو جائے تو دم واجب ہے۔

زیادہ مقدار میں لگی ہوئی خوشبو والا کپڑا اگر پورا ایک دن یا پوری ایک رات پہنے رکھا تو دم واجب ہے۔ اگر ایک دن یا ایک رات سے کم وقفے میں پہنے رکھا تو صدقہ واجب ہے۔ اگر خوشبو تھوڑی سی لگی تو اس میں دقت کی کوئی حد نہیں اور اس کے لیے صرف صدقہ واجب ہے۔ خوشبو دار کپڑے اور بترے پر لیٹنے کا حکم بھی یہی ہے۔

زیادہ مقدار میں ایسی چیز کھانا کہ جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو مگر پکائی ہوئی نہ ہو تو اگر خوشبو غالب ہے تو دم واجب ہے اور اگر خوشبو غالب نہ ہو تو صدقہ واجب ہے۔ ایسا کھانا جس میں خوشبو پکائی گئی اور وہ خوشبو دے رہا ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔

حجرِ اسود پر اگر خوشبو لگی ہوئی ہو تو احرام کی حالت میں استلام کرتے وقت اس کو چھونا اور اس کو چومنا جائز نہیں۔ صرف اشارے سے استلام کر لیں۔ اگر بوسہ دیا یا ہاتھوں سے چھوا اور ہاتھوں اور منہ پر خوشبو زیادہ مقدار میں لگ گئی تو دم واجب ہے اور اگر خوشبو کم لگی تو صدقہ واجب ہے۔

سریاڑھی پر ایسی پتلی مہندی لگانی کہ بال نہ چھپے تو ایک دم واجب ہے اور اگر خوب گاڑھی مہندی لگانی جس سے بال چھپ گئے اور ۱۲ گھنٹے گزر گئے تو مرد پر دو دم واجب ہو گئے کہ ایک تو دم چہرہ یا سر چھپانے کا اور دوسرا خوشبو لگانے کا لیکن عورت پر ایسی صورت میں ایک دم واجب ہو گا کہ اس کے لیے سر کا چھپانا جائز ہے مگر خوشبو لگانا حرام ہے۔ عورت نے اگر پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگانی تو دم واجب ہے اور اگر اس سے کم حصہ پر مہندی لگانی تو صدقہ ہے۔ خوشبو دار سر سے اگر ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ واجب ہے اور اگر دو بار سے زیادہ لگایا تو دم لازم ہے خوشبو کے بغیر سر لگانے میں حرج تو نہیں مگر بلا ضرورت لگانا مکروہ ہے۔

۳۔ بال دور کرنا

- ① سر یا داڑھی کے چوتھائی حصہ تک کے بال منڈوانے یا کتروانے پر ایک دم واجب ہے اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے پر صدقہ ہے۔
- ② پوری گردن یا پوری ایک بغل یا زیر ناف بال صاف کرنے پر ایک دم واجب ہے اور اس سے کم پر صدقہ واجب ہے۔
- ③ مونچھ چاہے پوری چاہے کم کتروانے یا منڈوانے پر صدقہ لازم ہے۔
- ④ سر یا داڑھی یا بغل یا زیر ناف یا سارے بدن کے بال اگر ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ کتروائے یا صاف کیے تو ایک ہی کفارہ ہے اور اگر الگ الگ جگہ اور الگ الگ اوقات میں صاف کیے تو ہر بار اور ہر جگہ کا الگ الگ کفارہ ہوگا۔
- ⑤ سر یا داڑھی یا بغل یا زیر ناف بالوں کو تھپوڑ کر اگر جسم کے باقی بالوں کو صاف کیا تو صرف صدقہ واجب ہوگا۔
- ⑥ دو تین بال کاٹنے یا مونڈنے پر مٹھی بھر گندم یا روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ واجب ہے لیکن اس سے زائد بالوں کے کاٹنے یا مونڈنے پر صدقہ نظر واجب ہے۔
- ⑦ یہی حکم وضو کرتے ہوئے یا کھجائے ہوئے کا ہے۔
- ⑧ ہاتھ لگانے بغیر اگر بال خود بخود گرتے ہیں تو کوئی کفارہ نہیں۔
- ⑨ عورت نے سارے یا چوتھائی بال ایک پورے کے برابر کاٹے تو ایک دم واجب ہوگا اور اس سے کم پر صدقہ ہوگا۔
- ⑩ ایک محرم نے دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈوانے والے پر دم واجب ہوگا۔ اسی طرح غیر محرم نے محرم کے چوتھائی سر کے بال مونڈے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

④ — سِلا ہوا کپڑا پہننا

- ① حالتِ احرام میں مردوں کے لیے سِلا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے۔ اگر کسی محرم نے کوئی سِلا ہوا کپڑا ایک دن یا ایک رات پہنے رکھا تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم عرصہ میں پہنے رکھا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔
- ② اگر کسی نے عذر کی وجہ سے ایک سِلا ہوا کپڑا پہنا مگر دوسرا بلا عذر اور عذرت والی جگہ سے اور جگہ پہنا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے مثلاً ضرورت کرتے کی بھتی اور بلا ضرورت پا جامہ بھی پہن لیا تو ایسی صورت میں دو دم واجب ہوں گے۔
- ③ مردوں کو حالتِ احرام میں موزے، جرابیں، نٹسے والے بوٹ اور ایسی جوئی پہننا حرام ہے جو پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی کو چھپالے۔ اگر ایسا کوئی بوٹ یا جوتا پورے ایک دن یا ایک رات پہنے رکھا تو دم واجب ہوگا اور اگر اس کم وقت میں پہنے رکھا تو صدقہ واجب ہوگا۔

⑤ — سر یا منہ کا چھپانا

- ① احرام کی حالت میں مرد کو منہ اور سر جب کہ عورت کو چہرہ ڈھانپنا حرام ہے۔
- ② اگر کسی مرد نے سر اور منہ اور عورت نے منہ کو متواتر ایک دن یا ایک رات چھپائے رکھا تو دم واجب ہوگا اور اس سے کم مدت میں صدقہ واجب ہوگا۔
- ③ سر یا منہ کا چوتھائی حصہ ڈھانپنا پورے سر اور پورے منہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور اگر چوتھائی حصہ سے کم سر یا منہ لگاتار ایک دن یا ایک رات چھپائے رکھا تو صدقہ واجب ہوگا۔ اور اس سے کم وقت میں کچھ بھی واجب نہیں البتہ گناہ ضروری ہے جس کی معافی مانگی جائے۔

④ — شکار کرنا

① احرام کی حالت میں حلال و حرام ہر قسم کے خشکی کے جنگلی جانوروں کا شکار کرنا یا شکار کرانا یا شکار کی طرف اشارہ کر کے کسی شکاری کو بتلانا، جنگلی جانوروں کو ایذا دینا، اُن کو زخمی کرنا، پرندوں کے انڈے توڑنا اور ان کے پر وغیرہ اکھیڑنا حرام ہے۔ ایسا کرنے پر کفارہ واجب ہو جائے گا اور مجرم کو شکار کی وہ قیمت بطور کفارہ ادا کرنی پڑے گی جو دو عادل و با اعتماد آدمی مقرر کریں گے۔ البتہ حرام جانور کے شکار میں یہ لازمی شرط ہے کہ اُس کا کفارہ ایک بھیڑ بکری سے زیادہ نہ ہو چاہے وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔

② شکار میں مذکورہ بالا جانوروں کو زخمی کرنے، اُن کے عضو کاٹنے یا اُن کے پر اکھیڑنے پر نقصان کے مطابق کفارہ واجب ہوگا۔

③ شکار کی قیمت کا صدقہ کرنے میں یہ اختیار ہے کہ اگر اُس سے بھیڑ بکری خریدی جاسکتی ہو تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے مسکینوں و محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے یا گندم وغیرہ خرید کر ہر ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر برابر تقسیم کر دی جائے یا وہ قیمت ہی فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔

④ احرام کی حالت میں ٹڈی مارنا بھی جائز نہیں ہے، دو یا تین ٹڈیاں مارنے پر کچھ صدقہ واجب ہے اور تین سے زیادہ ٹڈیاں مارنے پر پورا صدقہ واجب ہے۔

⑤ کوا، چیل، سانپ، بچھو، پسو، مچھر، کھی، کاٹنے والی چوٹی، چھپکلی اور بھیڑ وغیرہ اور حملہ آور دیندوں کو مارنے کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

⑥ کبوتر کے سوا تمام گھریلو حلال جانوروں کا ذبح کرنا جائز ہے۔ مثلاً بھیڑ بکری، مرغی، گائے، بھینس اور اُونٹ وغیرہ احرام کی حالت میں ذبح کیے جاسکتے ہیں ان کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

⑤— جوئیں مارنا

- ① احرام کی حالت میں اپنے بدن یا کپڑوں کی جوں کو خود مارنا یا کسی اور سے مروانا یا گرم کُش ادویات سے مارنا یا کسی اور ذریعے سے مارنا یا مروانا حرام ہے۔ خلاف درزی کرنے والے پر کفارہ واجب ہوگا۔
- ② ایک جوں مارنے پر روٹی کا ایک ٹکڑا، دو یا تین جوئیں مارنے پر مٹھی بھر گندم اور تین سے زیادہ جوئیں مارنے پر پورا ایک صدقہ واجب ہے۔
- ③ کپڑا دھوپ میں دھو کر ڈالا یا ویسے ہی ڈال دیا اور اس میں موجود جوئیں مر گئیں تو اگر نیت جوئیں مارنے کی نہ تھی تو کفارہ واجب نہیں اور اگر نیت جوئیں مارنے کی تھی تو کفارہ لازم ہوگا۔

⑧— ناخن کاٹنا

- اگر ایک ہی مجلس میں چاروں ہاتھ پیروں کے ناخن کاٹے یا صرف ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کاٹے تو ایک دم واجب ہے اور اگر پانچ ناخنوں سے کم ناخن کاٹے تو ہر ناخن کے بدلے ایک ایک صدقہ واجب ہے۔

⑨— حالتِ احرام میں جماع کرنا

- ① اگر کسی محرم نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا۔ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اعمالِ حج جاری رکھے اور حج کو پورا کرے اور ایک دم کا کفارہ دے۔ اب اس پر اس حج کی قضا فرض ہے وہ آئندہ سال یا اس کے بعد کے کسی اور سال میں ادا کرے۔ عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔
- ② وقوفِ عرفہ کے بعد حلق اور طوافِ زیارت سے پہلے، اگر جماع کیا تو ایک بدنہ واجب ہے۔

۳) اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو دم واجب ہے لیکن بہتر بندہ ہے۔

۴) جماع نہیں کیا لیکن شہوت کے ساتھ مباشرتِ فاحشہ کی یا بوس و کنار کی یا شہوت کے ساتھ بدن کو ہاتھ لگایا تو دم واجب ہے چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

حدودِ حرم کی جنائت

۱) حدودِ حرم میں محرم اور غیر محرم دونوں کے لیے شکار کرنا، حرم کے پندوں کے انڈے توڑنا، حرم کے جانوروں کو بھون کر کھانا اور ٹڈیاں مارنا جنائت ہے۔ اگر حرم میں داخل ہونے والے شخص کے پاس شکار ہو تو اُس کے لیے اُس شکار کو چھوڑ دینا واجب ہے۔

۲) حرم کی خود رو گھاس یا سبزہ یا پودے اور درخت کاٹنا یا اکھیڑنا جنائت ہے۔ اگر یہ کسی کی ملکیت نہ ہو تو اُس کا کفارہ اُس کی قیمت راہِ خدا میں دے کر ادا کر دیا جائے اور اگر یہ کسی کی ملکیت ہو تو پھر دو گنی قیمت ادا کرنی واجب ہے، صدقہ بھی دینا ہوگا اور مالک کو قیمت بھی دینی ہوگی۔

۳) صرف اذخر گھاس اکھیڑنے یا کاٹنے کی اجازت ہے باقی سب پودے خواہ وہ صرف جھاڑ جھنکار ہی کیوں نہ ہوں اکھیڑنے یا کاٹنے پر کفارہ ہے۔

۴) جو پودے یا درخت خود رو نہ ہوں بلکہ کسی کے اگائے ہوئے یا کاشت کیے ہوئے ہوں تو ان کو کاٹنے پر کفارہ نہیں ہے کہ یہ جنائت نہیں ہے۔ اسی طرح کسی درخت یا پودے کے پھول پتے توڑنا بھی جنائت نہیں بشرطیکہ وہ کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ اگر کسی کی ملکیت ہوں تو مالک کی اجازت سے توڑنا جنائت نہیں یا مالک خود توڑے تو جنائت نہیں ہے۔

۵) حرم شریف کے درختوں سے سواک بنانا بھی ناجائز ہے اور یہ جنائت ہے حرم شریف کی حدود کو نشان لگا کر واضح کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے۔ منیٰ اور

مزدلفہ حرم میں شامل ہیں البتہ میدان عرفات حدود حرم سے باہر ہے۔

طواف کی جنایات

- ① جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں طواف زیارت کیا تو بد نہ واجب ہے۔
- ② اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وداع یا طوافِ عمرہ یا طوافِ نفل جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کیا تو دم واجب ہے۔ اس لیے یا تو دم ادا کر دے، یا کامل طہارت کے ساتھ دوبارہ طواف کر لے کیوں کہ طواف کے اعادہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔
- ③ اگر طوافِ زیارت کے تمام چکر یا کچھ چکر وضو کے بغیر کیے تو دم واجب ہے۔
- ④ اگر طوافِ وداع یا طوافِ قدوم یا طوافِ نفل یا طوافِ زیارت کے تین چکر بلا وضو کیے تو ہر چکر کے عوض ایک ایک صدقہ واجب ہے۔ البتہ اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے دوبارہ طواف کر لیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔
- ⑤ جو طواف جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کیا اس کا دہرانا واجب ہے اور جو طواف بلا وضو کیا اس کا دہرانا مستحب ہے ورنہ ان کا کفارہ واجب ہے۔
- ⑥ پورا طوافِ وداع یا اس کا کچھ حصہ ترک کر دیا تو دم واجب ہے اور اگر چار پھیروں سے کم تھوڑا تو ہر پھیرے کا ایک ایک صدقہ ہے۔
- ⑦ طوافِ عمرہ کا ایک پھیرہ بھی تھوڑا دیا تو دم واجب ہے اور سارے کا سارا طوافِ عمرہ ترک کر دیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا ہی واجب ہے۔
- ⑧ طوافِ قدوم تھوڑا دینے پر کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن اسے تھوڑا دینا معیوب ہے۔
- ⑨ ناپاک کپڑوں کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے لیکن اس کا کفارہ نہیں ہے۔

سعی کی جنائت

- ① تمام سعی کے چار پھیرے بغیر کسی عذر کے چھوڑ دیئے یا سواری پر کیئے تو ایک دم واجب ہوگا اور اگر چار سے کم پھیرے چھوڑ دیئے یا بلا عذر سواری پر کیئے تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک ایک صدقہ واجب ہے۔ اگر ان تمام صورتوں میں سعی کا اعادہ کر لیا جائے تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔
- ② اگر طواف سے پہلے سعی کر لی اور پھر اس کا اعادہ نہ کیا تو دم واجب ہوگا کیونکہ سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری ہے۔
- ③ اگر کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کی تو کفارہ واجب نہیں۔
- ④ سعی جب چاہیں ادا ہو سکتی ہے کیونکہ سعی کے لیے احرام اور زمانہ حج شرط نہیں ہے۔

وقوف عرفہ اور مزدلفہ کی جنائت

- ① غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے باہر نکلنے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات میں لوٹ آنے پر دم ساقط ہو جاتا ہے البتہ غروب کے بعد واپس آنے پر کفارہ ساقط نہ ہوگا۔
- ② غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے باہر نکلنا اختیاری ہو یا غیر اختیاری دونوں صورتوں میں دم واجب ہے۔
- ③ دسویں ذوالحجہ کی صبح کو مزدلفہ میں وقوف بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو دم واجب ہوگا لیکن اگر کمزور دنا تو اں بوڑھے یا بیمار یا عورت نے ہجوم سے گھبرا کر وقوفِ مزدلفہ نہ کیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

رمی کی جنائت

- ① اگر ایک دن کی اکثر یا ساری رمی تھوڑی تو دم واجب ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے دسویں ذوالحجہ کو تین کنکریاں ماریں اور باقی دنوں میں دس دس کنکریاں ماریں تو تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا۔
- ② اگر اکثر رمی کر لی اور کچھ رمی تھوڑی تو ہر کنکری کے بدلے میں ایک صدقہ واجب ہوگا۔
- ③ تیرہویں ذوالحجہ کی صبح اگر منیٰ میں طلوع ہوگئی تو اس دن کی رمی بھی واجب ہوگئی اس لیے اس کے تھوڑے پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

قربانی اور حلق کی جنائت

- ① دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں پہلے جمرہ عقیٰ کی رمی کی جائے، پھر قربانی دی جائے، پھر حلق یا قصر کر دیا جائے۔ یہ سب اعمال قارن اور تمتع حاجی پر اسی ترتیب سے واجب ہیں۔ اگر اس ترتیب کو بدل جائے تو دم واجب ہو جاتا ہے۔
- ② مفرد کے لیے رمی اور حلق یا قصر میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے رمی اور بعد میں حلق یا قصر۔ اگر رمی سے پہلے حلق یا قصر کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔

مدینہ منورہ میں روضہ رسول پر حاضری

مومنوں میں کبھی بھی کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت نہ ہو اور وہ آپ کی، آپ کے مزار کی اور آپ کے دیار پاک کی زیارت کا خواہشمند نہ ہو اس لیے جب کبھی کسی مومن کو عمرہ و حج کی غرض سے یا کسی اور غرض سے مکہ و مدینہ پاک کی سرزمین میں پہنچنے کا موقع ملتا ہے، اس کا دل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری دینے کو مچل اٹھتا ہے اور جب تک وہ اس چاہت کو پورا نہیں کر لیتا وہ بے قرار رہتا ہے۔

موجودہ دور سے پہلے جب ملت اسلامیہ ایک ہی جھنڈے تلے ہوا کرتی تھی اور موجودہ جغرافیائی حد بندیوں کی پابندی نہیں ہوا کرتی تھی تو عشاق اور مقربین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ حج و عمرہ کے بہانے حجاز مقدس میں جا کر حج و عمرہ کے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دینے کو بے ادبی اور آدابِ حُبِ رسول کے خلاف سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ پہلے مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے سیراب ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں حج و عمرہ کی نیت کر کے جاتے کیوں کہ عاشقوں کے آئین میں حج و عمرہ حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ثانوی حیثیت رکھتے ہیں کہ حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو حج و عمرہ کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے ورنہ نہیں لیکن آج کل جغرافیائی پابندیوں کے باعث اس کے مواقع بہت قلیل رہ گئے ہیں اس لیے حج و عمرہ کے بہانے حجاز مقدس میں جا کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کا وقت نکالا جاتا ہے اور اس دور میں یہ بھی غنیمت سے کم نہیں کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حاضری دین و دنیا میں کامیابی و سعادت کا ذریعہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ :-

صراطِ الصالحین جلد دوم ۴۸۴ رد عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جانفزی

”جس نے میری حیاتِ ظاہری کے بعد حج کیا اور میری قبر کی زیارت کو آیا تو گویا اس نے میری حیاتِ ظاہری میں میری زیارت کی“ (بیہقی)

اسی طرح دارقطنی کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و

السلام نے فرمایا:-

”جو شخص حج کے لیے مکہ مکرمہ جائے، اس کے بعد میری مسجد میں آئے اس کے لیے دو مبرور حجوں کا ثواب ہے“

بیہقی کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کر دی جاتی ہیں اور قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا“

بیہقی کی ایک اور روایت میں ہے کہ:-

”جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے پاس

کھڑا ہو اور اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلٰی النَّبِيِّ“

پڑھ کر (۱۰) ستر مرتبہ ”صَلِّ اللّٰهُ عَلَیْكَ يَا مُحَمَّدًا“

کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہ

تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور اس کی ہر حاجت پوری

کر دی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ :-
 «رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَجَرَ كَرَّكَهٖ جَبَّ مَكْرَمَهُ
 مِنْ نَحْلِ اَنْتَى تَوَكَّهٖ كِي هِرْ جَنْزِرٍ رَ اَنْدَهِيْرٍ اَجْهَ اَلْغِيَا اَوْ رَجَبِ مَدِيْنَةٍ
 طَيِّبَةٍ سَهْنَجِيْ تَوَدَّ اِهْلًا كِي هِرْ جَنْزِرٍ رَوْشَنٍ هُوْ كُنِيْ جَنْوَرٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوَةُ
 وَالتَّلَامُ لَمْ فَرَمَا يَا كِه مَدِيْنَةٍ مِيْرَا كَهْرِيْ هِرْ اَوْ رَا سِيْ مِيْرِيْ قَبْرِ
 هُوْ كِي اَوْ رِ هِرْ سَلْمَانٍ پَرِ حَقِّ هِرْ كِه مِيْرِيْ قَبْرِ كِي زِيَارَتِ كَسِيْ»

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس
 پر حاضری کتنی عظیم اہمیت و برکت کی حامل ہے۔ بڑا بد بخت ہے وہ شخص جو اس
 نعمتِ عالیہ سے محروم رہ جائے۔ لہذا حجاز مقدس میں پہنچ کر حج سے پہلے یا بعد
 میں جب زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائیں تو سر پاجیز و انکسار بن کر
 پاکیزہ و باادب بندوبوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں قدم رکھیں اور حرم مدینہ میں انتہائی
 ادب سے رہیں کیوں کہ مدینہ منورہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان
 مبارک ہے کہ :-

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَجَعَلَهَا حَرَامًا وَاِنِّي
 حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَّا بَيْنَ مَا رَمَيْتُمَا اَنْ
 لَا يَهْرَاقَ فِيْهَا دَمٌ وَّلَا يُحْمَلَ فِيْهَا سِلَاحٌ
 يَفْتَالُ وَّلَا تُحْبَطُ فِيْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا لِعَلْفٍ
 (مسلم بروایت البوسعيد)

ترجمہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت دی اور
 اسے محترم بنا دیا اور میں مدینہ کو حرمت دے کر محترم بناتا
 ہوں۔ اب اس کے دونوں کناروں کے درمیان نہ تو
 خونریزی کی جائے اور نہ یہاں جنگ کے لیے ہتھیار

صراط الصالحین جلد دوم ۴۸۶ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری

اٹھاتے جائیں اور جانوروں کی خوراک کے علاوہ یہاں کے
درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں۔“

مسلم کی روایت میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا:-

”جو شخص مدینہ کی سختی، تنگی اور محنت و مشقت پر ثابت قدم
رہے گا میں قیامت میں اُس کا شفع اور گواہ ہوں گا۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے دعا فرمائی:-

”وای اللہ! تو نے جتنی برکت مکہ کو عطا فرمائی اُس سے
دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما دے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں بہت
گرائی ہو گئی اور لوگ سخت مشقت میں پڑ گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر کی
تلقین کرتے ہوئے خود بخبری دی کہ:-

”میں نے تمہارے لیے تمہارے صاع میں اور تمہارے
مذہ میں برکت کی دعا کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ کھانا علیحدہ
علیحدہ ہو کر نہ کھایا کر و بلکہ اکٹھے ہو کر کھایا کر و کہ اس
صورت میں ایک کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا
کھانا چار کو کافی ہو جاتا ہے اور چار کا کھانا پانچ چھ
کو کافی ہو جاتا ہے۔ اکٹھا کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ جو
شخص مدینہ طیبہ کی مشقت پر صبر کرے گا، میں قیامت کے
دن اُس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ جو شخص مدینہ سے
کنارہ کئی اختیار کر کے یہاں سے جائے گا تو اللہ تعالیٰ یہاں
اُس کا بہترین بدلہ دے گا اور جو مدینہ والوں کے ساتھ

بڑائی کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے، (صاع اور مدغذہ ناپنے کے دو پیمانے ہیں)۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

» جو کوئی اہل مدینہ کے ساتھ دھوکہ دہی کرے گا وہ اس طرح ختم ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، «
 شعب الایمان کی ایک روایت میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-
 » جو مسلمان قعد امیری زیارت کو آتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ہمراہیوں میں ہوگا اور مدینہ میں قیام کے دوران یہاں کے مصائب پر صبر کرے گا تو قیامت کے دن اُس کا گواہ ہوں گا اور اُس کی شفاعت کروں گا اور مسلمان حرمین (حرم مکہ اور حرم مدینہ) میں سے کسی ایک جگہ فوت ہوگا تو قیامت کے دن اُس کا حشر امن یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ «

الوداؤد کی ایک روایت میں حضرت سلیمان بن ابی عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو مدینہ طیبہ میں شکار کرتے دیکھ کر اس کو پکڑ لیا اور اُس کے کپڑے چھین لیے۔ اُس کے آقا نے آکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کپڑوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :-

» حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ میں شکار کو حرام کر کے فرمایا ہے کہ جو شخص یہاں کسی کو شکار کرتے دیکھے تو اس کے کپڑے چھین لے۔ اس لیے میں وہ لقمہ (لباس) ہتھیں

واپس نہیں کروں گا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے عطا کیا ہے
اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی قیمت دے سکتا ہوں (لیکن
کپڑے نہیں دے سکتا)۔

جب روضۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مزار مبارک پر حاضر ہوں تو صلوٰۃ و
سلام پڑھتے ہوئے اس طرح حاضری دیں کہ گویا آپ کی حیات میں آپ کی بارگاہ اقدس
میں حاضر ہو رہے ہوں اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ اپنی التجائیں اور درخواستیں
پیش کریں اور اپنی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو سفارشی بنائیں کہ فرمانِ
حق تعالیٰ ہے :-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (پ۵. النساء: ۶۴)
ترجمہ ”اور اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے (گناہ کرنے)
کے بعد آپ کے پاس آکر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول
مبھی ان کے لیے بخشش کی دُعا فرمادیں تو بلا شک و شبہ
وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا
پائیں گے“

آپ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر کیا کیا جائے؟ کس قسم کی دُعا میں مانگی جائیں؟
کیا کیا اعمال کیے جائیں؟ تو عرض ہے کہ اپنے دلوں کا جائزہ لیں۔ دلوں کی کیفیات کا معائنہ
کریں۔ بھلا عاشقوں کو آدابِ عاشقی سکھلائے جاتے ہیں؟ محبوب کی بارگاہ میں عشق خود
اپنے آداب اور قرینے سکھلا دیتا ہے۔ بس اتنی التجا ہی کافی ہے کہ :-

”اے میرے آقا و مولیٰ! میں آپ کا غلام ہوں، آپ کی
بارگاہ میں حاضر ہوں، فقط اتنا چاہتا ہوں کہ ظاہر و باطن
کے دم دم میں آپ کا ہو کر رہ جاؤں، مجھے اپنی دائمی علامی
کا شرف عطا فرمادیں، مجھے طلبِ غیر سے نجات عطا فرمادیں

اور مجھے میرے نفس کے شر سے شیطان کے شر سے ہنغلی
 و مالدار کی کے شر سے اور حُب دُنیا کے شر سے اپنی دائمی
 پناہ عطا فرمادیں اور مجھے ظاہر و باطن میں پاک و طیب و
 ظاہر فرما کر اپنی بارگاہ کی دائمی حضوری عطا فرمادیں اور اپنی
 بارگاہ کا وہ فقر عطا فرمادیں جس کے متعلق آپ کا ارشاد
 مبارک ہے کہ :-

الْفَقْرُ فَخْرِي وَالْفَقْرُ مَنِيٌّ۔

ترجمہ ”فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے“

مسجد نبوی میں حاضری و عبادات میں اس کا ادب و احترام اُس کی شان
 کے لائق کریں کہ اُس میں پڑھی ہوئی ایک نماز کا درجہ سچا پچاس ہزار نمازوں سے افضل ہے
 بلکہ مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کے مطابق اس سے بھی کئی ہزار گنا بڑھ کر ہے۔ کم از
 کم چالیس نمازیں یہاں ضرور پوری کریں۔

قیامِ مدینہ کے دوران وہاں کے فقیروں کو زیادہ سے زیادہ صدقہ دیں۔ اور
 کوشش کریں کہ انجانے میں بھی آپ سے کوئی بے ادبی نہ ہو لے پائے، چلتے پھرتے،
 اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے غرض ہر حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 شان کے لائق اُن کے دیارِ مقدس کا ادب و احترام کریں۔

روضہ رسول پر حاضری کے دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عاجزانہ سلام پیش کرتے رہیں اور اُن کو
 بھی اپنا سفارشی بناتے رہیں۔

مدینہ منورہ کے قُرب و جوار کے مقدس مقامات کی زیارت بھی کریں۔ اور
 اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارات پر بھی سلامی دیں کہ یہ باعثِ ثواب و
 برکت ہے۔

جہاد

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ○ (پہ ص ۱۱)

ترجمہ ”ایمان رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ
میں جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جان سے کہ یہ تمہارے
حق میں بہتر ہے اگر تم جانو تو“

اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد سب
سے پہلا حکم اس کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنے کا دیا گیا ہے کیوں کہ جو نہی انسان اللہ
اور اس کے رسول کے قرب کی طرف بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو ظاہر و باطن کی تمام منفی
قوتیں اُسے اس ارادہ سے باز رکھنے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دیتی ہیں اور اس
شدت سے اُسے راہِ حق سے روکتی ہیں کہ انسان اگر اپنی ساری توانائیاں اور ساری صلاحیتیں
اُن کے توڑ پھڑ نہ کر دے تو وہ اپنے مقصدِ حیات میں ناکام ہو جائے۔

جہاد کا لفظ ”جہد“ سے نکلا ہے جس کے معنی محنت، مشقت اور کوشش
کے ہیں لیکن دینی اصطلاح میں ”جہاد“ دینِ حق کی سر بلندی اور اس کی اشاعت اور اس کی
حفاظت کے لیے ہر قسم کی محنت، کوشش، قربانی اور ایثار کرنے اور اپنی تمام جسمانی،
مالی، فکری اور دماغی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے، اُس کے لیے اپنی اپنے
اقرباء اور اہل عیال کی جان تک کو قربان کر دینے، دینِ حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی
کوششوں کو سبوتاژ کرنے، اُن کی جارحیت کو روکنے اور اُن سے جنگ کرنے یا جنگ
کے لیے تیار رہنے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ذمہ داری بخشی ہے کہ وہ روئے زمین پر اللہ کی حکومت قائم کریں اور اللہ کے مقرر کردہ عدل و انصاف اور امن و سلامتی پر مبنی قوانین الہی نافذ کریں تاکہ اولادِ آدم مکمل دل جمعی و یکسوئی اور مکمل آزادی کے ساتھ قرب الہی کے حصول میں کوشاں رہ سکے۔ رضائے الہی کی خاطر مومنین کا ایک مخصوص ضابطہ حیات ہے، مخصوص لائحہ عمل ہے اور ان کا منفرد سیاسی نظام ہے، منفرد طرزِ حکمرانی ہے اور منفرد طرزِ زندگی ہے جو سراسر قوانین الہی کے تابع ہے لیکن شیطانی قوتیں ہمہ وقت عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے اس مشن کو سبوتاژ کرنے پر تلی رہتی ہیں اس لیے ان شیطانی عوامل سے نبرد آزما ہونے کے لیے مومنین کو ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں تک فرما دیا گیا ہے کہ اگر اس مقصد کے لیے تمہیں تلوار اٹھانی پڑے تو تلوار اٹھانے میں دریغ مت کرو بلکہ قتال فی سبیل اللہ کر کے شرکی قوتوں کو نیست و نابود کر دو۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُواهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تَقَاتِلُواهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۚ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَمَا كُنْتُمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۚ فَإِنْ ائْتَلَوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُواهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ ائْتَلَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

(آیہ البقرہ ۱۹۰ تا ۱۹۳)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے

ہیں اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں نکال دو اس جگہ سے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ اور ان کا فتنہ و فساد تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور مسجدِ حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ خود تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ خود تم سے لڑیں تو انہیں قتل کر دو کہ کافروں کی یہی سنرا ہے۔ پھر اگر وہ باز رہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور ایک اللہ کی پرستش ہونے لگے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

ان آیات مبارکہ میں مومنین کو وضاحت سے فریاد یا گیا ہے کہ تلوار صرف اللہ کی راہ میں اٹھانی جائے، اپنی کسی ذاتی غرض اور ذاتی مفاد کی خاطر قتال نہ کیا جائے ذاتی مفاد میں قتال کرنا زیادتی اور ظلم ہے جسے اللہ تعالیٰ قطعاً پسند نہیں کرتا۔ قتال اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ہو تو امن کی ضمانت ہے وگرنہ بُرا ہے اس لیے فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو بُرائی اور فساد کو پُر امن طریقے سے دفع کرنے کی کوشش کرو، لیکن اگر بُرائی اور فساد ممتہاری گردنوں تک آپہنچے تو پھر کسی قسم کی رعایت برتتے بغیر پوری شد و مد سے اس سے ٹکرا جاؤ اور اس وقت تک لڑائی جاری رکھو جب تک کہ فتنہ و فساد ختم نہ ہو جائے ہاں اگر فسادِ تم سے نہ لڑیں تو تم بھی نہ لڑو۔ روتے زمین پر جہاں بھی فساد برپا ہو جائے، ظلم و استبداد کا راج ہو جائے، عدل و انصاف کا خاتمہ ہو جائے، برائیوں کو فروغ حاصل ہو جائے، لوگوں کو راہِ حق پر چلنے سے روک دیا جائے، ان کی آزادی سلب کر لی جائے، پُر امن لوگوں کا جینا حرام کر دیا جائے اور ان کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو تم پر خاموش تماشائی بنا رہنا حرام ہے آگے

بڑھ کر اس ظلم و نا انصافی کو روک دو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-

”تم میں سے جو کوئی بدی دیکھے تو اسے زور بازو سے بدل دے۔ اگر اس پر قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے احتجاج کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہیں تو دل سے اسے بُرا جانے لکین ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

فرمان حق تعالیٰ ہے :-

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ
فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ
الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ
وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝ (پہ النسا، ۷۴، ۷۵)

ترجمہ ”اور جو کوئی اللہ کی راہ میں جنگ کرے، خواہ وہ خود

قتل ہو جائے یا غالب آجائے تو ہم دونوں صورتوں میں

عنقریب اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اے مومنین! تمہیں

کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں غلبہ دین کے لیے اور ان

بے بس مظلوم و مقہور مردوں، عورتوں اور بچوں کی آزادی

کے لیے جنگ نہیں کرتے جو ظلم و ستم سے تنگ آ کر

پکارتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے

بکال لے جہاں کے وڈیرے لوگ ظالم ہیں اور کسی کو

اپنی بارگاہ سے ہمارا کارساز مقرر فرما دے اور کسی کو اپنی

بارگاہ سے ہمارا مددگار بنا دے۔“

گویا مومنوں پر فرض کر دیا گیا ہے کہ وہ اولادِ آدم کو بُرائی سے بچائیں اور اپنے

تمام وسائلِ قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے زمین کے ہر ہر خطہ پر قانونِ الہی کو نافذ کریں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلائیں تاکہ نسلِ انسانی عذابِ الہی سے بچی رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-

« اللہ تعالیٰ عام لوگوں پر خاص لوگوں کے اعمال کی وجہ سے اُس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ اُن میں یہ عیب پیدا نہ ہو جائے کہ وہ اپنی نظروں سے بڑے اعمال ہوتے ہوئے دیکھیں مگر انہیں روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب لوگوں پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔ »

جہاد کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات بے شمار ہیں۔ اُن میں سے چند ارشادات یہاں نقل کیے جاتے ہیں تاکہ جہاد کی اہمیت مزید واضح ہو جائے۔

① « جو شخص اس حالت میں مرا کہ اُس کے دل میں جہاد کی خواہش ہی نہیں تھی تو وہ منافقت کی موت مرا »

(مسلم)

② میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا شہید

ہو جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید ہو جاؤں۔ »

③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ :-

« میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون

ساعمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: اپنے والدین کی

خدمت کرنا۔ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا « اللہ کی

راہ میں جہاد کرنا، » (بخاری)

④ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

« اللہ تعالیٰ کو دو قسم کے قطروں اور دو قسم کے نشانات سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو خوفِ خدا کے باعث آنکھ سے گرے اور دوسرا وہ قطرہ خون جو دورانِ جہاد مجاہد کے جسم سے گرے، اور نشانات میں سے ایک وہ نشان ہے جو دورانِ جہاد مجاہد کے جسم پر لگنے سے بنتا ہے اور دوسرا وہ نشان جو فرائض کی بجا آوری کے باعث عابد کے جسم پر لگتا ہے جیسے کہ نشانِ سجدہ»
(ترمذی)

⑤ حضرت اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

« جس شخص کے دونوں پاؤں راہِ حق میں چلتے ہوئے غبار آلود ہو جائیں وہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہوں گے»
(بخاری)

⑥ حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

« جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے گھر سے نکلے اور راستے میں فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے یا گھوڑے یا اونٹ کے پاؤں تلے کچلا جائے یا اسے سانپ ڈس لے یا کسی اور حادثے کا شکار ہو کر فوت ہو جائے تو وہ شہید ہے اور یقیناً جنت میں داخل ہوگا»
(ابوداؤد)

④ حضرت معاویہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا:-

”جنت تلواروں کے ساتے میں ہے“ (بخاری)

ابنِ عابد کا بیان ہے کہ:-

⑤

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ آقا آپ اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں کہ یہ فاسق تھا۔ آپ نے دوسرے صحابہ کرام کی طرف منہ کر کے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلام کا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایک صحابی بولے: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس نے ایک رات اللہ کی راہ میں پہرہ دیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی اور اس کی قبر پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالتے ہوئے فرمایا: تیرے ساتھیوں کا خیال ہے کہ تو دوزخی ہے لیکن میں شہادت دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے“

(بیہقی)

⑥ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”مجاہد فی سبیل اللہ اس شخص کی طرح ہے جو روزانہ روزے رکھتا ہو اور تمام رات نماز پڑھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہد فی سبیل اللہ کی ضمانت دی ہے کہ اُسے موت دے گا تو جنت میں داخل کرے گا یا اُسے غازی بنا کر ثواب و مالِ غنیمت کے ساتھ زندہ واپس لوٹا دے گا“ (بخاری)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :-

« اللہ پر ایمان و اعتماد رکھنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے بہتر کام ہے۔ ایک آدمی اٹھا اور کہا «یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے فرمایا! ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے، راہِ فرار اختیار نہ کرے اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تو قتل ہو جائے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔»

(مسلم)

جہاد کی قسمیں

انسان کو راہِ حق سے روکنے کے لیے کئی قسم کی باطل قوتیں پائی جاتی ہیں اور ہر منفی قوت سے نپٹنے کے طریقے مختلف ہیں اس لیے جہاد کی بھی کئی قسمیں ہیں جنہیں اختصار کے ساتھ الگ الگ بیان کیا جاتا ہے :-

① — نفس کے خلاف جہاد

سب سے اعلیٰ جہاد انسان کا اپنے نفس اور اس کی خواہشات کے خلاف جہاد ہے۔ اس جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدانِ جنگ سے لوٹنے والے مجاہدین سے فرمایا :-

«تمہارا آنا مبارک اتم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آہو، سب سے بڑا جہاد اپنی نفسانی خواہشات پر

غلبہ پانا ہے۔“

اپنے جسم و جان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگانا، اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ کرنا، دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے پاک کر کے یادِ الہی میں دل لگانا، خصائلِ رذیلہ از قسیم لایح، ہوس، طمع، غرور، تکبر، جھوٹ، فریب، مکر، بغض، کینہ، حسد، نافرمانی، بے ادبی اور گستاخی وغیرہ سے خود کو بچانا اور تزکیہٴ نفس، تصفیہٴ قلب اور تجلیہٴ روح کرنا یہ سب جہاد بالنفس ہے۔ اور اس جہاد کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ. (مسلم)

ترجمہ ”مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے:-

”بہترین جہاد یہ ہے کہ تم اللہ کی خاطر اپنے نفس اور خواہشات

سے لڑو“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا:-

”تم لوگ پہلوان کسے کہتے ہو؟“ صحابہ کرام نے عرض

کی ”جس کو لوگ کشتی میں بچھاڑ نہ سکیں“ آپ نے فرمایا

”نہیں۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو

میں رکھے“

قتال یا جہاد بالسیف یعنی مسلح جہاد سے پہلے نفس کے خلاف جہاد کرنا

بے حد ضروری ہے ورنہ مسلح جہاد سے وہ نتائج کبھی بھی برآمد نہ ہو سکیں گے جن کے

لیے مسلح جہاد کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے سب سے پہلے

نفس کے خلاف جہاد کرایا اور جب وہ نفس کے خلاف جہاد میں کامیاب ہو چکے تو پھر

انہیں تلوار سے جہاد کی اجازت دی۔ کیونکہ نفس کے خلاف جہاد کیے بغیر اگر جہاد بالسیف

کیا جائے تو بہا اوقات بڑے خسارے اور آلیے رونما ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں جنگ احد کے واقعہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور ایک پہاڑی درے کو اپنے لیے خطرناک قرار دیتے ہوئے وہاں پچاس تیر اندازوں کو یہ فرما کر متعین کیا کہ ”تم لوگوں نے اس درے کی حفاظت کرنی ہے۔ ادھر سے کسی کو نہ آنے دینا۔ میدان جنگ کے حالات خواہ کیسے بھی ہوں تم نے میری اجازت اور میرے حکم کے بغیر اس درے کو خالی نہیں چھوڑنا۔ جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی معرکہ میں کافروں کو شکست ہو گئی اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ جب میدان جنگ کافروں سے خالی ہو گیا تو مسلمان مال غنیمت سمیٹنے لگے۔ جب اُس درے پر نگران تیر اندازوں نے دیکھا کہ کافر شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں اور دوسرے مجاہد مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو اُن کے دل میں بھی مال غنیمت کی طلب نے زور پکڑا اور یہ اپنی کمین گاہیں چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف لپکے۔ اُن کے امیر نے انہیں بہت روکا مگر وہ نہ رُکے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے جا پہنچے۔ صرف تیر انداز اپنے مورچوں میں ڈٹے رہے۔ وہ مال غنیمت کی طرف راعب نہ ہوئے کہ اُن کے دل مستغنی تھے۔ ادھر دشمن کی نظر خالی درے پر پڑی تو پلٹ کر اُس درے کی طرف سے حملہ کر دیا اور اُن چھ مورچہ بند تیر اندازوں کو شہید کر کے مال غنیمت سمیٹنے والے مسلمان مجاہدین پر جا پڑے اور جنگی نتیجہ الٹ ہو گیا۔ مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زخمی ہوئے۔ اس واقعہ سے یہ سبق نکلتا ہے کہ :-

① نبی کے حکم کی خلاف ورزی اور

② جہادِ اکبر کے فقدان سے کتنا بڑا خسارہ ہوتا ہے ؟

جو لوگ جہادِ اکبر سے مُشرخ و ہو کر میدان جنگ میں بذریعہ تلوار جہاد کی طرف

آتے ہیں وہ ایسی ہوشیار بادشاہانِ رُقم کرتے ہیں کہ اُن کو سُن کر عقلیں دنگ اور

زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ ایران کے پاتہ سلطنتِ مدائن پر جب مسلمان فوجیں حضرت

سعد بن ابی وقاص کی کمان میں حملہ آور ہونے کو آئیں تو ایرانیوں نے دریائے دجلہ کا وہ پل توڑ دیا جس سے گزر کر شہر آنا پڑتا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حالات کا جائزہ لیا اور ایمان کی باطنی قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے دریائے دجلہ سے مخاطب ہوئے: ”اے دریا ہمیں پہچان لو۔ ہم اللہ کے مجاہد ہیں۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے نکلے ہیں۔ ہماری اپنی بذاتی غرض کوئی نہیں ہے۔ دشمن نے پل گرا دیا ہے، ہم تیرے سینے پر سے گزر کر جائیں گے۔ خبردار! اگر کسی مجاہد کے گھوڑے کے شمم کو بھی نقصان پہنچا تو تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوگا۔“ اس کے بعد حملے کی ترتیب میں صف بندی کی اور حملے کا حکم دیتے ہوئے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور زمانے کی آنکھ یہ منظر دیکھ کر ذنگ ہ گئی کہ متلاطم دریا کے سینے پر مومن مجاہدین کے گھوڑے اس طرح دوڑ رہے تھے جس طرح کہ پتھر ملی سہوار زمین پر دوڑ رہے ہوں اور ایرانی فوج یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر یہ الفاظ کہتے ہوئے بھاگ نکلی کہ: ”دیو آگئے! دیو آگئے!“

اسی طرح جب سلطنتِ ایران فتح ہو گئی اور شاہی محل سے مالِ غنیمت اکٹھا ہونے لگا تو ایک سپاہی شہنشاہِ ایران کا بہت ہی قیمتی موتیوں کا ایک ہار مسٹھی میں دبائے آیا اور اپنے امیر کے پاس جمع کر وا دیا۔ امیر نے کہا کہ ”اے جوان اگر تو یہ ہار اپنی جیب میں رکھ لیتا تو تجھے کون دیکھنے والا تھا؟ تو خوب مال دار ہو جاتا۔“ سپاہی نے جواب دیا کہ ”اے سردار! مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی تلاش ہے کہ میں طالبِ مولیٰ ہوں۔ مجھے مال و زر کی طلب نہیں ہے۔“

آفرین ہے ایسے باطنِ آباد مجاہدین پر کہ جن کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا سونا جاگنا اور جینا مرنا اللہ کے لیے ہوتا ہے۔

اے کاش! کہ ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں۔

نفس کے خلاف جہاد کو باطنی جہاد بھی کہا جاتا ہے۔ باطنی جہاد کیے بغیر قتال محض فارت گری اور بربریت بن کر رہ جاتا ہے۔ حالیہ جہادِ افغانستان میں ہم نے دیکھا کہ باطنی جہاد کے فقدان نے مجاہدین کو دشمن کی شکست و پسپائی

کے بعد ذاتی مفاد کی بھینٹ چڑھا کر ایک دوسرے سے ٹکرا دیا اور ایسی خانہ جنگی پھڑی کہ اب تک ختم ہونے میں نہیں آ رہی۔

②—جان کے ذریعے جہاد

جان کے ذریعے جہاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی جسمانی تکلیف اٹھائی جائے حتیٰ کہ اگر جان دینے بغیر کامیابی حاصل نہ ہو رہی ہو تو جان دے دینے میں بھی تردد نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ جان کی بازی لگا دینے والے مجاہدین کے بارے میں فرماتا ہے :-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ

بَلْ أَحْيَاءٌ ۚ وَ لَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ (پ البقرہ ۱۵۴)

ترجمہ ”اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں البتہ تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں“

مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا

بَلْ أَحْيَاءٌ ۖ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

(پ آل عمران ۱۶۹)

ترجمہ ”جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں

اور انہیں اپنے پروردگار کی طرف سے روزی دی جا

رہی ہے“

مزید فرمانِ الہی ہے :-

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ

اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَئِن مَّتَّ

أَوْ قَاتِلْتُمْ لَّا إِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ۝

(پ آ ل عمران ۱۵۷-۱۵۸)

ترجمہ » اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ، یا ویسے ہی مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اُن کے مارے دھن و دولت سے بہتر ہے اور اگر تم مرجاؤ یا مار دیئے جاؤ تو کیا ہوا؟ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قرب میں ہی تو واپس جاؤ گے ناں! اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

③- مال کے ذریعے جہاد

مال کے ذریعے جہاد اس طرح ہے کہ دینِ حق کی سر بلندی اور تبلیغ و اشاعت کے لیے اگر سرمائے اور مال کی ضرورت پڑے تو بے دریغ خرچ کیا جائے علاوہ ازیں ہر شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لے سکے۔ لیکن جہاد میں مالی اعانت کرنا ہر صاحبِ ثروت کے لیے آسان ہے دوسرے جہانی جہاد کی ضرورت ہر وقت پیش نہیں آتی لیکن مالی جہاد ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔ مالی جہاد اس لیے بھی ضروری ہے کہ بے اوقات مال کی محبت انسان کو راہِ حق سے ہٹا کر بخیل بنا دیتی ہے اس لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کر کے بخل کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔ اسی چیز کو مذکورہ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بار بار مومنین کو اپنے مال و جان سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے کہ اس طرح حُبِ دنیا کے مقابلے میں حُبِ الہی کی پرکھ ہو جاتی ہے۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَسْتُمْ عَنْ
مِنَ الدِّينِ أَوْ تَوَالِكُمْ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الدِّينِ

صراط الصالحین جلد دوم ۵۰۳ جہاد
 أَشْرَكُوا الَّذِي كَثُرًا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا
 فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

(پ آ ل عمران ۱۸۶)

ترجمہ: بے شک ضرور ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور ضرور تمہارے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ بُرا سُلو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔

جہاد بالمال سے جی چرانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے تنبیہ

بھی کی ہے:-

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
 فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرًّا لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ
 مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ

(پ آ ل عمران ۱۸۰)

ترجمہ: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی، ہرگز اُسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ اُن کے لیے بُرا ہے۔ غنیمت وہ کہ جس میں انہوں نے بخل کیا تھا قیامت کے دن اُن کے گلے کا طوق بنے گا۔

اس کے برعکس مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے حق میں خوشخبری

بھی دی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى
 الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۖ

(پ آ ل نساء ۹۵)

ترجمہ » اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے «

ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ :-

» ایک شخص مہار والی اونٹنی لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں یہ اونٹنی جہاد کے لیے اللہ کی راہ میں دیتا ہوں « حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: » قیامت کے دن تجھے اس کے بدلے میں سات ہزار اونٹنیاں ملیں گی اور ان سب کو نکیل پڑی ہوئی ہوگی «

(مسلم)

خزیم بن قتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے فرمایا :-

» جہاد کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے اُس کا سات سو گنا ثواب لکھ دیا ہے «

(ترمذی)

ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ :-

» سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مسافروں کو سایہ مہتیا کرنے کے لیے خیمہ نصب کیا جائے، خدمتگار کو اُس کا پورا معاوضہ ادا کیا جائے اور جہاد کے لیے گھوڑا دوڑایا جائے «

(ترمذی)

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :-

» غازی کی مالی اعانت کرنے والے کو غازی کے برابر

ثواب دیا جائے گا « (البوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ :-

”جو شخص جہاد کے لیے سامان فراہم کرتا ہے اور خود گھڑیں
قیام پذیر رہتا ہے اُسے اُس پر خرچ کیے ہوئے ہر درہم
کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جو شخص خود
جہاد کرتا ہے اور جہاد کے مصارف بھی برداشت کرتا
ہے، اُسے ہر درہم کے بدلے ستر ہزار درہم کا ثواب
ملے گا“ (ابن ماجہ)

④ — علم و قلم کے ذریعے جہاد

دنیا میں تمام فتنہ و فساد جہالت کی پیداوار ہے اس لیے ہر پڑھے لکھے
صاحب علم کا فرض ہے کہ وہ علم کی روشنی سے جہالت کی ظلمت مٹائے۔ کیوں کہ عتقان
اور سکون علمی دلیل مہتیا کر سکتی ہے وہ اسلحے کی طاقت مہتیا نہیں کر سکتی۔ اس لیے
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاد بالعلم کو بڑا جہاد قرار دیتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام سے فرمایا :-

فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا

كَبِيرًا ۝ (پ۔ الفرقان۔ ۵۲)

ترجمہ ”محبوب! آپ کافروں کا کہانہ مانیں اور اس قرآن
کے ذریعے ان سے جہاد کبیر فرمائیں“

جہاد بالعلم یہ ہے کہ لوگوں کو علم دین اور معرفت حق تعالیٰ کے ذریعے
اسلام کی طرف بلایا جائے، تبلیغ و دعوت دین علمی طریق سے دی جائے۔ قرآن و
سنت کے ذریعے دلوں کو نور اسلام سے منور کیا جائے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ
وہ حمایت حق اور نصرت دین کے لیے علم، عقل، فہم اور بصیرت حاصل کرے اور وہ

تمام علوم حاصل کرے جو راہِ حق میں کام آسکتے ہوں اور ان علوم کو اشاعتِ حق اور مدافعتِ دین کے لیے استعمال کرے اور تحریر و تقریر کے ذریعے معتدور بھم جہالت کے خلاف جہاد کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا:-

« کافروں کے خلاف مال، جان اور زبان سے جہاد کرو »

(نشائی، البوداؤد)

زبان سے جہاد کی وضاحت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی!

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۗ (پہ انحل ۱۲۵)

ترجمہ: اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے

ذریعے دعوت دو اور ان سے ایسے طریقے پر بحث و گفتگو

کرو جو بہترین ہو۔

⑤- داخلی جہاد

اسلامی معاشرے کے اندر پیدا ہونے والی بُرائیوں کے خلاف جدوجہد کرنے کو داخلی جہاد کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً فحاشی و غریبانی کے سدِ باب کے لیے رشوت و ناجائز سفارش کو ختم کرنے کے لیے، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے، ڈاکہ زنی، ٹوٹ مار اور قتل و غارتگری کے سدِ باب کے لیے اور ہر قسم کے استحصال کو روکنے کے لیے تدبیر اور کوشش کرنا داخلی جہاد ہے کیونکہ اسلامی معاشرے کے اندر کی یہ بُرائیاں شہادتِ اسلام کی راہ میں سب سے خطرناک رکاوٹ ہے۔

④ - دفاعی جہاد

اسلام لانے والے مسلمانوں کو اگر کفارِ اسلام لانے کے جرم میں ستانا شروع کر دیں یا انہیں دھونس و دھاندلی کے ذریعے اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے لگیں یا انہیں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور کرنے لگیں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف جنگی اقدام کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّا لَللَّهِ
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ ۝

(پک ۱ الحج ۳۹، ۴۰)

ترجمہ ”جن لوگوں سے کافر لڑتے ہیں انہیں جو ابی جنگ کی اجازت ہے کیوں کہ ان پر کفار کی طرف سے ظلم سہرا ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے حالانکہ انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا تھا۔ وہ تو صرف یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے“

مزید فرمانِ الہی ہے :-

إِلَّا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ
الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَأُ دُبُرَ أُولَٰئِكَ مَرَّةً كَرِهَ اللَّهُ لِعُنُوتِهِمْ
فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
فَاتْلُوهُمْ بَعْدَ حَمَلِ اللَّهِ بِيَدِكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ
وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ ۝

(پک التوبہ ۱۳)

ترجمہ ”بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی

قسموں کو توڑ ڈالا اور اللہ کے رسول کو جلا وطن کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا؛ انہوں نے تم سے عہد شکنی کی ابتداء کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؛ حالانکہ اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو۔ ان سے خوب لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور انہیں رُہوا کرے گا اور تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔“

مطلب یہ ہے کہ دفاعی جہاد اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب دشمن مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ ان کی عبادت اور دیگر دینی فرائض ادا نہ کرنے دیں۔

④ — اقدامی جہاد

اشاعتِ دینِ حق کے سلسلے میں ایک ایسی رکاوٹ بھی ہے جس کا تعلق غیر مسلم حلقوں سے ہے۔ وہ یہ کہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو پیش نہ کرنے دیا جائے یا غیر مسلم لوگوں پر ایسا اجتماعی نظام مستط رکھا جائے کہ جس کے ہوتے ہوئے انہیں اسلام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ گو یہ اسلام کے خلاف اتنا جارحانہ فعل نہیں ہے تاہم اشاعتِ دین کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے جسے بزورِ شمشیر ختم کیا جانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں ذہن میں بالکل صاف رہنی چاہئیں۔

① اقدامی جہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر مسلموں کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں قرآن مجید میں حکم فرما دیا ہے۔

لَا إِكْرَاهَ كَافِي الدِّينِ۔

یعنی ”دین کے معاملے میں زبردستی ہرگز جائز نہیں ہے۔“

② نہ ہی یہ ایک قوم کو آقا اور دوسری قوم کو غلام بنانے کی مہم ہے بلکہ اس کا مقصد صرف اسلام کی ان صد اقدوں کی سیاسی بالادستی، تسلیم کرانا ہے جن پر کائنات کا عادلانہ نظام قائم ہے۔

⑧ - فتنہ و فساد کے خلاف جہاد

دشمنانِ اسلام ہیں سے ایک گروہ وہ بھی ہے جو اسلامی مملکت کے اندر منفی کاروائیوں کے ذریعے تفرقہ بازی کو فروغ دے کر فتنہ و فساد برپا کرتا ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرتا ہے۔ دشمن سے ساز باز کر کے ملک کے اندر جاسوسی کا جال بچھاتا ہے۔ اس گروہ کے لوگ ناحق قتل و غارت کر کے امن و امان کو تباہ کرتے ہیں اور اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہیں۔ نقص امن پیدا کرنا ایک نہایت سنگین جرم ہے اس لیے اسلام نے ایسے عناصر کی سرکوبی کی سختی سے تاکید کی ہے تاکہ مسلمان معاشرہ دشمن کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ اس سے ہزاروں افراد تباہی و بربادی کی نذر ہو جاتے ہیں اس لیے فتنے کے سدباب کے لیے قرآن حکیم میں حکم ہے کہ :-

فَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۗ

(پ البقرہ ۱۹۲)

ترجمہ » اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کا قائم ہو جائے «
مزید فرمانِ الہی ہے :-

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا
أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ حَزِيَ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (پ المائدہ ۳۲)

ترجمہ » وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں، اُن کا بدلہ یہی ہے کہ اُن کو چن

جُن کر قتل کیا جائے یا سُولی پر چڑھا دیا جائے یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پیر کاٹ دیتے جائیں یا جلا وطن کر دیئے جائیں۔ یہ تو اُن کی دُنیا میں سِوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے اس سے بھی بڑا عذاب ہے۔“

⑨— عہد شکن لوگوں اور منافقین کے خلاف جہاد

اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے خلاف بھی تلوار سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو عہد شکنی کے مُرتکب ہوتے ہیں اور مسلمانوں سے امن اور بقائے باہمی کے معاہدے کرنے کے باوجود اُن سے مُعاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اور منافقین سے بھی مسلح جہاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ یہ لوگ زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بظاہر مسلمان رہتے ہیں مگر بیاطن کہتے کافر ہوتے ہیں یہ لوگ ملتِ اسلامیہ کے لیے خطرناک ہوتے ہیں اس لیے اُن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اِن لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وِزْمَةً ط وَأَوْلَيْتَكَ هُمْ
الْمُعْتَدُونَ ۝ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا
الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَدَوَّفَصِلُ الْأَيْتِ
لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ
عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَيْمَةَ الْكُفْرِ
إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ يَنْتَهُونَ ۝ (پہا توبہ ۱۲)

ترجمہ ”یہ منافق لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔ یہ حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہیں۔ اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ

دینے لگیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ سمجھدار لوگوں کے لیے ہم اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اگر عہد کرنے کے بعد یہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کے بارے میں طعنہ زنی کرنے لگیں تو کفر کے ان پیشواؤں کے خلاف جہاد کرو۔“

مزید فرمان حق تعالیٰ ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَايَسُّ الْمَصِيدُ ۝

(پہلے آیتوں پر)

ترجمہ ”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو کیوں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔“

منافقوں کی عادت ہوتی ہے کہ بار بار جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ہمیشہ وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں تضاد ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کردار کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(پہلے آیتوں پر)

ترجمہ ”محبوب! جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو منافقت سے کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں، کہ آپ بلاشک و شبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ کو معلوم ہے

کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ ظاہر کیے دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ اور ان کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بڑے کام کرتے ہیں۔“

منافقین کا یہ طرز عمل ایک قبیح فعل ہے جس سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے منافقوں سے محتاط رہنے اور ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ دوستوں کے بھیس میں چھپے ہوئے یہ دشمن مسلمانوں کو گزند نہ پہنچا سکیں۔ منافق کی نمایاں علامت یہ ہے کہ وہ عہد شکن اور دغا باز ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ
فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَمَا تَنْقَضُهُمْ
فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَدَّكُرُونَ ۝ وَإِنَّمَا تَخَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٍ
فَأَنْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْمُخَافِينَ ۝ (پہ الا انفال ۵۶ تا ۵۸)

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے صلح کا عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار عہد شکنی کرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ بھی انہیں دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔ عجیب نہیں کہ انہیں اس سے عبرت ہو اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو ان سے معاہدہ منسوخ

کردو اور برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ
دغا بازوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

①۔ ظالم و جابر حکمران کے خلاف جہاد

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسے ظالم و جابر اور نفس پرست حکام کی
اطاعت سے منع فرما دیا ہے جو مملکت اسلامیہ میں حیا سوز و تشدد آمیز غیر شرعی
قوانین رائج کرتے ہوں، عوام کو طبقاتی کشمکش اور فسادات میں مبتلا کرتے ہوں،
اور انہیں بے حیائی اور فحاشی کی طرف راغب کرتے ہوں۔ ایسے حکمرانوں کی صرف
اطاعت ہی ممنوع نہیں بلکہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم بھی دیا ہے۔
فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ○ (پہا الشعراء، ۱۵۱، ۱۵۲)
ترجمہ: ”ان حاکموں کی اطاعت مت کرو جو زمین میں فساد
پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے“

مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

وَلَا تُطِيع مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ
وَكَانَ أَمْرًا فُرْطًا ○ (پہا الکہف، ۲۸)

ترجمہ: ”اور اس کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے
اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، جو اپنی نفسانی خواہشات
کی پیروی کرتا ہے اور جس کا حکم زیادتی پر مبنی ہے“

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پیروی
کرتے ہوئے یزید لعین کی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور دینِ حق کی سربلندی
کے لیے جامِ شہادت نوش کر کے جابر سلطان کے ساتھ جہاد کرنے کی درخشندہ

صراطِ الصالحین جلد دوم ۵۱۴ جہاد
مثال قائم کی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-
« جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا جہاد ہے »

مقاصدِ جہاد

اسلام میں جہاد کا مقصود صرف

- ① خدا پرستی کا فروغ ② اقامتِ دین ③ تبلیغِ اسلام ④ مظلوم کی دستگیری ⑤ جارحیت کا جواب ⑥ فتنہ و فساد کی یخ کنی ⑦ ایمان کی پرکھ ⑧ دل کی ظہارت اور ⑨ مومنین سے منافقین کی چھانٹی ہے۔

فرمانِ الہی ہے :-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَ
الضَّابِرِينَ ۝ (پ ۲۶ محمد ۳۱)

ترجمہ » اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والا ہے اور کون صابر ہے «

مزید فرمانِ الہی ہے :-

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ
لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝ (پ المائدہ ۶۵)

ترجمہ » اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔ البتہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک و صاف کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم احسان مانو «

مزید فرمانِ الہی ہے :-

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ
 حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ رَبِّكَ أَلْعَمْرَانِ ﴿۱۶۹﴾
 ترجمہ :- ”اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسے حال پر کبھی نہیں
 چھوڑے گا کہ جس حال پر تم اب ہو جب تک کہ خبیث
 کو طیب سے جدا نہ کر دے“

یعنی جہاد سے خبیث اور طیب کی پرکھ ہو جاتی ہے۔

جہاد کی فرضیت

فقہائے اسلام نے جہاد کو فرض قرار دیتے ہوئے اُس کی دو اقسام
 بیان فرمائی ہیں :-

①- فرض عین

اگر دشمن دارالسلام کے علاقہ پر خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد ہو، صحرا ہو
 یا پہاڑ ہو حملہ کر دے تو اُس علاقہ کے مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔
 جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر جہاد نہیں کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

②- فرض کفایہ

اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ دشمن کی موثر مدافعت کر رہا ہو یا منطوقم کی
 دادرسی اور فتنہ کی سرکوبی کی ذمہ داری نبھار رہا ہو تو یہ جہاد فرض کفایہ ہے اور دوسروں
 کی طرف سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

جہاد کے لیے ہر حالت میں نکلنا فرض ہے کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-
 اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ
 اَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

ترجمہ: جہاد کے لیے نکلنا خواہ تمہارے پاس معقول اسلحہ ہو یا نہ ہو۔ تم اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور تم سمجھو تو۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا:-

«تم پر جہاد فرض ہے ہر امیر کے ماتحت خواہ وہ نیک ہو یا بد» (ابوداؤد)

فتح مکہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-
 «اب فتح مکہ کے بعد حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں لیکن جہاد اور جہاد کی نیت برقرار رہے جب بھی تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو» (بخاری و مسلم)

مصلح جہاد کے احکام

- قرآن و حدیث میں قتال فی سبیل اللہ کے مندرجہ ذیل اصول و ضوابط وضع فرمائے گئے ہیں جن پر کاربند رہنا ہر مسلمان پر واجب ہے:-
- ① جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کی جائے۔
 - ② اگر کسی قوم سے جنگ بندی اور صلح کا معاہدہ ہے اور اس سے خیانت و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو باقاعدہ اعلان کے ساتھ معاہدے کو منسوخ کر دیا جائے۔
 - ③ غیر مقاتلین یعنی پُر امن شہریوں کو قتل نہ کیا جائے۔
 - ④ غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز کیا جائے۔
 - ⑤ مصلحت کے تحت شب خون مارنے کی اجازت ہے۔

- ۲) دشمنوں کو آگ میں نہ جلایا جائے۔
- ۳) دشمن کی نعشوں کو مسخ نہ کیا جائے۔
- ۴) قتل کرتے ہوئے بھی رحمت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔
- ۵) دشمن کو باندھ کر قتل نہ کیا جائے۔
- ۶) سفیروں کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۷) اسلام کا اقرار کرنے والے کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۸) مالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔
- ۹) ٹوٹ مار ہرگز نہ کی جائے۔
- ۱۰) عام تباہ کاری اور فساد نہ کیا جائے۔
- ۱۱) مصلحت و ضرورت کے تحت قلعوں کو منہدم کیا جاسکتا ہے۔
- ۱۲) جنگی قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۱۳) دشمن صلح پر آمادگی ظاہر کرے تو جنگ روک دی جائے۔
- ۱۴) کوئی پناہ مانگے تو پناہ دے دی جائے۔

جہاد میں کامیابی کے بنیادی اصول

مندرجہ ذیل اصول جہاد میں کامیابی کی ضمانت مہیا کرتے ہیں۔

۱۔ جنگ کے لیے تیاری

اسبابِ جنگ یعنی آلاتِ حرب اور اسلحہ کی فراہمی اور فوجی تربیت حاصل کرنا جہاد کے لیے فرض کر دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر جنگ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی موقع پر بھی تیاری کے بغیر جنگ کے لیے نہیں نکلے۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ
الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ
يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
يُوفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○ (پت الانفال ۶۰)

ترجمہ ” اور اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے تیار رکھو
جو قوت بھی تم سے بن پڑے۔ اور جتنے گھوڑے

باندھ سکو (جتنا اسلحہ ممکن ہو اکٹھا کر رکھو)۔ اس طرح ان
کے دلوں میں دھاک بٹھا دو جو اللہ کے اور تمہارے دشمن

ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اوروں کے دلوں میں بھی، جنہیں
تم نہیں جانتے مگر اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں

جہاد کے لیے اسلحہ خریدنے پر، جو کچھ تم خرچ کرو گے
اُس کا بدلہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم کسی طرح بھی

گھائے میں نہ رہو گے۔“

② — اللہ پر بھروسہ

جنگ کی تیاری خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ افواج کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہوں،
اسلحہ چاہے کتنا ہی موثر اور وافر کیوں نہ ہو ایک مومن کے لیے فتح و نصرت کی ضمانت ہرگز
نہیں بلکہ اُس کے لیے فتح و نصرت کا دار و مدار محض اللہ تعالیٰ کی مدد اور مہربانی پر ہوتا ہے
وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کی بارگاہ سے فتح و نصرت کا امیدوار رہتا
ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ فرمانِ الہی ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِينَ ○ إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ

وَإِنْ يَخِذْكُمْ لَكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ
بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

(پ آ ل عمران ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ ”جب تم قتال فی سبیل اللہ کا عزم کر چکو تو توکل اللہ پر باندھ لو۔ بے شک اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اگر اللہ تمہاری مدد کر دے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کو آئے گا؟ اور مومنوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے“

③- ثابت قدمی

ثابت قدمی بھی جہاد میں کامیابی کا ذریعہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بلا قرآن میں ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ فرمان الہی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَ
اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاطِيعُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحِكُمْ
وَاصْبِرُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (پ انفال ۴۵، ۴۶)

ترجمہ ”اے ایمان والو! جب کسی لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کے نام کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو کہ اس طرح تم بزدلی کا شکار ہو جاؤ گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے“

مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا
فَلَا تُولُوهُمُ الْأُدْبَارَ ۚ وَمَنْ يُؤَلِّمِهِمْ يُؤَمِّدِ
دُبْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ
فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ اللَّهُ جَهَنَّمَ ۗ وَ

بِئْسَ الْمَصِيرُ (پ الانفال ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا
سامنا ہو جائے تو انہیں پیٹھ مت دو۔ جو اس دن انہیں
پیٹھ دے گا سوائے اس کے کہ لڑائی کی چال چلنے کے
لیے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کے لیے تو وہ اللہ کے
غضب کی طرف پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور
وہ کیا ہی بڑی جگہ ہے پلٹنے کی!

④- اتحاد

جنگ کے موقع پر تمام مجاہدین کا ایک دوسرے سے قول و فعل میں اتحاد
بھی جنگ جیتنے کا ذریعہ ہے۔ اتحاد کا حکم اُپر گزر چکا ہے۔

⑤- ذکر اللہ کی کثرت

دورانِ جنگ بکثرت ذکر اللہ کا حکم بھی اُپر گزر چکا ہے۔ ذکر اللہ کرنے
سے اللہ تعالیٰ کی برکت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ مومنوں کے دل سکون اور
توصلے پاتے ہیں لیکن دشمن کے دل میں رعب اور ہیبت طاری ہوتی ہے جس سے فتح
نصیب ہوتی ہے۔

④ — اطاعتِ امیر

جنگ میں امیر سپاہ کی اطاعت و فرمانبرداری بھی فتح و نصرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ امیر کے حکم کی نافرمانی شکست کا موجب بنتی ہے جیسا کہ جنگِ اُحد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرمان کو نظر انداز کرنے سے مسلمانوں کو خسار اُٹھانا پڑا تھا۔

⑤ — کامیابی پر مغرور نہ ہونا

اسلام میں کامیابی پر اکرنا حرام ہے کیونکہ کامیابی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتی ہے۔

⑧ — احکامِ الہی کی پابندی

دورانِ جنگ اگر جنگی احکامِ الہی کو نظر انداز کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے مجاہد کو ہر وقت احکامِ خداوندی کا پابند رہنا چاہیے۔

مسلح جہاد کی شرائط

ہر قسم کا مسلح جہاد خواہ وہ دفاعی ہو یا اقدامی صرف خاص حالات میں چند شرائط کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ شرائط پوری نہ ہوں تو جہاد جائز نہ ہوگا۔ وہ شرائط یہ ہیں :-

① جہاد کرنے والے مسلمان آزاد اور خود مختار ہوں اور ان کا اپنا ایک بافتل اجتماعی نظام قائم ہو اور ان کا اپنا ایک خلیفہ یا امیر یا سلطان سربراہ ہو۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ مسلمان اگر آزاد و خود مختار نہ ہوں اور ان پر تشدد ہو رہا ہو تو وہ اپنی مدافعت نہ کریں۔ مدافعت کرنا اور اپنی حفاظت کرنا فرض میں شامل ہے، لیکن مسلح جہاد کا اعلان

صرف اُس وقت ہوگا جب ایک آزاد اسلامی ریاست قائم ہوگی۔

② مخالف قوت سے لڑنے کے لیے ضروری طاقت میسر ہو۔ اگر دشمن سے لڑنے کے لیے ضروری طاقت موجود نہ ہو تو مسلح جہاد کے اعلان کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد نہ ہوگی۔

③ جہاد یا قتال مکمل طور پر فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں ہونہ کہ خود غرضی اور دنیاوی مفاد کی خاطر لڑنے والے مسلمان صرف دین کی خاطر اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑ رہے ہوں اور ظلم و ستم کا خاتمہ اور نیکی و انصاف کا فروغ ہی اُن کا مقصود ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :-

”جو شخص محض اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے اُس کا جہاد اللہ کی راہ کا جہاد ہے“

آپ نے مزید فرمایا ہے :-

لَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصِيَّةً۔ (ابوداؤد)

ترجمہ ”وہ ہم میں سے نہیں جو کسی عصیت کی بنا پر لڑتا ہے“

④ مسلمانوں کو اپنی عبادات اور احکام دین پر عمل کرنے سے روکا جا رہا ہو تو جہاد کرنا فرض ہے۔

⑤ جب مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان و مال خطرے میں پڑ جائیں، تو حفاظت کے لیے جہاد کا اعلان کرنا فرض ہے۔

⑥ قیام امن اور انسدادِ فتنہ کے لیے جہاد کیا جاسکتا ہے۔

⑦ جب کوئی اسلامی ریاست پر جارحیت کرے تو اس کے جواب میں لڑنا فرض ہے۔

⑧ دین حق کی اشاعت و حمایت میں جہاد کرنا فرض ہے۔

⑨ جب مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے بے دخل کر دیا جائے تو دشمنوں کو ان کے گھر سے نکالنے کے لیے ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

الغرض جہاد کرنے کی ضرورت اُس وقت پیش آتی ہے جب کسی علاقے میں مسلمانوں پر عرصہٴ حیات تنگ کیا جا رہا ہو، انہیں بلاوجہ تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہو، اُن کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہو، مسجدوں کو ویران کیا جا رہا ہو، مسلمانوں کے وطن پر حملہ کر دیا گیا ہو اور کفر و الحاد دین حق کو مٹانے کے درپے آزار ہو گیا ہو۔ اس قسم کے سنگین حالات میں ہر مسلمان پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ مسلح جہاد کا راستہ اختیار کرے۔ ہاں مگر قتال فی سبیل اللہ شروع کرنے سے قبل صورتِ احوال کی اصلاح کی کوشش دوسرے اخلاقی طریقوں سے بھی کر لی جائے۔ اس طرح اگر اصلاحِ احوال ہو جائے تو خواہ مخواہ جنگ سے اجتناب بہتر ہے کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری نسلِ انسانی سے فرمایا ہے:-

”اے اولادِ آدم! تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں

ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا:-

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پہلے

جن مقتدمات کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل کے مقتدمات

ہوں گے“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و

السلام نے فرمایا:-

”کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا

شریک بٹھرایا جائے یا کسی کو قتل کیا جائے یا والدین کی

نافرمانی اور کذب بیانی کی جائے“

حیاتِ انسانی کی حرمت کے بارے میں فرمانِ الہی ہے:-

اِنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ

فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا

أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (پٹ المائدہ ۳۲)

ترجمہ ”جس نے کسی شخص کو ناحق قتل کیا بغیر اس کے کہ اس سے کسی قتل کا بدلہ لیا یا خطہ زمین میں فساد برپا کرنے کی اسے سزا دی تو اس نے گویا ساری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی (کسی کی جان بچائی) تو اس نے ساری انسانیت کو زندگی بخشی“

گویا اسلام میں انسانی جان کی حرمت پر بہت زور دیا گیا ہے، اور صرف ناگزیر حالات ہی میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ جہاد میں بعض انسانی جانوں کا قتل تو ہوتا ہے لیکن فتنہ و فساد چونکہ قتل سے بھی زیادہ مہلک ہے اس لیے فتنہ و فساد سے پوری انسانیت کو قتل ہونے سے بچانے کے لیے چند جانوں کا ضیاع ناگزیر ہو جاتا ہے۔

آدابِ جہاد

اسلام ایک دوسرے کے حقوق کے احترام و نگہبانی کا درس دیتا ہے تاکہ کسی کے ساتھ بے جا زیادتی نہ ہونے پائے اس لیے اسلام میں قانونِ جنگ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے تلوار اٹھانے سے اجتناب کیا جائے اور پرامن بقائے باہمی کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ صرف ناگزیر حالات میں جہاد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

لہذا جہاد بالتیغ شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جہاد بالعلم، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کر لیا جائے تاکہ خواہ مخواہ کے خونِ شرابے سے بچا جاسکے سب سے پہلے کافروں، منافقوں اور شر پسندوں کو احسن طریقے سے اسلام کی دعوت دی جائے تاکہ اگر کوئی شخص یا قوم یا معاشرہ برائیوں سے تائب ہو کر ان گاہِ اسلام میں

آجائے تو صورتِ احوال کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور میں اور ہر معاشرے میں لوگوں کا ایک گروہ موجود ہوتا ہے جو مباحثوں میں اُکھٹنے اور اُلجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس گروہ کے افراد وعظ و نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ الزام تراشی، مناظرہ اور مستحضر سے اصلاح کی ہر کوشش کو سبوتاژ کرتے رہتے ہیں اس لیے اُن کی مہٹ دھرمی سے کبھی بھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس قسم کے لوگ اگر اسلام قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اُن پر جزیہ عائد کر دیا جائے۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کر کے اسلام کی بالادستی قبول کر لیں تو تبلیغِ اسلام کی راہ کھُل جائے گی اور وہاں کے لوگ اسلام قبول کرنے میں آزاد ہو جائیں گے۔ اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند نہ ہوں اور ہر صورت میں اسلام کا راستہ روکنے پر بضد ہوں تو پھر مسلح جہاد کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا۔ اس صورت میں اگر جہاد بالسیف نہ کیا جائے تو مُفسدین کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

اسلام میں جنگ کا مقصود کسی ملک کو فتح کرنا یا حریف کو ذاتی اغراض کے تحت موت کے گھاٹ اتارنا یا اُس پر کاری ضرب لگانا نہیں بلکہ جارحیت اور فتنہ و فساد کا رد ہے لیکن اس میں خیال رکھا گیا ہے کہ ضرورت کے تحت صرف اتنی قوت استعمال کی جائے جو ناگزیر ہو۔ لڑائی کا دائرہ صرف اُن عناصر تک محدود رکھا جائے جو عملاً لڑائی میں شامل ہوں باقی تمام امن پسند شہریوں کو جنگ کے ہلاکت نیز اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔ جہاد بالسیف کو قتال فی سبیل اللہ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ لڑائی کے دوران کوئی نفسانی خواہش، ملک گیری کی ہوس، کسی کے خلاف جذبہ انتقام، حصولِ اقتدار کی آرزو اور شہرت و ناموری کی ہوس کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اس کی محرک ہوتی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ :-
 " ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا
 اور عرض کی کہ کوئی شخص مالِ غنیمت کے حصول کی خاطر جہاد
 کرتا ہے، کوئی شجاعت و بہادری کے مظاہرے کے لیے
 لڑتا ہے اور کوئی شہرت و ناموری کے لیے جنگ کرتا ہے
 آپ فرمائیے کہ ان میں سے کس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟
 فرمایا: " اللہ کی راہ میں جنگ تو صرف اُس شخص کی ہے جو
 محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے جہاد کرتا ہے۔"

(بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا :-

" لڑائی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
 کے لیے لڑی جائے اور اُس میں اگر کسی نے اپنے امیر
 کی اطاعت کی، مال خرچ کیا، فساد و لوٹ مار سے گریز کیا
 تو اُس کا سونا جاگنا سب اجر کا مستحق ہے اور جس نے نمود
 و نمائش کے لیے لڑائی کی، امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں
 فساد پھیلایا تو برابر بھی نہ چھوٹے گا۔" (یعنی اٹنا عذاب کا
 مستحق ہوگا)۔ (بخاری)

غیر اہل قتال کی حرمت

غیر اہل قتال وہ لوگ ہوتے ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے جیسے کہ
 عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، اندھے، معذور، دیوانے، خانقاہ نشین اور معبدوں
 کے مجاور وغیرہ۔ یہ بے ضرر لوگ ہوتے ہیں اس لیے اسلام میں واضح طور پر ان کو قتل

کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-
 ”دورانِ جہاد نہ کسی بوڑھے ضعیف کو قتل کرو، نہ کم سن
 بچے کو اور نہ ہی کسی عورت کو قتل کرو۔ اموالِ غنیمت میں سے
 چوری نہ کرو، جو ہاتھ لگے اُسے ایک جگہ جمع کرو اور احسان
 کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنوں کو پسند کرتا ہے“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 فوج کو کسی مہم پر روانہ کرنے سے پہلے ہدایت فرماتے تھے کہ :-
 ”عبادت گاہوں کے بے ضرر خدام اور خالقانہوں کے
 زاہدوں کو قتل نہ کرنا“

تخریبی اور وحشیانہ اقدام سے اجتناب

جنگ کے دوران باغوں اور فصلوں کو تباہ کرنا، دشمن کی نعشوں کی بھڑکتی کرنا، دشمن کو
 باندھ کر قتل کرنا، بستوں میں غارتگری، آتش زنی اور وحشیانہ حرکتیں کرنا مومنین پر حرام ہے۔ فتح
 خیر کے بعد جب نئے مجاہدین نے لوٹ مار شروع کی تو یہودیوں کے سردار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 سے اس کی نکایت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو تمام اہل شکر کو
 جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب تمام شکر جمع ہو گیا تو آپ نے فرمایا:-

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ ناجائز قرار دیا ہے کہ

اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ، اُن

کی خواتین کو نشانہِ رستم بناؤ اور اُن کے پھل کھاؤ“

حضرت عبداللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”لوٹ مار اور مثلہ سراسر ناجائز ہے“ (ابن ماجہ)

جاہلیت کے زمانے میں انتقامی جذبے کے تحت اسیرانِ جنگ سے

بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا، انہیں درندوں کے آگے پھینکا جاتا تھا اور زندہ جلادیا جاتا تھا لیکن اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت فرمادی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا:-

« آگ اللہ کا عذاب ہے، اس سے بندوں کو مُعَذَّب

نہ کرو! »

جنگ کے دوران یا فتح کے بعد ہنگامہ آرائی اور بے مقصد نعرہ بازی

سے مخالفین کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور وہ مشتعل بھی ہوتے ہیں اس لیے

اسلام میں اس کے بارے میں بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور جب

کسی وادی میں داخل ہوتے تو بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے تھے۔ اس

پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

« اے لوگو! باوقار طریقے سے چلو۔ تم جسے پکارتے ہو وہ

بہرہ نہیں ہے۔ وہ تمہارے ہمراہ ہے اور سب کچھ سُنتا

ہے! » (ابن ماجہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مہم پر لشکر کو روانہ کرنے سے پہلے اکثر یہ

یہ ہدایت فرمادیتے تھے:-

« جاؤ اللہ کا نام لے کر نکلو اور اس کی راہ میں جہاد کرو ان

سے جو کفر کرتے ہیں۔ جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو،

مالِ غنیمت میں بددیانتی نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو! »

شام اور عراق پر لشکر کشی کرنے سے پہلے اپنی افواج کو ہدایات جاری

کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:-

« بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے، راہبوں کو تنگ

نہ کیا جائے، پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے، مویشیوں کو ہلاک نہ کیا جائے، بد عہدی سے احتراز کیا جائے، ذمیوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور فصلوں کو برباد نہ کیا جائے؛ تخریب کاروں کے ٹھکانے ختم کرنے کے لیے درخت کاٹ کر میدان صاف کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے لیکن منحس تخریب کی نیت سے پھل دار درختوں کو کاٹنے کی سخت ممانعت ہے۔

جنگ شروع کرنے سے پہلے مخالف فریق کو الٹی میٹم دینا ضروری ہے۔ غفلت میں دشمن پر حملہ نہ کیا جائے کیونکہ اس طرح غیر اہل قتال کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ رات کی بجائے دن کو حملہ کرتے اور حملے سے پہلے دشمن کو وارننگ دیتے تھے۔

اسیرانِ جنگ سے سلوک

اسلام نے اسیرانِ جنگ کو قتل کرنے کی ممانعت کر دی اور ساتھ ہی ان سے حسن سلوک کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مسلمان جنگی قیدیوں سے اتنے حسن سلوک سے پیش آنے لگے کہ بعض اوقات خوراک کی کمی کی وجہ سے خود بھوکے رہتے لیکن جنگی قیدیوں کو کھانا کھلا دیتے۔ ان کے طرزِ عمل کو سراہتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کی تعریف کی ہے :-

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا

أَسِيرًا ○ (پ۱۹ الدہرہ ۸)

ترجمہ » خود بھوکے ہونے کے باوجود وہ محبتِ الہی میں

مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں؛

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگی قیدیوں سے ہمیشہ فیاضانہ سلوک فرماتے

تھے۔ آپ نے جنگِ بدر کے قیدیوں کو اپنے سپاہیوں کے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس میں

سے بیشتر قیدیوں کو اس وعدہ پر رہا فرمادیا کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی کسی جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔ کئی پڑھے لکھے قیدیوں کو آپ نے بچوں کا اتالیق مقرر کر کے انہیں عزت و احترام سے نوازا۔

غزوہ حنین کے چھ ہزار جنگی قیدیوں کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ انہیں کپڑے بھی عطا فرمائے۔ فتح مکہ کے بعد اپنے بدترین مخالفین کو معاف کر دیا اور ان کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کی۔ جنگی قیدیوں میں سے ایک قیدی جس کا نام سہیل بن عمر تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف توہین آمیز کلمات کہتا رہتا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے دانت توڑ دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نہ کیا بلکہ کچھ روز قید میں رکھنے کے بعد فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیا۔

فدیہ لے کر قیدی کو رہا کرنا اسلام میں روا ہے لیکن فدیہ لیے بغیر جنگی قیدی کو رہا کرنا اسلام میں مستحسن فعل ہے۔ فرمان الہی ہے :-

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ
حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَانَ ۗ فِيمَا مَنَّا
بَعْدُ وَإِنَّمَا فِئْدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَدْرَاهَا ۗ

(پ ۲۶ محمد ۴)

ترجمہ » جب تم کافروں سے ٹکرا جاؤ تو ان کے سر قلم کر دو۔ یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح قتل کر چکو تو زندہ پکڑے جانے والوں کو مضبوطی سے قید کر لو۔ پھر یا تو احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دو یا کچھ مال لے کر چھوڑ دو یہاں تک

کہ مخالف فریق ہتھیار ڈال دے۔ «

اس آیت مبارک کے مطابق فدیہ کے بغیر جنگی قیدیوں کو رہا کرنا احسان ہے لیکن انہیں اور ان کے لواحقین کو غلام بنا لینے کی بھی اجازت ہے کیونکہ باادقات دوران جنگ سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں اور ان کے بیوی

سچے لاوارث و بے آسرا ہو کر مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات بے سہارا عورتوں کی وجہ سے مفاسد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسلام نے اس کا حل یوں نکالا ہے کہ فاتح مسلمان اُن پیمانندگان کی پرورش کی ذمہ داری قبول کر لیں اور اُن عورتوں کو اپنے نکاح میں لاکر انہیں معاشرے میں ممتاز مقام عطا کریں تاکہ ہر فتنہ کا تدارک ہو جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلامی کو مٹانے کے لیے یہ تدابیر اختیار کیں۔

① اگر دشمن رضامند ہو تو اس کے ساتھ قیدیوں کا باہمی تبادلہ کر لیا جائے۔

② جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی بجائے آزاد کر دیا جائے۔ غلامی کو ختم کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

① ”جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا، اُس کا ہر عضو غلام کے ہر عضو کے بدلے دوزخ سے بچ جائے گا“

② ”جس نے اپنی لونڈی کو تربیت دے کر آزاد کیا اور پھر اُس سے نکاح کر لیا اُسے دُگنا اجر ملے گا“

③ ”غلاموں کو میرا بچہ اور میری بچی کہہ کر پکارا کرو۔ انہیں اپنے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھلایا کرو اور اگر وہ دن میں ستر (۷۰) بار بھی قصور کریں تو انہیں معاف کر دیا کرو۔“

ارشادِ ربانی ہے:-

وَمَا آذْرُكَ مَا الْعُقْبَةُ ۝ فَكُ رَقَبَةً ۝ أَوْ
إِطْعَمْتَنِي يَوْمَ دِيكَ مَسْفِيَةً ۝ تَيْمًا
ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

(نہ البلد ۱۲ تا ۱۶)

ترجمہ ”اور تو کیا جانتا ہے کہ نیکی کی دُشوار گزار گھاٹی کونسی

ہے؟ وہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کیا جائے یا بھوک کے وقت کسی رشتہ دار یتیم یا خاکسار مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

مالِ غنیمت

جنگ میں فتح کے بعد غنیمت کا حصول انسانی فطرت کا خاصا ہے۔ جنگِ اُحد میں مالِ غنیمت ہی کی ہوس نے فتح کو شکست میں بدل کے رکھ دیا۔ غنائم کی آتش ہوس کو مٹانے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

«جو شخص مالِ غنیمت حاصل کرنے کی نیت سے جنگ کرے گا اُسے جہاد کا پورا ثواب نہیں ملے گا»

ثواب صرف اُن لوگوں کے حصے میں آئے گا جو دل کو دنیوی مفادات سے پاک رکھ کر خاص اللہ کے لیے جہاد کریں گے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں چونکہ باقاعدہ تنخواہ دار فوجی نہیں ہوتے تھے اس لیے اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے اموالِ غنیمت میں سے کچھ حصہ حاصل کرنا جائز قرار دے دیا گیا۔

اموالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیتُ المال میں جمع کرانے کا حکم ہے تاکہ اُسے محتاجوں اور معذوروں کی پرورش اور دیگر قومی ضروریات کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ
وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَأَبْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَمْنْتُمْ بِاللَّهِ -

(سُورَةُ الْاَنْفَالِ ۴۱)

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تمہیں حاصل ہو، اُس

کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسول، اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو،

مطلب یہ کہ مالِ غنیمت میں سے چار حصے مجاہدین کے ہوتے ہیں اور

پانچواں حصہ بیت المال میں جاتا ہے جسے مزید پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جس میں ایک حصہ اللہ کا، دوسرا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (اللہ اور رسول کے دونوں حصے عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جاتے ہیں) تیسرا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کا یعنی اہل بیت کا، چوتھا حصہ مساکین کا اور پانچواں حصہ مسافروں کا ہے چاہے ہمارا میر ہو یا غریب اگر حالت سفر میں غربت و افلاس کا شکار ہو جائے تو غنیمت کے مال میں سے اُس کو حصہ دیا جاسکتا ہے۔

مالِ غنیمت کی ہوس کو گھٹانے کی خاطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید

فرمایا ہے کہ :-

”جس فوج نے فی سبیل اللہ جہاد کیا اور مالِ غنیمت حاصل کر لیا اُس نے آخرت کے ثواب میں سے دو تہائی (۲/۳) حصہ مالِ غنیمت کی صورت میں حاصل کر لیا اور اب اُس کے لیے صرف ایک تہائی (۱/۳) حصہ بقایا رہ گیا اور جس نے مالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ نہ لیا اُسے آخرت میں پورا اجر ملے گا،“ (مسلم)

اسلام کی اسی تعلیم نے آہستہ آہستہ مسلمان مجاہدین کو مالِ غنیمت کی ہوس سے اس قدر پاک کر دیا کہ چند برسوں کے بعد مجاہدین مالِ غنیمت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

معاهد اور ذمیوں کے حقوق

جہاد سے قبل یا دورانِ جہاد جو لوگ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لیں اور مخصوص شرائط کے تحت اسلامی حکومت سے معاہدہ کر کے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائیں وہ ذمی کہلاتے ہیں۔ اُن کے جان و مال کی حفاظت حکومتِ اسلامیہ کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَعْلَمَ
يُنْقِضُكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا
فَاتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ

(سُورَةُ التَّوْبَةِ ۴)

ترجمہ: مگر وہ مشرکین کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور جنہوں نے عہد کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، اُن کے ساتھ معاہدہ کی مدت ختم ہونے تک اپنے عہد کی پابندی کرو کیونکہ اللہ پر ہینر گارڈوں کو پسند کرتا ہے۔ سو معاہدہ (جس کے ساتھ معاہدہ ہو) پر دست درازی ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا:-

«جو شخص معاہدہ کو قتل کرے گا اُسے بہشت کی خوشبو تک نہیں آئے گی»

آپ کا مزید ارشاد ہے:-

«خبردار! جو شخص کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا، اُس کے حقوق سلب کرے گا، اُس پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا اُس سے کوئی چیز چھینے گا، اُس کے خلاف قیامت کے

دن میں خود استغاثہ کروں گا، (البوداؤد)

اگر کوئی مفتوح قوم جزیہ دینے پر راضی ہو جائے تو اُسے اسلامی حکومت میں مسلمان رعایا کی طرح کے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اس لیے اُن کی زمینوں پر غاصبہ قبضہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انہیں بنیادی شہری حقوق سے محروم کیا جاسکتا ہے، اُن کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کی جاسکتی۔ جزیہ یا خراج کی مقدار کا تعین اُن کی مالی حالت سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا۔ بے روزگار لوگوں پر جزیہ معاف ہو جاتا ہے۔ جزیہ صرف اُن افراد سے وصول کیا جائے گا جو اہل قتال ہوں گے، غیر اہل قتال یعنی بچے، بوڑھے، عورتیں، اندھے اور معذور وغیرہ سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

ذمیوں کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-
 "اگر تم کسی قوم کے خلاف جہاد کرو اور اُس پر غلبہ پا لو اور وہ قوم اپنی امداد اپنی اولاد کی جان بچانے کے لیے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائے تو پھر تم اُس سے مقرر شدہ جزیہ سے ایک تبتہ بھی زائد نہ لینا۔ یہ تمہارے لیے جائز نہ ہوگا۔" (البوداؤد)

اہل بخران سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک معاہدہ کیا تھا اُس کے اقتباسات اس طرح ہیں:-

"بخران کے نصاریٰ کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی، انہیں کامل مذہبی آزادی ہوگی، اُن کے مذہبی نشانات یعنی صلیبیں اور تصاویر اپنی سابقہ حالت پر بحال رہیں گی، کسی راہب اور خادم کو کلیسا کی خدمت سے نہیں ہٹایا جائے گا، اُن کی زمینوں کو کوئی لشکر یا مال نہیں کرے گا اور نہ ہی جزیہ کی وصولی کے بعد کسی سے فوجی خدمت لی جائے گی اور اُن کے ساتھ ہر معاملہ میں مکمل انصاف کیا جائیگا۔"

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں اہل حیرہ سے جو معاہدہ ہوا تھا اُس کی شرائط یوں ہیں :-

» اُن کا کوئی گرجا مسمار نہیں کیا جائے گا، انہیں ناقوس

بجانے اور عید کے روز صلیب لگانے کی اجازت ہوگی «

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل دمشق کے ساتھ اِس طرح کا

معاہدہ کیا تھا۔

» انہیں امان دی جائے گی، اُن کے مکانات نہیں گرائے

جائیں گے، اُن کے مکانات پر کوئی مسلمان قبضہ نہیں کرے

گا، ان کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ جزیہ

کی ادائیگی کرتے رہیں گے «

اسلامی حکومت میں ذمی کے خون کی قدر و منزلت مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے گا تو اُس سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر کوئی ذمی مفلس و نادار ہو تو اُس کا جزیہ معاف کر دیا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ ذمیوں کو اسلامی خزانے سے وظائف بھی دیئے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عمر رسیدہ ذمی کو بھیک

مانگتے دیکھا تو پوچھا کہ تم یہ مذموم حرکت کیوں کر رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ میں جزیہ

ادا کرنے کے لیے بھیک مانگنے پر مجبور ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روٹھے

اور اُس کے لیے بیٹ المال سے وظیفہ مقرر کر کے خزانچی کو لکھا :-

» واللہ! یہ ہرگز انصاف نہیں کہ ہم اِس کے شباب سے

فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اِسے رسوا کریں «

اسلام نے انسانی حرمت پر جس قدر زور دیا اُس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی

حتیٰ الوسع اسلام میں جنگ و جدال سے اجتناب برتا گیا ہے۔

جیسا کہ فرمانِ الہی ہے :-

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاِجْتَمِعْ لَهُمْ وَأَوِّكْ عَلَى اللَّهِ

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (پٹ الانفال ۶۱)

ترجمہ: ”اگر وہ صلح کے لیے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ

پر بھروسہ رکھو کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔“

مزید فرمانِ الہی ہے:-

فَإِنْ اعْتَرَفْتُمْ بِاللَّوْثِ كُمْ فَلَمْ يُقَاتِلْكُمْ وَالْقَوَا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ

فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ○

(پٹ النصار ۹۰)

ترجمہ: ”اگر وہ تم سے ہاتھ کھینچ لیں اور جنگ نہ کریں اور صلح

کرنا چاہیں تو ایسی صورت میں اللہ نے تمہیں دست درازی

کی کوئی راہ نہیں دی۔“

ترک جہاد کی سزا

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-

إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابَ أَلِيمًا ○ وَيَسْتَبْدِلْ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (پٹ التوبہ ۲۹)

ترجمہ: ”اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک

سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اٹھالائے گا اور

تم اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ:-

”جب لوگ جہاد کرنا چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت

ابتلا مستط کر دے گا اور وہ اس سے اُس وقت تک نہ نکل
سکیں گے جب تک کہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آئیں گے“

(مسند احمد، البوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے سنا کہ :-

”اے ثوبان! اُس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تم پر
دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح تم کھانے
کے برتن پر لقمے لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہو“ حضرت
ثوبان نے عرض کی: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں
اے اللہ کے رسول! کیا ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ
سے ہوگی؟“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”نہیں!
بلکہ تعداد میں تم زیادہ ہو گے لیکن تمہارے دلوں کے
اندر کمزوری اور بزدلی پیدا ہو جائے گی“ دوسرے صحابہؓ
نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمزوری سے
کیا مراد ہے؟“ فرمایا: ”تمہارا دنیا کی محبت میں گم ہو جانا اور
لڑائی سے جی چڑانا کمزوری ہے“

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلمان کبھی تو نے
 کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگر دار
 اُس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ ہمیں
 پوشیدہ چلے آتے ہیں تو حشر کے سردار

ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
 اللہ کے تجھ کو عطا ہے فقر کی تلوار
 قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
 یا خالدِ جانی ہے یا حیدرِ کراڑ

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

خرد کے باپن کے سوا کچھ اور نہیں
 ترا علاجِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں
 ہر اک مقام سے آگے مقنا م ہے تیرا
 حیاتِ ذوقِ سف کے سوا کچھ اور نہیں

گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہر وزنہ
 گہر میں آگہ ہے کے سوا کچھ اور نہیں
 رگوں میں گردشِ خون ہے اگر تو کیا حاصل؟
 حیاتِ سوزِ جگ کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اور ہیں عشق
 عشق نہ ہو تو شرع و دین کدے تصور آ
 صدقِ خلیل بھی عشقِ حسد ہے بھی عشق
 معرکہ و جوڑ میں بد و بین بھی عشق

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا جو دالکت ہے
 گنبدِ آبگینہ رنگ شیرِ محیط میں حباب ہے
 شوق اگر تیرا نہ ہو میری منشا از کا امام
 میرا قیام بھی حجاب ہے میرا سجدہ بھی حجاب ہے

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اعلیٰ

اِکْ شَرِیْعِ مُسْلِمَانِی، اِکْ جَذِبِ مُسْلِمَانِی
 ہے جَذِبِ مُسْلِمَانِی بِسْرِ فَلَکِ وَّالْاَفْلَکِ
 اے زہر و فرزانہ! بے جَذِبِ مُسْلِمَانِی
 نے راہِ عمل پیدا، نہ شاخِ یقین نمناک
 زریں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی
 ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بیباک
 فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
 یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ نردانِ حاک

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تیرا جوہر ہے توڑی پاک ہے تو
 نسر و غ دیر ا ف ل ا ک ہے تو
 تیرے صید زبوں ان فرشتہ جو
 کہ شاہین شہ ل و ل ا ک ہے تو

ترا تن روح سے نا آشنا ہے
 عجیب کیا آہ تیری نارسا ہے
 تن شب لے روح سے بیزا ہے حق
 خدائے زندہ زندوں کا خدائے

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ مرآة العارفين انٹرنیشنل

حضرت سلطان باہو

اشاعت خاص جلد اول

صفحہ: 228 قیمت: 250/-



ماہنامہ مرآة العارفين انٹرنیشنل

حضرت سلطان باہو

اشاعت خاص جلد دوم

صفحہ: 840 قیمت: 500/-



آئینہ حیات: سلطان باہو

حضرت سلطان باہو

اسرار القادی

صفحہ: 207 قیمت: 240/-



العارفين پبلشرز (رجسٹرڈ) کیشمیر الہ آباد

پتہ: ڈیپارٹمنٹل ٹھکانہ سلطان باہو، شری رام پور، پاکستان

فون نمبر: 0092-47-5320594, 5320694

آفس: آفس نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلام آرکیڈ، 16 میکلوڈ روڈ، لاہور

فون: 0092-42-37366066 فکس: 0092-42-37509009

ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

ISBN 978-969-9290-12-1



Rs. 340.00